انتساب

دِلوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا معاملہ رکھیں کیونکہ حُکم ہے!

سچ بھی قرینے سے بتایا جائے

عہدِ رفاقت

از قلم: مرجان قطب

اندھیری رات میں روشنی کا سبب صرف چاند تھا جِس کی مدھم روشنی میں وہ اندھا دُھند لہولہان پیروں کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔ ضروری سامان نہ جانے اِس جنگل میں کہاں کھو گیا تھا۔ اُسے صرف اپنی جان کی پرواہ تھی جِس کے لیئے وہ پوری قوت اور ہمت سے بھاگ رہی تھی۔ بھاگتے بھاگتے سَرد پڑتے وجود اور خوف سے سپید پڑتے چہرے کے ساتھ وہ بار بار چہرہ پھیر کر پیچھے بھی دیکھ لیتی تبھی اُسکو کسی نوکیلے پتھر سے ٹھوکر لگی اور کراہ کر نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ انگوٹھے سے بَھل بَھل کر خون بہنے لگا تبھی بھاگتے قدموں کی آہٹ پر لَب بھینچ کے ایک عظم سے اُٹھی اور خود کو بامُشکل گھسیٹ کر درختوں اور جھاڑیوں کے جُھنڈ میں چُھپا کر کر اُس نے قریب آتے قدموں پر اپنا سانس تک روک لیا۔

"ڈھونڈو اُسکو۔ زیادہ دُور نہیں گئی ہو گی۔" اپنا سانس دُرست کرتے شخص نے ہاتھ میں تھامی بندوق کو لوڈ کر کے سَرد لہجے میں اپنے ساتھیوں کو کہتے ہوئے جھاڑیوں کے پیچھے چُھپی لڑکی کا لہو خُشک کر دیا۔

"صبح ہونے سے پہلے اگر وہ نہ مِلی تو تم سب کی بوٹیاں کر کے کُتوں کو کِھلا دوں گا۔" اپنے زخمی کندھے کی بڑھتی تکلیف پر اُس نے چلا کر کہا اور پھر اُسکے باقی سب ساتھی جنگل میں اِدھر اُدھر پھیلنے لگے۔

اُن سب کو جاتے دیکھ کر وہ خود کو گھسیٹ کر باہر لائی اور آگے بڑھنے کے بجائے واپس پیچھے کی جانب بھاگی۔ اُسکے قدم شہر کی حدود سے نکل کر گاؤں کی حدود کی جانب بڑھ رہے تھے تبھی سامنے سے آتی گاڑی کی تیز روشنیوں پر اپنی تھکن اور تکلیف سے بوجھل ہوتی آنکھوں پر تیزی سے ہاتھ رکھ کر سڑک کے سائیڈ پر آ کے دوسرا ہاتھ لہرایا۔ گاڑی اُس سیاہ چادر میں ملبوس لڑکی کو دیکھ کر رُکنے کے بجائے زن سے اُسکے برابر سے نِکل گئی۔ بے جان ہوتے قدموں پر اُسکا جی چاہا یہیں بیٹھ جائے مگر جانتی تھی کہ اُسے بھاگتے رہنا ہے۔ دِل میں قرآنی آیتیوں کا ورد کرتے ہوئے اُس نے گاؤں کی تنگ سڑک کی روشنیوں پر خود کو قدرے سائیڈ پر ہو کر اندھیروں میں گُم کیا۔ اُسکو نہیں رُکنا تھا، بھاگتے رہنا تھا ورنہ اُسکی بہن جیسی دوست کوشش رائیگاں جاتی جِس نے اُسکو اس جہنم سے نکالنے کے لیئے اپنی سَر توڑ کوشش کی تھی۔ چند لمحے رُک کر گہرا سانس لیتے ہوئے اُس نے اپنے کمزور ہوتے وجود کو بامُشکل پھر سے بھاگنے کے لیئے آمادہ کیا۔

سامنے سے آتی جیپ جو یقیناً ایمرجنسی میں شہر جا رہی تھی کو دیکھ کر اُس نے تیزی سے سائیڈ پر موجود اُترائی کی جانب چھلانگ لگائی اور پِھر خود کو بچانے میں ناکام ہو کر یونہی نیچے کو گرتے ہی اُسکی پُشت درخت سے لگی۔ کراہ کر تکلیف سے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ضبط سے آنکھیں میچ کر لڑکھڑا کر کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے بے دردی سے آنسو صاف کیئے۔ اپنے ماں، باپ کی لاڈلی وہ یوں انجان جگہ، اپنے شہر سے کئی میل دُور رُل رہی تھی۔ اِس سے پہلے کہ خود کو سنبھالتی قریب سے آتی کسی

جنگلی جانور کے غُرانے کی آواز پر اُسکے ہونٹوں سے ہلکی سے چیخ نکلی۔ چہرہ پھیر کر اُس نے سائیڈ پر دیکھا جہاں جنگلی لگڑبگا اپنی سُرخ آنکھوں اور لمبے نوکیلے دانتوں سے اُسکی جانب بڑھ رہا تھا۔ کانپتے ہاتھوں سے خود کو سہارا دے کر وہ پیچھے کو کھسکنے لگی۔ آج کا دِن واقعی اُسکی موت لے کر آیا تھا۔ لگڑبگے نے اُس کی جانب غُرا کر چھلانگ لگائی اور اُس نے چیخ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ لیا۔ اچانک سے لگڑبگے کی کراہنے کی آواز آئی اور ماحول میں سکوت چھا گیا۔ چند لمحے وہ یونہی خوف سے گہرے سانس لیتی رہی۔ دِل کی دَھڑکنیں تھیں کہ اعتدال میں آنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ خود کے زندہ ہونے کا یقین کرتے ہی اُس نے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹا کر سامنے دیکھا اور پھِر اُسکی زوردار چیخ ویران جنگل میں دُور تک گئی۔ اُسکے سامنے لگڑبگا خون میں لَت پَت بے جان پڑا تھا۔ خوف سے لرز کر اُس نے اپنے عین سامنے آ رُکتے سیاہ ڈیلٹا بوٹس کو دیکھ کر چہرہ دوپٹے میں چُھپایا۔ کئ گھنٹوں سے بغیر رُکے بھاگنے کی اپنی ساری ہمت اور محنت رائیگاں جاتی محسوس ہونے لگی۔ اللہ کا نام لے کر اُس نے دوپٹہ مضبوطی سے جکڑ کر اوپر دیکھنا چاہا مگر سامنے موجود شخص نے اُسے اوپر دیکھنے کا موقع نہیں دیا۔ اُسکے عین سامنے جُھک کر بیٹھتے شخص کو اُس نے خوف سے آنکھیں پھیلا کر دیکھا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں، آپ محفوظ ہیں۔" اُس مدہم لہجے میں اِس قدر نرمی تھی کہ خوف سے دیکھتی اُن بادامی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ سامنے مکمل سیاہ لباس میں ملبوس شخص کی سیاہ گہری آنکھیں اور آنکھوں کے قریب گھنی سیاہ بھنویں ناسمجھی سے اکھٹی ہوئیں۔ اِس سے پہلے کہ اُس سے مزید کچھ پوچھا جاتا، کوئی تسلی دی جاتی اُس شخص کے ہاتھ میں گن دیکھ کر پہلے سے تھکن اور تکلیف سے چُور اُسکی آنکھیں اور سَر بھاری ہونے لگے اور پھِر وہ ایک جانب کو لڑھک گئی۔ سامنے گھٹنوں کے

بل بیٹھے شخص نے تاسف سے پیشانی سہلا کر گن اپنی جیکٹ کے باہر لگے ہک میں اڑاسی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔چند لمحے سوچنے کے بعد اُس لڑکی کا چہرہ اچھی طرح دوپٹے سے ڈھک کر اُسکو نرمی سے اُٹھا کر بغیر اُسکو دیکھے بے تاثر چہرے کے ساتھ تیز قدموں سے جنگل سے نکل کر مین سڑک پر آتے ہی اُس نے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا اور پچھلی سیٹ پر اُس لڑکی کو بٹھا کر اُسکا سَر سیٹ کی پُشت پر ٹِکا کر دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور پھر کچھ دیر بعد اُسکی گاڑی مُظفر آباد کی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔سیاہ نقاب پُوش کی آنکھوں میں گہری سنجیدگی اور تفکر تھا۔یہ اِس گاؤں میں پناہ لینے کو آنے والی چوتھی لڑکی تھی۔پریشانی سے دو انگلیاں پیشانی پر مُسلسل بجاتے ہوئے اُس نے بیک ویو مِرر سے اُس بے ہوش پڑی لڑکی کو دیکھا جسکے مُنہ اور سَر کو چادر نے ڈھانک رکھا تھا اور پِھر نگاہیں ونڈو سکرین کی جانب مرکوز کر لیں۔شہر سے خوف اور زخم کھا کر پناہ لینے کو آنے والی اُن عورتوں کی حفاظت کرنے والے شخص کا نام **'سُلطان خان'** تھا جسے ہماری اِس داستان میں کچھ زیادہ پسند نہیں کیا جائے گا۔

ے صحرائے محبت میں اِس دل کا خدا حافظ

تنہا جو مسافر ہو اکثر وہ بھٹکتا ہے

(پیر نصیر الدین نصیر)

"میرے خیال سے تُجھے الگ رہنا چاہیے۔"ھُود نے اُس کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا جو چہرہ کرسی کی پُشت سے ٹِکائے نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔

"معارِج!" اُسکو قدرے اونچی آواز میں پُکارنا پڑا جبکہ اُسکی تیز آواز پر معارِج چونک کر سیدھا ہوا۔

"ہوں! کیا کہہ رہے تھے؟" اُسکے انداز پر ھُود اُسے دیکھ کر رہ گیا۔وہ اِتنا غائب دماغ بہت کم موقع پر ہوتا تھا۔

"میں کہہ رہا تھا کہ تُجھے الگ گھر میں شِفٹ ہو جانا چاہیئے۔"اُسکو پھر سے اپنی بات دُہرانی پڑی۔

"کیوں؟" اُس برجستہ سوال پر ھُود کا جی چاہا تالیاں بجائے یا پِھر اپنا ہی سَر پیٹ لے۔

"جانتا ہے نہ سب کو تُو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔اُن سب کا بس چلے تو تجھے صفحہ ہستی سے مِٹا دیں۔"ھُود نے دانت پِیس کر جِس انداز میں کہا معارِج کی ہنسی بےساختہ تھی۔کتنی دیر تک اُسکا مضبوط مگر کھوکھلا قہقہہ آفس میں گونجتا رہا۔

"واللہ! مُجھے تو ایک دُنیا صفحہ ہستی سے مِٹانا چاہتی ہے تو کیا اَب اِس دُنیا کے لیئے یہ دُنیا چھوڑ دوں۔" اُسکے ہلکے پھُلکے انداز پر ھُود نے دانت پِیس کر اُسکو دیکھا جو مجال ہے اُسکی کسی بات کو سنجیدہ لے۔

"آرام سے رہ بیٹا اُن سوتیلوں کے گڑھ میں۔"اُس نے ہمیشہ کی طرح اُسکو سنجیدہ نہ ہوتے دیکھ کر تپ کے کہا۔

"میں کوئی یُوسُف تو نہیں میرے دوست کے سوتیلوں کے لیئے خطرہ بنوں اور نہ ہی کوئی یعقوب ہے جو میرے غم میں اپنی آنکھیں سفید کر لے۔یہاں تو مُجھ سمیت سب کی آنکھیں سفید ہو گئی ہیں۔" اُسکے لہجے پر سب بُھول کر ھُود نے تفکر سے اُسکو دیکھا جو کھڑا ہو رہا تھا۔ھُود نے آگے بڑھ کر اُسکا ہاتھ تھام کر سہارا دینا چاہا۔

"نہیں یار! اَب سہارے کے بغیر بھی چلنے کی عادت ہو گئی ہے۔" اپنی سِٹک ہاتھ میں پکڑ کر ہاتھ میں تھاما سیل فون جیب میں رکھ کر کہتے ہوئے اُس نے حُود کا دِل سوگوار کر دیا۔ حُود نے گہرا سانس لے کر اُسکی سفید، بے نور آنکھوں کو دیکھا جِس پر اُس نے سیارہ رنگ کی گوگلز پہن لیں تھیں۔ اُسکو مخصوص سیاہ سِٹک کے سہارے چلتے دیکھنا کوئی اچھا تجربہ نہیں تھا۔ خاموشی سے وہ معارِج کو آفس کا دروازہ دھکیل کر باہر جاتے دیکھتا رہا۔ وہ جیسے ہی باہر نکلا اُسکا پرسنل اسسٹنٹ سیف کمال اُسکے برابر چلنے لگا۔ آگے بڑھ کر لفٹ کا بٹن دبایا۔ لفٹ کی آواز پر معارِج لفٹ میں داخل ہو گیا جبکہ اُسکے پیچھے سیف کو جاتے دیکھ کر حُود نے پریشانی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ وہ نہ جانے کیوں معارِج کو اُس گھر میں رہتا دیکھ کر وہموں کا شِکار رہتا تھا۔

نچلے فلور پر پارکنگ لاٹ میں کھڑی گاڑی کا پچھلا دروازہ آگے بڑھ کے سیف نے کھولا اور معارِج سکندر کے بیٹھتے ہی دروازہ بند کر کے گاڑی سٹارٹ کی۔ کچھ ہی دیر میں وہ سیاہ گاڑی تیزی سے بھاگتے ہوئے کُھلی شاہراؤں کو عبور کر کے ایک عالی شان سفید اور سُنہری رنگ کے فارم ہاؤس کے باہر رُکی۔ ہارن دیئے جانے پر دروازہ اگلے ہی پل وَا ہوا اور گاڑی اندر پورٹیکو میں آ کر رُک گئی۔ سیف نے تیزی سے اُتر کر اُسکی جانب کا دروازہ کھولا۔ اُس جاتی سردیوں کی شام میں باہر بیٹھی سب پلاٹون کی نظر اُس سیاہ گاڑی کے کُھلے دروازے پر جا کر ٹھہر گئی اور اُن سب کے دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ رنگ کی چمکتی ہوئی سِٹک، جسکے دَستے پر شاہین کا سَر بنا تھا، زمین پر رکھی گئی اور پھر سیاہ ٹرٹل نیک سیوٹر، سیاہ ڈریس پینٹ اور سیاہ گوگلز لگائے معارِج سکندر باہر نِکلا۔ وہ اِس قدر شاندار اور وجیہہ تھا کہ وہاں موجود سب لوگ اُس سے نفرت اور عناد بُھلائے اُسکو دیکھنے لگے جِس کے ہر انداز میں ایک عجیب

طرح کی مرعوبیت اور شاہانہ پَن تھا۔ اُس سے ببانگ دہل نفرت کا ہر وقت اِظہار کرتی اسمارہ مبین تک مُنہ کھولے اُسے دیکھتی رہی جِس نے بھرے مجمعے میں کئی سال پہلے اُسے اور اُسکی مُحبت کو رَد کیا تھا۔

"رسی جل گئی مگر بَل نہیں گیا۔" وہ جانتی تھی کہ اُس شخص کو کوشش نہیں کرنی پڑتی تھی اور پھر بھی وہ اپنی چھا جانے والی شخصیت کے سبب ہر جانب اپنی شخصیت کا اَن مِٹ طلسم باندھ دیتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنی ذلت بھولنے والوں میں سے نہیں تھی۔

"معارِج چاچو!" وہ جو اندر جانے لگا تھا، سائیڈ سے پُکار کی آواز پر چونک کر پلٹا۔ جانتا تھا کہ یہ پُکار عاصم مُبین کے اکلوتے بیٹے ہاشم مبین کی ہے۔ تبھی مُسکرا کر پلٹا۔ چھُٹی کا دِن تھا اِسی لیئے وہ سارا خاندان ڈھلتی دوپہر میں لطف اندوز ہو رہا تھا اور یقیناً معارِج کی آمد نے اُن سب کے موڈ کا بیڑا غرق کر دیا تھا مگر کہنے کی ہمت اور جُرأت کسی میں نہیں تھی۔ سب کے مُنہ کے زاویئے بگڑنے لگے تھے سوائے اُسکی جانب بھاگتے ہاشم مبین کے۔ مُبین احمد **(سوتیلے تایا)** نے چہرہ پھیر کر اپنے برابر بیٹھے اپنے چھوٹے بھائی متین احمد **(سوتیلے چچا)** کو دیکھا جِن کے کچھ دیر پہلے کے مُسکراتے چہرے پر اُنکی طرح ہی سنجیدگی چھا گئی تھی۔ رفعت مُبین **(سوتیلی تائی)** نے ہاشم کی بے تابی پر ناک سُکیڑ کر چائے کپوں میں ڈالتی اپنی بہو صنوبر متین کو دیکھ کر جمیلہ متین **(سوتیلی چچی)** کو دیکھا جِن کی بیٹی نے ہاشم کو بے جا ڈھیل دے رکھی تھی۔ معارِج سکندر کا اُن سب سوتیلے رشتوں میں کوئی ایک بھی سگا رشتہ نہیں تھا۔

"جمیلہ تم سمجھاتی کیوں نہیں ہو صنوبر کو کہ ہاشم کو اُس سے دُور رکھے۔" سِٹک کے سہارے چل کر قریب آتے معارِج کو دیکھ کر اُنہوں نے دبی آواز میں تنفر سے کہا جبکہ جمیلہ بیگم نے دانت پیس کر اپنی بے پرواہ بیٹی کو دیکھا۔

"اسلام و علیکم!" قریب آنے پر معارِج نے اُن سب کو مشترکہ سلام کیا کیونکہ وہ دیکھے بغیر بھی یقین سے بتا سکتا تھا کہ اِس خاموشی کے باوجود وہاں احمد سعید، اُسکے دادا کے خاندان کے سارے افراد بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

"وعلیکم اسلام!" عروج نے سب سے پہلے سنبھل کر سلام کیا جبکہ بے ساختہ معارِج کا ہاتھ اپنی گلاسز اُتارنے کے لیئے بڑھا اور اُسی تیزی سے صنوبر نے جھپٹ کر ہاشم کو اپنے ہلکے میں لیا۔

"کیا کر رہے ہو۔بچے کو خوفزدہ کر دو گے۔"اُسکی بات پر گلاسز اُتارتا اُسکا ہاتھ ساکن ہوا اور پھر سَر جھٹک کر معارِج نے گلاسز پہنے اور بغیر کچھ کہے سِٹک کو مضبوطی سے تھامے اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ پیچھے جمیلہ اور رفعت نے ایک دوسرے کی جانب مُسکراتی نظروں کا تبادلہ کیا۔باقی سب نے بھی اپنی مُسکراہٹ دبانے کی کوشش ہرگز نہیں کی۔معارِج سکندر اُن سب کے لیئے اَزل سے سوتیلا تھا۔

؎اپنی خُوشبُو میں، اپنی اَدا میں رہے

ہم جو اپنی ہی آب و ہوا میں رہے

لوگ لوگوں سے مِلتے بِچھڑتے رہے

ہم بہت خوش رہے، ہم خُدا میں رہے

روح پیاسی رہی، اِک اُداسی رہی

ہم جہاں بھی رہے، کربلا میں رہے

چند لمحے سہی کیا یہ کم ہے کوئی

آنسوؤں میں رہے، اِلتجا میں رہے

تیری خواہش کو اپنی دُعا کر لیا

اِس بہانے مُسلسل دُعا میں رہے

آسمانی صحیفوں کا دورہ کیا

اَنبیا، اولیا اور اوصیا میں رہے

اِیسی اَرزانیاں، اِیسی عُریانیاں

اور جو اِس حال میں بھی حیا میں رہے

نیک و بد میں رہے، اپنی حد میں رہے

حد میں رہنے کا مطلب انا میں رہے۔۔۔

"آیت!" وہ جو سرہانے میں مُنہ دیئے بُری طرح رونے میں مگن تھی، آواز پر چہرہ اُٹھا کر اپنی سوجی سُنہری آنکھوں سے صدف کو دیکھا جو اُسکی رو رو کر سوجی آنکھیں دیکھ کر دُکھ سے اُسے دیکھ کر اُسکے عین سامنے بیٹھ رہی تھی۔

"اِنسان وہاں اِتنا روتا ہے جہاں آنسو اثر بھی کرتے ہوں۔تم جیسی بہادر لڑکی سے مُجھے اِیسی اُمید نہیں تھی۔"صدف کے افسوس سے کہے جانے پر وہ آنسوؤں کو بےدردی سے رگڑ کر سیدھی ہوئی۔

"بہادر لوگ کیوں نہیں رو سکتے۔کچھ بھی میرے اِختیار میں نہیں ہے تو کیا رو بھی نہیں سکتی اپنی مرضی سے۔"اُسکے بھَرائے لہجے پر صدف نے چہرہ پھیر کر پیچھے دروازے کی جانب ایک محتاط نظر ڈالی۔

"چچا کو کم اَز کم میرا خیال کرنا چاہیئے تھا۔"اُسکا غم یہی تھا اور صدف اِس غم کی نوعیت کو سمجھ سکتی تھی۔اُسکے بابا نے اُسکو اپنے چچا پر ہر حال میں بھروسہ کرنے کو کہا تھا مگر کیا وہ اِن حالات میں اُن پر بھروسہ رکھ سکتی تھی جنہیں اپنے علاوہ اِس دُنیا میں کوئی نظر نہیں آتا تھا۔

"نہ تمہاری پھوپھو کو خیال ہے نہ چچا کو۔تم خوامخواہ اپنے آنسو بے مول کر رہی ہو۔رونے کو چھوڑو اور میری بات غور سے سُنو آیت۔"اُسکی آواز بہت مدہم ہو گئی اور اُسکے لہجے اور انداز میں کچھ اِیسی احتیاط تھی کہ آیت تیزی سے سیدھی ہوئی۔

"انکل اُس سفیر سائیں کے گھر جا رہے ہیں اور تمہاری پھوپھو ساتھ والے گھر تمہاری چچی کے ساتھ گئی ہیں۔یہی موقع ہے میں کہتی ہوں تم بھاگ جاؤ یہاں سے۔"صدف کے کہے جانے پر اُسکی سُنہری آنکھیں تیزی سے پھیلیں۔آنسو کہیں اندر ہی ٹھٹھر کر رہ گئے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں نے اِیسا نہیں سوچا ہو گا تب جبکہ میرے سگے چچا کو بھی پرواہ نہیں اور دولت کی حرص میں مُجھے اپنی جتنی عمر کے مرد سے بیاہ رہے ہیں اور وہ خبیث بُڈھا جِس نے مُجھ سے شادی کرنے کے لیئے اپنے بھانجے کا قتل کرنے سے گریز نہیں کیا وہ مُجھے پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالے گا۔" آیت کی اِتنی طویل وضاحت پر صدف نے اپنا سَر ہاتھوں میں تھام لیا۔

"میں تمہاری ہر طرح سے مدد کروں گی آیت مگر تمہیں اُس بڈھے سے شادی نہیں کرنے دوں گی۔ جیسے تم پہلے سَر جُھکا کر خاموشی سے شادی کے لیئے مان گئی تھی ویسے اَب تمہیں میں کرنے نہیں دوں گی کیونکہ پہلے کی بات اور تھی۔" صدف کے کہے جانے پر اُسکی کانچ سی آنکھیں جھلملانے لگیں۔

"تمہاری پہلے جِس سے شادی ہو رہی تھی وہ کم اَز کم پڑھا لکھا، خوبصورت اور تمہاری عُمر کا تو تھا نہ۔۔۔" صدف کے کہے جانے پر آیت نے تیزی سے نظریں چُرا لیں اور اُسکا یوں نظریں چُرانا اُس سے چُھپا نہیں رہ سکا۔

"جانتی ہوں اُس خوبصورت رشتے میں بھی تمہارا دِل مائل نہیں تھا کیونکہ تمہارا دِل تو۔۔۔" اِس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی آیت نے لرز کر اُسکے ہونٹوں پر ہاتھ سختی سے رکھ کر اُسکی بات روک دی۔

"اُسکا نام بھی مت لینا صدف۔ اُسکا نام تو میں بہت اکیلے میں بھی خود کے سامنے نہیں لیتی کہ کہیں گزرے پانچ سال مجھے پچھتاوے میں مُبتلا نہ کر دیں۔" اُسکے لرزتے لہجے میں آج بھی وہی محبت کے زمانے بول رہے تھے۔ صدف نے تاسف سے اُسکو دیکھا جو اُسکا نام لیئے بغیر بھی بُھربُھری دیوار کی مانند ڈھے رہی تھی۔

"اِس چچا کے لیے تم نے اُسکی اِتنی خالص اور بے لوث مُحبت کو رَد کیا تھا آیت جو تمہیں اپنی عُمر کے ہی شخص کے ہاتھ بیچ رہا ہے۔" صدف وہ وقت دُہرانا نہیں چاہتی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ آیت اَب تک کچھ نہیں بھولی۔ اُسکے دِل پر سب آج بھی اول روز کی طرح نقش ہے۔

"بعض اوقات خالص اور بےلوث محبتوں کو ٹھکرا کر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم خسارے چُن رہے ہیں مگر پھر بھی مجبور ہو جاتے ہیں صدف۔ مُجھے بھی معلوم تھا کہ اُس شخص کو کھو کر میں زندگی میں کبھی سکون سے نہیں رہ سکوں گی مگر پھر بھی میں اپنی مری ہوئی ماں کی تربیت پر حرف نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔" اُس نے دونوں لرزتے ہاتھ آپس میں سختی سے بھینچ کر اُس خسارے کے غم کو ہلکا کرنا چاہا مگر اُس شخص کو کھو دینے کا خسارہ اِس دُنیا کے تمام خساروں پر بھاری تھا۔ صدف بغیر کچھ کہے تیزی سے اُٹھی اور الماری سے بیگ نکال کر کپڑے ڈالنے لگی۔

"کیا کر رہی ہو صدف۔۔۔" وہ بوکھلا کر تیزی سے نیچے اُتری۔ جانتی تھی صدف اُسکے معاملے میں کتنی جذباتی ہو سکتی تھی۔

"میں تمہیں دوبارہ بےوقوفی نہیں کرنے دوں گی آیت۔ وہ نہ جانے خود کہاں عیش و عشرت اور خوشیوں بھری زندگی گزار رہا ہو گا اور تم یہاں اُسکے غم میں روز سُولی پر چڑھتی رہو یہ میں ہونے نہیں دوں گی۔" اُسکے بھیگتے لہجے پر آیت نے بےاِختیار نفی میں سَر ہلایا۔

"اُسے کچھ مت کہا کرو صدف۔ خوش رہنے کا، عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کا اُسکو پورا حق ہے۔ وہ حق میں نے اُسے دیا تھا کیونکہ میں اُسکے شاد اور آباد رہنے کی ہر وقت دُعائیں کرتی ہوں۔ تم میری دُعاؤں کو یوں رائیگاں مت کرو۔" صدف نے کپڑے بستر پر پھینک کر ترحم سے اُسکو دیکھا جسکو خود سے پہلے ہمیشہ دوسروں کی پرواہ رہتی تھی۔ جس نے اپنی ہر دُعا نہ جانے کہاں جا چکے، کھو چکے شخص کے نام کر رکھیں تھیں۔ جو خود کو بُھول کر بھی اُس شخص کے لیئے ڈھیروں نیک خواہشات، لامتناہی دُعائیں روانہ کرنا اِن پانچ سالوں کے ایک دِن بھی نہیں بُھولی تھی۔

تمہارے واسطے میں اَن گنت صدیوں سے بھٹکا ہوں

جہاں لامُنتہا کے پاؤں سے سُورج نکلتا تھا

فرشتے سجدہ کرتے تھے

تمہیں میں نے وہاں سوچا

جہاں جیون پنگھوڑے میں پڑے بچے کی صورت اُونگھتا رہتا

انگوٹھا چُوستا رہتا

تمہیں میں نے وہاں ڈھونڈا

جہاں شیشم کے پیڑوں پر

پڑے جھولوں پہ بیٹھی لڑکیاں ہجرت بَھرے نغمے سُناتی تھیں

تمہیں میں نے وہاں چاہا

جہاں چُوپال میں بیٹھے ہوئے بُوڑھے

کسی برگد کی آسودہ، غنودہ چھاؤں جیسے تھے

تمہاری پیاری صورت پر

کئی نظمیں تراشیں اور سمندر میں بہائی تھیں

دَھنک کے سات رنگوں اور

سُروں کے سات پوروں پر

کئی پیغام بھیجے تھے

تمہیں مِل تو گئے ہوں گے؟

(ارشد معراج)

" کبھی خود کی بھی فکر کر لیا کرو۔"صدف نے دانت کچکا کر جس انداز میں کہا آیت کی ہنسی بڑی بے ساختہ تھی۔

"ابھی یہ ہنسنے کا وقت نہیں ہے مُحترمہ۔تم اپنی پھوپھو اور چچی کے آنے سے پہلے یہاں سے جا رہی ہو۔"صدف کے تیزی سے کہے جانے پر وہ ہونق ہوئی۔

"لیکن۔۔۔میں۔۔۔میں کہاں جاؤں گی؟" وہ واقعی بوکھلا گئی تھی۔

"یہ ایڈریس ہے میری کزن کا۔شہر سے باہر نکل کر کشمیر کو جاتی بس پہ بیٹھ کر تم اِس گاؤں چلی جانا اور یہ سیل فون رکھو۔"تیز تیز بولتے ہوئے صدف نے اپنے پرس سے چھوٹا سا سیل فون نکال کر اُسکی جانب بڑھایا جبکہ آیت مُنہ کھولے حیرانگی سے اُسکی ساری تیاریاں دیکھنے لگی۔

"تم بدتمیز!کب سے یہ ساری پلاننگ کر رہی تھی؟" آیت نے جھپٹ کر اُسکے ہاتھ سے سیل فون اور فولڈ ہوا کاغذ کا ٹکڑا لیا۔

"تمہاری اور سعد کی منگنی سے بھی پہلے کی پلاننگ ہے میری۔کام میں لانے کا موقع اَب مِل رہا ہے۔" وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والوں میں سے تھی مگر آیت مُسکرا نہیں سکی۔

"اُٹھو جلدی! اِس سے پہلے کہ وہ دونوں آئیں تمہیں اسلام آباد سے نکلنا ہو گا۔" اُسکو ساکن دیکھ کر صدف نے اُسے زبردستی گھسیٹ کر بستر سے اُٹھا کھڑا کیا اور اُسکے کندھے پر سیاہ بیگ پہنایا۔

"تمہارے کارڈز اور پیسے میں نے اِسی میں رکھ دیئے ہیں۔"اُسکو دروازے تک لا کر اُس نے بھاگ کر اِدھر اُدھر دیکھا۔گھر میں ویسے بھی اِس وقت کوئی نہیں تھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے صدف اگر چچا۔۔"اُس نے جیسے ہی کچھ کہنا چاہا صدف نے گھور کر اُسے دیکھا اور پھر اُسے گھسیٹ کر مین گیٹ تک لائی۔

"تمہارا چچا تمہیں ستر لاکھ کے عوض اُس سفیر کے ہاتھ بیچ چکے ہیں۔تمہاری چچی کے بھانجے نے تمہارا جینا حرام کر رکھا، اپنی قسمت کا بیڑا غرق تم نے خود اپنے ہاتھوں سے کیا ہے اور تمہارے چچا کے نشے کی عادت تمہیں اِس گھر میں محفوظ نہیں رہنے دی گی آیتِ تطہیر صاحبہ۔تو بتاؤ کیا گرینڈ پلان ہے تمہارے ذہن میں؟" صدف نے تو ناک تک عاجز آ کر کہتے ہوئے آیت کی سُنہری آنکھوں کو بھیگنے پر مجبور کر دیا۔

"یا اللہ! تم کیوں اِتنی روتی ہو آیت؟" صدف نے گہرا سانس لے کر اُسکو کندھوں سے تھام کر مُقابل کیا اور آیت کا ضبط اِتنا ہی تھا۔اُسکو مضبوطی سے پکڑے وہ ہچکیوں سے رونے لگی اور صدف چند لمحے اُسکی پُشت تھپکتی رہی۔

"ہمارے پاس وقت کم ہے آیت۔"آیت کے پیچھے ہوتے ہی اُس نے اُسکو سیاہ چادر اچھی طرح سے اوڑھا کر دروازہ کھول کے گلی میں آ رُکتی ٹیکسی کو بُلایا۔

"شاباش جاؤ اور پیچھے مُڑ کر ہرگز مت دیکھنا۔اِس گھر میں تمہارے لیئے کچھ بھی نہیں ہے۔"باہر نکل کر ٹیکسی کا دروازہ کھولتے ہوئے، پچھلی سیٹ پر اُسکا بیگ رکھ کر دروازے سے نکلتی آیت کو دیکھ کر اُس نے نرمی سے کہا جبکہ اپنے آنسو پونچھتی اُسکے گلے سے لگتی آیت ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

"تمہیں رات ہونے سے پہلے پہلے شہر سے نکلنا ہے سمجھ رہی ہو نہ۔"صدف کے خدشات وہ سمجھ رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ سفیر شہزاد کِس فطرت اور قماش کا اِنسان ہے۔اُسکے اثبات سے سَر ہلانے پر صدف نے ٹیکسی کا دروازہ بند کیا اور گاڑی کے سٹارٹ ہو کر گلی کا موڑ مڑنے تک وہ بھیگتی آنکھوں سے وہیں دیکھتی رہی۔گاڑی کے نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی اُس نے گھر کے اندر جا کر گھر کی حالت ابتر کرنی تھی۔کمرے اور باہر کا سامان اِدھر اُدھر پھینکتے ہوئے وہ اِیسا تاثر دے رہی تھی جیسے یہاں چور آئے ہوں اور اُنکے خوف سے آیت گھر سے باہر نکل گئی ہو۔گھر کا دروازہ کُھلا چھوڑ کر اُس نے ایک نظر صحن میں بے ترتیبی سے پڑی آیت کی جوتیوں پر نگاہ دوڑائی اور دوسرے ہی پل گہرا سانس لے کر گھر سے باہر نکل گئی۔اُسکے قدم ٹیکسی کے جانے والے رستے سے مُخالف اُٹھ رہے تھے۔

"کاشی کے بجائے معارِج کی شادی بنتی ہے ویسے۔"صوفے پر آ کر اسمارہ کے برابر بیٹھتی عروج نے کہتے ہوئے اسمارہ کے ساتھ اُن سب کو چونکا دیا۔

"کِس خوشی میں؟" اسمارہ کے انداز پر عروج نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔

"وہ اِس گھر کے سب سے بڑے ہیں۔"اُسکے انداز میں ہنوز اطمینان اور لاپرواہی تھی۔

"اُس سے شادی کرے گی کون۔"کاشف نے ناک چڑھا کر کہتے ہوئے ساتھ بیٹھے عاصم کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

"نہ کرو! کم بخت بے حد ہینڈسم اور کرایزمیٹک(charismatic) ہے اوپر سے امیر ترین۔کون شادی نہیں کرنا چاہے گی اُس سے۔"عاصم نے کاشف کے زخموں پر نمک چھڑکا۔ سب جانتے تھے کہ کاشف کی بہت بچپن سے معارِج سے نہیں بنتی اِسی لیے معارِج کا ذکر کر کے وہ سب چسکے لیتے تھے۔ اُن سب کے لیئے معارِج سکندر کا ذکر تفریح اور کھیل تماشے کا موضوع تھا۔

"اور یہ تب تک ہے جب تک وہ گلاسز نہ اُتارے۔"کاشف کی بات پر اُن سب کا قہقہ بےساختہ تھا سوائے عروج کے۔وہ نفی میں سَر ہلا کر رہ گئی۔ بےشک اُسکی معارِج سے کوئی اچھی سلام دُعا نہیں تھی مگر پِھر بھی ایک نرم گوشہ اُسکے لیئے ضرور رکھتی تھی جِس کا اِس دُنیا میں کوئی نہیں تھا۔

"یاد رکھنا اُس سے پیپرز سائن کروانے ہیں۔"متین صاحب نے قہقہے تھمنے کے بعد سنجیدگی سے کہتے ہوئے رفعت اور جمیلہ بیگم کو چونکا دیا۔

"مُجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہم سب کب تک اُسکے محتاج رہیں گے۔کب تک ایک ایک چیز کے لیئے اُسکے سائن کروانے پڑیں گے ہمیں؟" رفعت بیگم کے جلے کٹے انداز پر جمیلہ بیگم نے بھی اثبات میں سَر ہلا کر متین اور مُبین صاحب کے سنجیدہ ہوتے چہروں کو دیکھا۔

"کیونکہ فیکٹریوں اور کارخانوں کا مالک بابا جان اُسکو بنا کر گئے ہیں۔" مُبین صاحب نے چبا چبا کر نخوت سے کہا۔صرف یہ بات تھی جِسکی وجہ سے وہ سب معارِج سکندر کو برداشت کرنے پر مجبور تھے اور شاید غضنفر احمد اِس بات کو اچھی طرح جانتے تھے۔

"ارے معارِج! کہاں جا رہے ہو؟" اُسکو سیف کے ساتھ باہر جاتے دیکھ کر عاصم نے قدرے تیز آواز میں پُکار کر اُن سب کو چونکا دیا۔آواز پر بغیر رُکے معارِج نے اُس جانب دیکھا اور پھر بغیر جواب دیئے تیز قدموں سے سٹک کو تھامے لکڑی کا دروازہ پار کر گیا۔اُسکے جاتے ہی اُن سب نے دانت پیس لیئے۔مجال ہے جو وہ سلام دُعا کے علاوہ اُن سے سے کوئی بات چیت یا رشتہ رکھے کبھی۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی اُسکو بُلانے کی؟" بیٹے کی سُبکی پر رفعت بیگم نے تیزی سے اُسے جھڑکا۔

"بنا کر رکھا کریں اماں اُس سے خصوصاً تب تک جب تک سارا کچھ اُسکے اِختیار میں ہے۔"عاصم کی سوچتی بات میں وزن تھا تبھی متین اور مُبین صاحب نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ رفعت اور جمیلہ بیگم نے ایک دوسرے کو۔یہ بات اُن لوگوں نے کبھی کیوں نہیں سوچی؟؟

وہ جیسے ہی تیز قدموں سے باہر نکلنے لگا سامنے سے بھاگ کر آتا مُلازم اُس سے ٹکرایا اور پھر بوکھلا کر پیچھے ہوا۔

"بہت معذرت چھوٹے صاحب۔"اُس نے گھبرا کر کہا حالانکہ معارِج سکندر نے کبھی ملازمین کے ساتھ گھر کے باقی لوگوں کی طرح بُرا اور توہین آمیز سلوک نہیں رکھا مگر اُسکی شخصیت میں کچھ اِیسی سختی

اور رعب تھا کہ اِس گاؤں کے سب ہی لوگ اُس سے خائف رہ کر اُسکو آتا دیکھ کر راستے بدل لیتے تھے چاہے معارِج سکندر کے مُخالف راستہ کتنا ہی دشوار گزار ہی کیوں نہ ہو۔ساتھ چلتے سیف نے خاموشی سے اُسکو دیکھا جو بے تاثر رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔"عینک سہی سے دُرست کر کے اُس نے اُسی سنجیدگی سے کہا۔

"وہ۔۔۔صاحب۔۔۔چوہدریوں کے بیٹے عُذیر کو کہیں شہر سے آئی اکیلی اور انجان عورت ملی ہے۔وہ اُسکو سب کے سامنے تنگ کر رہا ہے۔"وہ جو آگے بڑھنے لگا تھا، اُس بات پر چونک کر پلٹا۔ملازم بھی جانتا تھا کہ اِس حویلی کا یہ واحد شخص ہی عورتوں کی عزت کا رکھوالا تھا جبکہ سُلطان خان اور باقی سب کو عزت کرنا اُس ہی نے سکھایا تھا۔معارِج سکندر کی کشادہ بے داغ پیشانی پر شِکنوں کا جال بننے لگا۔

"اُسکی اِتنی مجال۔سیف جاؤ اور اُس عورت کو باعزت یہاں حویلی میں لے کر آؤ اور معلوم کرو اُسکو کہاں جانا ہے پھر وہیں اپنی نگرانی میں چھوڑ کر آنا۔"سیف کمال اُسکے اعتبار کا آدمی تھا۔اُسکے ذاتی کاموں سے لے کر گاؤں کے تمام کام وہ سیف کمال سے باوقتِ ضرورت کرواتا رہتا تھا۔اُسکے حکم پر سیف تیز قدموں سے باہر کی جانب بڑھا جبکہ معارِج چند لمحے پُرسوچ چہرے کے ساتھ وہیں کھڑا رہا اور پھر سِٹک کے سہارے چند گنے قدم لے کر دالان میں رکھی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔اُسے سیف کمال کی واپسی کا اِنتظار یہیں کرنا تھا۔چہرہ کرسی کی پُشت پر ٹِکا کر اُس نے آنکھیں موند لیں۔پہلے بھی اندھیرا تھا، آنکھیں بند کرتے مزید اندھیرا ہر سُو چھانے لگ گیا۔دو گھنٹے وہیں دبے پاؤں گزر گئے۔ اُسکی گلاسز کی وجہ سے قریب آ کھڑے ہوتے سیف کو معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ سو رہا ہے مگر اُسے

خبر تھی تبھی کھنکھار کر اُس نے گہری نیند میں محو معارِج کو چونکا دیا۔ اُسکی نیند اِیسی ہی ہوتی ہے کہ پاس سے گزرتی تیز ہوا کا جھونکا بھی اُسے جگا دے۔

"کیا بنا؟" سیدھے ہوتے ہوئے اُس نے سیف کو مقابل کرسی پر بیٹھنے کا اِشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"سَر! وہ لڑکی کوئی اٹھائیس، انتیس سال کے قریب ہے اور اُسکا تعلق ہمارے یا قریب کے آس پاس کے کسی گاؤں سے نہیں ہے۔وہ اسلام آباد سے آئی ہے بڑی مُشکل سے۔اُسکی حالت دیکھ کر صاف اندازہ ہو رہا ہے کہ اُسکی جان کو خطرہ ہے اور وہ اِس بات سے واقف ہو کر بھاگتے ہوئے اپنے گھر سے اِتنی دُور دوسرے علاقے کے گاؤں میں آئی ہے۔"سیف کی تفصیل پر معارِج نے پریشانی سے داڑھی سہلائی۔سیف جانتا تھا کہ اِس گاؤں کی تمام عورتوں کے مسائل حل کرنا اُس نے خود پر فرض کر رکھے تھے اِیسے میں کہیں اور سے آئی مُشکل میں گرفتار عورت اُسکو مُضطرب کر رہی تھی۔

"وہ یہاں تک خیریت سے آئی ہے نہ سیف؟" اُسکے اگلے سوال پر سیف نے اُسکے پریشان چہرے کو دیکھا۔وہ جانتا تھا کہ معارِج سکندر کے پاس کِس قدر حساس دِل موجود ہے۔

"جی سَر! اُسکے پیچھے کچھ لوگ لگے ہوئے تھے مُظفر آباد کے جنگلوں میں وہیں اُسکی مدد کسی نے کی ہے مگر وہ اپنی مدد کرنے والے سے انجان ہے۔"سیف کی ایک بات پر اُسکا ماتھا ٹھنکا اور وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"ہماری سرحد سے پرے کسی نے مدد کی ہے؟" معارِج کے سوال پر اُس نے اثبات میں سَر یوں ہلایا جیسے وہ دیکھ رہا ہو۔

"سَر مجُھے لگتا ہے کہ یہ کام سُلطان کا ہے۔آپ کے گاؤں کی جانب پناہ لینے آنے والوں کے ساتھ اُسکے علاوہ کوئی مُداخلت نہیں کر سکتا۔"سیف کے تصدیقی جواب پر معارِج نے مُٹھیاں بھینچ لیں۔

"اِس کی ہیرو گیری نکالنی پڑے گی۔"دانت پیس کر کہتے معارِج سکندر نے سیف کمال کو چونکا دیا۔ آج تک سُلطان کی جانب سے کی گئی تمام حرکتوں پر کبھی اُس نے اِیسا کچھ نہیں کہا۔

"وہ لڑکی کہاں ہے؟" یاد آنے پر اُس نے اگلا سوال کیا۔

"سَر! اُسکے رہنے کا بندوبست کرنا پڑے گا کیونکہ اُس نے مانسہرہ جس کے پاس جانا تھا اُنکا ایڈریس جان بچانے کے دوران وہ گُم کر چُکی ہے۔"سیف کے مزید کہے جانے پر اُس نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"ہمم! اِیسا کرو اُسکی رہائش یہاں حویلی کے مہمان خانے میں کروا دو۔"کچھ سوچ کر وہ کہہ کے اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسی تیزی سے سیف بھی کھڑا ہو گیا۔

"کب تک کے لیئے سَر؟" اُسکے سوال کا مقصد معارِج سمجھتا تھا۔اِس حویلی کے مکین ضرور ایک انجان لڑکی کے یہاں آ کر رہنے پہ بہت سوال اُٹھانے والے تھے۔

"جب تک وہ لڑکی اپنے آگے کے بارے میں کچھ سوچ نہیں لیتی تب تک ہمیں اُسے تحفظ دینا ہے۔" اُسکی اگلی ہدایت پر سیف نے سَر ہلایا اور پھر معارِج کو گاڑی کی جانب بڑھتا دیکھ کر خود تیزی سے آ کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔معارِج کے بیٹھتے ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر اُس نے گاڑی سٹارٹ کر کے غضنفر احمد کی اُس عالیشان حویلی سے نکال لی۔گاڑی اَب گاؤں کی تنگ مگر پکی سڑکوں سے تیزی سے گزرتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔

"سُلطان پر نظر رکھو۔اُسکے پل پل کی مُجھے خبر چاہیئے اور مُجھے سُود کے ہاں ڈراپ کر کے تم اُس لڑکی کو حویلی لے جانا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جو بات کہی گئی اُس پر سیف نے چونک کر بیک ویو مِرر سے معارِج کو دیکھا جو شیشے سے باہر دیکھ رہا تھا۔۔۔اونہوں! اُسکا چہرہ کھڑکی کی سِمت تھا۔

"اوکے باس!" اُسکے انداز پر معارِج نے سر سیٹ کی پُشت سے ٹِکا لیا۔

اِک لمحہ جاوداں نہ اگر ہو سکا تو کیا

ہم کو شکستِ حرفِ تمنا کا غم نہیں

آئینِ سنگ باریِ فطرت کا رَنج ہے

شیشوں کے سُوگوار مَسیحا کا غَم نہیں۔۔۔

(مُصطفیٰ زیدی)

لرزتی کانپتی قدموں سے وہ اپنے آگے چلتے شخص کے پیچھے چلتے ہوئے خوف سے اِردگرد دیکھ رہی تھی۔دِل میں کُنڈلی مارے بیٹھا خوف اِتنی دُور آ جانے کے باوجود ختم نہیں ہو رہا تھا۔اُسکا سامان وہیں کہیں بھاگ دوڑ میں گِر گیا تھا صِرف اُسکے پاس وہ چھوٹا سا پرس بچا تھا جِس میں صدف کا دیا گیا موبائل اور اپنے بینک کے کارڈز تھے۔بس یہی اطمینان کافی تھا کہ اُسکو فلحال پیسوں کا مسئلہ کہیں نہیں ہو گا۔

"آپ یہاں جتنے دِن رہنا چاہیں رہ سکتی ہیں۔"وہ جو خاموش قدموں سے اُسکے پیچھے جا رہی تھی، سیف کمال کی بات پر چونکتے ہوئے اُس عالی شان حویلی کو دیکھنے لگی۔اندر کی جانب بڑھتے سیف کی نگاہ ڈرائینگ روم میں رات کا کھانا کھاتے اُن سب تک گئی مگر وہ اُس لڑکی کو لیئے آگے بڑھنا لگا تبھی رفعت بیگم کی آواز پر اُسے پلٹنا پڑا۔

"کہاں جا رہے ہو سیف اور یہ لڑکی کون ہے؟" اُنکی پُکار پر سب چونک کر ہال کی جانب دیکھنے لگے جبکہ کاشف کے باقاعدہ کان کھڑے ہو گئے۔

"آپ اِدھر ہی رُکیں۔"وہ اُسکی ذمہ داری تھی اور سیف کمال جانتا تھا کہ اِن لوگوں کی زُبان کے آگے خندق ہے۔پہلے سے خوفزدہ لڑکی کو مزید خوف کا شِکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"یہ لڑکی سَر کی مہمان ہیں۔"اُسکی آواز کافی دُور کھڑی اُس لڑکی تک تو نہیں پُہنچ سکی مگر اَسمارہ مُبین ضرور تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔کوئی لڑکی ہو اور وہ بھی معارِج سکندر کی مہمان؟ یہ ناممکنات میں سے تھا۔

"سیدھی اور صاف بات بتاؤ۔"کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑے ہو کر تیز لہجے میں کہتی اَسمارہ نے سیف سمیت سب کو چونکا دیا یعنی اُسکے دِل سے معارِج سکندر کی مُحبت ابھی تک گئی نہیں تھی۔رفعت بیگم نے تاسف سے اپنی بیٹی کو دیکھا جو مُحبت کے معاملے میں عقل کی اندھی ثابت ہو رہی تھی۔

"یہ مُصیبت میں ہیں اور معارِج سکندر نے اِس گاؤں میں ہر مُصیبت کے شکار شخص کی مدد کرنا اپنے اوپر فرض کر رکھ ہے۔"وہ اپنے باس کے لیئے کوئی مُشکلات نہیں چاہتا تھا تبھی سیدھا سا کہہ دیا۔چند

پل وہ مشکوک نظروں سے دُور کھڑی لڑکی کو دیکھتی رہی اور پھر تیز قدموں سے اُسکی جانب بڑھی۔ قدموں کی آہٹ پر اُس لڑکی نے چونک کر وہاں دیکھا جہاں ایک ماڈرن، تیز طرار سی لڑکی اِشارے سے اپنی جانب آنے کا کہہ رہی تھی۔اُس نے گھبرا کر سیف کمال کو دیکھا جِس نے تسلی بھرے انداز میں سَر ہلایا۔آہستہ قدموں سے وہ ڈائیننگ ٹیبل کے قریب آئی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اُس نے سخت نظروں سے دوپٹے میں آدھے چُھپتے حُسن کو دیکھ کر سختی سے کہا۔

"آیتِ تطہیر!" اُسکے مدھم لہجے میں اِس قدر چاشنی تھی کہ اُن سب کا ٹھٹک جانا فطری تھا۔چند لمحے اُسکو یونہی سخت نظروں سے تولتی اَسماره نے اُسکو پریشان کر دیا۔کیا وہ ایک مُصیبت سے بچ کر دوسری مُصیبت میں پھنس رہی تھی؟

"کہاں سے آئی ہو؟" اُس اگلے سوال پر لمحے بھَر کے لیئے آیت کا رنگ فق ہوا۔

"اسلام آباد!" حلق تر کر کے اُس نے بامُشکل کہا۔ظاہر ہے وہ اِس گھر میں کچھ دِن پناہ لینے آئی تھی تو اِیسے سوالات جائز تھے۔اُسکے جواب پر اَسماره کے تاثرات تیزی سے بدلے۔ شہر کی لڑکی اگر وہ تیز طرار ہوئی اور معارِج سکندر پر....اِس سے آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"پناہ لینے آئی ہو نہ وہی لینا۔مزید لالچ کر کے کچھ اور چاہا تو میں خود تمہارا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے نکال باہر کروں گی۔"مدھم سخت آواز میں اُسکی جانب جُھک کر کہتے ہوئے اُس نے پہلے سے پریشان اور مُضطرب آیت کو متفکر کر دیا۔

"چلیں میڈم!" سیف نے اُسکے چہرے پر دوڑتے خوف اور پریشانی کو پڑھ لیا تھا تبھی بدمزگی مزید پھیلنے سے قبل اُسکو باہر چلنے کا اِشارہ کیا۔ آیت سُست قدموں سے اُسکے پیچھے چلتے ہوئے ہال سے باہر نکلی اور پھر ٹھہر گئی۔

"مُج۔۔۔مُجھے لگتا ہے کہیں اور ٹھہرنا چاہیے۔"سیف کی توقع کے مُطابق جواب آیا یقیناً وہ اِتنی سمجھدار ضرور تھی کہ یہاں پلتی خاندانی سیاست کی بُو نہ سونگھ سکتی۔

"آپ بے فکر رہیں سَر کے ہوتے ہوئے آپ کو یہاں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔"اُسکے پھر سے تسلی بھرے الفاظ پر اِس بات آیت کا دِل مطمئن نہیں ہو سکا۔اللہ جانے کون سَر تھے جو ابھی تک اُسے نظر نہیں آئے تھے بس کل سے ذکر ہی سُنتی آ رہی تھی۔دِل میں ڈھیروں دُعائیں پڑھتے ہوئے اللہ کا نام لے کر سیف کمال کی معیت میں وہ مہمان خانے کی جانب بڑھ گئی۔اُسکے پاس کھونے کو کچھ نہیں تھا۔اگر یہاں اُسکے لیئے ٹھہرنا مُشکل ہوا تو وہ یہاں سے جانے میں ایک لمحے کا بھی وقت نہیں لگائے گی یہ طے ہو گیا۔

جانے کتنے سال گزر گئے

اِن سالوں میں جو دیکھا ہے، جو سوچا ہے

جو مُجھ کو محسوس ہُوا ہے، جتنا غور کیا ہے

پلکوں کی دہلیز سے کتنے خواب سمیٹے جن کو میں نے

تعبیروں میں ڈھلتے اور بِکھرتے دیکھا

کتنے وعدے، عشق نبھائے

کتنی راتیں جاگی ہیں اور لوحِ ہوا پر

کتنے حرف سجائے

مُجھ پر کیا کچھ بیت گیا، کیا حال احوال ہوا ہے

بعض اُوقات تو سانس بھی لینا کارِ مُحال ہوا ہے

لیکن، دل کے کھلیانوں میں

اُمیدوں کی ہریالی کا جو موسم تھا

مُجھ میں آج بھی ہرا بھَرا ہے

سچا اور کھرا ہے!!!

(سلیم کوثر)

اُس کمرے میں ٹھہرے اُسے آج دوسرا دِن تھا۔اُس عجیب سی فیملی میں بیٹھ کر کھانے سے زیادہ بہتر اُسکو یہیں کھانا کھانا لگا تبھی بُلاوے کے باوجود وہاں نہیں گئی۔وہ یہاں خاموشی سے رہنا چاہتی تھی بغیر کسی بھی قسِم کے بدمزگی پھیلائے۔ابھی بھی وہ خاموشی سے باہر کو کُھلتی کھڑکی سے باہر اُترنے کو تیار شام کو دیکھ رہی تھی۔جاتی سردیوں میں دوپہر چار بجے کا منظر بھی دلفریب لگ رہا تھا۔باہر باغ میں

لگے پھول اور گھاس اُسکے دِل کو تراوہٹ پُہنچا رہے تھے تبھی کمرہ کا دروازہ کُھلے جانے پر اُس نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا۔وہ دروازہ اندر سے بند رکھتی تھی۔کوئی اور ہو گا تبھی کھٹکھٹایا نہیں کیونکہ اُسکو کھانے دینے کو آنے والی ملازمہ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ اندر سے بند رکھتی ہے۔

"کون ہے؟" دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کے اُس نے آہستگی سے پوچھا۔

"میں کاشف ہوں۔امی کہہ رہی ہیں آپ سے پوچھ لوں کہ کسی شے کی ضرورت تو نہیں۔"دروازے کے پار سے نہایت مودبانہ انداز میں آنے کا مُدعا بتائے جانے پر کچھ سوچ کر آیت نے دروازے کی چٹخنی کھول کر بالکل تھوڑا سا دروازہ کھول کر اُسکو دیکھا جسکو پرسوں اُس نے ڈائیننگ ٹیبل پر ہی بیٹھے دیکھا تھا۔

"جی نہیں! بہت شُکریہ۔"آہستگی سے کہہ کر اِس سے قبل وہ دروازہ بند کرتی۔ مقابل نے تیزی سے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکی کوشش ناکام بنا دی۔جھٹکا کھا کر لرزتی آیت نے اُس ہاتھ کو دیکھا اور پِھر اُسکو سمجھنے کا موقع دیئے بغیر کاشف نے دروازے کو پوری قوت سے پیچھے کی جانب جھٹک دیا۔لڑکھڑا کر پیچھے ٹیبل سے لگتے ہوئے اُسکے قدموں سے زمین نکل گئی۔سُنہری آنکھیں پھیلائے وہ اُسکو بے یقینی سے دیکھنے لگی جو مُسکراتے چہرے سے اندر آتے ہوئے دوپٹے سے چہرہ ڈھانپتی لڑکی کو محظوظ ہو کر دیکھ رہا تھا۔

"ہم بھی تو دیکھیں کہ کِس حُسن کو گھر میں لایا ہے وہ بدذوق آدمی۔"اُس عامیانہ لہجے پر آیت کا پورا وجود لرزنے لگا۔کم اَز کم اِس حویلی میں اُسکو کسی سے اِیسی اُمید نہیں تھی۔ اُسکے بڑھنے پر تیزی سے قدم پیچھے کو ہٹاتے ہوئے وہ کھڑکی کے پٹ سے لگی۔چند پل وہ خوف سے اُس شخص کو دیکھے گئی جِس

کا اطمینان بتا رہا تھا کہ حویلی میں کوئی نہیں ہے ورنہ وہ یوں شرافت کا لبادہ اُتار کر جہاں کبھی مت آتا۔

اُس نے پھیلتی آنکھوں سے اِرد گرد دیکھا اور پھر بے خوف اطمینان سے کھڑے شخص کو پوری قوت سے دھکا دے کر اُسکے برابر سے بھاگ کر گزرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔ لڑکھڑا کر سائیڈ پر سہارا لیتے کاشف نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔ گھر پر کوئی نہیں تھا تو یقیناً اِس چوہا بلی کے کھیل میں اُسے بہت مزہ آنے والا تھا۔

تیزی سے بھاگتی، مُختلف رہداریاں عبور کرتی آیت سامنے والے لکڑی کے گیٹ کی جانب جانے کے بجائے کچھ سوچ کر تیز قدموں سے خالی کچن کے پچھلے باغ کو جاتے دروازے سے بھاگ کر نکل گئی۔ یقیناً اِس حویلی میں پیچھے سے نکلنے کا کوئی راستہ ضرور ہو گا ورنہ آگے اُس گھٹیا شخص کو اُمید ہو گی کہ اُس نے وہیں آنا ہے۔ تیز قدموں سے بھاگتے ہوئے پیچھے دیکھ کر یک دَم اُسکا پاؤں گملے سے ٹکرایا۔ زور کی کراہ کے ساتھ تیزی سے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر وہ لڑکھڑا کر گِرنے کو تھی تبھی کسی کی مضبوط گرفت نے اُسے بازو سے تھام کر سیدھا کیا۔ خوف سے سُکڑ کر پھیلتے دِل سے اُس نے اپنا ہاتھ یوں چُھڑایا جیسے کسی عفریت کے شکنجے میں ہو۔

"کیا ہوا؟ آپ ٹھیک ہیں؟" اُس بہت مدہم اِستفسار پر اِس سے پہلے کہ پلٹتی، کچن کے دروازے سے اُس خبیث شخص کو آتے دیکھ کر وہ تیزی سے بھاگ کر اُس شخص کے پیچھے گئی اور اُس بوکھلاتے شخص کو سمجھنے کا موقعہ دیئے بغیر اُسکے مضبوط چھوڑے شانے پر اپنا لرزتا ہاتھ رکھ کر خود کو اُس لمبے،

چوڑے، بھاری جسامت والے شخص کے پیچھے چُھپا لیا۔وہ اُس شخص کے ورزشی لحیم شحیم وجود کے پیچھے باآسانی چُھپ گئی تھی۔

"آپ۔۔کیا کر۔۔۔"اِس سے پہلے کہ وہ اپنا شانہ چُھڑواتا، مضبوط ہوتی اُس لرزتی گرفت پر معارِج سکندر ساکن ہو گیا۔شانے پر موجود اُس لرزتے لمس نے اُسکے دِل و دماغ کو جھنجھوڑ کر جیسے کوئی گہری نقش ہوئی یاد کو کھرونچ کر تازہ کر کے رکھ دیا جبکہ اُسکے قیامت کے زیرِ اثر وجود سے بے خبر آیت نے اُس گھٹیا اور کمینے شخص کو واپس جاتے دیکھ کر سُکھ کا سانس لیتے ہوئے اپنا ہاتھ تیزی سے کھینچ لیا۔خوف کے بادل چھٹتے ہی اُسے اَب سمجھ آئی کہ وہ کب سے ایک اور غیر اور قطعی انجان شخص کے پیچھے چُھپی ہوئی تھی۔اُسکی قسمت ہی خراب تھی۔ہونٹوں کو بےبسی سے کُچل کر مرے قدموں سے آنکھیں شرمندگی سے جُھکائے وہ سامنے آئی مگر چہرہ اُٹھانے کی اُس میں ہمت نہیں تھی۔

"کون ہیں آپ؟" اُس آواز پر آیت کا خوف سے سُن ہوا ذہن بیدار ہونے لگا۔اُس سوال، اُس مدہم آواز نے نہ جانے کیوں دِل کی کئی سالوں سے خاموش بیٹھی دَھڑکنوں کو مُنتشر کر دیا۔بامُشکل چہرہ اُٹھا کر اُس نے اوپر دیکھا اور پھر اُسکو لگا وہ نظریں جُھکا نہیں سکے گی، قیامت تک سانس نہیں لے سکے گی کیونکہ اُسکے عین سامنے سیاہ ٹرٹل نیک شرٹ پہنے، مکمل سیاہ لباس، آنکھوں پر سیاہ گلاسز لگائے، گھنے سیاہ بال بےترتیبی سے بکھرائے وہی شخص کھڑا تھا جِس کا نام وہ خود سے تنہائی میں بھی لینے سے لرز کر کُتراتی تھی۔وہی شخص جسکے عیش و عشرت سے رہنے کی اُس نے اِن پانچ سالوں میں کتنی دُعائیں کی تھیں۔یقیناً وہ دُعائیں رائیگاں نہیں گئی تھیں تبھی تو گزرتے وقت نے جہاں آیتِ تطہیر کو بےاماں، لاچار اور مجبور کیا تھا وہیں سامنے کھڑے معارِج سکندر پر بےحد مہربان ثابت ہوا تھا۔گُزرے وقت

نے اُس شخص کو مزید وجیہہ، دلکش، اور شاندار بنا دیا تھا۔ آج بھی وہ شخص اُتنا ہی شاہانہ، وجاہت سے بھرپور اور آہنی معلوم ہو رہا تھا۔

چاندنی، جھیل، نہ شبنم، نہ کنول میں ہو گا

اَب تیرا عکس فقط اپنی غزل میں ہو گا

اور اِک سانس کو جینے کی تمنا کر لیں

ایک لمحہ تو ابھی دشتِ اَجل میں ہو گا

راکھ ماضی کی کُریدو، نہ پلٹ کر دیکھو

آج کا دن بھی ہُوا گُم، تو وہ کل میں ہو گا

کیوں کسی موڑ پہ رُک رُک کے صدا دیں اُس کو

وہ تو مصروف مُصافت کے عمل میں ہو گا

جس سے مَنسُوب ہے تقدیرِ دوعالم کا مزاج

وہ ستارہ بھی تیری زُلف کے بَل میں ہو گا۔۔۔

"آپ نے بتایا نہیں آپ کون ہیں؟" بڑھتی خاموشی پر اُسکو بغور دیکھتے شخص نے پھِر سے وہی سوال کرتے ہوئے آیتِ تطہیر کو جیسے اُس گہرے خواب سے بیدار کر دیا جو وہ پانچ سال سے مُسلسل جاگتی آنکھوں سے دیکھتی آ رہی تھی۔ اُسکی بے یقینی سے پھیلی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر رُخساروں پر

گِرا اور اُس شخص کے سامنے یوں بھرم ٹوٹ جانے پر شرمندگی اور خفت سے وہ تیز قدموں سے بھاگ کر کچن کے دروازے سے اندر کی جانب بھاگ گئی۔

"کیا ہوا سَر؟" وہ وہیں ساکن سا کھڑا رہتا اگر جو سیف اُسکو پُکار نہ لیتا۔

"سب لوگ کہیں گئے ہوئے ہیں؟" اُسکے سوال پر سیف تیزی سے اُس تک آیا۔

"جی سَر! شیخ اجمل کی بیٹی کی شادی میں۔"اُسکے تفصیلی جواب پر معارِج نے اپنی گھنی سیاہ ساڑھی سہلائی۔دماغ میں جیسے کوندا لپکا۔

"تو وہ لڑکی۔۔۔؟" اُسکے سوال پر سیف نے کچھ چونک کر اپنے سَر کو دیکھا جسکے چہرے کے تاثرات کچھ عجیب سے محسوس ہو رہے تھے۔

"وہ مہمان خانے میں ہیں۔"اُسکے جواب پر بھی معارِج سکندر کو تسلی نہیں ہوئی۔کچھ تھا جِس نے اُسے، اُسکے دِل کو بے چین کر دیا تھا۔

"کاشف نہیں گیا؟" اُسکا جیسے ٹھٹکا جبکہ سیف اُسکے اِستفسار پر چونک گیا۔

"جی! اُنکی گاڑی پورچ میں کھڑی ہے۔"سیف کے بتائے جانے پر اُسکو پریشانی گھیرنے لگی یعنی وہ لڑکی اُسکی مہمان تھی اور کاشف کی حرکتوں سے خوفزدہ ہو کر یہاں آئی تھی مگر اُس سے بھی ڈر گئی تھی۔ ایک تو یہ کاشف !

"تم جا کر اُس لڑکی کے پاس کسی عورت کو بھیجو۔"معارِج کے کہے جانے پر سیف اثبات میں سَر ہلا کر تیزی قدموں سے کچن کے دروازے سے اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ معارِج چند لمحے کے لیئے خالی

الذہنی سے وہیں دیکھتا رہا کہ اَب لمحے بھَر کے لیئے ہی سہی اُسکا دِل بُھلائی نہ جانے والی برسوں پُرانی کیفیت سے ایک بار پِھر روشناس ہوا تھا۔

کمرے میں آ کے کُنڈی اور لاک لگا کر، کھڑکی تیزی سے بند کرتے ہی اُس نے دونوں ہاتھ سختی سے ہونٹوں پر جما کر اپنی سِسکی کا گلہ گھونٹا۔کئی سالوں سے سنبھال کر رکھے آنسو بَھل بَھل کر گِرتے ہوئے اُسکا سارا بَھرم توڑ گئے۔وہ جِس کے وہم کی آہٹوں میں اُس نے پانچ سال گُزار دیئے تھے وہی دبے پاؤں، انجان بَنا کر وقت اُسکے مقابل لے آیا تھا۔وہیں سُن اعصاب کے ساتھ بیٹھے بیٹھے رات ہو گئی مگر اُسکی بِکھری سوچیں یکجا نہیں ہو سکیں۔اُس شخص کو دیکھ لینا آج بھی دِل، جذبوں اور اعصاب کا اِمتحان تھا۔مُضطرب، بے چین سماعتیں سختی سے بند دروازے پر تیز ہوتی دَھڑکنوں کے ساتھ لگی تھیں۔ہر گُزرتا لمحہ اُسکی موہوم سی اُس اُمید کو مُنہ چڑھانے لگتا کہ وہ شخص اُسکے پیچھے آئے گا۔وہ تو ایک نفی پر راستہ بدل کر کبھی پلٹ کر نہ دیکھنے والی راہوں کا مُسافر تھا۔

؎رات جاگی تو کہیں صحن میں سُوکھے پتے

چُرمرائے کہ کوئی آیا، کوئی آیا ہے

اور ہم شوق کے مَارے ہوئے دوڑے آئے

گُو کہ معلوم ہے کہ تُو ہے، نہ تیرا سایہ ہے

ہم کہ دیکھیں کبھی دَالان، کبھی سُوکھا چمن

اُس پہ دِھیمی سی تمنا کے پُکارے جائیں

پھر سے ایک بار تیری خواب سی آنکھیں دیکھیں

پھر تیرے ہجر کے ہاتھوں ہی بُھلے مارے جائیں

ہم تُجھے اپنی صداؤں میں بسانے والے

اِتنا چیخیں کہ تیرے وہم سے لِپٹ کر روئیں

پر تیرے وہم بھی تیری ہی طرح قاتل ہیں

سو وہی دَرد ہے جاناں، کہو کیسے سوئیں؟

بَس اِسی کرب کے پہلو میں گزارے ہیں پہر

بس یونہی غم کبھی کافی، کبھی تھوڑے آئے

پھر اچانک کسی لمحے میں جو چھٹتے پتے

ہم وہی شوق کے مارے ہوئے دوڑے آئے۔۔۔

"وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ کیا وہ مجبور و بے کس ہو کر اُسکے گھر پناہ لے رہی ہے؟ اُس نے کیوں آیت کو پہچانا تک نہیں؟" اِتنے سوالوں کے جھکڑ اُسکے ذہن میں چکرا رہے تھے کہ سَر دُھکنے لگا۔وہ تو ویسا کا ویسا تھا۔وقت اُسے جیسے بغیر چُھوئے گُزر گیا تھا۔آج بھی اُتنا ہی شاندار، وجیہہ اور شاہانہ تھا اور آیت۔۔۔وہ تو اُسکے سامنے بہت چھوٹی پڑ گئی تھی۔اُسکے پاس تو گُزرے ظالم وقت نے کچھ بھی پہلے

جیسا نہیں رہنے دیا تھا۔وہ تو پہلے ہی خود کو معارِج سکندر کے سامنے بہت اَرزاں محسوس کرتی تھی اور اَب۔۔۔۔؟ لمحے بھَر میں اُس نے کوئی فیصلہ کیا اور پھِر تیزی سے اپنا وہ اکلوتا چھوٹا سا سیل فون اور پیسوں والا پرس مُٹھی میں دبا کر سیاہ بڑی سی چادر اوڑھ کر باہر کو نکلی۔ایک مُحتاط نظر دونوں اطراف میں ڈال کر وہ تیز قدموں سے لکڑی کے بند دروازے کی جانب بڑھی۔

"مِس آیت!" جیسے ہی دروازے کا ہینڈل گُھمانے لگی پیچھے سے آتی سیف کی پُکار پر وہ خود کو سنبھال کر تیزی سے پلٹی۔

"کہاں جا رہی ہیں آپ؟" اُسکی عُجلت اور انداز دیکھ کر سیف کمال سمجھ گیا کہ وہ یہاں سے نکل رہی ہے۔

"میرے خیال سے دو دِن بہت ہوتے ہیں مجُھے کہیں اور جا کر رہنا چاہیئے۔"وہ جانتی تھی کہ سیف نے اُسکی کافی مدد کی تھی اِس لیئے کم اَز کم اُس پر واضح کرنا چاہتی تھی۔سیف نا سمجھی سے آگے آیا۔

"مگر آپ کا اِرادہ یہاں زیادہ دِن رُکنے کا تھا۔"سیف نے جیسے اُسکا ہی خیال سامنے رکھا۔

"اِرادے کا کیا ہے بنتے، بگڑتے رہتے ہیں۔میں مزید یہاں نہیں رہنا چاہتی۔" اُس نے اَب کے صاف کہہ دیا۔سیف نے ایک نظر پچھے دیکھ کر اُسکو دیکھا جسکے چہرے پر گہری سنجیدگی کے علاوہ بھی کچھ تھا جسے وہ سمجھ نہیں سکا۔

"کسی نے آپ سے کچھ کہا ہے۔ دیکھیں میرے باس کو معلوم ہوا کہ آپ اِیسے جا رہی ہیں تو اُنکو بہت افسوس ہو گا۔" آگے بڑھ کر سیف نے تیزی سے کہا جبکہ اُس ذکر پر آیت نے بامُشکل اپنے چہرے کے تاثرات سپاٹ رکھے۔

"میں اِس گاؤں میں پناہ لینے آئی ہوں سیف صاحب۔ جب مُجھے اِس حویلی میں ہی تحفظ نہیں مِل رہا تو میں یہاں کیوں رہوں گی۔" اُسکے صاف اور دو ٹوک جواب پر سیف نے پریشانی سے اُسکو دیکھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ معارِج نے اُسے کِس خدشے کے تحت یہاں بھیجا ہے۔

"دیکھیں ابھی رات ہو چُکی ہے۔ آپ کمرے میں جائیں۔ میں سَر سے بات کر لوں پھر آپ کو جو بھی مُناسب لگے آپ کر سکتی ہیں۔" سیف کے کہے جانے پر چند لمحے کے لیئے اُسکے ذہن میں جمع تفریق چلی۔ وہ واقعی رات کے وقت کہیں نہیں جا سکتی تھی خاص طور پر جب وہ ہو بھی ایک انجان جگہ۔

"میں صبح ہوتے ہی اپنا انتظام کہیں اور کر لوں گی۔" آہستگی سے باور کروا کر تیز قدموں سے وہ واپس مہمان خانے کو جاتی راہداری کی جانب بڑھ گئی جبکہ سیف کچھ پریشانی سے سوچتے ہوئے واپس پچھلے دالان کی جانب آیا جہاں معارِج سکندر کرسی پر آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ اُسکو یوں بیٹھے دیکھ کر سیف کا ٹھٹکنا بنتا تھا تبھی چند پل خاموشی سے معارِج کے چہرے کے مُضطرب تاثرات کو نا سمجھی سے دیکھتا رہا۔

"سب خیریت ہے نہ، سَر؟" سیف کی آواز پر معارِج چونک کر سیدھا ہوا۔ وہ بےنام سی کیفیت جِس نے کچھ دیر پہلے اُسے جکڑ لیا تھا، بھک سے اُڑی۔

"دیکھ آئے اُس لڑکی کو؟" معارِج کے سوال پر وہ چند قدم آگے آیا۔

"سارے ملازمین اپنے کواٹرز اور گھروں میں جا چُکے ہیں لیکن میں نے اُس لڑکی کو کہہ دیا ہے کہ اُسکے کمرے میں سب موجود ہے اِسی لیئے دروازہ لاک کر لے اور آج باہر نہ نکلے۔"سیف کی تفصیل پر کسی حد تک مطمئن ہو کر اُس نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"لیکن باس!" سیف کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔معارِج نے چونک کر چہرہ اُٹھایا۔

"وہ لڑکی کل یہاں سے جانے کا کہہ کر گئی ہے۔وہ اپنا اِنتظام کہیں اور کرنا چاہ رہی ہے۔"سیف کی بات پر معارِج کی پیشانی پر شِکنیں پھیلنے لگیں۔

"میں صُبح بات کرتا ہوں کاشف سے۔یہ لاتوں کا بُھوت ہے، باتوں سے نہیں سُدھرنے والا۔"کچھ سوچ کر کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا جبکہ سیف نے جُھک کر ٹیبل کے ساتھ پڑی سِٹک اُسکی جانب بڑھائی۔سٹیک تھام کر تیز قدموں سے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔سیف چند لمحے وہیں کھڑا رہا اور پھر سَر جھٹک کر گاڑی کی جانب قدم اُٹھانے لگا۔اُسکے گھر جانے کا وقت ہو گیا تھا۔

"مال سارا لوڈ کروا دیا ہے؟" متین سکندر نے قریب آتے عاصم سے پوچھا جو ہاتھ میں بریف کیس تھامے اُنکی جانب ہی آ رہا تھا۔

"جی کروا دیا ہے اور ساتھ سارے آدمی بھی بھیج دیئے ہیں۔"اُسکی بات پر متین صاحب کے برابر بیٹھے مبین صاحب نے ہنکارا بھرا۔

"اِس بار غلطی اور کوتاہی کی کوئی گُنجائش نہیں ہے عاصم۔"مبین صاحب کے کہے جانے پر عاصم اور متین صاحب نے اُنکو دیکھا جو کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔

"پچھلی بار جو ہمارا سارا مال ضائع ہوا ہے اُس پر ہمارا بہت نقصان ہوا ہے۔اِس بار ہمیں آخری وارنگ دی گئی ہے۔"متین صاحب کے مزید کہنے پر مبین صاحب نے بھی اثبات میں سَر ہلایا۔

"ہمارے چار ٹرک چوری ہوئے ہیں اِس لیے پہلے سے ہی متبادل پلان تیار رکھنا ورنہ اِس بار کوئی اُونچ نیچ ہوئی تو سفیر سائیں ہم میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا۔"متین صاحب نے پریشانی سے کہا کیونکہ وہ لوگ تو پہلے ہی سفیر سائیں کے مقروض تھے اِیسے میں اگر معملات خراب ہوئے یا معارِج کو اُنکے کاموں کی بھنک بھی پڑ گئی تو سارا معاملہ کھٹائی میں پڑ سکتا تھا۔

"اگر معارِج کو ہمارے دھندے کی۔۔۔"وہ جو اپنی بات مکمل کرنے لگے تھے، کاشف کو آتے دیکھ کر رُک گئے۔

"مُجھے سمجھ نہیں آتی کہ اُس اندھے کو آپ لوگوں نے کیوں ہوا بنا رکھا ہے۔ میں تو کہتا ہوں سفیر سائیں کے آدمیوں کے ہاتھوں صفایا کروائیں اُسکا۔سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔"اُسکے مشورے پر متین اور مُبین نے ایک دوسرے کو چونک کر دیکھا۔کاشف کی بات میں وزن تھا۔

"ابھی وہ وقت نہیں آیا بابا۔"عاصم نے جیسے اُن لوگوں کو کچھ یاد دِلایا جبکہ کاشف بھی یاد آنے پر دانت پیس کر رہ گیا۔

"بس اِسی وجہ سے جی رہا ہے ورنہ کب کا اپنے ماں، باپ کے پاس ہوتا۔"مُبین صاحب نے مُٹھیاں بھینچ کر کہا جبکہ کاشف کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آج ہی کچھ اِیسا کرے کہ معارِج سکندر کا نام صفحہ ہستی سے مِٹا دے۔وہ اِس قدر گہری سوچ میں مگن تھا کہ اپنے برابر بیٹھتے عاصم سے بھی غافل رہا۔

"تم کِس چکر میں ہو؟" سب شادی پر گئے ہوئے تھے اِیسے میں اُسکا گھر جا کر ڈیرے پر آنا، بات کچھ ہضم کرنے والی نہیں تھی جبکہ عاصم کے سوال پر کاشف نے ٹھوڑی کُھجائی۔

"شکار ہاتھ سے نکل گیا ہے۔اُسکو جال میں پھنسانے کے طریقے سوچ رہا ہوں۔"اُسکے معنی خیز انداز پر عاصم نے غور سے اُسکو دیکھ کر متین اور مُبین صاحب کو دیکھا جو اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

"نئی مہمان پر نظر ہے نہ تمہاری؟" عاصم کے وثوق سے کہے جانے پر کاشف نے چونک کر اُسکو دیکھا اور کمینے پن سے مُسکرا دیا۔

"ہیرا لے کر آیا ہے اِس بار اُس کمینے کا چمچہ اور میں اِتنا بےوقوف نہیں ہوں کہ گھر میں ہیرے کی کان موجود اور باہر ہیرا تلاشتا پِھروں۔"اُسکے انداز پر عاصم نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔جانتا تھا کہ کاشف کے اِیسے ہی شوق تھے۔

"مت بُھولو کہ معارِج بھی وہیں ہوتا ہے۔اُسکے ہوتے اِن چکروں میں نہ ہی پڑو۔"عاصم کا مشورہ مُخلصانہ تھا کیونکہ اُسے یاد تھا کہ کیسے کچھ عرصے پہلے پورے گاؤں کے سامنے معارِج نے اُسکو جھاڑ

پلائی تھی اور یقیناً یہ کوئی اِتنی پُرانی بات نہیں تھی کہ کاشف بُھول جاتا اور اصل بات تو یہی تھی کہ کاشف! بُھولا نہیں تھا۔

"عورتوں کی عزت کے علمبردار کے وہ بازو ہی کاٹنے پڑیں گے جِس سے یہ عَلم اُٹھا کر پھِرتا ہے۔" اُسکے پُرسوچ انداز پر عاصم ٹھٹک گیا۔

"ابھی فلحال کچھ مت کرنا۔ نئ مہمان ہے، پہلے ہی خوفزدہ ہے اوپر سے یہ چند دِن ہمارے لیئے ویسے ہی بہت حساس ہیں۔ سمجھ رہے ہو نہ میری بات؟" عاصم نے اُسکا کندھا تھپک کر اُسے جیسے کسی بھی غلط حرکت سے باز رکھنا چاہا مگر جانتا بھی تھا کہ وہ باز رہنے والوں میں سے نہیں تھا۔

"سب سمجھ رہا ہوں۔مال ڈیلیور ہو جائے تو حویلی میں جشن رکھیں گے۔"اُسکی آنکھیں کسی خیال سے چمکیں جبکہ عاصم نے بھی مُسکرا کر تائید میں سَر ہلایا۔بس اِس بار اُنکا مال باحفاظت پُہنچ جائے تو اُنکے وارے نیارے ہو جانے تھے۔اُنکی نسلیں سنورنے کا دارو مدار اِسی ڈیل پر تھا۔

سیف نے اُسے بتایا تھا کہ صبح بھی وہ لڑکی کمرے سے نہیں نکلی۔شاید وہ اپنے لیے آگے کا لائحہ عمل ترتیب دے رہی تھی یا جو بھی مگر کم اَز کم معارِج کو تسلی ہو گئی تھی۔دوپہر کا کھانا مُلازمہ کے ہاتھ مہمان خانے بھجوا کر وہ خود لاؤنج میں آیا جہاں عاصم، عروج، کاشف، صنوبر اور اسمارہ نشتیں سنبھال کر بیٹھے تھے۔آج سب کی چُھٹی تھی اور بھی کچھ اِس حویلی میں چل رہا تھا جسے سمجھنے سے کم اَز کم معارِج سکندر قاصِر تھا۔معارِج کو آتے دیکھ کر سب باتوں میں مصروف افراد نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو

دیکھا جو سٹک کے سہارے بڑے بڑے صوفے پر بیٹھ رہا تھا جہاں اُس سے کچھ فاصلے دُور ہی کاشف ٹانگیں ٹیبل پر پھیلائے، ریموٹ کنٹرول ہاتھ میں پکڑے کوئی انگلش فلم دیکھنے میں مگن تھا۔اُسکو بیٹھتے دیکھ کر بُرے بُرے مُنہ بنا کر گانوں کی آواز تیز کر دی۔جانتا تھا کہ معارِج یہاں کِس کام سے آیا ہے۔

"ریموٹ اِدھر دو۔"اُسکی سنجیدہ آواز پر کاشف نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو اُسکے بجائے عین سیدھ میں دیکھتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے تھا۔

"خبریں دیکھنی ہیں؟" بڑے ہی مزے سے سوال آیا کچھ کہے بغیر معارِج کا ہاتھ سامنے کے بجائے اُسکی سِمت گیا جبکہ کاشف نے اپنی مُسکراہٹ دبا کر اِدھر اُدھر دیکھ کر ٹیبل پر پڑی ایش ٹرے اُٹھائی اور ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اُن سب کو خاموش رہنے کا اِشارہ کر کے بائیں ہاتھ میں ریمورٹ سنبھال کر اُسکی جانب کھسک کر اُسکے ہاتھ پر ایش ٹرے پُھرتی سے رکھی اور اِس سے قبل لمحے کے ہزارویں حصّے میں پیچھے ہوتا، معارِج نے اُسکے ہاتھ سے ریمورٹ چھین کر وہ ایش ٹرے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام کر اُسکے چہرے کی جانب بلند کی۔لمحے بَھر کے لیئے کاشف کا سانس رُکا اور پِھر وہ تیزی سے پیچھے ہوا۔ اگر جو وہ بروقت پیچھے نہ ہوتا تو ایش ٹرے اُسکے چہرے کا نقشہ بگاڑ دیتی۔دانت پیس کر اُس نے ایش ٹرے ٹیبل پر رکھ کر سکون سے پیچھے ہو کر بیٹھتے معارِج سکندر کو دیکھا جو اِطمینان سے چینل سرفنگ کر رہا تھا۔جی چاہا ایک آدھ اُسکو جڑ ہی دے۔اِس سے پہلے کہ وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہناتا، معارِج کی کہی بات نے اُسے اور عاصم کو چونکا دیا۔

"سُدھر جاؤ کاشف متین۔ ابھی بہت وقت ہے۔" اُسکا اِشارہ جِس جانب تھا اُسکو صِرف کاشف ہی سمجھا جبکہ باقی سب نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ کر عاصم کو دیکھا جِس نے لاعلمی سے شانے اَچکائے۔ کل ہی وہ کاشف کو سمجھا رہا تھا اور معارِج اِتنی جلدی اُسکی جانب سے ٹھٹک بھی گیا۔

"اگر نہ سُدھرا تو؟" اُسکو معارِج سکندر کا پُرسکون، تنبیہ کرنے والا انداز ایک آنکھ نہیں بھایا تھا تبھی تڑخ کر بولا۔ معارِج نے آگے کو ہو کر ریموٹ ٹیبل پر رکھ کر اپنی سیاہ گلاسز اُتار کر چہرہ پھیرتے ہوئے کاشف کی جانب رُخ کیا جو اُسکی سفید، پتھر ہو چکی آنکھوں کو بغور محظوظ ہو کر دیکھنے لگا تھا۔

"تو مُجھ سے بُرا تمہارے حق میں کوئی نہیں ہو گا۔" سب جانتے تھے کہ معارِج سکندر کی دھمکی صِرف دھمکی نہیں ہوتی تھی۔ وہ نابینا ہونے کے باوجود کاشف کا حشر نشر کر سکتا تھا۔ اِتنا ہی اثر رسوخ والا تھا تبھی تو بہت سی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا مگر غافِل نہیں تھا۔ کم اَز کم یہ بات وہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔ کاشف نے مُٹھیاں بھینچ کر اُس اندھے کو دیکھا جو ہمیشہ پل بھر میں اُسکا سار موڈ خراب کر دیتا تھا۔

"وہ لڑکی میری مہمان ہے کاشف۔ دوبارہ تم نے اُسکی جانب دیکھا یا اُسکی جانب قدم بڑھائے تو تم جانتے ہو اندھا ہونے کے باوجود میں کیا کر سکتا ہوں۔" کاشف کو دیکھنے کے بجائے ایل-ای-ڈی سکرین پر آنکھیں جمائے آہستگی سے کہتے ہوئے اُس نے کاشف کو تِلملانے اور اَسارہ کو ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا۔ مزید کچھ کہے بغیر اپنی سِٹک تھام کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا جبکہ عاصم نے بغور اُسکے سنجیدہ تاثرات کو دیکھا یعنی وہ کاشف کو یہی کہنے یہاں آیا تھا۔ اُسکے دُور جاتے قدموں پر عاصم نے گہرا سانس لے کر

اُسکو دیکھا تبھی اُسکی نگاہ ٹی-وی پر آہستگی سے چلتی خبروں کی سُرخ پٹی تک گئی اور بوکھلا کر اُس نے تیزی سے ریموٹ اُٹھا کر آواز اُونچی کرتے ہوئے اُن سب کو چونکا دیا۔

"عاصِم کیا ہوا ہے؟" صنوبر اُسکے چہرے کو دیکھ کر پریشانی سے کھڑی ہوئی مگر عاصِم اُسکو دیکھ اور سُن نہیں رہا تھا۔اُسکی ساکن نظریں سکرین پر چلتی وڈیو اور تصاویر پر تھیں۔

"ناظرین! آپ کو بتاتے چلیں کہ مظفر آباد سے راولپنڈی آتے ایک ٹرک سے بھاری مقدار میں نشہ آوار ادویات بر آمد کی گئی ہیں۔ یہ اَب تک کی چوتھی ریڈ ہے۔ذرائع کے مطابق ٹرک ڈرائیور کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔پہلے کے تمام ٹرک راولپنڈی سے مظفر آباد ڈرگز اور غیر قانونی اسلحے کی سپلائی کرتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔"کاشف نے سیدھے ہو کر عاصم کے پریشان چہرے کو دیکھا۔اُن دونوں کے چہرے سے گویا سارا خون نچُڑ کر رہ گیا تھا۔سب لڑکیاں حیرانگی اور ناسمجھی سے اُن دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔سیل فون جیب سے نکال کر کسی کو کال مِلاتے ہوئے عاصِم تیز قدموں سے باہر کی جانب بھاگا۔

"اِنکو کیا ہوا ہے؟" عروج نے حیرانگی سے کاشف کو دیکھا جو خود پریشانی سے سکرین کو دیکھ رہا تھا۔اُنکا اَب کیا کو گا؟ یہ کون اُنکا چُھپا دُشمن بن کر اُنکو گہری چوٹ پر چوٹ پُہنچا رہا تھا اور کیوں؟؟؟

"یہ بھی یقیناً تمہاری حرکت ہے؟" سیاہ ہُڈ پہنے شخص نے اُس سوال پر چونک کر سامنے آتے شخص کو دیکھا اور پِھر مُسکرا دیا۔

"جب معلوم ہے تو پوچھتے کیوں ہو؟" اُسکا انداز بہت بے نیاز تھا یوں جیسے اُس نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔

"سُلطان! تم غلط لوگوں سے پنگا لے رہے ہو۔" مقابل کے لہجے میں بے حد فکر تھی جسے اُس سیاہ ہُڈ والے شخص نے چٹکیوں میں اُڑا دیا۔

"اونہوں! اُن لوگوں کو مُجھے نہیں اُکسانا چاہیئے تھا۔" سارا قصور اُنکے کھاتے ڈال کر بے پرواہی سے کہا گیا۔

"تم جانتے ہو باس نے تم پر نظر رکھنے کا کہا ہے مُجھے۔" وہ شخص سامنے آیا تو اُسکا چہرہ واضح ہوا۔ وہ معارِج سکندر کا سیکرٹری اور رائٹ ہینڈ مین سیف کمال تھا۔ سُلطان نے تنفر سے یوں سَر جھٹکا جیسے اُسے اِس بات سے ذرا فرق نہ پڑا ہو۔

"وہ اندھا میرا کیا بگاڑ لے گا۔" اُسکے لہجے میں معارِج سکندر کے لیئے بے حد جُھنجھلاہٹ تھی۔

"مت بھولو کہ وہ معارِج سکندر ہے۔ اُس نے بصارت رکھوانے کے بدلے اور بہت سی حسیں قابو کر رکھی ہیں۔" سیف کا انداز تنبیہہ بِھرا تھا۔ سُلطان نے ناگواری سے چہرہ پھیرا اور اُسکا چہرہ اَب روشنی میں واضح ہوا۔ وہ صاف چہرے، جذبِ نظر، پُرکشش نقوش کا مالک تھا۔

"تم یہاں مُجھے معارِج نامہ سُنانے آئے ہو۔" اُسکے انداز پر سیف نے گہرا سانس لیا۔ جانتا تھا کہ بھینس کے آگے بین بجانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

"تمہیں وہ لڑکی کہاں سے مِلی تھی؟" کچھ یاد آنے پر سیف نے پوچھا جبکہ سُلطان نے ناسمجھی سے اُسکو دیکھا۔

"کونسی لڑکی؟" وہ واقعی اِتنی عورتوں کو بچا کر بحفاظت معارِج سکندر کے ہاں پہنچاتا تھا نا کہ اَب گنتی یاد تھی نہ شکل و صورت۔

"باس کی نئی مہمان۔"سیف کی وضاحت پر اُس نے سمجھ کر سَر ہلایا۔

"جنگل میں کسی سے جان بچا کر بھاگ رہی تھی۔مُجھے دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئی۔"سُلطان نے سادگی سے کہا جبکہ سیف نے بغور اُسکے سادہ انداز کو دیکھا۔

"خوامخواہ باس سے خار کھاتے ہو ورنہ تم اور وہ ایک ہی سکے کے دو رُخ لگتے ہو مُجھے۔"سیف نے کہہ کر سُلطان کے بدلتے ناگوار تاثرات پر تیزی سے مُسکراہٹ دبائی۔اُسکی معارِج سکندر سے خار کوئی ڈھکی چُھپی نہیں تھی۔وہ معارِج کی مُصلحتاً خاموش رہنے، ہر کام پُھونک کر کرنے والی عادت سے سخت بیزار تھا۔

"تمہاری بکواس ہو گئی تو میں جاؤں؟" ہُڈ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے نہایت شرافت مگر دانت پیس کر سوال آیا۔سیف نے مُسکرا کر اُسکو دیکھا اور پِھر اُسکے لیئے جانے کا راستہ چھوڑا۔سُلطان ناگواری سے کچھ بڑبڑا کر اُسکے برابر سے ہو کر باہر آیا اور فارم ہاؤس کے جنگلے کے پاس کھڑی سیاہ جیپ میں بیٹھ کر جیپ بھگا لے گیا۔اُسکی جیپ گاؤں کے تنگ اور ویران پڑے راستوں سے ہوتی ہوئی جنگل کو جاتے رستوں کی جانب جا رہی تھی جہاں اُسکا ٹھکانا تھا اور جہاں وہ سب کو ٹھکانے لگاتا تھا۔ٹھکانے پر پہنچ کر اُس نے جیپ درختوں کے پاس کھڑی کی۔گاڑی کے انجن کی آواز پر ایک شخص سیاہ مفلر سے چہرہ چُھپائے باہر آیا اور اُسے آدب سے سلام کیا۔

"کہو، دلاور! مُنہ کھولا کسی نے؟" اُسکے سوال پر دلاور نے مایوسی سے سَر ہلایا جبکہ کچھ سوچتے سُلطان نے جیب سے سیاہ چمڑے کے دستانے نکال کر اُس جگہ کو دیکھا جہاں وہ سب لوگ بندھے تھے جِن کو اُنہوں نے ٹرک کے مال کے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔ سارا مال تو پولیس کے حوالے کر دیا گیا تھا مگر اِن سے سُلطان کو بہت کچھ چاہیئے تھا۔ اندر کی جانب بڑھتے ہوئے وہ آگے کا لائحہ عمل بھی ترتیب دے رہا تھا۔ اندر اُس بہت بڑے ویران پڑے سٹور تج روم کی چھت سے چھ آدمی بندھے ہاتھ پیر کے ساتھ باندھے گئے تھے۔ اُسکے اندر آتے ہی دلاور کی طرح ہی سیاہ مفلر سے چہرہ ڈھانک کر کھڑے آدمی اُس تک آئے اور پھِر سُلطان سے کچھ بات کر کے دِلاور کے ساتھ باہر چلے گئے۔ اُن چھ آدمیوں کی جانب بڑھ کر سُلطان نے اپنی گردن کے گِرد لپٹے مفلر سے چہرہ ڈھانک کر اُن میں سے ایک لمبے تڑنگے شخص کے سینے پر گھُما کر لات رسید کی۔ بلند کراہ کے ساتھ وہ بندہ ہوش میں آیا اور اُسکی کراہ کے ساتھ باقی سب بھی آنکھیں کھول کر خود کو چھُڑوانے کی کوششوں میں لگ گئے۔

"ت۔۔۔۔ تمھیں لگتا ہے مار پیٹ کر ہم سے معلومات اگلوا لو گے تم۔" اُس لحیم شحیم شخص نے مُنہ سے خون تھوکتے ہوئے تنفر سے کہا۔

"کونسی معلومات؟ میں تو یہاں ورک آؤٹ کرنے آیا ہوں۔" پاس پڑے ٹیبل سے لوہے کے مضبوط نکلز پہنتے ہوئے بڑے ہی اطمینان سے کہہ کر اُس نے اُن چھ افراد کو چونکا دیا اور اِس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی ناسمجھی کر سوال جواب کرتا، اُس لحیم شحیم شخص کی جانب بڑھ کر دونوں ہاتھ باکسنگ کی پوزیشن میں اپنے سامنے کر کے اُس شخص کو پنچنگ بیگ تصور کر کے مارنے لگا۔ اُسے تو بھئی کوئی معلومات چاہیئے ہی نہیں تھی۔ لاتوں گھونسوں کی بارش اُس پنچنگ بیگ پر کرتے ہوئے اُسکے بال پسینے

کے باعث ماتھے پر چمکنے لگے۔ اُس شخص کی چیخ و پُکار، اپنا پسینے سے تر ہوتا چہرہ، دُکتے ہاتھوں کی پرواہ کیئے بغیر وہ اندر دُھند سپارنگ کرنے میں مصروف تھا۔ اُس شخص کی چیخیں اُس بند پڑی فیکٹری کے خالی وہیر ہاؤس میں دُور دُور تک گونج رہی تھیں مگر سُلطان جیسے بہرہ ہو چُکا تھا۔

سیل فون ہاتھ میں تھامے چند پل وہ یونہی سکرین کو گھورتی رہی اور پھر صدف کا نمبر مِلا کر کان سے لگایا، بیل جا رہی تھی مگر جیسے ہی دوسری جانب سے اُٹھایا گیا، صدف کے علاوہ کسی اور کی آواز سُن کر اُس نے کال مُنقطع کر دی۔ کال اُٹھانے والا صدف کا بھائی صارم تھا اور آیت اپنے لیے اُسکے جذبات جانتی تھی تبھی کال کاٹ دی۔ سیل فون کو پرس میں رکھ کر، پیسوں کو گن کر اُس نے کسی اور جگہ کرائے پر رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ کم اَز کم اُسے یہاں نہیں رہنا تھا۔ یہاں رہنا اُسکو مزید خطرے سے دوچار کر سکتا تھا۔ اپنا بیگ اُٹھا کر چادر اچھی طرح خود پہ پھیلا کے ایک نظر ہر طرف ڈال کر وہ تیز قدموں سے باہر نکلی اور پھر سامنے سے جانے کے بجائے خالی کچن کو دیکھ کر وہیں سے باہر نکلی جہاں سے پہلے بھاگ کر نکلی تھی۔ شام کا اندھیرا باہر پھیلنے کو تیار تھا۔ اُسے یہاں کسی کے بھی آنے سے قبل نکلنا تھا۔ اِس سے پہلے کہ وہ نکلتی، سامنے سے آتی اسماره کی نگاہ اُس تک گئی اور پھر کچھ سوچ کر تیز قدموں سے آ کر سَر تا پا چادر میں ڈھکی اُس لڑکی کو دیکھا جِس کی سُنہری آنکھیں بُجھتے سورج کی روشنی میں دھمک رہی تھیں۔ لمحے بَھر کو اُسکی نگاہ اُس شاداب مگر خوفزدہ چہرے پر ٹھہری پِھر کچھ یاد آنے پر آنکھوں میں ناگواری سِمٹنے لگی۔

"تم کہاں بھاگ رہی ہو؟" اُسکے سوال میں کچھ اِیسا تھا کہ آیت کا سانس تھام گیا۔اُسے یوں لگا جیسے وہ کچھ چُرا کر بھاگ رہی ہو کیونکہ سامنے کھڑی لڑکی کا لہجہ اور انداز اِتنا کی تحقیر آمیز تھا۔

"معارِج سکندر کِدھر ہیں؟" خود کو بامُشکل سنبھال کر اُس لڑکی کا سوال نظرانداز کر کے سوال کیا جبکہ اسمارہ کی آنکھوں میں مرچیں اُترنے لگیں جبکہ اُس جانب آتا سیف کمال چونک کر ٹھہر گیا۔

"کیوں اُس سے کیا کام ہے؟" چبھتے لہجے پر آیت نے چونک کر اُس چہرے کو دیکھا اور لمحے بھر کو اُسکا دِل اُن جلتے تاثرات پر کہیں اندر ہی ڈوب کر اُبھرا مگر وہ انجان رہی۔

"مُجھے یہاں سے جانا ہے۔میں مزید یہاں نہیں رہ سکتی۔"اُسکے کہے جانے پر اسمارہ کی آنکھوں کی رونق بحال ہوئی جسے آیت نے ناسمجھی سے دیکھا مگر اُسکے پاس اِن اجنبی لوگوں کے رویوں کو سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔

"وہ تو گھر پر نہیں ہے اگر تمہیں جانا ہے تو تم چلی جاؤ میں معارِج کو بتا دوں گی۔"لمحے بھر میں اُسکے لہجے میں مٹھاس آئی۔آیت چند لمحے اُسکو یونہی دیکھتی رہی اور پھِر سَر جھٹک کر تیز قدموں سے دروازے کی سمت بڑھی اِس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتی، عقب سے آتی سیف کی سوالیہ آواز پر کراہ کر رہ گئی۔

"کہاں جا رہی ہیں آپ؟" آیت کے قدم زنجیر ہوئے جبکہ اَسمارہ نے چونک کر اُسکو دیکھا جو سیف کے پیچھے اُسکا کندھا تھام کر کھڑا تھا۔یقیناً یہ اُسکی ایکسرسئیز کا وقت تھا اور وہ اِس وقت اپنے پاؤں پر

کلہاڑی مار چکی تھی۔ معارِج سکندر کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ اُس نے اَسمارہ کی آخری بات سُن لی ہے۔

"آپ سے کچھ پوچھا جا رہا ہے مِس۔" سیف جو کچھ اور بھی سُن چُکا تھا، کچھ سوچتے لہجے میں بولا جبکہ بامُشکل اپنے پاؤں پر کھڑی آیت گہرا سانس لے کر پلٹی۔ اُسکی نگاہیں معارِج سکندر کے بجائے اُسکے سامنے کھڑے سیف کمال پر تھیں۔ اِس سے پہلے کہ خود میں کچھ کہنے کی ہمت کرتی، سیف کمال سے ہوتی اُسکی نظر اُس چہرے تک گئی جو سیاہ گلاسز لگائے اُسی تمکنت اور وقار سے کھڑا تھا جو اُسکا خاصا تھا۔ نہیں! وہ اِس شخص کا سَر اُٹھا کر سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ بغیر جواب دیئے، بغیر کچھ کہے تیز قدموں سے وہ کُھلا لوہے کا بھاری دروازہ ایک جھٹکے سے کھول کر باہر نِکل گئی۔ سیف کی **'ارے'** پر معارِج نے نا سمجھی سے چہرہ پھیرا جبکہ اَسمارہ کا چہرہ مُسکراہٹ کی لپیٹ میں آ گیا۔

"چلی گئیں ہیں۔" سیف نے معارِج کے سوالیہ چہرہ پھیرنے پر آہستگی سے کہا جبکہ معارِج سکندر ہق دَق رہ گیا۔ سیف نے جب اُسے بتایا تھا کہ وہ لڑکی اُس سے بات نہیں کرنا چاہتی تب اُسے لگا شاید کاشف کی حرکت کہ وجہ سے مگر اَب اُسکے پُکار اور سوال کے باوجود جیسے وہ گئی تھی اِس سے اُسکی ناپسندیدگی ظاہر تھی مگر کیوں؟ کِس لیئے؟

"تم جاؤ اور دیکھو کہیں محفوظ جگہ اگر اُن کے رہنے کا اِنتظام ہو سکے تو۔" سَر جھٹک کر اُس نے سیف کا شانہ چھوڑ کر آہستگی سے کہا جبکہ سیف نے اثبات میں سَر ہلا کر کرسی کے پاس رکھی اُسکی سِٹک اُسکے ہاتھ میں تھما کر ایک نظر اَسمارہ کو دیکھا جو یَک ٹُک معارِج سکندر کو دیکھ رہی تھی اور پھر تاسف میں سَر ہلا کر آیت کے پیچھے کُھلے دروازے سے باہر نِکل گیا۔

"تمہیں بڑی فکر ہو رہی ہے اُس لڑکی کی۔"وہ جو پلٹنے لگا تھا، اَسمارہ کی چُبھتی ہوئی آواز پر چونکا مگر پلٹا نہیں۔یہی نظر اندازی اور بے نیازی ہی تو اُسکی دِل جلانے والی تھی۔

"کونسی لڑکی؟" وہ جیسے جان کر بھی اَنجان بننے میں ماہر تھا۔

"ہاں اِتنے تم بے خبر نہ۔کیا نام ہے اُسکا مُشکل سا۔۔۔ہاں کچھ آیتِ تطہیر۔" دونوں بازو سینے پر لپیٹ کر اُس نام کو سوچنے کی ایکٹنگ کرکے کہتے ہوئے اُس نے معارِج سکندر کے قدموں کے نیچے سے زمین کھینچ لی مگر اِس بار خود بے خبر تھی۔وہ نام اُسکی سماعتوں کا دھوکہ تھا تبھی تصدیق کو ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا۔اُسکی توجہ اپنی جانب محسوس کرکے وہ آہستگی سے مُسکرائی۔

"کیا نام لیا ہے ابھی تم نے؟" وہ سوال اِس قدر مدہم لہجے میں آیا کہ اَسمارہ بامُشکل سُن سکی اور سُن کر دانت پیس لیئے۔یہ بھی اُس جاچکی لڑکی کی ہی عنایت تھی کہ معارِج سکندر اُس سے بات کر رہا تھا ورنہ اَسمارہ مُبین کو نظرانداز کرنا اُس پر گویا فرض تھا۔

"جو بھی لیا ہے تم کیوں اِتنے مہربان ہو رہے ہو؟" اُسکے چہرے کے سنجیدہ تر ہوتے تاثرات کو نظرانداز کرکے سوال کیا گیا جبکہ معارِج سکندر سیاہ سِٹک پھینک کر تیر کی سی تیزی سے اُسکی جانب بڑھ کر اُسکو گردن سے جکڑ کر ایک جھٹکے سے پیچھے کیا۔

"کیا نام لیا ہے تم نے ابھی؟" اُس اچانک ہونے والے حملے اور اُس سرد لہجے پر اَسمارہ مُبین کا سانس سینے میں ہی اٹک کر رہ گیا۔خوف سے سُکڑ کر پھیلتے دِل کے ساتھ اُسکی آنکھیں پھٹ کر معارِج سکندر

کے پتھر ہوتے تاثرات کو دیکھے گئی۔ ہمیشہ پُرسکون، نظرانداز کرنے والے معارِج سکندر کا یہ کون سا رُوپ تھا؟؟

"آیت۔۔۔ تطہیر!" کھانس کر خود کو اُسکی گرفت سے چُھڑوانے کی ہر ممکن کوشش کر کے ناکام ہونے کے بعد گھٹتی آواز میں کہا جبکہ ساکن رہ جاتے معارِج کی گرفت اُسکی گردن پر ہلکی ہوئی اور اِسی موقعے کو غنیمت جان کر اُس نے معارج سکندر کو پوری قوت سے دھکا دیا اور خود کھانستے ہوئے اُسکے برابر سے ہو کر نِکل گئی جبکہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوتے ساکن معارِج کے وجود میں کوئی جُنبش نہیں ہو سکی۔ اُسکے ویران اور خاموشی کی بُکل اوڑھے دِل نے بہت آہستگی سے کروٹ بدلی۔ اندر اُٹھتے غبار نے اُسکے دماغ کو پوری قوت سے جھنجھوڑا۔ کیا وہ وہی تھی؟ یا اُسکی کوئی ہم نام؟ وہ نام اُس نے، اُسکے سَرد پڑ چُکے، مُردہ ہو چُکے دِل نے پورے پانچ سال کے طویل وقفے کے بعد سُنا تھا اور پِھر سے لرز کر اُسی قوت سے دَھڑکنے لگا۔ تو وہ اُسکو پہچان کر اُس سے گُریزاں تھی۔ تبھی اُس نے معارِج سکندر سے بات کرنا، اُسے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا کئی سال پہلے کی طرح؟ وہ بے بسی میں بھی اُسکی مدد لے کر محتاج نہیں ہونا چاہتی تھی۔ وہ جو اُسکے وجود میں دِل بَن کر دَھڑکتی تھی۔

جو ہو نہ سکی بات وہ چہروں سے عیاں تھی

حالات کا ماتم تھا، مُلاقات کہاں تھی

اُس نے نہ ٹھہرنے دیا پہروں میرے دِل کو

جو تیری نگاہوں میں شکایت میری جاں تھی

گھر میں بھی کہاں چین سے سوئے تھے کبھی ہم

جو رات ہے زِنداں میں وہی رات وہاں تھی

یکساں ہیں میری جان قفس اور نشیمن

اِنسان کی توقیر یہاں ہے، نہ وہاں تھی

شاہوں سے جو کچھ رَبط نہ قائم ہوا اپنا

عادت کا بھی کچھ جَبر تھا، کچھ اپنی زُباں تھی

صیاد نے یونہی تو قفس میں نہیں ڈالا

مشہور گُلستاں میں بہت میری فُغاں تھی

تُو ایک حقیقت ہے میری جاں، میری ہم دَم!

جو تھی میری غزلوں میں وہ اِک وہم و گُماں تھی

محسوس کیا میں نے تیرے غم سے غمِ دِہر

ورنہ میرے اَشعار میں یہ بات کہاں تھی۔۔۔

(حبیب جالب)

"آپ کہاں جائیں گی؟" اپنے پیچھے آتے قدموں پر اُس نے اپنی رفتار مزید تیز کر لی مگر رُکی نہیں۔ اُسکو رُکتے نہ دیکھ کر سیف بھاگ کر اُسکے برابر آیا۔

"آپ لوگوں نے میری جتنی مدد کرنا تھی، کر دی ہے اَب آگے میں اپنا خیال رکھ سکتی ہوں۔" چلتے ہوئے رسان سے جواب دیا گیا جبکہ سیف اُسکو دیکھ کر رہ گیا۔

"آپ سَر کو جانتی ہیں؟" اب کے مُختلف نوعیت کا سوال کیا گیا جسے آیت نہیں سمجھ سکی تبھی جواب دیئے مزید تیز چلنے لگی۔

"میں معارِج سکندر کی بات کر رہا ہوں۔" اُس نام پر آیتِ تطہیر سمیت کُل کائنات ساکن ہو گئی تھی۔ لرز کر رُکتے دِل کے ساتھ اُس نے کانپتے ہاتھوں کی مُٹھیاں آپس میں بھینچ لیں۔

"کون معارِج سکندر؟" تڑخ کر سوال آیا جبکہ رُک چکے قدموں نے خود کو گھسیٹ کر چلانا شروع کر دیا۔

"پھر آپ ٹھہر کیوں گئیں؟" ساتھ چلنے والا بھی سیف کمال تھا۔ بال کی کھال اُتارنے والا۔ آیت نے سنجیدہ نظروں سے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا اور ٹھہر گئی۔

"میں تھک کر ٹھہری تھی سیف صاحب۔" اُس لہجے میں کوئی کھوٹ اور جُھوٹ نہیں تھا۔ وہ واقعی تھک کر ٹھہری تھی۔ کم اَز کم یہ سیف کمال یقین سے کہہ سکتا تھا کیونکہ معارِج سکندر نے اُسے لہجے کی پہچان سے مُتعارف کروایا ہوا تھا۔

"کچھ دیر پہلے آپ نے اَسمارہ میم کے سامنے بھی نام لیا۔حالانکہ میں نے آپ کے سامنے اپنے باس کا نام نہیں لیا تھا۔"سیف نے اَب کے صاف اور مدلل بات کہی۔بات گُھمانے پھِرانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔آیت نے لَب بھینچ کر اُسکو دیکھا اور پھِر گہرا سانس لیا۔

"پرسوں ڈائینگ ہال میں نام سُنا تھا کہ مُجھے آپ اُنکے کہنے پر لائے تھے وہاں۔"نہایت تحمل سے بتایا گیا مگر سیف کو تسلی نہیں ہوئی۔

"اَب آپ کیا جا سکتے ہیں واپس؟" بہت سا ضبط کر کے اِستدعا کی گئی جبکہ سیف چند لمحے نا سمجھی سے اُسکے چہرے کے عاجز تاثرات دیکھنے لگا۔وہ جو اُس حویلی کو سب سے محفوظ پناہ گاہ سمجھ کر وہاں رہ رہی تھی ایک دَم سے کیوں اُکتا کر نِکل آئی تب جب اُسکے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں تھا۔

"یہاں ایک ہاسٹل ہے قریب ہی۔وہاں رُکنا چاہیں گی؟" وہ جو سیف کو خاموش دیکھ کر چلنے لگی تھی، ٹھہر کر اُسکو دیکھا جو اپنے والٹ میں سے کوئی کارڈ نکال کر اُسکے سامنے کر رہا تھا۔ایک لمحہ لگا تھا اُسے سوچنے میں اور پھِر اُس نے وہ کارڈ تھام لیا۔اُسکے پاس اِن حالات میں کوئی اور چوائس نہیں تھی نہ ہی زندگی نے کبھی اُسکے سامنے اِیسی چوائسز رکھی تھیں کہ اُسے اپنی مرضی کا من پسند آپشن چوز کرنے میں سوچ بچار کرنی پڑتی۔

ﮯ دیکھ زِنداں سے پَرے رنگِ چمن، جُوشِ بہار

رقص کرنا ہے تو پھِر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ۔۔۔

"ہر جمعرات کی رات مال راولپنڈی سے مظفرآباد اور یہاں سے راولپنڈی جاتا ہے۔" دلاور نے اُسکے سامنے نقشہ رکھتے ہوئے اُسے اطلاع دی جبکہ سُلطان بغیر کچھ کہے پُرسوچ نظروں سے نقشے کو دیکھتا رہا۔ "کیا سوچ رہے ہیں؟" دِلاور کے سوال پر اُس نے چونک کر چہرہ اُٹھایا۔

"میں اِن سب کی کوئی کمزور جاننا چاہ رہا ہوں۔" اُسکے انداز میں کچھ تھا جِس پر دلاور ٹھٹکا۔

"متین اور مُبین احمد کی کمزوری تو سفیر سائیں کا غصّہ اور ناراضگی ہے۔" دِلاور نے اُسے جیسے یاد دِلایا جِس پر اُس نے اثبات میں سَر ہلا کر اپنی کنپٹی سہلائی۔

"مُجھے سفیر کی کوئی کمزوری چاہیے جِس سے وہ اپنے بِل سے خود ہی باہر نِکل کر یہاں آ جائے۔" اُسکے کہے جانے پر دِلاور نے لمحے بَھر کو کچھ سوچا اور پِھر تیزی سے سیدھا ہوا۔

"مُجھے یاد آیا جب میں اسلام آباد گیا تھا تو مُجھے معلوم ہوا تھا کہ سفیر شہزاد شادی کر رہا ہے۔" دِلاور کے کہے جانے پر سُلطان نے ایک جھٹکے سے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا۔

"اِس عمر میں وہ شادی کر رہا ہے؟" اُسے واقعی جیسے تعجب ہوا جبکہ دِلاور نے تیزی سے سَر ہلایا۔

"یہ خبر بالکل پکی ہے، سُلطان!" دِلاور کے یقین پر سُلطان نے چند لمحے کچھ سوچا اور پِھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اِس بارے میں اُسے مزید جاننا تھا۔

"معلوم کرو وہ لڑکی کون ہے پِھر ہم اُسے اپنی سائیڈ پر کر کے سفیر کا بُرا حال کر سکتے ہیں۔ رقابت سے ظالم کوئی جذبہ نہیں ہوتا، دِلاور۔" اُسکے انداز میں کچھ چونکا دینے والا تھا جبکہ دِلاور نے جیسے سمجھ

کر سَر ہلایا۔صاف ظاہر تھا کہ سُلطان اُس لڑکی کو مہرہ بنانے کا فیصلہ کر چُکا تھا۔اَب اُس لڑکی کو پاتال سے بھی ڈھونڈنا پڑا وہ ڈھونڈ کر رہے گا۔

"کہاں؟" اُسکو باہر کی سمت جاتا دیکھ کر دِلاور نے سوالیہ پوچھا۔

"ورک آؤٹ کرنے۔"بغیر پلٹے، مکّہ ہوا میں لہرا کر اُس نے مُسکرا کر کہا اور پِھر تیز قدموں سے باہر نکل کر اپنی جیپ کا دروازہ کھول کر اُس میں بیٹھا اور پِھر جیپ زَن سے بھگا لے گیا۔اُسکی جیپ جنگل کو جانے والے راستے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

اُسے ہاسٹل میں رہتے ہوئے دوسرا دِن تھا اور یہ یہاں رہنے کا اُسکا فیصلہ سب سے اچھا تھا۔کم اَز کم یہاں کوئی خوف اور بے چینی اُسکے ہمراہ نہیں تھی۔اُسے یہاں رہنے کے لیئے جاب کرنی تھی مگر مسئلہ یہ تھا کہ اُسکے سارے ڈاکومنٹ اُس رات جنگل میں بھاگتے ہوئے بیگ سمیت کہیں گِر گئے تھے۔
پریشانی سے اِدھر اُدھر چکراتے ہوئے اُس نے کوئی فیصلہ کیا اور پِھر وارڈن سے ضروری کام کی اِجازت لے کر چادر اچھی طرح اوڑھ کر باہر نکل آئی۔گو کہ اُس جنگل میں جانا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن کیا معلوم اُسکو اپنا گُم ہوا سامان واپس مِل جائے حالانکہ کھو جانے والا کچھ بھی آیتِ تطہیر کے پاس کبھی لوٹ کر نہیں آتا تھا۔

تیز قدموں سے مظفر آباد کی خوبصورتی کو نظرانداز کیے، احتیاط سے اِدھر اُدھر نظر دوڑاتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہی تھی۔ہو سکتا ہے سفیر کے آدمی ناکام ہو کر واپس چلے گئے ہوں؟ ہو سکتا ہے وہ یہیں

کہیں گھات لگائے بیٹھے ہوں؟ دِل میں اُٹھتے عجیب و غریب سوال اُسکے پہلے سے خوف میں مُبتلا دِل کو مزید سہما رہے تھے مگر اُسے چلتے رہنا تھا۔یوں انجان جگہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دَھر کر نہیں زندگی گُزار سکتی تھی۔اُسے اپنے لیے کچھ کرنا تھا۔جنگل کا راستہ شروع ہوتے ہی وہ قدرے گھنے درختوں کی آڑھ لے کر چلنے لگی تاکہ کوئی بھی اگر سامنے یا پیچھے سے آئے تو اُسے آیت نظر نہ آئے۔رات ہو یا دِن سارا جنگل ایک سا لگتا ہے ابھی بھی اُسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اپنا بیگ کہاں تلاش کرے۔چل چل کر پاوں دُکھنے لگے تھے مگر اُسکی تلاش ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ پیچھے سے آتی قدموں کی آہٹ پر چونکتے ہوئے وہ تیزی سے گھنے درخت اور جھاڑیوں کی پیچھے چُھپی۔باتوں کی آوازوں سے لگ رہا تھا کہ دو لوگ ہیں۔چند لمحے وہ یونہی سانس روک کر بیٹھی رہی اور عین اُسی لمحے اُسکو اپنے پیچھے سے سانپ کے پھنکارنے کی آواز آئی تبھی اُسکی گُھٹی گُھٹی چیخ بھی بے ساختہ تھی۔آگے بڑھتے سیف اور معارِج اُس آواز پر تیزی سے پلٹے۔

"جھاڑیوں کے پیچھے سے آئی ہے۔"سیف جو ہاتھ میں پستول تھامے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا، معارِج کے بتانے پر تیزی سے آگے بڑھا۔آیت نے اپنا سانس روک کر ایک نظر سانپ کو دیکھا اور دوسری نظر جھاڑیوں کی جانب جہاں سے قدموں کی آواز قریب آ رہی تھی لمحے کے ہزارویں حصے میں وہاں سے نکل کر اندھا دُھند بھاگ کر نکلی مگر سائیڈ پر کھڑے معارِج سکندر سے بُری طرح ٹکرا کر اِس سے پہلے کھائی میں ِگرتی، بوکھلاتے معارِج نے اُسکو بازو سے تھام کر اپنی جانب کھینچ لیا۔چکراتا سَر تھام کر بامُشکل پیچھے ہوتی آیت کا دِل اُس لمس پر سُن ہوا۔یہ لمس، یہ ہاتھ ہمیشہ، ہر موقعے پر اُسکو بچانے کے لیے ہی اُسکی جانب بڑھے تھے۔گھٹن زدہ دِل سے وہ ہاتھ تیزی سے جھٹک کر پیچھے ہو کر اپنا

چکراتا سَر اور تکلیف میں مُبتلا ہوتا پیر سنبھال کر ایک گُریزاں نظر اُس چہرے پر ڈالی جس پر کوئی تاثر نہیں تھا۔سیاہ گلاسز نے ایک بار پھِر اُن آنکھوں کے ہر تاثر کو مخفی کر رکھا تھا۔

"مِس آیت آپ ٹھیک ہیں؟" سیف نے اُسکو لڑکھڑاتے دیکھ کر تیزی سے آگے آکر پوچھا جبکہ معارِج سکندر کی اندھیر دُنیا کی گردش تھم گئی۔آیت نے چونک کر پہلی بار اُس چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھے۔وہ چہرہ اُسکا نام سُنتے ہی قیامت اور زلزلوں کی زَد میں آ گیا تھا۔یعنی وہ اَب اُسکو چہرے کے بجائے نام سے پہچانتا تھا صِرف؟

"جی، جزاک اللہ!" چہرے کا رُخ سیف کی جانب کر کے اُس نے آہستگی سے کہا۔خود پر وہ ششدر، تحیر زدہ نظروں کی تپش محسوس کر سکتی تھی مگر اُلجھنے کے بجائے اُس نے اپنا دِل جھٹک دیا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" اپنے باس کو یوں ساکن اور ششدر دیکھ کر آیت کا دھیان وہاں سے ہٹانے کو اُس نے تعجب سے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔۔۔"مختصر کہہ کر وہ اُسکے برابر سے گُزرنے لگی تبھی معارِج سکندر نے اُسکا بازو آہستگی سے تھام کر اُسکی فرار کی کوشش ناکام بنا دی۔جھٹکا کھا کر ٹھہرتی آیت کے وہم و گُمان تک میں نہیں تھا کہ اُسکو پہچاننے کے بعد یوں اُسے ہاتھ بڑھا کر روکنے کی کوشش معارِج سکندر کر سکتا ہے۔پھٹتی بادامی آنکھیں لرز کر اُٹھیں اور اُن سیاہ گلاسز کے شیشوں میں اپنا عکس دیکھ کر اپنی بصارت کھونے لگیں۔

"ہیر!" وہ نام نہیں تھا، اَن گنت، اَن کہے جذبے تھے جو معارِج سکندر کے ہونٹوں سے اَدا ہوئے۔ اُس نام پر آیت کا دِل ساکن ہو کر لرز اُٹھا۔یہ نام، اِیسی روح کو چُھو کر جھنجھوڑتی پُکار جیسے زمانوں بعد اُسکے دِل اور اُسکی سماعتوں نے سُنی تھی۔

"یہ تم ہی ہو؟" اُسکی خاموشی پر آہستگی سے یوں سوال کیا گیا جیسے خدشہ ہو کہ اونچا سوال کرنے پر ہمیشہ کی طرح اُسکا تخیل تحلیل نہ ہو جائے۔وہ جو دِل سے کہیں نہیں گئی تھی، اُسکے ہاتھوں کی گرفت میں کیسے آگئی وقت کے ظالم چکر کے باوجود؟

"کیا آپ مِس آیت کو جانتے ہیں؟" آیت کے سپید پڑتے چہرے کو دیکھ کر سیف خود کو کہنے سے باز نہیں رکھ سکا اور اُس ایک سوال نے جیسے سب بدل دیا۔اُن دونوں زمانے سے بے خبر لوگوں کے گِرد پھیلتے فُسوں کا گھیرا مدہم پڑنے لگا۔آیت نے کسی خواب سے جاگ کر اپنا ہاتھ آہستگی سے چُھڑا لیا جبکہ معارِج سکندر نے تیزی سے اپنا رُخ اُسکی جانب سے پھیر لیا۔

"نہیں۔"اُس لفظی جواب پر آیتِ تطہیر کا کئی برسوں سے سنبھال کر رکھا نازک، کانچ جیسا زخم کھایا ہوا، چوٹ کھایا ہوا دِل ٹوٹ کر کِرچی کِرچی ہو کر معارِج سکندر کے قدموں میں ڈھیر ہو گیا مگر وہ ہمیشہ کی طرح بے خبر تھا۔سیف کو مزید کچھ کہنے کا موقعہ دیئے بغیر وہ تیز قدموں سے واپسی کے راستے کی جانب پلٹی۔وہ خالی دِل، خالی ہاتھ لوٹ رہی تھی کیونکہ یہ طے تھا کہ اُسکی کھو جانے والی چیزیں اُس تک واپس کبھی نہیں آتی تھیں۔اُسکو نگاہوں سے اوجھل ہوتے دیکھ کر سیف نے چہرہ پھیر کر معارِج سکندر کو بغور دیکھا۔

پچھلے دِنوں کی بات ہے

بَھلی سی ایک شکل تھی

نہ یہ کہ حُسن تام ہو

نہ دیکھنے میں عام سی

نہ یہ کہ وہ چلے تو کہکشاں سی رہ گُزر لگے

مگر وہ ساتھ ہو تو پھر بَھلا بَھلا سفر لگے

کوئی بھی رُت ہو اُس کی چَھب

فضا کا رنگ رُوپ تھی

وہ گرمیوں کی چھاؤں تھی

وہ سَردیوں کی دُھوپ تھی

نہ مُدتوں جُدا رہے

نہ ساتھ صبح و شام ہو

نہ رشتۂ وفا پہ ضِد

نہ یہ کہ اِذنِ عام ہو

نہ اِیسی خوش لِباسیاں

کہ سادگی گلہ کرے

نہ اِتنی بے تکلفی

کہ آئینہ حیا کرے
نہ اِختلاط میں رہے
کہ بد مزہ ہوں خواہشیں
نہ اِس قدر سُپردگی
کہ زِچ کریں نوازشیں
نہ عاشقی جُنون کی
کہ زندگی عذاب ہو
نہ اِس قدر کٹھور پَن
کہ دوستی خراب ہو
کبھی تو بات بھی خَفی
کبھی سکوت بھی سُخَن
کبھی تو کشتِ زعفراں
کبھی اُداسیوں کا بَن

سُنا ہے ایک عمر ہے

معاملاتِ دِل کی بھی

وصالِ جاں فزا تو کیا

فراقِ جاں گُسل کی بھی

سو ایک روز کیا ہوا

وفا پہ بحث چِھڑ گئی

میں عشق کو اَمر کہوں

وہ میری ضد سے چِڑ گئی

میں عشق کا اَسیر تھا

وہ عشق کو قفس کہے

کہ عمر بھر کے ساتھ کو

وہ بد تر اَز ہوس کہے

شجرِ حجر نہیں کہ ہم

ہمیشہ پا بہ گُل رہیں

نہ ڈور ہیں کہ رَسیاں

گلے میں مُستقل رہیں

مُحبتوں کی وسعتیں

ہمارے دَست و پا میں ہیں

بس ایک دَر سے نسبتیں

سگان با وفا میں ہیں

میں کوئی پینٹنگ نہیں

کہ ایک فریم میں رہوں

وہی جو مَن کا مِیت ہو

اُسی کے پریم میں رہوں

تمہاری سوچ جو بھی ہو

میں اُس مِزاج کی نہیں

مُجھے وفا سے بیر ہے

یہ بات آج کی نہیں

نہ اُس کو مُجھ پہ مان تھا

نہ مُجھ کو اُس پہ زُعم ہی

جو عہد ہی کوئی نہ ہو

تو کیا غمِ شکستگی

سو اپنا اپنا راستہ

ہنسی خوشی بدل دیا

وہ اپنی راہ چل پڑی

میں اپنی راہ چل دیا

بَھلی سی ایک شکل تھی

بَھلی سی اُس کی دوستی

اَب اُس کی یاد رات دِن

نہیں، مگر کبھی کبھی۔۔۔

(احمد فراز)

"وہ چلی گئی ہیں۔"اُسے معارِج سکندر کو یہ بتانا بے حد ضروری لگا کیونکہ وہ شخص محاورتاً نہیں حقیقتاً سانس روکے کھڑا تھا۔گہرا سانس لے کر سہارا نہ پاتے وہ لڑکھڑا کر گِرنے لگا تبھی سیف بوکھلا کر تیزی سے اُس تک آیا اور اُسکا مضبوط بازو نرمی سے تھام لیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اُسکے متفکر لہجے پر معارِج نے سَر جھٹک کر خود کو ڈپٹ کر لعنت کی اور پھر نفی میں سَر ہلا کر سیف کمال کا سامنے پھیلائے گئے بازو کو تھام کر خاموشی سے اُسکے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔وہ لوگ آیتِ تطہیر سے مُخالف سِمت جا رہے تھے۔معارِج سکندر کا وہ راستہ نہیں تھا جو آیتِ تطہیر تک جاتا تھا۔

"آپ جانتے ہیں مِس آیت کو۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد سیف نے اِس بار سوال کے بجائے یقین سے کہا۔

"اُونہوں!" وہ کم ہی اِیسے جواب دیتا تھا خصوصاً تب جب کسی بات سے پہلو تہی کرنا چاہے اور معارِج سکندر دِل کے معاملات کے ساتھ ہی بے نیازی برتتا تھا۔سیف اُسکے چہرے کے خاموش تاثرات کو چند لمحے غور سے دیکھتا رہا۔کچھ دیر پہلے کے تاثرات پورے پانچ سال کے بعد معارِج سکندر کے چہرے پر اُس نے دیکھے تھے۔اُس برف کی سِل میں دراڑ پڑی بھی تو کِس سبب سے؟

"مہمان کا کوئی سامان یہاں گُم ہوا ہے، تلاش کر کے پہنچا دینا۔" معارِج نے کچھ سوچ کر کہتے ہوئے سیف کو چونکا دیا۔وہ اِتنے یقین سے کہہ رہا تھا کہ سیف کو اثبات میں سَر ہلانا پڑا کیونکہ جانتا تھا معارِج سکندر غلط نہیں ہوتا تھا۔لوگوں کی چھ حسین ہوتیں ہیں مگر معارِج سکندر کی آٹھ حسیں تھیں جو اُسے قدرت نے دے کر سب میں ممتاز کر دیا تھا۔سیف کے ساتھ آگے بڑھتے قدموں میں پہلے جیسی تمکنت، مضبوطی اور اُٹھان نہیں تھی۔معارِج سکندر کے قدم مُضمحل ہو چُکے تھے۔

"دھیان رکھنا وہ سامان سُلطان کے ہاتھ نہ لگے۔" اُسکی اگلی بات پر سیف نے چہرہ پھیر کر اُسکے پھر سے برف ہو کر سپاٹ چہرے کو دیکھا۔

"اُس مطلبی انسان سے مُجھے کچھ بعید نہیں۔" معارِج کی بات سے گویا سیف کو سو فیصد اتفاق تھا مگر خیر! کیا کر سکتے ہیں آیتِ تطہیر کا سامان مطلبی سُلطان کے ہاتھ لگ چُکا تھا۔اُسی رات جب وہ اپنی جیپ لے کر باہر نکلا تھا۔

آیت یونہی ساکن سی اپنی جگہ بیٹھی رہی تبھی اُسکی روم میٹ عینی اندر آئی اور اُسکو کافی گھنٹے سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا دیکھ کر تشویش سے اُس تک آئی۔

"تم ٹھیک ہو آیت؟" وہ بہت باتونی لڑکی تھی اِسکا اندازہ آیت کو اِن دو دِنوں میں ہی ہو گیا تھا مگر آیت اُسکی باتوں اور سوالات میں سے کسی کا جواب نہیں دیتی تھی اِسی لیئے وہ بھی زیادہ آیت سے فرینک نہیں ہوئی مگر اپنی نرم طبیعت کے باعث اُسے یوں بیٹھا دیکھ کر اُس تک آنا پڑا۔آیت نے چونک کر چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"نرمی سے اُسکی پریشانی رفع کرنا چاہی۔

"پھر تم نے دوپہر اور رات کا کھانا کیوں نہیں کھایا۔اپنے ساتھ دُشمنی نہیں کرتے۔"اُسکے برابر بیٹھتے ہوئے اُس نے بڑوں کے سے انداز میں کہا۔

"بس بھوک نہیں تھی ابھی جا کر کچھ کھاتی ہوں۔"اُسکے انداز پر عینی اُسکو چند لمحے دیکھے گئی۔

"تھک گئی ہو؟" وہ سوال اِیسا تھا کہ آیت نے چونک کر اُسکو دیکھا۔وہ اِس سوال کی اُمید کسی اور سے نہیں رکھے ہوئے تھی۔اُسکو دیکھتے دیکھتے آیت نے نفی میں سَر ہلایا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں۔"عینی نے مزید کُریدے بغیر اُسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے تسلی دی۔کئی سالوں بعد جیسے اُسے کسی نے تسلی دی تھی مگر وہ اپنا دِل اندر سے پتھر اور بے نیاز کر کے بیٹھی رہی۔ اُسے یہاں کسی سے گُھلنا مِلنا نہیں تھا۔یہ جگہ اُسکا پڑاؤ تھا، مقام اور منزل نہیں۔

"اَب جا کر کچھ کھاؤ نہیں تو میس بند ہو جائے گا۔"عینی نے یاد آنے پر گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے کہا جبکہ آیت چارو ناچار اُٹھ کھڑی ہوئی۔اُسکا دِل بالکل بھی نہیں تھا مگر یہاں بیٹھ کر عینی کے سوالات کے جوابات نہیں دے سکتی تھی۔

میس میں جا کے تھوڑا سا کھانا کھا کر وہ اُٹھ کر ٹیرس میں چلی آئی۔مظفر آباد کی راتیں بھی دِن کی طرح بے حد خوبصورت تھیں مگر صرف اُنکے دِل جِن کے دِل غم اور ہر فکر سے آزاد ہوں یا پھر وہ جو اپنے غم کی نمائش نہ کرتے ہوں جیسے آیتِ تطہیر تھی۔بھاری ہوتے دِل سے سیڑھیوں پر بیٹھ کر چہرے پر پڑتی ٹھنڈی ہواؤں پر اُس نے تھکن سے بوجھل آنکھیں آہستگی سے بند کر لیں۔جاتی سردیوں کی شامیں اور راتیں اُسے بے حد پسند تھیں۔آنکھیں بند کرتے ہی کوئی سُنہرا، دِل کو جکڑتا منظر آنکھوں کے پار پھڑ پھڑانے لگا۔

✨"تمہیں کیا لگتا ہے ہمیں فن فیئر پہ جانا چاہیئے؟" پوری طرح تیار ہو چکی، آیت سے کم اَز کم صدف کو اِیسے بے تکے سوال کی اُمید نہیں تھی۔سیاہ حجاب نفاست سے سَر پر باندھے، سیاہ کلیوں والے فراک، چوڑی دار پجامے اور سیاہ ہیلز، ہلکا نیچرل سا میک اَپ کیئے بھی وہ نہ جانے کیوں گھبرائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔آج اُسکا دِل بے سبب پریشان ہو رہا تھا۔

"میری ماں! نہیں منع کرتی تمہاری چچی۔کونسا ہم رات کے کسی فنکشن میں جا رہے ہیں اور مت بھولو ہم فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی میں پڑھ رہی ہیں۔"یعنی وہ اُسے بتانا چاہ رہی تھی کہ اُسکی چچی کے شکوک و شبہات کی کوئی تُک ہی نہیں بنتی۔

"بات چچی کی نہیں ہے۔تم جانتی ہو میں منفی باتیں خود پر ہرگز نہیں لیتی۔میرے لیئے میری ذہنی صحت سب سے مُقدم ہے۔"اُسکے سنجیدہ لہجے پر صدف مُسکرا دی۔جانتی تھی کہ آیت کو منفی اور نااُمید ہو کر سوچنا، خود کو دوسروں کی وجہ سے لیٹ ڈاؤن کرنا سخت زہر کام لگتا تھا۔

"تو پھر مسئلہ کیا ہے اَئیرن لیڈی؟" صدف کے لیئے اُسکا اَپ رائیٹ کریکٹر سب سے الگ تھا۔وہ اُسکے کردار اور دِل کی مضبوطی کے سبب ہی اُسکی دوست تھی۔اُس نے آج تک اِتنے منفی اور مایوس کُن حالات میں کسی کو اِتنا مُثبت اور مضبوط نہیں دیکھا تھا، جِتنا آیتِ تطہیر تھی۔

"معلوم نہیں؟ دِل گھبرا رہا ہے میرا۔"وہ خود اپنی کیفیت نہیں سمجھ رہی تھی۔

"تم تیار کم ہوتی ہو نہ اِس لیئے اِیسے لباس میں اَن کمفرٹیبل فیل کر رہی ہو۔چلو اِس سے پہلے کہ ہم لیٹ ہو جائیں۔"صدف نے اُسکا کلچ تھماتے ہوئے زبردستی ہاتھ سے پکڑ کر اُسے کھینچا جبکہ آیت اپنی سیاہ چادر کو اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ کر آہستہ قدموں سے اُسکے ساتھ باہر آئی جہاں **'کریم'** اُنکے انتظار میں کھڑی تھی۔چچی پڑوس میں گئی ہوئی تھیں لیکن وہ پھر بھی اُنکو بتا چکی تھی۔ساری سوچوں کو جھٹک کر صدف کے برابر گاڑی میں بیٹھ گئی۔کچھ دیر بعد ہی **'کریم'** نے اُنہیں **'فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی'** کے مین گیٹ پر اُتار دیا۔وہ دونوں تیز قدموں سے اپنا کارڈ دِکھا کر اندر آ گئیں۔اندر جیسے رنگ و بُو کا سیلاب سمٹا ہوا تھا۔رنگ برَنگ کے دیدہ زیب لباس میں ساری لڑکیاں مُسکراتی، چہکتی،

قہقہے لگاتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہی تھیں۔ٹف پڑھائی سے ہٹ کر ایک دِن نے اُن سب کی گویا ساری کثافت دُور کر دی تھی۔اندر کا خوشگوار ماحول دیکھ کر آیت کی طبیعت قدرے بہتر ہونے لگی مگر پھر بھی دِل کا ایک کونا نہ جانے کیوں عجیب سا تھا۔

سارے گروپ کی دوستوں کے ساتھ ایک ایک سٹال پر جا کر گول گپے، چنا چاٹ اور کھاتے ہوئے وہ سب بھولنے لگی تبھی خود پر کسی کی نظروں پر چہرہ پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔گول گپے کی پلیٹ آہستگی سے ٹیبل پر رکھ کر اُس نے غیر محسوس انداز میں چادر اپنے گرد مضبوط کی کیونکہ وہ نظریں نئی اور مختلف تھیں۔وہ نظریں کسی لڑکی کی نہیں تھیں مگر وہ نظریں غیر آرام دِہ کر دینے والی بھی نہیں تھی۔گول گپے یونہی چھوڑ کر وہ جیسے ہی پیچھے ہوئی، صدف نے چونک کر اُسکے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ آیت اور گول گپوں کو بخش دے۔یہ ناممکنات میں سے تھا بھئی! صدف کی حیرت جائز تھی۔

"کیا ہوا؟" صدف نے اُسکو سٹول سے اُٹھتے دیکھ کر حیرانگی سے سوال کیا۔باقی سب گول گپے کے بعد آئس کریم والے سٹال کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

"تم آگے جاؤ۔میں بس آتی ہوں۔"ہونق ہوتی صدف کو کچھ بھی پوچھنے کا موقعہ دیئے بغیر وہ تیز قدموں سے اپنے بلاک کی جانب بڑھ گئی۔اِس سے پہلے کہ صدف اُسکے پیچھے بھاگتی، اُسکو میم نرمل نے آواز دے کر بُلا لیا۔

اپنے بلاک سے نکلتے اُسکے قدم لائبریری کی جانب تھے۔ہر طرف شور اور ہنگامہ تھا۔کلاسز میں لڑکیاں تصاویر بنانے میں مگن تھیں اِیسے میں لائبریری ہی سب سے پُرسکون جگہ ہونی تھی۔اپنے تمام تر وہموں کو جھٹک کر اُس نے لائبریری کا دروازہ کھولا۔اندر کوئی بھی نہیں تھا، لائبریرین تک نہیں ظاہر

ہے اُنکو بھی انجوائے کرنے کا پورا حق تھا۔خاموش لائبریری میں اُسکی سیاہ ہیل کی آواز چاروں جانب گونج رہی تھی۔کتابوں کے اونچے لمبے ریکس کے پاس سے ہو کر گُزرتے ہوئے وہ سیٹنگ آئیریا میں آ کر ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر جُھک کے اپنے پاؤں دیکھنے لگی۔اُسکے پیر ہیلز کے عادی نہیں تھے تبھی وہ اِس قدر تھک گئی تھی حالانکہ ابھی چند گھنٹے ہی ہوئے تھے۔اپنے پاؤں سہلا کر کسی اِحساس سے چونک کر اُس نے سَر تیزی سے اُٹھایا۔یوں لگا تھا کہ کوئی باہر سے اندر کودا ہوا مگر کہاں سے؟ اُسکی محتاط نظر تیزی سے لائبریری کی اونچی مگر بند کھڑکیوں تک گئی اور پھر خود کو ڈپٹ کر اُس نے سَر کرسی کی پُشت پر ٹِکا کے آنکھیں موند لیں۔شاید ہر وقت محتاط اور چوکنا رہنے کی وجہ سے وہ وہمی ہو رہی تھی۔ہر آہٹ پر چونک کر محتاط ہو جانا اُسکی عادت بنتا جا رہا تھا۔اِس عادت نے اُس جیسی مضبوط اعصاب کی لڑکی کو اندر باہر سے نڈھال کر دیا تھا۔وہ اِس بات سے بے خبر تھی کہ کسی کے محتاط، خاموش قدم دبے قدموں اُسکی جانب بڑھ رہے تھے۔مکمل سیاہ لباس میں ملبوس اُس شخص نے ہاتھ میں تھامی سئیلنسر لگی گن اپنی پینٹ کے ہُک میں ڈال کر لمبا سیاہ لیدر اوور کوٹ یوں آگے کیا کہ گن چُھپ گئی۔سیاہ-پی-کیپ کو نیچے کیے، سیاہ کپڑے کا ماسک چہرے کے گِرد لپیٹ کر وہ جیسے ہی کرسی سے سَر ٹِکا کر چہرہ اوپر کیے، آنکھیں موند کر بیٹھی لڑکی کے قریب آیا، اُسکے قدم زنجیر ہو گئے۔ماسک سے جھانکتی سیاہ گہری آنکھیں تحیر سے سیاہ حجاب کے ہالے میں مقید اُس چہرے کو دیکھنے لگیں جس پر کھڑکی سے آتی دُھوپ دھنک کی طرح منعکس ہو رہی تھی۔اُس سُنہرے چہرے سے ٹکرا کر دُھوپ سیاہ آنکھوں سے ٹکرائی اور تبھی اُس نے لرزتی، بند پلکوں کی باڑ سے آنسو پھسلتے دیکھے اور پھسل کر اُسکی کنپٹیوں میں جذب ہونے لگے۔بھیگ جاتی سیاہ لانبی پلکیں، کسی کی گہری نظر کے اِرتکاز پر لرز کر

کھلیں اور وہ دراز قامت شخص جو چہرہ جھکائے، اپنی سیاہ آنکھیں تحیر اور تعجب سے پھیلا کر اُسے دیکھ رہا تھا۔اُن کُھل کر بے یقینی سے پھیلتی، بھیگتی سُنہری آنکھوں کو دیکھ کر نہ سمجھ میں آنے والے طلسم میں خود کو جکڑا محسوس کرنے لگا۔وہ جو گرفتار کرنے کی نیت سے آیا تھا، خود گرفتار ہو گیا۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان کی بلندی سے فرشتوں کے دلچسپی اور تعجب سے جھانکتے جُھرمٹ نے سُنہری شعاع کی تھال اُلٹ دی ہو۔اُن سُنہری آنکھوں نے سیاہ اندھیر پڑی لائبریری اور جُھک کر کھڑے سیاہ شخص کو چندھیا کر یکسر سُنہرا کر دیا تھا۔اِس سے پہلے کہ وہ لرز کر چیختی، سُنہرے سے فُسوں نے اپنے پَر سمیٹ کر اُن سیاہ گہری مگر سَرد آنکھوں میں خود کو مُقید کر لیا۔

"چیخنا مت!" اپنے ماسک میں لپٹے چہرے کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر بے حد بھاری مگر مدہم لہجے میں تنبیہہ کر کے وہ پیچھے ہوا۔خوف سے کانپتی آیت تیزی سے سیدھی ہو کر اُٹھی۔یہ بھی یاد نہیں تھا کہ اُس نے ہیلز اُتار رکھی تھیں۔ننگے پاؤں کھڑے ہو کر اُس نے چادر اپنے گِرد دُرست کی جبکہ وہ سیاہ لباس اور ماسک میں ملبوس شخص اِحتیاط سے لائبریری کو دیکھ کر جیب سے اِس سے پہلے کہ کچھ نکالتا، آیتِ تطہیر وہی لمحہ غنیمت سمجھ کر تیز قدموں سے بھاگ کر دروازے کی جانب بڑھی۔چونک جاتے شخص نے اطمینان سے چہرہ پھیرا۔وہ جیسے اُسکی اِس حرکت کے لیئے تیار تھا تبھی ایک ہی جُست میں آگے بڑھ کر اُسکو بازو سے جکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔خوف سے آیت کی ہلکی سی چیخ برآمد ہوئی اور وہ جھٹکا کھا کر اُس شخص کے روبرو آنکھیں پھیلا کر اُسے دیکھنے لگی جسکی صِرف سَرد، برف کرتی گہری آنکھیں واضح تھیں۔اُن آنکھوں کے بدلتے تاثر پر وہ تیزی سے پیچھے ہوئی مگر مقابل کی گرفت مضبوط تھی۔

"محترمہ! میرا اِرادہ آپ کو نقصان پہنچانے کا نہیں ہے۔" اُسکی بڑھتی مزاحمتوں پر اِس بار اُس نے پہلا مکمل جملہ بول کر آیت کو ساکن کر دیا۔ وہ لہجہ بے حد شائستہ، نرم مگر بے حد سنجیدہ اور بھاری تھا۔ اُس شخص کی آواز عام مَردوں کی نسبت بے حد بھاری اور گونج والی تھی۔ دائیں ہاتھ سے اُسکا بازو نرمی گرفت میں یونہی تھامے اُس نے بائیں ہاتھ کی اُنگلیوں میں تھامی تصویر اُن ششدر سُنہری آنکھوں کے سامنے لہرائی۔

"یہ آپ ہیں؟" وہ جو آنکھیں پھاڑے اُسکو ہی خوف سے گھورے جا رہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے کچھ آنے پر چونکی۔ آنکھیں جھپک کر اُسکی نگاہ تصویر سے ٹکرائی اور خوف سے دھڑکتا دِل لرز کے سُکڑ کر پھیلا۔ ماسک والے شخص نے لمحے بعد تصویر اُسکی آنکھوں کے مقابل سے ہٹا لی۔ اَب وہ خود واضح تھا۔

"یہ آپ کی تصویر ہے؟" اُسکے خوف سے سپید پڑتے اور لرزتے وجود کو نظرانداز کر کے پِھر سے تصدیق چاہی گئی حالانکہ اُس چہرے سے سب واضح تھا۔

"میں نے نہیں لی مگر میں یہ جاننا چاہتا ہوں یہ کِس نے لی ہے؟" اُن آنکھوں میں خوف اور دہشت کے سائے گہرے ہو کر پھیلتے دیکھ کر اُس نے وضاحت دی حالانکہ اُسے وضاحت دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ آیت کی لرزتی پلکیں اُس سائیڈ پر ابھی تک ہوا میں لہرا کر رکھی تصویر تک گئیں۔ وہ آیتِ تطہیر کی ہی تصویر تھی مگر اُسکا چہرہ واضح نہیں تھا۔ کوئی بھی جاننے والا اُسے پہلی نظر میں پہچان لیتا اور یہ بھی جان لیتا کہ یہ تصویر اُسکی بے خبری میں اِسی جامعہ میں لی گئی ہے۔ مہرون لباس میں کھڑی چہرہ پھیرے وہ جامعہ کی اونچی دیوار پر بیٹھی بلی کے آگے کھانے کو کچھ رکھ رہی تھی۔

"لیڈی! ایم ناٹ آ اسٹاکر۔" تصویر سے ہو کر خود تک آتی نظروں پر ایک بار پھر اُن گہری سیاہ آنکھوں کے مالک شخص نے غیر آرام دِہ ہو کر وضاحت دی۔ تیزی سے نفی میں سَر ہلا کر پیچھے ہوتی آیت نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو اُس نرم گرفت سے چھُڑوا لیا۔

"آ۔۔۔آپ کون ہیں؟" اُسکے لڑکھڑاتے لہجے کے سوال پر وہ شخص تصویر اپنے لانگ کوٹ کی جیب میں رکھ کر اُن ساکن آنکھوں کی جانب فرصت سے متوجہ ہوا۔

"میں۔۔۔محافظ ہوں۔" شروع میں رُک کر لفظ تلاش کے اُس نے سادگی سے کہا جبکہ سُنہری آنکھیں جیسے اُس جواب پر مطمئن نہیں ہوئیں۔ایک انجان، مشکوک، غیر مَرد ویمن یونیورسٹی کے فن فیئر والے دِن خاموش اور ویران لابریری میں سیکورٹی کے باوجود کیسے گھُس آیا؟

"کِس کے؟" اَب اِس سوال میں کوئی لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔اُسکا ہمیشہ والا اعتماد بحال ہو گیا تھا تبھی قدرے دُور ہو کے تن کر سوال کیا جبکہ اُسکے سوال پر مقابل لاجواب ہو کر لمحے بھر کے لیے خاموش ہو گیا۔

"فلحال تو اِس کا۔" دوبارہ سے جیب میں سے تصویر نکال کر اُسکے سامنے لہراتے ہوئے جواب دیا جبکہ آیت کو پریشانی گھیرنے لگی۔اُسکی بے خبری میں کِس نے اُسکی تصویر لی؟ کون اُس پر نظر رکھے ہوئے تھا؟ سامنے کھڑا شخص کون تھا؟ سچا یا جھوٹا یا محافظ؟ ایک مُلاقات وہ بھی اِتنی بے یقینی اور دہلا دینے والی اِس میں یقین کر لینا ناممکن تھا اِس بات کی خبر نقاب میں موجود شخص کو بخوبی تھی۔

"آیت۔۔۔"اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، دروازے کے پاس سے اونچی آواز کی پُکار پر دونوں نے بیک وقت دروازے کی جانب دیکھا اور پھر اُسکو سمجھنے کا موقعہ دیئے بغیر آیت بھاگ کر دروازے تک گئی اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر پلٹ کر اُسکو دیکھا جو روشنی چہرے پر پڑتے ہی تیزی سے رُخ پھیر کھڑکی کی جانب ہوا اور ایک نظر اُن سیاہ ہیلز پر ڈال کر وہ ایک جُست میں لائبریری کی اونچی جُھکی کھڑکی سے چھلانگ لگا کر باہر کود گیا۔اُس چھلانگ پر آیت کہ چیخ بے ساختہ تھی۔اُسکی چیخ پر صدف تیزی سے اندر آئی اور اُسے دروازے کے پاس بُت کی طرح ایستادہ دیکھ کر چونک گئی۔

"کیا ہوا آیت؟" اُسکو یوں ننگے پاؤں، خوفزدہ کھڑا دیکھ کر اُسکا چونکنا بنتا تھا۔

"ہاں! کچھ نہیں۔۔۔"کرنٹ کھا کر اُس نے اندر آتی صدف کو دیکھا اور پھر سنبھل کر لرزتے قدموں سے اندر آ کر اپنے ہیلز تیزی سے پہن کر ایک مُحتاط نظر کھڑکی پر ڈالی اور پھر صدف کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے باہر نکلی۔

"ہوا کیا ہے تمہیں؟" اُسکے ساتھ تیزی سے کھنچتی صدف نے کوئی چوتھی دفع اُس سے سوال پوچھا جِسکا ایک بار بھی جواب نہیں آیا۔

"میں تمہیں کہہ رہی تھی نہ کہ مُجھے لگتا ہے کوئی میرے تعاقب میں ہے؟" لڑکیوں کے ہجوم میں رُک کر سانس لیتے ہوئے اُس نے جیسے اپنی بات دُہرائی جبکہ صدف ماتھا پیٹ کر رہ گئی۔

"یا اللہ! پھر وہی بات۔یہاں کون تمہارے تعاقب میں آئے گا اور کیسے؟" اُسکے پریشان سوال پر آیت کی پلکیں لرز کر جُھکیں۔شک اُس شخص پر نہیں گیا تھا۔وہ نظریں آج خود پر اُس نے پہلی بار محسوس

کی تھیں جبکہ پچھلے پندرہ دِن سے خود پر جو وہ گاہے بگاہے مشکوک نظریں محسوس کرتی آ رہی تھی، وہ اور تھیں۔ اُسکا دِل پریشانی اور خوف سے پھٹ جانے کے قریب تھا۔

"مُجھے جامعہ کے باہر بھی لگتا ہے کوئی میرا پیچھا کر رہا ہے۔"اَب کے اُسکی آواز مدھم ہوئی اور صدف چونک گئی۔ یہ بات وہ اُسے پہلی بار بتا رہی تھی ورنہ تو وہ ہمیشہ جامعہ میں ہی کہتی تھی۔

"اور یہ بات تم مجھے اَب بتا رہی ہو، پاگل لڑکی۔"صدف اِتنی زور سے پریشانی سے مغلوب چلائی کہ کئی لڑکیوں نے چہرہ پھیر کر اُن سب کو دیکھا۔

"آہستہ!" اُسکا ہاتھ جھٹک کر کھینچتے ہوئے اُس نے اِحتیاط سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

"تم نے کسی کو بتایا؟" صدف کو واقعتاً تشویش گھیرنے لگی۔ یہ بات کوئی عام نہیں تھی۔

"کِس کو بتاؤں؟" اُسکے اُلٹے سوال پر صدف گہرا سانس بَھر کر رہ گئی۔

"کوئی خطرناک شخص بھی ہو سکتا ہے۔"صدف نے کچھ سوچتے ہوئے بڑبڑا کر کہتے ہوئے آیت کو مزید خوفزدہ کر دیا۔

"اَب کیا کریں آیت۔ تمہارا تو کوئی محافظ بھی نہیں ہے۔"صدف نے اُسکے دونوں ہاتھ مُحبت اور اِضطراب سے تھام لیئے جبکہ لفظ **'مُحافظ'** پر آیتِ تطہیر کی دَھڑکن سُست پڑنے لگی۔

"مُجھے باہر کا خوف نہیں ہے۔ یہاں جامعہ میں کوئی مُجھ پر نظر رکھے ہوئے ہے یہ بہت خوفزدہ کر دینے والا اِحساس ہے صدف۔"وہ جیسے اپنی کیفیت سمجھا نہیں پا رہی تھی مگر صدف اُسکو سمجھ سکتی تھی۔

"چلو پریشان نہ ہو۔اِسکا بھی کچھ حل نکالتے ہیں۔" تیزی سے کہہ کر صدف اُسکو سوچنے سمجھنے کا مزید موقعہ دیئے بغیر کھانے کے سٹال کی جانب بھگا لے گئی۔جانتی جو تھی کہ چٹ پٹے اور مرچوں والے کھانے میں آیتِ تطہیر کی جان بستی ہے اور وہ سہی تھی۔کچھ دیر بعد وہ دونوں دُنیا مافیا سے بے خبر بھاگ کر کبھی فاسٹ فوڈز کے سٹال پر کریں تو کبھی گول گپے والے کے پاس۔

"یہ سامان یقیناً اُس لڑکی کا ہے۔" دلاور نے اُسے سیاہ رنگ کا پیک بیگ ٹیبل پر رکھتے دیکھ کر یقین سے کہا جبکہ سُلطان نے تاسف سے اُسکو دیکھ کر نفی میں سَر ہلایا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"تمہیں کہا بھی تھا چیک کر لو ہو سکتا ہے اُس لڑکی کا ضروری سامان ہو مگر تم۔۔۔" آگے کچھ سخت کہنے سے اُس نے خود کو بامُشکل روک کر رکھا جبکہ دِلاور ڈھیٹوں کی طرح مُسکرا کر باہر نکل گیا کیونکہ جانتا تھا کہ اگر مزید چند لمحے یہاں رُکا رہا تو سُلطان خان کا ہاتھ اُٹھتے دیر نہیں لگنی تھی۔اُسکو جاتے دیکھ کر اُس نے چند پل کچھ سوچا اور پھر خود پر لعنت بھیج کر اُس بیگ کے سامنے کی چھوٹی زِپ کھولی۔بغیر اندر جھانکے اُس نے ہاتھ اندر ڈالا اور پھر ہاتھ میں آتا چھوٹا سا پرس کھینچ کر باہر نکال لیا۔ وہ سیاہ رنگ کا ہاتھ سے بنایا گیا کلچ تھا جس پر گولڈن دھاگے سے **'آیتِ تطہیر'** لکھا تھا۔لمحے بھر کو اُس نام کو دیکھ کر اُسکے دِل کی دھڑکن تھمی اور پھر اُس نے ٹرانس میں اُس نام پر انگلیاں پھیریں۔سَر جھٹک کر پرس دوبارہ سے اندر اُس نے اِیسے پھینکا جیسے عفریت ہو اور اُٹھ کھڑا ہوا۔اُسے معارِج سکندر کو اُسکے سب سے کمزور، حساس اور دِل گرفتہ پہلو سے نہیں کُریدنا تھا۔سب جھگڑے اور اِختلاف اپنی جگہ تھے اور عورت کا مقام اپنی جگہ۔بیگ ہاتھ میں تھامے وہ تیز قدموں سے باہر آیا۔اُسے یہ

بیگ جلد از جلد اِسکے مالک کے ہاتھ پہنچانا تھا۔ پُرانے وئیر ہاؤس کی نسبت **'سُلطان خان'** کا اونچے پہاڑوں پر بنا پورے مُظفرآباد سے الگ تھلگ پُرانے طرز پر بنی خوبصورت حویلی بہت شاندار تھی۔ یہاں کسی ذی روح کا گُزر نہیں تھا۔ گاؤں کے بہت سے لوگوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جنگلوں اور پہاڑوں کو پار کر کے ایک عالیشان محل نما حویلی بھی کئی سالوں سے یہاں شان سے سَر اُٹھائے کھڑی ہے۔ سُلطان کی جیپ دُھول اُڑاتی ہوئی پہاڑوں کے دُشوار گُزار اور کھٹن راستوں سے ہوتی ہوئی نیچے آبادی کی جانب دوڑ رہی تھی تبھی اُسکا موبائل بجا۔ سکرین پر **'سیف'** کا نام جگمگاتے دیکھ کر اُسکے خوبصورت چہرے کے نقوش بگڑے۔ ایک تو اِس تقسیم ہوئے شخص کو ذرا چین نہیں تھا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟" سلام دُعا کے بجائے پھاڑ کھاتے انداز پر سیف نے سیل فون تیزی سے پیچھے کیا۔

"کاٹ کھانے کو کیوں دوڑ رہے ہو؟" سیف نے کان میں انگلی ڈال کر گُھماتے ہوئے اطمینان سے خیریت کی طرح سوال پوچھا۔

"تکلیف بتاؤ، سیف کمال! جانتا ہوں تمہارے مالک کو چین نہیں ہے۔" وہ بھی سیف کمال کو تپانے سے کہاں بعض آ سکتا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" گاڑیوں کے ہارن پر وہ سمجھ گیا کہ سُلطان کہیں باہر ہے مگر سُن گُن لینا ضروری سمجھا۔

"تم میرے نہیں اُس اندھے کے سیکرٹری ہو۔ خبر بھی اُسکی ہی رکھو۔"تڑخ کر کہتے ہوئے کھڑاک سے سیل فون پسنجر سیٹ پر پھینک کر گاڑی کی سپیڈ تیز کی مگر پھر جنگل کی جانب سے گزرتی لڑکی کو دیکھ کر تیزی سے بریکس لگائی۔وہ پاگل لڑکی رات کے سات بجے سڑک پر کیا کر رہی ہے؟

پیچھے گرے ہُڈ کو اچھی طرح سَر پر جما کر وہ تیزی سے گاڑی کی ہیڈ لائٹس جلا کر دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ آہٹ اور تیز ہوتی روشنیوں پر دہل کر وہ تیزی سے پلٹی۔نہ جانے اُسکی زندگی میں کچھ نارمل اور مثبت کیوں نہیں ہوتا تھا؟ قدموں کی آواز قریب آتے محسوس کر کے وہ تیزی سے پیچھے کو ہوئی مگر تب تک مقابل اُسکے عین سامنے آ رُکا تھا مگر یوں کے آیتِ تطہیر کو اُسکا چہرہ تیز روشنیوں کے ہالے میں نظر نہیں آ رہا تھا۔

"یہ تفریح کرنے کا کونسا وقت ہے؟" وہ آواز بھاری نہیں مگر بے حد سَرد اور طنزیہ تھی۔ آیت کا خون اُس لہجے پر منجمند ہونے لگا۔

"آپ۔۔۔ آپ اپنا راستہ ناپیں۔"کانپتی آواز نے جیسے اُسے صاف ہری جھنڈی دِکھائی گئی۔سیاہ گھنی بھونیں اُس کمزور دیدہ دلیری پر اکھٹی ہوئیں۔

"اپنا سامان ڈھونڈنے کے لیے یہ کون سا وقت ہے؟" اَب کے اُس سوال پر آیت نے کرنٹ کھا کر چہرہ اُٹھایا۔لمحے بَھر کو اُسکے رونگٹے کھڑے ہوئے۔یہ طے تھا کہ اُسکی زندگی کبھی نارمل نہیں ہو سکتی۔

"ک۔۔۔کون ہیں آپ۔۔؟" لہجے کی لڑکھڑاہٹ چھپائے نہیں چُھپ سکی تھی۔ سُلطان خان کو اَب بے زاری گھیرنے لگی۔ کچھ کہے بغیر تیز قدموں سے وہ واپس اپنی جیپ تک گیا اور پھر پسنجر سیٹ کی کُھلی کھڑکی سے وہ سیاہ بیگ اُٹھا کر اُس تک آیا جسے تیز روشنی میں کچھ سُجھائی نہیں دے رہا تھا۔

"یہ آپ کا سامان!" اُسکا بیگ سامنے لہرا کر اُس نے آیتِ تطہیر کو پہلے ششدر کیا اور پھر اُسکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ آنکھوں پر شیڈ کی طرح ہاتھ رکھ کر اُس نے دوسرے ہاتھ سے بیگ سُلطان خان نے ہاتھوں سے جُوش سے جھپٹ لیا۔

"یا اللہ!" اپنے بیگ پر ہاتھ پھیر کر بے یقینی اور خوشی سے مغلوب ہو کر اُس نے بیگ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر سینے سے لگا لیا جبکہ سُلطان خان کے اُٹھے دونوں ہاتھ پہلو میں آ گِرے۔ سبز آنکھیں حیرت بھری دلچسپی سے اُس لڑکی کا اِتنی بےضرر سی بات پر جوش و خروش دیکھ رہی تھیں۔

"تم معارِج سکندر کو جانتی ہو؟" حقیقت کا اِدراک ہوتے ہی اُس نے خود کو جھٹک کر سوال کیا جبکہ اُس سوال پر سختی سے ہاتھوں میں بھینچ رکھا بیگ ہاتھوں کے بے دِم ہونے پر پہلو میں آ گِرا۔ اندھیرے اور چندھیاتی خاموشی میں وہ بھی سامنے کھڑی ساکن لڑکی کے تاثرات نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دیکھ لیتا تو جان سے جاتا۔ سنبھل کر تیزی سے جُھک کر اُس نے اپنا بیگ اُٹھا کر کانپتی مگر مضبوط گرفت میں پکڑا جیسے دوبارہ اِس بیگ کو کھونے کا اُسکا کوئی اِرادہ نہیں ہو۔

"نہیں!" نہ دیکھنے کے باوجود بھی وہ خود پر سوالیہ نظریں محسوس کر سکتی تھی سنبھل کر بولی جبکہ سُلطان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ اُسکا قہقہہ عجیب مصنوعی اور کھوکھلا سا لگتا تھا جسے بوکھلاہٹ اور لرزاہٹ کے باوجود آیت نے پرکھ لیا۔

"اُس کمینے سے بھی پوچھا تو یہی جواب آیا تھا۔" بڑے اطمینان سے آیت کے قدموں کے نیچے سے زمین گھسیٹ کر کھینچ لی گئی۔

"کیا کوئی معاہدہ کر رکھا ہے کہ کوئی آشنائی کا پوچھے گا تو صاف مُکر جائیں گے؟" وہ شخص دِل جلانے کے فن سے آشنا تھا۔ سُرخ پڑتے چہرے کے ساتھ آیت نے بہت سے جذبات اپنے اندر ہی دبا لیے جس میں سرِ فہرست شدید طیش تھا۔ اِس مقابل شخص نے اُسکا سامان ڈھونڈ کر دیا تھا۔

"میں نے جان بھی بچائی تھی۔ اِسی جنگل میں آپ کی۔" وہ جیسے اُسکا ذہن پڑھ گیا تھا تبھی محظوظ ہو کر ٹکڑا لگایا جبکہ آیت چونک گئی۔ بغور اُسکو دیکھنا چاہا مگر روشنی نے ایک نقش بھی واضح نہیں ہونے دیا۔

"آپ نے مجھے اُس دِن۔۔۔ یہاں سے۔۔" طیش کی جگہ ممنونیت نے لے لی جبکہ اُسکے لہجے اور انداز کے بدلاؤ پر سُلطان خان کی دلچسپی مزید گہری ہونے لگی۔ سامنے کھڑی لڑکی سے پہلو تہی کرنا آسان نہیں تھا تو پھر معارِج سکندر کیسے کر رہا تھا، کیوں کر رہا تھا؟؟

"جی! میں نے آپ کو۔۔۔ اُس دِن۔" اُسی کے انداز میں تصدیق کی گئی یعنی اُسکو اُس دِن سفیر شہزاد اور اُن لنگڑ بھگوں سے بچانے والا یہی شخص تھا۔ وہ ایک بار پھر اُس شخص کی مقروض ہو گئی تھی۔ اُٹھی ہوئی گردن ایک دَم جُھکی۔ انداز میں پہلے والی تُند خوہی اور بےزاری نہیں تھی جبکہ اُسکے بدلتے انداز پر سُلطان خان کو کچھ بہت اندر تک مُضطرب کر گیا۔

"آپ کا بے حد شکریہ!" چہرہ جُھکائے آہستگی سے کہہ کر وہ بیگ کو مضبوطی سے تھامے اُسکے برابر سے ہو کر نکلی جبکہ سُلطان پلٹ کر اُسکو جاتے دیکھنے سے خود کو بعض نہیں رکھ سکا۔ کچھ اَن دیکھا سا تھا

اُس دُور جاتی ہوئی لڑکی کی ذات میں جو اپنی جانب پوری قوت سے کھینچ کر باندھتا تھا تبھی تو اِتنے سال گُزرنے جانے کے باوجود معارِج سکندر جیسا اڑیل شخص اپنا دِل اُس لڑکی کے باندھے حصار سے آزاد نہیں کروا سکا تھا۔

وہ دونوں جامعہ سے واپسی پر بھی سارا راستہ اِحتیاط سے اِدھر اُدھر دیکھتی آئی تھیں۔'کریم' نے پہلے آیت کو اُسکے گھر اُتارا جو صدف کی ہدایت پر تیزی سے اندر چلی گئی جبکہ صدف کو لے کر 'کریم' اگلی گلی کی جانب بڑھ گئی جہاں صدف کا گھر تھا۔اندر آ کر کمرے کا دروازے سختی سے بند کر کے ہیلز پھینک کر وہ بے دَم سی بستر پر گِر گئی۔یہ اِحساس کہ کوئی اُسکے تعاقب میں پچھلے پندرہ دِن سے تھا اَب تصدیق پا چُکا تھا اور بہت ہی خطرناک اِحساس تھا۔وہ اُسکی تصویر کِس نے کھینچی ہو گی؟ اُس انجان شخص کے پاس کیسے آئی؟ وہ اُس تصویر کے بارے میں اُس سے کیوں پوچھ رہا تھا حالانکہ آیت کا حق تھا پوچھنا وہ تصویر اُسکی جو تھی مگر کیوں؟؟

پھٹتے دماغ کے ساتھ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے اُس نے حجاب آہستگی سے کھول کر اُتار کر بستر پر رکھا اور بال ایک جھٹکے سے کھولے۔سیاہ اور اخروٹی رنگ کے گھنے سیاہ بال اُسکی پُشت سے ہوتے ہوئے بستر پر بکھر گئے۔اُسکی آنکھوں کی طرح اُسکے بال سُنہرے نہیں تھے البتہ دُھوپ پڑنے پر اُنکا اخروٹی رنگ مزید نمایاں ہو جاتا تھا۔سَر دونو ہاتھوں میں گِرائے وہ اپنے مسائل کا حل سوچ رہی تھی مگر کوئی حل سوجھ ہی نہیں رہا تھا۔تبھی دروازے پر دَستک ہوئی اور وہ اپنی جگہ سے اُچھل کر کھڑی ہوئی۔دِل اُس اچانک پڑتی افتاد پر کانوں میں آ کر دَھڑکنے لگا۔

"ک۔۔کون؟" اپنی آواز بامُشکل سنبھال کر آہستگی سے دروازے کے قریب آئی جبکہ دروازہ پھر ایک بار زور سے دَھڑدھڑایا گیا۔

"مہارانی صاحبہ! میں ہوں۔"چچی کی پاٹ دار آواز پر اُس نے ماتھے پر چمکتے ننھے پسینے کے قطروں کو ہتھیلی سے پونچھ کر دروازہ کھولا۔سامنے کھڑی کوثر چچی نے اُسے سَر تا پا سَرد نظروں سے گھورا۔

"کہاں مَر کھپ گئی تھی؟" اُنکے سوال پر گہرا سانس لے کر بغیر جواب دیئے وہ پیچھے ہوئی۔

"کچن کا سارا کام میں نے جانے سے پہلے کر دیا تھا اِس لیے میرے اوپر چیخنے سے بہتر ہے اپنی بیٹیوں کو بھی کام کرنے کا کہیں۔"اُسکے صاف ٹھنڈے ٹھار انداز پر کوثر چچی نے اُسے تلملا کر دیکھا۔مجال ہے جو یہ فتنی اُنہیں کچھ کہنے کا موقع دیتی۔

"تمہارے چچا کو پیسے چاہیئے۔پورا گھر تلپٹ کر کے رکھا ہوا ہے۔"اپنا مطلب نکلوانا تھا تو لہجہ خود بخود دھیما ہوا۔جبکہ اُنکو جھاگ کی طرح بیٹھتے دیکھ کر آیت کی ہنسی بےساختہ تھی۔

"آج کتنے پیسے ہار آئے ہیں؟" الماری کی جانب بڑھتے ہوئے اُسکا لہجہ سرسری سا تھا جیسے چچا کے پیسے ہارنا، چچی کا پیسے مانگنا اور اُسکو پیسے دیتا رہنا کوئی معمول کا حصّہ ہو۔کئی سال پہلے کہ ہوئے تماشے کے بعد وہ بغیر کچھ کہے پیسے دے دیتی تھی۔

"اَب تم حساب رکھو گی؟" اُنکے سوال پر الماری سے سفید لفافہ نکال کر اُنکی جانب بڑھتی آیت مُسکرا دی۔

"نہیں! اندازہ لگانا ہے کہ وہ دِن کتنا دُور ہے جب چچا اپنی بیٹیوں اور مجُھے ہار آئیں گے۔"اُسکی بات پر لفافہ تھامتی کوثر بیگم کا چہرہ پھیکا پڑا۔

"اِیسا دوبارہ نہیں ہو گا۔"اُنکے بے یقین لہجے پر لمحے بھَر کو آیت کو اُن پر بھی ترس آنے لگا۔وہ اپنے شوہر کی ستائی ہوئی تھیں اُسکا کیا بگاڑ لیتیں۔

"اِیسا نہ ہو اِسی لیے میں بغیر کوئی سوال جواب کیے پیسے آپ کو دیتی ہوں لیکن یاد رکھیئے گا کوثر چچی! چچا کے جِن سے تعلقات ہیں وہ ہارنے والے سے ہر بار رقم نہیں وصولتے۔"اُسکے لہجے میں بہت کچھ جتاتا ہوا تھا جبکہ کوثر بیگم کو بالکل چُپ لگ گئی۔وہ کچھ غلط نہیں کہہ رہی تھی تبھی تو اِس گھر کی چاروں عورتیں کسی بھی ناخوشگوار حادثے کے لیئے ہر وقت تیار رہتی تھیں۔لفافہ مضبوطی سے تھام کر کوثر بیگم مُضمحل قدموں سے اُسکے کمرے سے باہر نکل گئی۔پہلے والی مضبوطی اُنکے قدموں میں نہیں رہی تھی جبکہ آیت گہرا سانس لے کر وضو کرنے واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

"اپنی ڈگریاں اور سی-وی لے کر وہ مظفرآباد کے کالج آ گئی۔وہ صرف لڑکیوں کا کالج تھا مگر وہاں میل سَر بھی تھا۔ایک دھڑکا اُسکے ساتھ یہاں بھی سفر کرتا ہوا آ رہا تھا۔اخبار میں لکچرر کا اشتہار دیکھ کر ایم-اِیس کی ٹاپر آیت نے اپنی قسمت یہاں آزمانے کا سوچا۔یہاں اگر کچھ عرصے پناہ لینی ہی تھی تو اپنا پورا بندوبست بھی کر کے رکھنا تھا۔پرنسپل سے مِل کر مثبت اِشارہ ملتے ہی وہ ہلکے پھُلکے دِل کے ساتھ پرنسپل آفس سے نکل آئی۔بہت سے مسئلوں میں سے ایک مسئلہ حل ہو گیا تھا۔آفس سے نکل کر پُرسکون کالج کی راہداریوں سے گزرتے ہوئے اُسے اپنا زمانہ یاد آنے لگا۔یقیناً سب بچوں کی کلاسز

ہو رہی تھیں ورنہ یہاں ایک کہرام بپا ہوتا۔یونہی راہداری کا مُڑ مُڑتے ہی اُسکی نگاہ پارکنگ لاٹ میں رُکی گاڑی میں سے نکلتے شخص سے ٹکرائی۔وہ وہی تھا، معارِج سکندر۔ہمیشہ کی طرح سیاہ گلاسز آنکھوں پر ٹِکائے۔سفید دھاریوں والی سیاہ شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس۔سیف نے اُسکے برابر کھڑے ہوتے ہوئے اُس سے کچھ کہا تھا تبھی اُسکے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی۔وہ مُسکراہٹ دیکھ کر کوئی بھی اپنے عمروں کے خسارے بُھول سکتا تھا مگر آیتِ تطہیر کے رُکتے دِل کو وہ سارے خسارے ایک ایک کر کے یاد آنے لگے۔وہ یہاں کیا کر رہا تھا، کیوں آیا تھا جیسے سوالات اُسکے ذہن سے مخفی ہونے لگے تبھی راہداری کے آخری سِرے سے آتی لڑکی کی ٹکر اُس سے لگی اور اُس نے چونک کر چہرہ پھیرا۔

"ایم سوری!" وہ لڑکی اُسکو لڑکھڑاتے دیکھ کر ندامت سے کہنے لگی۔

"کوئی بات نہیں!" بامُشکل چہرے کے تاثرات سنبھال کر مُسکراتے ہوئے کہہ کر وہ تیزی سے پلٹی اور پھر سیڑھیوں طے کر کے نیچے اُتر کر پارکنگ لاٹ کے قریب سے گزرنے لگی۔

"مِس آیت! آپ یہاں؟" وہ جو تیز قدموں سے آگے بڑھنے لگی تھی، سیف کمال کی پُکار پر تلملا کر رہ گئی۔

"جی! میں، اَب آپ مُجھے جانتے ہیں تو اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب، جہاں، جِس وقت دیکھیں گے پکار کر راستہ روک لیں گے۔"بغیر کسی لحاظ کے پلٹ کر جواب دیا گیا جبکہ سیف سلام دُعا کے بجائے اِس جوابی حملے پر ناسمجھی بھری حیرت سے پیچھے ہوا جبکہ اُس آواز پر معارِج سکندر نے پلٹنے کی غلطی نہیں کی۔اُس آواز پر ایک بار پہلے پلٹ کر پتھر کا ہوا تھا دوبارہ یہ غلطی نہیں کی جا سکتی۔اُس چہرے کو دیکھنا عمر کو روگ لگا چُکا تھا۔آنکھیں پتھر ہوئی تھیں وجود بچا کر رکھنا ہی تھا۔سنجیدہ نظر

بوکھلاتے، حیران سے کھڑے سیف سے ہوتی اپنی جانب پُشت کیئے کھڑے شخص تک گئی جو سیف کمال سے قدرے سائیڈ پر چہرہ گاڑی کی سمت کیئے، گاڑی کے کُھلے دروازے کے اوپر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

"ایم سوری! اگر آپ کو بُرا لگا ہو۔" سیف حقیقتاً شرمندہ لگ رہا تھا۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس پر کسی نے گڑھوں پانی پھینک دیا ہو۔

"بالکل بُرا لگا ہے۔آپ لوگوں نے میرا خیال کیا، مُجھے اَمان دی میں آپ سب کی بہت احسان مند ہوں مگر مُجھے دوبارہ مت آواز دیجیئے گا۔" وہ جیسے ناک تک عاجز آئی بیٹھی تھی۔ہونق ہوتے سیف نے شرمندگی اور ناسمجھی سے مغلوب ہو کر تیزی سے اثبات میں سَر ہلایا۔اُسکے برابر کھڑے شخص پر بِنا دوسری نظر ڈالے وہ تیز قدموں سے پلٹ کر کالج کا دروازہ پار کر گئی تھی۔سیف نے قدرے پیچھے ہو کر معارِج سکندر کے چہرے کو دیکھا۔

"کیا آپ واقعی مِس آیت کو نہیں جانتے؟" لمحے کی خاموشی کے بعد اُسکے ساکن وجود میں جُنبش سیف کمال نے کی جبکہ گہرا سانس لے کر معارِج اُسکی جانب پلٹا۔گاڑی کا دروازہ اَب تک تھام رکھا تھا۔

"کیا سٹام پیپر پر لکھ کر دوں؟" اُسکے بے تاثر سوال پر سیف نے اُسے بغور دیکھا۔اُسکی گلاسز نے وہ آنکھیں چُھپا رکھی تھیں جو کبھی جذبوں اور گہرائی سے لبریز ہوا کرتی تھیں۔

"لکھ کر دیں تب بھی نہیں مانوں گا۔" سیف نے اِس بار بات ختم نہیں کی بلکہ اپنے موقف پر اَڑ گیا۔ معارِج پہلی بار اُسکے انداز پر چونکا۔

"اُس خندق والی زُبان کے مالک سُلطان کے ساتھ گھوم پھر کر تمہاری بھی زُبان تیز ہو گئی ہے، نہیں؟" معارِج کا لہجہ سخت ناگوار تھا جبکہ سیف نے مُسکراہٹ دبائی۔

"آپ مِس آیت کی آواز سُن کر پتھر ہونا چھوڑ دیں میں اِیسا دوبارہ نہیں کہوں گا۔" نرمی سے کہہ کر اُس نے سفید سٹِیک معارِج کے ہاتھ میں پکڑائی اور خود آگے بڑھ گیا جبکہ پیچھے ساکن رہ جاتا معارِج سکندر ایک بار پھر پتھر کا ہو گیا۔وہ نام، اُسکا ذکر معارِج سکندر کو یونہی سالوں کی تفریق بُھلائے پتھر کا کر دیتا تھا۔

ے کون سی رُت ہے زمانے میں ہمیں کیا معلوم

اپنے دامن میں لیے پِھرتی ہے حسرت ہم کو

زَخم یہ وصل کے مرہم سے بھی شاید نہ بَھرے

ہجر میں اِیسی ملی اَب کے مُسافت ہم کو۔۔۔

"کیسے معلوم کریں گے کہ اُس لڑکی کی تصویر کِس نے بنائی؟" وہ سب پِھر سے سکیوئیر وِن پر آ رُکے تھے۔ دِلاور نے سوال کے بعد خاموشی پر چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو نہ جانے کِس سوچ میں گُم جامعہ کے نقشے پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔

"سَر!" دِلاور کی پُکار پر معارِج نے چونک کر چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا اور پھر تعجب سے اپنے اِرد گرد۔وہ اُس جامعہ کی لائبریری میں نہیں بلکہ اپنے ہائیڈ آوٹ میں تھا۔اِس کا اِدراک اُسکی تحیر میں مُبتلا سیاہ آنکھوں کو اَب جا کر ہوا۔کھنکھار کر سیدھا ہوتے ہوئے اُس نے گردن کی پُشت پر ہاتھ پھیرا۔

"کیا معلوم وہ لڑکی جانتی ہو اور جُھوٹ کہہ رہی ہو۔"دروازہ کھول کر اندر آتے ھُود نے دلاور کا اندازہ بخُوبی سُنا جبکہ معارِج نے بےساختہ نفی میں سَر ہلایا

"نہیں! وہ لڑکی بےخبر اور لاعلم ہے۔"اُسکے یوں برجستہ کہے جانے پر ھُود نے اُسے بغور دیکھا۔

"یہ کیا بات ہوئی بے خبر اور لاعلم۔مُجھے تو یہ اُسی لڑکی کی کارستانی لگتی ہے۔"اُن سب کے سامنے کافی کا مگ رکھتے سیف نے حقیقتاً مُنہ بنایا جبکہ معارِج نے خفگی سے اُسکو دیکھا جبکہ ھُود معارِج کی اُن نظروں پر چونک گیا۔اُسکو کچھ بُرا لگا تھا مگر کیا؟

"سُلطان کے ساتھ رہ رہ کر تمہاری زُبان کے آگے بھی خندق آگئی ہے۔"معارِج نے جتانا ضروری سمجھا جبکہ سیف ڈھیٹوں کی طرح ہنس دیا۔سُلطان کے ساتھ مِلانے کو وہ کسی اعزاز سے کم نہیں سمجھتا تھا۔

"تم کیسے کہہ سکتے ہو وہ لڑکی بےخبر اور لاعلم ہے؟" ھُود نے اُسکی پھر سے توجہ اصل بات کی جانب مبذول کروائی۔

"لاکھوں مجرموں سے واسطہ پڑ چکا ہے میرا ھُود۔بے خبری اور لاعلمی کو ایک نظر میں پہچان سکتا ہوں۔"اُسکے پُریقین لہجے پر ھُود نے متفقاً سَر ہلایا۔وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ اُسکے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے تھے تو یہ یقین سے کہی گئی بات کیسے ہو جائے گی۔

"اُس لڑکی کو یہی معلوم نہیں تھا کہ اُسکی کسی نے تصویر بنائی ہے تو بنانے والے کو کیسے جانے گی۔" اُسکا انداز حتمی تھا۔ھُود، سیف اور دِلاور نے ایک دوسرے کو مُسکراتی نظروں سے دیکھا۔وہ صِرف عورتوں کے بارے میں کچھ بھی، کبھی یقین سے نہیں کہتا تھا اور اَب۔۔۔۔۔

"تو پھر دوبارہ سُلطان کو بھیجنا چاہیئے۔"ھُود نے اپنی رائے کا اِظہار کیا جبکہ معارِج سکندر **'خبردار'** کہہ کر ہتھے سے اُکھڑ کر اُچھلا۔اُس پر اُن تینوں نے دنگ نظروں سے اُسکو دیکھا جو اِحساس ہوتے ہی خفت سے کرسی پر بیٹھا۔

"یہ آج سُلطان سے کچھ زیادہ ہی خار کھانے کی کوئی خاص وجہ؟" ھُود کے طنزیہ انداز پر اُس نے پہلو بدلا۔کچھ تھا جو اُسے اِضطراب میں مُبتلا کر رہا تھا۔

"ویسے ہی کہہ رہا تھا۔ تمہیں معلوم تو ہے وہ کِس قدر مفاد پرست ہے۔"ھُود کی کھوجتی خود پر ٹِکی نظروں سے نگاہیں چُرا کر اُس نے کارآمد پہلو اُٹھایا جِس سے وہاں موجود سب افراد کو ہی اتفاق تھا۔

"کہاں؟" ھُود نے اُسے اُٹھتے دیکھ کر حیرانگی سے کہا۔

"میں بس آ رہا ہوں۔کچھ ہے جو مُجھے بہت پریشان کر رہا ہے۔"اُلجھ کے کہتے ہوئے وہ تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔پیچھے سے دِلاور اور سیف دونوں نے بیک وقت ھُود کو دیکھا۔

"کیا؟ اِس بار میں بھی تم دونوں کی طرح غافل ہوں۔"اُن دونوں کی نظروں پر اُسے تیزی سے کہنا پڑا جبکہ دِلاور اور سیف سَر جھٹک کر پھر سے کاغذات کے پلندے کی جانب متوجہ ہو گئے۔معارِج کے آنے سے قبل اُنہیں کچھ نہ کچھ ڈھونڈنا ہی تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسّلامُ علیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئ۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چُوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے"ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

آج صدف اپنی امی کی طبیعت خرابی کی وجہ سے جلدی گھر چلی گئی تھی۔چند لمحے کلاس سے فارغ ہو کر وہ یونہی گراؤنڈ میں بیٹھی رہی مگر اُسے خود پر بہت سی نظریں محسوس ہونے لگیں۔کوئی اُسکے تعاقب میں ہے یہ خیال اُسے کہیں بھی چین لینے نہیں دے رہا تھا۔بیگ کندھوں پر ڈال کر وہ تیزی سے اُٹھی اور پھر اُسکے قدم جامعہ کی عمارت کو دور چھوڑتے جا رہے تھے۔پلٹ کر اُس نے **'فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی'** کی تصویروں سے بھری دیواروں کو دیکھا۔وہ تصویریں پاکستان کی مُختلف سیاسی، سماجی کرداروں، ہیروز اور لیڈرز کی تھیں۔اِردگرد ٹریفک کے شور نے اُسے چونکا دیا۔سَر جھٹک کر تیز قدموں سے وہ بغیر کسی بس سٹاپ پر رُکے آگے بڑھ رہی تھی۔اُسے ہر بار یوں لگتا کہ اگر وہ رُک گئی تو کوئی پیچھے سے آ کر اُسکی گردن دبوچ لے گا۔ٹریفک کا شور کہیں بہت پیچھے چھوڑ کر اَب وہ شہر کی اندرونی اور قدرے سُنسان گلیوں میں تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی تبھی اُسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سُنائی دی۔تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اُسکے قدموں کو پہیے لگنے لگے۔

"ایکسکیوز می! کیا آپ اِس ایڈریس کو جانتی ہیں؟" یک دَم تھمتے قدموں کے ساتھ کسی غیر شناسا آواز نے اُس سے سوال پوچھا۔ آورہ خود کو ڈھیر سارا کوس کر پلٹی۔ ہر کسی پر شک کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔ سامنے کھڑا شخص بھی اُس چہرے کے خوف کو بھانپ گیا تھا تبھی آگے نہیں بڑھا۔

"مُجھے غلط مت سمجھیں۔ یہاں آس پاس کوئی ہے نہیں اور مُجھے اپنی خالہ کے گھر کی تلاش ہے۔"اُس سے کئی قدم دُور کھڑے مرد کا لہجہ شائستہ تھا۔ غیر محسوس انداز میں اپنے بیگ سے چھوٹا سا چاقو نکال کر وہ گہرا سانس لے کر اُسکی جانب بڑھی جِس نے ہاتھ میں تھامی پرچی آگے بڑھائی ہوئی تھی۔

"یہ ایڈریس تو سامنے والی گلی کا ہے۔"وہ گھر جس کا پتہ اُس پرچی پر تھا۔ آیت کے گھر کی لمبی قطاروں میں کہیں تھا۔ اُس شخص نے چہرہ اُٹھا کر آیت کے ہاتھ کے اشارہ کی جانب ایک نظر دیکھا اور اگلے ہی لمحے وہ تیز قدموں سے اُسکی جانب بڑھا۔ وہ جو فاصلے سے کچھ بتانے والی تھی، اِتنی غافل نہیں تھی تبھی چوکنا ہو کر تیزی سے پیچھے ہوئی۔ اُس شخص نے احتیاط سے سُنسان پڑی گلی کو دیکھا اور پھِر جیب سے پستول نکال کر اُس پر حملہ آوار ہوا۔ چیخ کر چہرہ پھیرتے ہوئے اُس نے لرزتے ہاتھوں میں تھاما چاقو کا وار کیا اور تبھی اُسے زور دار چیخ کی آواز آئی۔ پیچھے پلٹ کر اُس نے دونوں ہاتھ ہونٹ پر رکھتے ہوئے اُس شخص کو دیکھا جو کراہ کر دُور دیوار سے جا لگا تھا۔ یوں جیسے کسی نے اُسے زوردار لات ماری ہو۔ خوف سے پھٹتی آنکھیں نا سمجھی سے اپنے مقابل پر گئیں۔ اگر اُس شخص کو چاقو نہیں لگا تو پھِر۔۔۔

چہرہ پھیرتے ہی اُسکی چیخ واضح تھی۔ سیاہ لباس میں ملبوس وہی شخص اُسکے مقابل تھا جسے تین دِن پہلے اُس نے لائبریری میں دیکھا تھا اور آیت کا حملہ یقیناً اُسکے ہتھیلی کو زخمی کر چُکا تھا۔ آیت پر نظر ڈالے بغیر وہ تیزی سے اُس گِر کر کراہتے شخص تک گیا اور اُسکو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اُٹھا کر

سامنے کیا مگر وہ شخص اَب سنبھل چُکا تھا تبھی اُس نے اُٹھ کر اپنی لات گھمائی مگر وہ نقاب پوش غافل نہیں تھا۔اُسکی لات پُھرتی سے جھکڑ کر اُس نے مضبوط مکہ بنا کر اُسکے سینے پر مارا۔اِس بار وہ کراہ کر پیچھے نہیں ِگر سکا۔آیت دونوں لرزتے ہاتھ ہونٹوں پر رکھے اُس نقاب پوش اور اُس حملہ آوار کو لڑتے دیکھتی رہی اور پِھر نقاب پوش نے اُس شخص کو بے ہوش کر دیا۔جُھک کر اُس شخص کے کپڑے ٹٹول کر اُس میں سے وائلٹ اور سیل فون نکال کر وہ سیدھا ہوا۔تبھی نگاہ اُس ڈری سہمی کھڑی لڑکی تک گئی۔لمحے بھر میں وہ اُسے بُھول ہی گیا تھا۔جلدی سے وائلٹ اور سیل فون جیب میں ڈال کر اُسکی جانب بڑھا جو اُسکے بڑھتے قدموں پر تیزی سے پیچھے ہوئی۔نقاب پوش نے آگے بڑھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ سیدھے کر کے مفاہمتی انداز میں یوں ہوا میں لہرائے جیسے بتانا چاہتا ہو کہ اُسکو نقصان پہنچانے کا اُسکا کوئی اِرادہ نہیں۔اُسکے دائیں ہاتھ پہ لگے لمبے کٹ سے خون بہہ کر کلائی کی سِمت جا رہا تھا مگر وہ اُس سے غافل تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" قریب آ کر جِس متفکر لہجے میں سوال کیا گیا اُس پر آیت کی آنکھوں کی سطح بھیگنے لگی۔وہ اپنا زخم بھولے اُسکے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"آپ۔۔۔۔آپ ٹھیک ہ۔۔ہیں؟" اُس لرزتے لہجے اور ڈبڈبائی آنکھوں میں کچھ اِیسا تھا کہ نقاب پوش تھم گیا۔سیاہ گہری آنکھوں میں نا سمجھی اُتری اور پِھر اُس لرزتے اشارے پر اُس نے ہوا میں لہرا رکھے ہاتھ نیچے کر کے اپنے سامنے کیا اور پھر۔۔۔ہنس دیا۔وہ اپنے اِس زخم اور ہنسی سے بالکل غافل معلوم ہو رہا تھا۔

"جی! میں ٹھیک ہوں۔ویری گڈ! آپکا حملہ مہلک ہے۔"اُس گھبرا کر سفید ہوتے چہرے کو نرمی سے دیکھ کر مسکراتے لہجے میں داد دی گئی جبکہ سُنہری آنکھیں نا سمجھی سے پھیلیں اور وہ آنکھیں۔۔۔وہ چہرہ۔۔۔نقاب پوش نے تیزی سے نظریں پھیر کر دُور دیوار کے ساتھ پڑے شخص کو دیکھا۔

"یہ شخص جامعہ سے آپکا پیچھا کر رہا ہے۔"اُس پُروثوق لہجے پر آیت کی نظریں بھی اُسکی نظروں کے تعاقب میں اُس بے ہوش تعاقب کار تک گئیں اور پھر اُسی تیزی سے نقاب پُوش تک واپس آئیں جو ابھی تک چہرہ پھیرے اُس بے ہوش وجود کو دیکھ رہا تھا۔

"اور آپ؟" اِس سوال کا حق تھا۔ظاہر ہے اِیسے خطرناک حالات میں اُسکا سب پر شک کرنا جائز تھا۔ بَھلا اِسے کیسے معلوم کہ اُسکا جامعہ سے تعاقب کیا جا رہا ہے؟

"میں بھی!" چہرہ واپس اُسکی جانب پھیر کر مُختصر مگر اپنی پچھلی بات کو مکمل کرتا جواب دیا۔آیت نے بے یقینی سے اُسکو دیکھا جِسکی سیاہ آنکھوں میں سارے زمانے کی چمک اور گہرائی تھی۔

"آپ کا بہت شُکریہ!" نظریں جُھکا کر اُس نے سنجیدگی سے کہا۔وہ مُشکل حالات میں بھی جلد سنبھل جانے والی تھی۔خاموشی سے اپنا بیگ سامنے کر کے اُس میں سے سُرخ اور سیاہ سِلک کا رومال نکال کر اُسکے سامنے کیا۔ نقاب پُوش کی نظریں اُسکے چہرے سے ہاتھ تک گئیں، نا سمجھی سے۔

"آپ کا خون نکل رہا ہے۔"وہ اَب سنبھل چکی تھی۔ہمیشہ والا اعتماد لوٹ آیا تھا۔نقاب پوش نے اُسکے ہاتھ سے رومال لے کر اپنی ہتھیلی کے اِردگرد اچھی طرح باندھ کے چہرہ اُٹھا کر اُسکو یوں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو اَب ٹھیک ہے۔اثبات میں سَر ہلا کر آیت آہستگی سے مُسکرا دی۔اُسکو نہیں مُسکرانا چاہیئے

تھا۔ اِیسے مُشکل وقت میں کون مُسکرا سکتا ہے۔ نقاب پوش کی سیاہ آنکھوں کی سیاہ پُتلی اپنے حُجم سے پھیل کر سامنے مُسکراتے چہرے کو دیکھے گئیں۔ اُن آنکھوں نے ہزاروں سال کی تھکن کو ہنس کر مات دیتی اِیسی دلکش مُسکراہٹ آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"آپ کا پھِر سے بہت شُکریہ!" نرمی سے ایک بار پھِر سے مگر اعتماد کے ساتھ شکریہ ادا کیا گیا۔ نقاب پوش نے دِل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر سَر کو جُھکاتے ہوئے اُس تشکر کو دِل سے قبول کیا جبکہ اُس پر ایک آخری نظر ڈال کر آیتِ تطہیر اُسکے برابر سے ہو کر نِکلتی چلی گئی۔ چہرہ پھیر کر وہ نقاب پوش مضبوط قدموں سے جاتی اُس لڑکی کو تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا، تم ابھی تم وہاں جم کر کیوں کھڑے ہو؟" کان میں لگے ٹرانسپیرنٹ ایئر فون سے جُھنجھلا کر سوال کیا گیا جبکہ سَر جھٹک کر وہ نقاب پوش تیزی سے اُس بےہوش پڑے وجود تک گیا اور پھِر وہاں سیاہ ایس-یو-وی آ کر رُکی جِس میں سے نکلتے دو نقاب پوش نے اُس بےہوش پڑے شخص کو اُٹھا کر گاڑی میں پھینکا جبکہ اُن باقی نقاب پوش سے قدرے لمبا قد اور ورزشی جسامت والا شخص دروازہ کھول کر پسنجر سیٹ پر بیٹھ گیا اور پھِر گاڑی سٹارٹ ہوئی اور اُس گاڑی کے منظر سے بھاگتے ہی وہاں صِرف گرد و غُبار رہ گیا۔

"ارے ارے! آپ تو ہمارے گھر سے یوں بھاگی ہیں کہ پلٹ کر دیکھا ہی نہیں۔" وہ جو کالج سے واپس جا رہی تھی، سامنے گاڑی سے اُترتے شخص کو دیکھ کر صِرف ایک بار ٹھٹکی اور پھِر بغیر دوسری نظر ڈالی تیزی قدموں سے برابر سے گُزری جبکہ بال کُھجا کر کاشف متین پُھرتی سے اُسکے سامنے آیا۔

"کچھ دِن اور ہمیں مہمان نوازی کا موقعہ دیا ہوتا۔" وہ جو جھٹکا کھا کر رُکی تھی۔ چہرہ پھیر کر خون آشام نظروں سے اُسکو دیکھا جبکہ کاشف متین ٹھٹک گیا۔ سامنے کھڑی لڑکی کی سُنہری آنکھوں وہ نہیں تھیں جو سعید حویلی میں تھیں۔ وہ خوف سے لرزتی آنکھیں کہیں بھی نہیں تھیں۔

"شرافت سے میرے راستے سے ہٹ جائیں۔" اِنتہائی سنجیدگی سے چبا چبا کر کہا گیا جبکہ اُسکے انداز پر کاشف کے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں گول ہوئے۔

"میں نے کب راستہ روکا ہے۔" چادر میں چُھپے چہرے کو کمینی نظروں سے دیکھتے ہوئے اُس نے آیت کا فشارِ خون بلند کر دیا۔ اُسکی کمینی مُسکراہٹ کو نظرانداز کر کے وہ سائیڈ سے گُزرنے لگی اور اُسی تیزی سے کاشف متین آگے آیا۔ کچھ قدم دُور کھڑی سیاہ جیپ میں بیٹھے شخص نے مُٹھیاں بھینچ کر یہ منظر دیکھا اور پھر چہرے پر کپڑے کا سیاہ ماسک پہن کر بال ہیر بینڈ کی مدد سے پیچھے کیئے وہ ایک جُست میں جیپ سے اُتر آیا۔ اُسکی سبز آنکھیں طیش سے جَل رہی تھیں۔

"میرے خیال سے آپ کو شرافت کی زُبان سمجھ میں نہیں آتی۔" آیت نے ٹھہر کر سَرد نظروں سے اُسکو دیکھا جبکہ کاشف نے مسکینیت سے کندھے آچکا دیئے جبکہ چند لمحے اُسکے چہرے کو تنفر سے گُھورتی آیت نے اپنا سیاہ سنیکرز والا پیر اُٹھا کر پوری قوت سے خود کو نہارتی نظروں سے دیکھتے کاشف متین کی ٹانگ پر مارا۔ وہ جو اِس حملے کی توقع نہیں رکھتا تھا، کراہتے ہوئے لڑکھڑا کر پیچھے ہوا جبکہ آیت اُس پر دوسری نظر ڈالے بغیر پلٹی اور تبھی اپنے عین پیچھے کھڑے شخص کو دیکھ کر چونک گئی۔ سیاہ ماسک سے جھانکتی سبز آنکھوں میں مُسکراہٹ کے ساتھ محظوظ ہونے کا تاثر تھا۔ اُن آنکھوں اور اُس شخص کو دیکھ کر وہ لمحے بَھر کو چونکی اور پھِر تیز قدموں سے اُسکے برابر سے نکلی۔ کراہتے کاشف

نے سیدھا ہو کر سامنے سے پلٹتے سُلطان خان کو دیکھا اور تلملا کر رہ گیا۔اِس جنگلی سے وہ پنگا نہیں لے سکتا تھا۔معارِج سکندر اندھا تھا، یہ نہیں۔اُس ٹھنڈے مِزاج شخص کی نسبت یہ چیر پھاڑ ڈالنے والوں میں سے تھا۔اپنی ٹانگ سہلا کر نفرت سے نیلے پڑتے چہرے کے ساتھ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی بھگا لے گیا۔

"آپ کا ہاسٹل تو اُس سمت نہیں؟" پیچھے سے آتی سوالیہ پکار پر آیت نہیں ٹھہری۔اُسے یہاں کے کسی شخص سے واسطہ رکھنا ہی نہیں تھا چاہے وہ کتنا ہی مہربان اور آسانیاں فراہم کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔

"اگر آپ کو ڈر ہے تو میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔"قدرے تامل کے بعد جو آفر پیش کی گئی اُسے اگر سیف، دِلاور یا پھر معارِج سُن لیتے تو غش کھا کر گِر پڑتے بلکہ نہیں مارِج سکندر غش کھانے سے پہلے اُسکا قتل کر گُزرتا۔

آیت ابھی بھی نہیں ٹھہری۔اُسکے دُور جاتے تیز قدموں کو چند لمحے وہ بغور دیکھتا رہا اور پھر اُسکی سبز آنکھیں خباثت سے چمکیں۔ماسک کے نیچے چُھپے ہونٹ مُسکراہٹ میں پھیلے۔وہی طریقہ اِس پر بھی ٹرائے کرنے والا تھا جو معارِج سکندر پر کارآمد تھا۔

"تم اور معارِج سکندر ایک دوسرے کو جانتے ہو؟" اُس سوال پر تو ایک بھاگتی دوڑتی کائنات ساکن ہو سکتی تھی، آیتِ تطہیر کیا شے تھی۔

ے کیا تم وہ اُداسی دُور کر سکتے ہو؟

جو سارے آئینے توڑ دینے کے بعد

دیواروں میں گُھس جاتی ہے

کیا تم وہ دُھواں باہر نکال سکتے ہو؟

جو ساری تصاویر جلانے کے بعد

حلق میں بَھر جاتا ہے

کیا تم اس گُلدان کو جوڑ سکتے ہو؟

جو کسی جانے والے نے ہاتھ سے ِگرا دیا ہو

کیا تم وہ آوازیں واپس لا سکتے ہو؟

جو کسی موڑ کے آغاز پر غائب ہو جاتی ہیں

کیا تم کوئی اِیسی چیز

ایجاد کر سکتے ہو

جس سے مَیں دریافت کر لی جاؤں۔۔۔

(فاطمہ مہرو)

اُن تھمتے قدموں پر پیچھے کھڑے شخص کے چہرے پر فاتحانہ مُسکراہٹ آئی اور پِھر وہ تیز قدموں سے اُس کے مقابل آیا۔چہرے پر چادر کا نقاب تھا تبھی وہ اُن تاثرات کو دیکھنے سے محروم رہا جو معارِج سکندر کے ہوتے تھے۔یہ ناکامی بہت بڑی تھی۔

"میں اُس شخص کو جانتی ہوں یا نہیں جانتی اِس سے آپ کا کیا واسطہ۔میری مدد کر کے احسان کیا ہے تو محسن ہی رہیں سَر پر چڑھنے کی اجازت میں کسی کو نہیں دیتی۔" اُس کڑتے لہجے اور انداز پر سُلطان خان بے حد مُتاثر ہوا۔چند لمحے وہ اُن شعلہ اُگلتی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔

"ہمم گُڈ! تو یعنی وہ تمہارے دِل میں نہیں رہتا اگر رہتا تو تم بھی معارِج سکندر کی طرح پتھر کی ہو جاتی۔" اُس لہجے میں بے حد خوشی تھی جبکہ آیتِ تطہیر کا پہلے سے لرزتا دِل، اندر آباد بیان صحرا میں سَر پٹ دوڑنے لگا۔

"آپ کو شرم آنی چاہیئے دوسروں پہ اِس طرح بات کرتے ہوئے۔" اپنے لہجے کی لڑکھڑاہٹ پر بامُشکل قابو پا کر اُس نے جِس سختی سے کہا اُس پر سُلطان کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

"معارِج سکندر میرے لیئے کوئی دوسرا نہیں ہے۔ہمم! دُشمنِ اول کہہ سکتے ہیں۔" سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہہ کر اُس نے اُن سُنہری آنکھوں کو خوف سے پھیلتے دیکھا اور اُسے یہ خوف کچھ خاص پسند نہیں آیا کیونکہ وہ اُس کے لیئے نہیں، اُس اندھے کے تفکر میں پھیلا تھا۔وہ اِس سے انجان تھی مگر سُلطان خان کی عقابی نظر سے کچھ پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔آیت سَر جھٹک کر تیزی سے اُسکے برابر سے نکلی۔

"دیکھیں دُشمن کا دُشمن دوست ہوتا ہے۔" وہ بھی اُسی تیزی سے اُسکے برابر چلنے لگا۔آیت کے انداز میں واضح عُجلت تھی مگر برابر چلتے شخص کو کہاں پروا تھی۔

"نہ میں آپ کی دوست ہوں نہ ہی وہ شخص میرا دُشمن۔" دو ٹوک کہہ کر اُس نے قدموں کی رفتار مزید تیز کر لی جبکہ سُلطان خان وہیں ٹھہر گیا۔اُس تردید نے آزاد پرندے کی طرح اِدھر اُدھر اُڑتے شخص کے پروں کو زخمی کر دیا تھا۔

"اُس شخص سے مُراد معارِج سکندر ہے۔" پیچھے سے اِس قدر اونچی آواز میں کہا گیا کہ آیتِ تطہیر کے قدم پھر بے جان ہو گئے۔

وہ نام اُسکے قدموں کو بے جان کر دینے کو کافی تھا۔وہ نام اُسکی دھڑکنیں چھین کر قدموں سے زمیں کھینچ دینے کا فن اُس شخص کی طرح اپنے پاس رکھتا تھا۔اِس بار اُن رُکتے قدموں پر سُلطان خان کے گلے میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی۔معارِج سکندر کا پتھر ہونا اور اِس لڑکی کے قدموں کا زنجیر ہو جانا گویا ایک جیسا تھا۔اپنے کانپتے ہاتھوں سے بیگ کو کندھے پر جما کر وہ تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی جبکہ پیچھے کھڑے شخص نے چہرہ سے کپڑے کا ماسک اُتار کر نیچے کیا۔وہ مَرد بے حد وجیہہ اور خوبصورت تھا مگر افسوس اُسکی وجاہت اور خوبصورتی کو دیکھ کر تھم جانے والا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

کمرے سے نکلتے معارِج سکندر تک اَسارہ کی نگاہ گئی۔اُسے سفید کے بجائے اپنی مخصوص سیاہ شاہین کے دستے والی سِٹک کے ساتھ دیکھ کر سمجھ گئی کہ وہ گھر سے باہر، سیف کی غیر موجودگی میں کہیں جا رہا تھا۔

"کہیں جا رہے ہو؟" اُسکے سامنے آ رُکتے ہوئے نرمی سے سوال کیا گیا جبکہ معارِج کو چہرہ پھیر کر ٹھہرنا پڑا۔

"تم اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتی؟" نہایت نرمی سے سوال کیا گیا۔ کم بخت بے عزتی بھی اِیسی نرمی سے کرتا تھا کہ اَسارہ مبین کا دِل سہی سے خاک بھی نہ ہو پائے۔

"تم مجھے اپنی آنکھیں کیوں نہیں بنا لیتے، معارِج؟" کئی دِنوں بعد اُسکے لہجے میں پہلا جیسا اِصرار اور مُحبت دَر آئی تھی جو معارِج سکندر کے نزدیک نری بے وقوفی اور پاگل پن تھا۔

"اِیسی آنکھوں سے میں اندھا زیادہ خوش ہوں۔" اُسکے ٹھنڈے ٹھار انداز پر اَسارہ کا چہرہ سُرخ ہوا اور یہ بات وہ دیکھے بغیر بھی جانتا تھا۔

"تم اگر مُجھے آنکھیں بنا لیتے تو میں تمہیں بتاتی کہ سُلطان خان آج کل تمہاری اُس مہمان کے پیچھے پھِر رہا ہے جِسکا نام سُننے کے لیئے تم میری جان لینے کے درپے تھے۔" اُسکا سب آشکار کرتے لہجے پر معارِج سکندر چونکا۔ پہلی بار اَسارہ مبین نے اپنے سامنے اُسکے چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھے۔

ہم تمہیں دوسرے لوگوں سے تو اچھے پڑتے

اِک تو معیار بھی تھا، دوسرا سستے پڑتے

عشق کو سہل تو ہم بھی نہیں کہتے لیکن

ہو ہی جاتا اگر اِس کام کے پیچھے پڑتے

وہ بھی سُنتا نہیں کچھ خاص توجہ سے ہمیں

ہم بھی ہر بات بتاتے نہیں پورے پڑتے

کچھ تو ہے جو اُسے ویران کیے رکھتا تھا

ورنہ اِیسے ہی کسی کو نہیں حلقے پڑتے

ہاں مگر اب تیری تصویر سے وہ رَبط نہیں

اِک نظر دیکھ تو لیتا ہوں نکلتے پڑتے

خواب میں بھی میں پہنچتا نہیں، پر دیکھتا ہوں

خود کو اپنی طرف آتا ہوا گرتے پڑتے

چلیے اوروں کا سِرا ہاتھ نہ آئے، نہ سہی

کوفت یہ ہے کہ ہم اپنے نہیں پلے پڑتے

اے میرے چارہ گراں! دِل بڑا رکھیئے کہ یہاں

اِک ذَرا فرق بھی پڑتا ہے تو پڑتے پڑتے

اور اَب راہِ مفر ڈھونڈ رہا ہوں جواد

نہ اُنہیں پیار سے کہتا نہ وہ ڈھیلے پڑتے۔۔۔

(جواد شیخ)

"تمہارے یہی تاثرات ہیں جو سب کو اُس لڑکی کے بارے میں کھوج پر مجبور کر رہے ہیں۔"سرد لہجے میں کوئی تنبیہہ صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔معارِج اُسکی خاموشی سپاٹ ہوتے چہرے کے ساتھ تیز قدموں سے لکڑی کے کُھلے دروازے کو پار کر گیا۔پیچھے اسمارہ نے اپنی مُٹھیاں سختی سے بھینچ لیں۔

سیف کو اُس نے چُھٹی دے رکھی تھی اِسی لیئے ظاہر ہے اُسے پیدل ہی جانا تھا۔وہ چار سال سے نابینا تھا اور اِن چار سالوں میں اِس گاؤں کے چپے چپے سے واقف ہو گیا تھا۔بینائی کے بغیر بھی بِلا دھڑک وہ کہیں بھی آ جا سکتا تھا۔مخصوص سیاہ سِٹک کے دستے پر موجود شاہین کے سَر پر مضبوط گرفت رکھے وہ آہستہ قدموں سے گاؤں کی آباد اور پکی سڑکوں سے ہٹ کر چل رہا تھا۔اُسکے قدموں مضبوط اور بغیر کسی لڑکھڑاہٹ کے تھے۔ڈھلتی دوپہر کی معدوم کرتی کرنیں اُسکے سنجیدہ، خاموش چہرے سے ٹکرا کر ناکام ہو کر پلٹ رہی تھیں۔بہتے جَھرنے کی آواز پر اُسکے قدم ساکن ہو گئے۔وہ کُھلی ہوا کے لیئے اُس گُھٹن زدہ حویلی سے نکل کر یہیں آتا تھا۔خالی بنچ پر بیٹھ کر اُس نے گہرا سانس لیا اور پِھر گلاسز اُتار کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔جاتی سردیوں کی نرم ہوا اُسکے چہرے کو چُھو کر عجیب سرور سا بخش رہی تھیں۔

"یار تمہارے ساتھ واک پر نکلنے کا اپنا ہی مزا ہے۔"عینی کوئی پچھلی ایک آدھا گھنٹے سے اُسکا مغز کھاتے ہوئے یہی بات دُہرا رہی تھی۔اُن دونوں کی دوستی ہو گئی تھی وہ بھی صِرف عینی کی یکطرفہ کوششوں کی وجہ سے۔وہی سارا دِن بول بول کر مغز کھاتی رہتی اور آیت صرف ہوں، ہاں جیسے لقمہ ڈال کر اُسے بولنے کا حوصلہ دیتی رہتی۔

"ٹھیک ہے مگر سیدھا چلو، گر جاؤ گی۔" اُسکو یوں بھاگتے دیکھ کر آیت نے عاجز آکر آہستگی سے کہا مگر عینی نے جیسے سُنا ہی نہیں یونہی بھاگتے ہوئے وہ سامنے بینچ سے اُٹھتے شخص سے ٹکرائی۔ اُس شخص کی سیاہ سِٹک اور پہننے کو اُٹھا رکھی سیاہ گوگلز اُس ٹکراؤ پر ہاتھ سے چھوٹ کر گریں۔ وہ جو اِس حملے کے لیئے تیار نہیں تھا، کراہ کر پیچھے ہوا اور تیزی سے اپنی آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھ کر چہرہ ترچھا کر لیا۔ سنبھلتی عینی مُقابل کی اِس حرکت پر ہونق ہوئی جبکہ آیتِ تطہیر کی دھڑکنیں گُم شُدہ ہو گئیں۔ خاموش ہوتے، ساکن پڑتے وجود سے وہ اُس شخص کا نیم رُخ دیکھے گئی۔ جِس نے نہ جانے دُھوپ سے بچنے کو یا پھر اُسے دیکھ کر آنکھوں کے آگے ہاتھ کو شیڈ کی طرح اُٹھا رکھا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟ ایم سو سوری۔" عینی نے فوراً تیزی سے اُسکی جانب بڑھ کر کہا جبکہ معارِج سکندر تیزی سے پیچھے ہوا۔ اُسکے پیچھے ہونے پر آیت کی ٹھہرتی نظریں اُسکی سیاہ گلاسز اور اُس سِٹک تک گئیں۔ لرزتے قدموں سے آگے بڑھ کر وہ جُھک کر نیچے بیٹھی اور عین اُسی لمحے معارِج سکندر چہرہ جُھکا کر نیچے بیٹھا۔ وہ جو اُسکے سامنے پڑی گلاسز کو اور معارِج کو جُھکتی دیکھ کر سیدھا ہونے لگی تھی، سُن ہوتے دماغ سے معارِج سکندر کو جُھکی آنکھوں سے اپنی ہتھیلی زمین پر رکھ کر اِدھر اُدھر ٹٹولتے دیکھنے لگے۔ وہ سامنے پڑی گلاسز کو نظرانداز کیئے اِدھر اُدھر زمین پر کیوں آہستگی سے ہاتھ مار رہا تھا؟

سُکڑ کر پھیلتے دِل کے ساتھ اُس نے خواب کی سی سوئی جاگی کیفیت میں اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر گلاسز اُٹھا کر اُسکے سامنے یوں کی کہ اُسکے ہاتھ سے ٹکرا گئیں۔ چونکتے معارج کے چہرے پر تشکرانہ تاثرات چھائے۔ زمین سے ہتھیلی اُٹھا کر بڑھی ہوئی گلاسز تھام کر اُس نے جُھکی نگاہیں اُٹھائیں اور آیتِ تطہیر کو لگا وہ اِس فانی دُنیا میں دوبارہ کبھی کُھل کر، زندگی سے بھرپور سانس نہیں لے سکے گی۔ وہ آنکھیں

گُزرے وقتوں کی طرح گہری اور سیاہ نہیں رہی تھیں۔اُن آنکھوں کا سفید رنگ اُور خالی، ویران تاثر اُسے اندر باہر تک لہولہان کر گیا۔وہ یک ٹک اُن بنجر آنکھوں کو خالی پڑتے دِل سے دیکھے گئی۔وہ اُسے پہچان نہیں سکا تھا۔۔۔کیونکہ آیتِ تطہیر اُسے نظر نہیں آئی تھی؟؟ پورے دِل اور کامل یقین کے ساتھ بھیجی گئیں بے اَنت دُعائیں عرش کو چُھوئے بغیر اُسکے مُنہ پر مار دی گئی تھیں۔

سمندر تھک گیا ہے!

سفر رُکنے لگا ہے

بادبانی خواہشیں تھم سی گئی ہیں

ساحلوں پر

نیند کا آبی پرندہ پھڑپھڑاتا ہے

سمندر تھک گیا ہے!

ڈال دو لنگر، مسافروں!

خواب کی اُجلی زمینوں سے

کوئی مُجھ کو بلاتا ہے۔۔۔

"تھینک یو!" بغیر پلک جھپکے، بغیر کوئی بھی تاثر چہرے پر لائے سیاہ گلاسز آنکھوں پر چڑھا کر نرمی سے کہتے ہوئے وہ اپنی سِٹک تھام کر اُٹھ کھڑا ہوا مگر آیت نہیں اُٹھ سکی۔اُسکے قدموں سے زندگی روٹھ

کر جا چکی تھی۔ اُسکا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ رہا تھا اور پورے وجود کی لرزش چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ نہیں! اِیسا نہیں ہو سکتا۔۔۔اُسکی پُر خلوص، بے رِیا دُعائیں یوں قبولیت کی سند پائے بغیر ناکام ہو کر اُسکے مُنہ پر نہیں ماری جا سکتیں۔۔۔وہ شخص سیاہ سِٹک کے سہارے پلٹ کر جا رہا تھا بالکل ویسے ہی جیسے اُسکی زندگی سے گیا تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے اطمینان، مُحبت اور سکون اُسکی زندگی سے گئے تھے۔ اُسکا جی چاہا وہ دھاڑیں مار مار کر روئے اور عرش ہلا دے مگر اُسکی چیخیں بھی کہیں اندر حلق میں ہی اٹک کر رہ گئیں۔ اچھنبے سے اُسکو یونہی ساکن بیٹھے دیکھ کر عینی تیزی سے اُس تک آئی۔

"آیت؟ کیا ہوا تمہیں؟؟" اُس نے نرمی سے اُسکا کندھا ہلایا مگر آیت کے مُردہ وجود میں کوئی جُنبش نہیں ہوئی۔ تشویش سے عینی تیزی سے اُسکے سامنے آ کر بیٹھی اور اُسکے چہرے کو دیکھ کر دھک سے رہ گئی۔

"آیت! آیت۔۔۔کیا ہوا ہے تمہیں؟" اُس چہرے سے جیسے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا تھا۔ عینی نے اُسکے زمین پر پڑے ہاتھ تھام کر تیزی سے جھکڑے۔وہ برف کی سِل سے بھی زیادہ سَرد پڑ رہی تھی۔

"آیت۔۔یا اللہ! کیا ہوا ہے تمہیں؟" اُسکے ہاتھ آپس میں رگڑ کر گرمائش پہنچاتے ہوئے عینی کے ہاتھ پیر پُھول رہے تھے۔ اُسکے ہاتھ چھوڑ کر اُس نے آیت کو دونوں شانوں سے تھام کر جھنجھوڑ دیا۔۔

"آیت۔۔۔"وہ چونکی نہیں۔ آہستگی سے آنکھیں اُٹھا کر عینی کے پریشان چہرے کو دیکھا۔ کاش جو آگہی کا دَر اُس پر وَا ہوا تھا وہ صِرف اُسکا ایک گمان ہو۔ عینی کے ہاتھوں کا سہارا لے کر بامُشکل کھڑی ہو سکی۔ اُسکو سہارا دیتی عینی نے تشویش سے اُسکو دیکھا۔

"ابھی تم نے جو آدمی دیکھا کتنا ہینڈسم تھا مگر نابینا تھا۔ اللہ کے کام، اللہ ہی جانے۔" اُسکا دھیان بٹانے کو جو بات کہ گئی اُس نے آیت کا دِل مَسل کر رکھ دیا۔ عینی کے بازو کو تھام رکھے ہاتھوں میں لرزش اُترنے لگی۔ عینی نے چونک کر اُسکے چہرے کو دیکھا۔

"ہاسٹل چلیں؟" اُسکے چہرے کو دیکھ کر عینی نے آہستگی سے سوال کیا جبکہ آیت نے آنکھیں بند کر کے جیسے مثبت جواب دیا۔ وجود اِس قدر بھاری ہو رہا تھا کہ وہ یہیں کہیں گر پڑتی۔ بامُشکل قدموں کو گھسیٹ کر ہاسٹل تک لایا گیا۔ کمرے میں آکر عینی اُسے بستر پر بٹھا کر اُسکے لیئے کچھ کھانے کو لینے گئی جبکہ اُسکے منظر سے جاتے ہی اُسکا سارا حوصلہ، خود کو بامُشکل سنبھال کر رکھے اِرادے بُھربُھری دیوار کی مانند ڈھے گئے۔ آنسو لڑیوں کی صورت اُسکی اندھیرے میں بادامی ہوتی آنکھوں سے ٹوٹ کر گِرنے لگے جبکہ گُھٹتے دِل پر ضربیں مارتے ہوئے اُسکو سانس لینے میں دشواری پیش آنے لگی۔

"کیوں؟ اللہ جی، کیوں؟" وہ ضربیں گُھٹتی دِل پر مارتی جاتی اور صدمے اور بے یقینی سے پھٹتی آواز سے کہتی جاتی۔ دُعاؤں کی رائیگانی سے بڑا کوئی غم نہیں ہوتا۔ یہ جان لینا کہ ہماری سب دُعائیں عرش سے قبولیت کی سند پائے بغیر لوٹا دی گئی ہیں، دھڑکن چھین لینے والا ہوتا ہے۔

"اُس شخص کی خوشی اور صحت مانگی تھی بس۔۔۔اور۔۔۔۔اور کیا مانگ لیا تھا میں نے؟؟" دِل کا دَرد ہر شکوے کے ساتھ شدت اِختیار کر رہا تھا۔

"اُسکے لیئے دین اور دُنیا میں بہتری مانگی تھی، میرے مالک! اور کیا مانگا تھا؟" اُس شخص کے نام ڈھیر دُعائیں بھیج کر مطمئن ہوتے دِن اَب کہیں بھی نہیں تھے۔

"اور کیا مانگ لیا تھا میں نے؟" اندر کی گُھٹن روح کو گھائل کر دینے والی تھی۔وہ اُسکے غم میں رو رہی تھی جِسکا غم کرنے کو اِس دُنیا میں کوئی نہیں تھا۔وہی شخص جِس نے کئی سال پہلے اُسکی دھڑکنوں کا انداز بدل دیا تھا۔

"اور کیا مانگ لیا تھا میں نے؟" اِس سوال میں بڑے شکوے پنہاں تھے جسے وہ یا اُسکا خُدا ہی سمجھ سکتے تھے۔رونے کی زیادتی سے سَر درد سے پھٹنے کے قریب تھا مگر اُسکے آنسو تھمنے میں نہیں آ رہے تھے۔

✓فرض کرو ہم اہلِ وفا ہوں، فرض کرو دیوانے ہوں

فرض کرو یہ دونوں باتیں جُھوٹی ہوں، اَفسانے ہوں

فرض کرو یہ جی کی بپتا، جی سے جوڑ سنائی ہو

فرض کرو اَبھی اور ہو اِتنی، آدھی ہم نے چُھپائی ہو

فرض کرو تمھیں خوش کرنے کے ڈھونڈے ہم نے بہانے ہوں

فرض کرو یہ نین تمہارے سَچ مُچ کے مے خانے ہوں

فرض کرو یہ روگ ہو جُھوٹا، جُھوٹی پریت ہماری ہو

فرض کرو اِس پریت کے روگ میں سانس بھی ہم پر بھَاری ہو

فرض کرو یہ جوگ بجوگ کا ہم نے ڈھونگ رچایا ہو

فرض کرو بس یہی حقیقت، باقی سب کچھ مایا ہو

دیکھ مری جاں کہہ گئے باہو، کون دلوں کی جانے 'ہو'

بَستی بَستی صحرا صحرا لاکھوں کریں دیوانے 'ہو'۔۔۔

(اِبنِ اِنشاء)

"معلوم ہوا کچھ؟" اندر آتے دِلاور کو دیکھ کر اُس نے تیزی سے سوال پوچھا جبکہ دِلاور نے اثبات میں سَر ہلا کر چہرے سے ماسک اُتار کر بیٹھتے ہوئے ٹیبل پر رکھا۔

"وہ لڑکی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔"دِلاور نے کہتے ہوئے ڈرامائی وقفہ لیا کیونکہ اُسکی نظروں سے سُلطان کی بے چینی چُھپی نہیں رہی تھی۔

"ہماری آنکھوں کے سامنے۔۔۔؟" سوچنے کے باوجود اُسکو سامنے کی بات سمجھنے میں لمحہ لگا۔جھٹکا کھا کر چہرہ اُٹھاتے ہوئے اُس نے بے یقینی سے دِلاور کو دیکھا جس نے اُسکے سمجھتے تاثرات پر اثبات میں سَر ہلا کر اُسکے خدشے کی تصدیق کی۔

"معارِج کو معلوم ہے؟" پریشانی میں بھی اُسکا دھیان سب سے پہلے معارِج کی جانب گیا۔چونکتا دِلاور اُسکی پریشانی پر مُسکرا دیا۔

"تم مان کیوں نہیں لیتے کہ تمہیں معارِج کی بہت فکر رہتی ہے تبھی تو اُسے اکیلا نہیں چھوڑتے ہر پریشانی میں۔تم دونوں ایک جیسے ہو۔"دِلاور کے آرام سے کہے جانے پر سُلطان ناگواری سے سَر جھٹک کر پیچھے ہوا اور دونوں ٹانگیں اُٹھا کر ٹیبل پر قینچی کی صورت رکھتے ہوئے اطمینان سے بیٹھ گیا۔

"اُونہوں! اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے۔" اَب کے انداز میں پہلی والی لاپروائی تھی مگر کہیں اندر اُسے اِس بات نے مُضطرب کر دیا تھا۔ معارِج کو معلوم ہو گیا تو وہ اُس لڑکی کو کبھی بھی سفیر کو قابو کرنے کے لیئے اِستعمال نہیں ہونے دے گا لیکن پہلے سُلطان نے کون سے موقعے پر معارِج سکندر کی بات کو اہمیت دی جو اَب دیتا۔ اُسکی سبز آنکھیں کوئی نیا طریقہ سوچ کر نگینوں کی مانند دھمکنے لگیں جبکہ دِلاور اُن جانے مانے تاثرات پر نفی میں سَر ہلا کر رہ گیا۔ سُلطان تیزی سے اُٹھا اور پھر جیب سے سیل فون نکال کر اُس نے ایک نظر ٹھٹکتے دِلاور کو دیکھا اور اُسکو کال مِلاتے دیکھ کر وہ جیسے بات کی تہہ تک پہنچ کر ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"تمہارا دماغ تو دُرست ہے نہ؟" دِلاور نے خفگی سے کہہ کر اُسکی جانب بڑھ کر سیل فون لینا چاہا مگر سُلطان مُسکرا کر تیزی سے پیچھے ہوا۔ دوسری جانب سے کال اُٹھائے جانے پر اُس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر گویا دِلاور کو خاموش رہنے کی خاموش تنبیہہ کی۔ دِلاور دانت پر دانت جمائے تاسف اور طیش سے اُسے دیکھنے لگا جو اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے کچھ بھی کر گزرتا تھا۔

"مُجھے قاصد سمجھو، سفیر شہزاد۔" سفیر جو اپنے کمرے میں اپنے لوگوں کی ناکام تلاش کے بعد ابھی تک زخمی ہوا پِھر رہا تھا، چونک کر سیدھا ہوا۔

"کیسی خبر دینا چاہتے ہو تم؟" اُسکا انداز بڑا تولتا ہوا تھا جبکہ سُلطان کے ہونٹوں کو مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔

"سُننے میں آیا ہے کوئی بہادر لڑکی تمہارے مُنہ پر تمانچہ مار کر چلی گئی ہے اور اَب تک تمہارے ہاتھ نہیں آئی۔"اُسکا انداز خیر خبر پہنچانے والا کم اور چِڑاتا ہوا زیادہ تھا۔سفیر شہزاد نے اُس محضوظ ہوتے انداز پر مُٹھیاں بھینچ لیں۔

"بکواس کے علاوہ کچھ ہے؟" ضبط کر کے پوچھا گیا۔

"ہمم! کچھ اِیسا کہ تم کرسی سے اُچھل کر اُٹھ کھڑے ہو گے۔"اُسکے انداز پر سفیر کا چونکنا بنتا تھا۔اُس لہجے کے یقین نے اُسے چونکا دیا تھا۔

"لڑکی جِس کی تلاش میں تم ہو وہ میرے علاقے میں ہے۔"اُس نے بالاآخر کہہ دیا جبکہ دِلاور افسوس سے سَر جھٹک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔اُسکو وہاں سے واک آوٗٹ کر کے جاتے دیکھ کر سُلطان کی مُسکراہٹ سِمٹی۔

"لیکن بات یہ ہے سفیر شہزاد کہ اُس لڑکی کہ اِس علاقے میں بہت خیر خواہیں۔" اُسکی بات پر سفیر کے ماتھے پر شِکنوں کا جال بچھنے لگا۔

"اپنے علاقے کا نام بتاوٗ؟" اُسکے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اُسکا با نہیں چل رہا ورنہ اُڑ کر پہنچ جاتا۔

"مُظفر آباد لیکن ایک بہت بڑا مسئلہ ہے سفیر شہزاد۔"علاقے کے نام پر چونکتا سفیر اُسکی اگلی بات پر ٹھٹک گیا۔خاموشی کا وقفہ طویل ہونے لگا۔

"آگے بکو بھی؟" اُسکے طیش کو محسوس کر کے سُلطان کے چہرے کو پِھر سے مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔

"وہ یہ کہ اُس لڑکی کا ایک خیر خواہ میں بھی ہوں۔" لہجے میں سارے جہاں کا سَرد پن سمیٹ کے کہتے ہوئے اُس نے لمحے بھَر کے لیئے سُن رہ جاتے سفیر شہزاد کے رونگھٹے کھڑے کر دیئے۔اُس اطلاع میں چُھپی وارنگ پر سفیر شہزاد ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔وہ شخص جان بوجھ کر خود اُسے بُلا رہا تھا، اُکسا رہا تھا۔اُسکو یونہی ششدر چھوڑ کر کال مُنقطع کر کے اُس نے برنر سیل فون ٹیبل پر پھینکا اور پھر صوفے پر لیٹنے کے سے انداز میں دراز ہو گیا۔آنکھوں پر بازو رکھے وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ آگے اُسکی نیند حرام ہونے کے دِن آ رہے تھے اور اُس دِن سے پہلے اُسے ڈھیر سارا سونا تھا۔

"یہاں اِتنے رش والے مال میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔"صدف کے ساتھ نہ جانے کب سے ایک دکان سے دوسری دکان میں جاتے ہوئے اُس کے قدم شل ہو رہے تھے۔اُسکی سالگرہ پہ اُسکے لیئے ہی تحفہ لینے کو صدف مُحترمہ اُسے ساتھ لیئے گھوم رہی تھیں مگر مجال ہے جو کوئی چیز اُسکو پسند آ رہی تھی۔

"تم یہاں رکو میں ذرا گفٹ فائنل کر کے آتی ہوں۔"صدف نے اُسکو ہال میں رکھے بینچ پر بیٹھے کا اِشارہ کر کے کہتے ہوئے نڈھال ہوتی آیت کو زندگی دے دی۔

"یا اللہ تیرا شُکر!" اُسکے انداز پر صدف اُسے گھور کر آگے بڑھ گئی۔چند لمحے جُھک کر اپنے پاؤں کو دبانے کے بعد اُس نے چہرہ اُٹھایا اور تبھی اُسکو خود پر اُن ہی غیر آرام دِہ کرتی نظروں کا اِرتکاز محسوس ہوا جو جامعہ میں ہوتا تھا۔احتیاطاً اِدھر اُدھر دیکھ کر اُٹھتے ہوئے تیز قدموں سے آگے کی جانب بڑھنے لگی تبھی اپنے عقب میں کرخت شکل شخص کو آتے دیکھ کر اُسکے قدموں میں تیزی آئی

اور پھر اُس شخص کے راہداری عبور کرنے سے قبل ہی قطار میں بنی لاتعداد برینڈز کی شاپ میں سے ایک کے اندر داخل ہو گئی۔اندر آ کر چند لمحے وہ بے چینی سے شیشے سے باہر دیکھتی رہی اور تبھی اُس شخص کو آتے دیکھ کر اِس سے قبل وہ کوئی تدبیر کرتی کسی نے کہنی سے تھام کر اُسے خالی چینجنگ روم میں کھینچ لیا۔رُکتی سانس کے ساتھ جھٹکا کھا کر اُس نے اپنے سامنے دیکھا اور لمحے بَھر کو اُسکا دِل ٹھہر گیا۔سامنے وہی شخص تھا۔آیت یقین سے کہہ سکتی تھی کہ یہ وہی نقاب پوش شخص تھا جِس کے چہرے پر آج ماسک نہیں تھا۔چہرہ اُٹھائے تحیر سے آنکھیں پھیلائے اپنے سامنے کھڑے دراز قامت شخص کو دیکھتے ہوئے اُس نے سامنے کھڑے مُضطرب شخص کی دھڑکنیں مُنتشر کر دیں اور خود لاعِلم تھی۔سیاہ بال سلیقے سے پیچھے جمائے، سفید ٹرٹل نیک سوئیٹر پر سیاہ جینز پہنے وہ شخص نظر لگ جانے کی حد تک وجیہہ تھا۔اُسکی شخصیت کے رُعب اور طلسم کی نفی کرنا آسان نہیں تھا۔

"آپ۔۔۔"بامُشکل سنبھل کر اُس نے کہنا چاہا مگر الفاظ جیسے گُم ہو گئے تھے۔سامنے کھڑے شخص نے اُسکے عقب میں کُھلے دروازے سے باہر دیکھ کر اُسکو دیکھا جِس کا تحیر دِل کی دُنیا تہہ و بالا کر دینے والا تھا اور اُن پہچان لیئے جانے والے تاثرات سے وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اُسے پہچان چکی ہے۔

ؔیہ زندگی تو مُجھے تیرے پاس لے آئی

یہ راستہ تو کہیں اور جایا کرتا تھا۔۔۔

(عباس تابش)

"آپ ٹھیک ہیں؟" بازو پُشت پر باندھ کر سنجیدگی سے سوال کیا گیا جبکہ اُن آنکھوں کے اجنبی تاثرات پر آیت کا دِل جو لمحے بھَر کو اُس انجان مہربان کو دیکھ کر کہیں دھیرے سے تحفظ کا شکار ہوا تھا، ٹھہر گیا۔

"جی، شکریہ!" آہستگی سے کہہ کر وہ اُسکو کچھ اور کہنے کا موقع دیئے بغیر تیزی سے باہر نکل گئی جبکہ پیچھا موجود شخص اُسکے تیزی پر وہیں کھڑا رہا اور پھر سے اُسکے پیچھے لپکا جو اِدھر اُدھر دیکھ کر احتیاط سے شاپ سے نکل کر راہداری میں آگے بڑھ رہی تھی۔

"محترمہ!" عقب سے آتی پُکار پر وہ ٹھہر کر تعجب سے پلٹی۔

"آپکو کوئی فالو کر رہا ہے۔" اُسکی بات پر اِس بار آیت کے چہرے کا رنگ ماند نہیں ہوا۔یونہی بے رِیا چہرے سے وہ سامنے آ رُکتے شخص کی سیاہ آنکھوں میں بے نیازی کے پیچھے چُھپ جاتی اپنے لیئے فکر دیکھے گئی۔

"کرنے دیں۔میرے سے کیا مِل جائے گا۔" یہ پہلی بار تھا جو اُس نے کوئی لمبا مکالمہ بغیر کسی ہچکچاہٹ اور لڑکھڑاہٹ کے اُس اجنبی مگر مہربان شخص کے سامنے کہا۔گہری آنکھوں کے قریب موجود سیاہ بھنویں اَنجُھنبے سے اکھٹی ہوئیں۔

"معارِج سکندر!" اِس سے قبل وہ کچھ کہتا سائیڈ سے کسی نے جیسے پہچان کر پُکار لیا۔جہاں اُس کے رُوبرو کھڑا شخص ہڑبڑایا وہیں آیت نے میکانکی انداز میں چہرہ پھیر کر سائیڈ پر دیکھا۔

"میں غلط نہیں تھا۔ یہ تم ہی ہو معارِج۔" اپنے اکیڈمی فرینڈ کو یوں سامنے دیکھ کر اُس جیسا مضبوط اعصاب کا شخص پہلی بار گڑبڑایا۔ آیت اِس سے پہلے کہ پلٹتی۔ اُس شخص کی نظر اُس تک گئی اور اُسی تیزی سے مُسکرا کر بوکھلائے، بے چین کھڑے معارِج سکندر تک۔

"بھابھی ہیں نہ؟ اسلام و علیکم بھابھی۔" بغیر اگلے کی سُنے، بغیر کوئی تصدیق کیئے اگلا شروع ہو چُکا تھا۔ آیت نے چونک کر گھبراتے ہوئے سامنے دیکھا اور اُن سیاہ آنکھوں کو دیکھ کر اُسکے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا۔

"یار یہ نہ۔۔۔" سامنے کھڑی لڑکی کے چہرے کے گھبراتے تاثرات پر معارِج نے آگے بڑھ کر نفی کرنا چاہی مگر اُسامہ صارم کو اِسکی قطعی ضرورت نہیں۔

"جاب کیسی جا رہی ہے ایس-پی صاحب کی؟" اَب کے لیئے گئے سوال پر آیت کا چونکنا بنتا تھا جبکہ معارِج سکندر کا جی چاہا اپنا سَر پیٹ لے۔ اُسکے سارے دوست سُلطان خان کی زُبان والے تھے۔ اِس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بکواس کرتا، معارِج نے آگے بڑھ کر اُسکے شانے پر بازو دراز کیا اور پھر ایک معذرت خواہانہ نظر دنگ کھڑی لڑکی پر ڈالی۔

"بہت معذرت۔" نرمی سے کہہ کر وہ تیز قدموں سے حیران پریشان سے اُسامہ کو گھسیٹ کر لے گیا جبکہ آیت نے گہرا سانس لے کر اپنی پریشانی اور اُلجھن کو ہضم کیا۔ پلٹ کر ایک نظر دُور جاتے شخص کو دیکھا۔ تو کیا وہ شخص پولیس میں تھا؟

"یہاں کیا کر رہی ہو؟" اُسکو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھکتی صدف تیزی سے اُس تک آئی جِس نے چونک کر اُسکو پلٹ کر دیکھا۔

"کچھ نہیں!" سَر جھٹک کر اُسکے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اُس نے غیر اِرادتاً پیچھے پلٹ کر دیکھا اور عین اُسی لمحے دُور جاتے اُس شخص نے بھی پلٹ کر دیکھا جِسکا نام معارِج سکندر تھا۔ سیاہ گہری آنکھوں کا طویل فاصلے کے باوجود سُنہری بے رِیا آنکھوں سے زبردست ٹکراؤ ہوا یوں کہ دِل کی دھڑکنیں اپنے مقام سے لرز کر اِدھر اُدھر مُنتشر ہو گئیں۔ گھبرا کر آیت نے تیزی سے چہرہ واپس کر لیا اور تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی۔

"کیا مطلب؟ وہ بھابھی نہیں تھیں؟" کیفے کے دروازے کے پاس رُک کر اُسامہ نے حیرانگی سے کہا۔

"تمہارا دماغ تو دُرست ہے؟ بغیر تصدیق کیئے تم نے مُجھے اُس لڑکی کے سامنے شرمندہ کروا دیا۔" معارِج کے جُھنجُھلاتے تاثرات پر اُسامہ نے تعجب سے اُسکو دیکھا۔

"یار! مُجھے کیا معلوم تھا۔ جیسے تم آنکھوں میں مُحبت کی ڈھیروں قندیلیں جلا کر اُنکو دیکھ رہے تھے میں کیا کوئی بھی یہی سمجھتا۔" اُسامہ کی تفصیل پر اُسکے چہرے کا رنگ بدلا۔

"بکواس کروا لو تم سے اور خُود سے۔ وہ لڑکی میرے لیئے بالکل انجان ہے۔" اُسکے لہجے کے اِسرار پر اُسامہ نے مُسکراہٹ دبائی۔

"ٹھیک ہے معذرت یار۔"

"پلیز یہی بکواس خود لوگوں کے سامنے مت کر دینا میرا جینا حرام کر دیں گے۔"اُسکے چہرے کے تاثرات اِیسے تھے کہ اُسامہ اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ سکا۔معارِج نے گھور کر اُسکو دیکھا جِس نے بامُشکل اپنی مُسکراہٹ دبائی۔

"یار اِتنا کیوں کھینچ رہا ہے بات کو اگر وہ انجان لڑکی ہے؟" اُسامہ کا انداز صاف چڑھاتا ہوا تھا۔لمحے بھر کو معارِج تھما اور پھر اُس کو ملامتی نظروں سے دیکھ کر آگے بڑھ گیا جبکہ اپنی مُسکراہٹ قابو میں کر کے اُسامہ تیزی سے اُسکے پیچھے لپکا۔

کلاسز لے کر باہر نکلتے ہوئے اُس نے ایک نظر کلائی پر بندی گھڑی پر ڈالی اور پھر بازار سے کچھ سامان لینے کی نیت سے ہاسٹل کے قریب واقع بازار کی جانب رُخ کر لیا۔آہستہ قدموں سے آگے بڑھتے ہوئے اُسکا دماغ ابھی تک مفلوج تھا۔یہ جانے ہوئے دو دِن گُزر چُکے تھے کہ اُس شخص کی دُنیا اندھیر ہے۔اِس ایک آگہی نے سب خاک کر دیا تھا۔اِس ایک انکشاف نے سب ویران کر دیا تھا۔اِنہی گہری سوچوں میں آگے بڑھتے ہوئے اُسکی نگاہ غیر اِرادہ اوپر کو اُٹھی۔دُور رُکتی جیپ سے نکلتے شخص کو دیکھ کر وہ ٹھہر گئی۔ماؤف ذہن نے اُس شخص کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی پہچاننے میں کئی لمحے لگا دیئے اور پہچانتے ہی وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔پورے وجود میں ایک سَرد کپکپا کر رکھ دینے والی لہر دوڑ گئی۔تیزی سے پلٹ کر دائیں جانب کو مڑتی گلی میں داخل ہو کر دیوار سے ٹیک لگا کر اُس نے گہرا سانس لیا۔

"وہ خبیث بُڈھا۔۔"لرزتے ہاتھوں کو باہم جھکڑ کر اُس نے اپنے وہ قدم مضبوط کرنے چاہے جِن سے جان نکلنے کے درپے تھی۔

"یا اللہ!" دُھندلی ہوتی آنکھوں سے اُس نے ایک نظر اُس گہما گہمی والے بازار کو دیکھا اور پھر تیز مگر لرزتے قدموں سے واپسی پلٹی۔کتابوں کی لِسٹ اور بیگ اُسکے ہاتھ سے کب کہیں راستے میں گِرے اُسے کچھ خبر نہیں تھی۔

"ارے! اُنکو کیا ہوا؟" سِٹک کے سہارے چلتا معارِج، سیف کی پریشان اور متفکر آواز پر پلٹا بغیر ٹھہر گیا۔

"کیا ہوا؟" سوال کیا کیونکہ اپنے پیچھے سیف کے قدموں کی آہٹ اُسے محسوس نہیں ہوئی۔

"وہ۔۔۔مِس آیت۔۔"نا سمجھی سے کہتا سیف اِس سے قبل آگے آتا، معارِج سکندر تیزی سے پلٹا۔

"اُن کا سامان راستے میں گِر گیا ہے اور وہ۔۔۔اُٹھائے بغیر چلی گئیں۔"اُسکے سپید ہو چکے چہرے کو دیکھ کر سیف نے ٹھہر کر کہا جبکہ معارِج بغیر کچھ کہے واپس پلٹا یوں جیسے اُس نے کچھ سُنا نہ ہو۔اُسکو گاڑی کی سمت بڑھتے دیکھ کر سیف نے تاسف سے کندھے اَچکائے اور پھر جا کر راستے میں گِرا کپڑے کا بیگ اور پرچی اُٹھا کر اُس نے دائیں جانب کو جاتی تنگ، ویران پڑی گلی کو دیکھا کر بازار کو دیکھا اور تبھی اُسکی نگاہ مُسلح افراد کے ساتھ کھڑے شخص تک گئی جو لگ بھگ چالیس کے قریب عمر کا ہو گا مگر اُس نے خود کو اِتنا فِٹ رکھا تھا کہ اُسکی عمر تیس میں لگ رہی تھی۔سیف کمال اگر اُس شخص کو

نہیں جانتا ہوتا تو یقیناً اُسکی عمر تیس میں ہی تصور کرتا۔یک دَم جھماکے سے اُسکو کچھ یاد آیا اور پھر وہ بھاگ کر گاڑی تک گیا۔

"باس!" دروازہ کھولتے معارِج کے ہاتھ سیف کی مُضطرب آواز پر تھمے۔سیف کے لہجے میں کچھ بہت غیر آرام دِہ کر دینے والا تھا۔

"میں نے یہاں سفیر شہزاد کو دیکھا ہے۔"سیف کے تیزی سے بتائے جانے پر معارِج چونک گیا۔

"اُسکا یہاں کیا کام؟" چہرے پر اُلجھن اور نا سمجھی لیئے سوال کرتے ہوئے اُس نے سیف پر گڑھوں پانی گِرا دیا۔

"سفیر شہزاد جِس لڑکی سے شادی کر رہا تھا، وہ یہیں ہے۔"بامُشکل سیف نے خود کو کہنے پر آمادہ کیا ورنہ دِل میں وہ سُلطان خان کو بڑی اور موٹی گالیوں سے نواز رہا تھا۔

"کیا مطلب؟ اگر وہ لڑکی یہاں ہے بھی تو۔۔۔۔۔ڈونٹ ٹیل مِی کہ اُسے سُلطان نے۔۔۔"وہ جو پوچھنا چاہ رہا تھا، سمجھ کر سیف کی جانب پلٹا جو تیزی سے چند قدم پیچھے ہوا۔

"کون ہے وہ لڑکی؟" جبڑے بھینچ کر اُس نے جِس سَرد لہجے میں پوچھا، سیف کمال کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔سیف کا جی چاہا منظر سے غائب ہو جائے۔

"مِس آیتِ تطہیر!" مزید پیچھے ہٹ کر اُس نے اِتنے مدھم لہجے میں کہا کہ بامُشکل معارِج تک آواز پہنچی اور نام اُسکی سماعتوں سے ٹکراتے ہی اُسکے چہرے کے رنگوں کو بدلتے دیکھ کر سیف نے تیزی سے نگاہ چُرا لی۔

"سیف کمال!" غُرا کر اپنی سِٹک زمین پر پھینک کر وہ تیزی سے اُسکی جانب بڑھا اور اُسی تیزی سے سیف کمال مزید چند قدم پیچھے ہوا۔

"ہاؤ کُڈ یو؟ تم۔۔۔تم نے مُجھے بتانے کی۔۔" بے بسی، اِضطراب، طیش، بے چینی اور دلگرفتگی نے ایک ساتھ اُسکے اعصاب پر حملہ کیا جبکہ سیف کے چہرے کی ندامت مزید گہری ہونے لگی۔

"باس، ایم سوری!" اُسکو گاڑی کی جانب رُخ کرتے دیکھ کر وہ تیزی سے اُس تک آیا۔سیف کمال کے لہجے اور چہرے میں ندامت اور شرمندگی کا ایک جہاں آباد ہو گیا۔

"تمہیں ایک کام کہا تھا میں نے سیف کمال اور تم۔۔۔"ہمیشہ کی طرح اُس نے عادتاً جملہ بیچ میں چھوڑ دیا۔شدید غصے میں کچھ کہنے سے قبل وہ اپنے جملے اَدھورے چھوڑ دیا کرتا تھا۔

"واللہ! اِس سفیر سے پہلے سُلطان کا قتل مُجھ پر واجب ہے۔"مُٹھیاں بھینچ کر وہ اِتنی مدھم آواز میں بڑبڑایا کے قریب آتے سیف نے شرمندگی کے بوجھ سے سَر جُھکا لیا۔

"باس! وہ بھی مِس آیت کے خیر خواہ ہیں۔"سیف نے مدھم سے لہجے میں اُسکا دفاع کرنا چاہا جو معارِج سکندر کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا جبکہ بھینچ رکھی مُٹھیاں اور سَرد پڑتے چہرے کے ساتھ معارِج سکندر آہستگی سے اُسکی جانب پلٹا جِس سے مارے ندامت اور افسوس کے نگاہ اُٹھانا محال تھا۔

"خیر خواہ، مائی فُٹ! میں جانتا ہوں تم سُلطان کے دوست اور وفادار ہو مُجھ پر ہر بار ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔"سَرد، متنفر لہجے میں دوٹوک کہہ کر اُس نے سیف کمال کے چہرے کا رنگ متغیر کر دیا۔جُھک کر اپنی سِٹک اُٹھا کر ایک جھٹکے سے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولنے کے بجائے وہ پیچھے جا کر بیٹھ

گیا۔ وہ حد جو اُن دونوں کے درمیان تھی، دوبارہ سے یاد کروائی گئی۔ سیف نے تاسف سے سَر جھٹک کر سُلطان کے ثواب میں اِضافہ کیا اور پھر تیز قدموں سے ڈرائیونگ سیٹ آ کر سنبھال لی۔ اِس سے پہلے کہ وہ آیتِ تطہیر کا ہاتھ میں تھاما سامان، پسنجر سیٹ پر رکھتا، معارِج سکندر نے آگے ہو کر ہاتھ اُسکی جانب بڑھایا۔

"باس میں دے۔۔۔" اُس نے بامُشکل کہنا چاہا مگر معارِج نے اپنا ہاتھ پیچھے نہیں کیا۔ خفت سے گاڑی سٹارٹ کرنے سے قبل اُس نے وہ بیگ پلٹے بغیر معارِج کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ بیگ تھامتے معارِج سکندر نے لمحے بھر کو آنکھیں مُوند کر گہرا سانس لیا اور پیچھے ہو کر اُس بیگ کو قیمتی متاع کی طرح تھامے سیٹ کی پُشت پر سَر ٹِکا لیا۔

"مُجھے تم پر اعتبار نہیں ہے، سیف کمال۔" لمحے کی خاموشی کے بعد جو باور کروایا گیا اُس پر سیف کمال کے چہرے کا رنگ نچُڑ کر رہ گیا۔ لرزتے ہاتھوں سے سٹارٹ ہو چُکی گاڑی کے سٹیرنگ پر گرفت مضبوط کی گئی۔ اُسکی حالت سے بے نیاز معارِج سکندر کا ذہن آنکھیں موندے ہی اُس سہل اور خوبصورت وقت کی کھوج میں نکل کھڑا ہوا جب اُس نے اپنے دِل کو کسی کی جانب، کسی کے لیئے پوری قوت سے، پُرزور مُزاحمت کے باوجود کھینچتے، بڑھتے، دھڑکتے محسوس کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ وقت جب سیاہ آنکھوں کے آگے سے کوئی دلکش، پُروقار چہرہ جانے کا نام نہیں لیتا تھا۔ وہ لمحہ جب اُس کی ساری تدبیریں اُلٹی پڑ رہی تھیں۔

✧✦"تمہیں اُس عورت کی اِتنی پرواہ کیوں ہو رہی ہے؟" شُود نے سنجیدگی سے ڈرائیونگ کرتے معارِج سے واقعی جاننا چاہا اور معارِج نے چہرہ پھیر کر اُسکو بہت تعجب سے دیکھا۔

"واللہ، ھُود عارف! مُجھے تم سے بھی اِیسی بےوقوفانہ سوال کی اُمید نہیں تھی۔" وہ اُن سب سے یہ سُن سُن کر پک گیا تھا اُوپر سے اُسامہ نہ جانے جانے سے پہلے اُن سب کے سامنے کیا بکواس کر گیا تھا جِسکی وجہ سے وہ آتے جاتے، اُٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے، کھاتے پیتے اُنکی مشکوک نظروں کے حصار میں رہنے لگا تھا۔

"میری فکر کرنے کے لیئے بس اِتنا ہی کافی ہے کہ وہ ایک عورت ہے۔"اُسکی مزید وضاحت پر ھُود نے مُسکراہٹ دبائی۔جانتا تھا کہ اگر معارِج کی نگاہ اُسکی مُسکراہٹ کو دیکھ لیتی تو چلتی گاڑی سے اُسے باہر لات مار دے گا۔

"لیکن تم آج سے پہلے کسی عورت کے سامنے اپنے اصل نام اور چہرے کے ساتھ نہیں گئے میرے یار۔یہ ہمارے مشن کے خلاف ہے۔"ھُود نے ایک اور خدشہ اُٹھایا جبکہ معارِج نے دانت پیس لیئے۔

"معاف کر دے مُجھے میرے بھائی! جان کر نہیں گیا تھا مُنہ اُٹھا کر۔مُجھے کیا معلوم تھا وہ لڑکی بھی وہاں ہو گی۔"گاڑی پارکنگ لاٹ میں روکتے ہوئے اُس نے جُھنجھلا کر کہا اور پِھر ھُود کی مزید سُنے تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔گہرا سانس لے کر ھُود باہر نکل کر اُس تک آیا سنجیدہ تاثرات کے ساتھ میں مارکیٹ میں بڑھتے رش اور چہل پہل کو دیکھ رہا تھا۔وہ دونوں یہاں جِس آدمی کو ڈھونڈنے آئے تھے اُسکا نمبر اور ایڈریس اُس لڑکی کا پیچھے کرنے والے کے سیل فون سے نکلا تھا جو اِس وقت اُنکی حراست میں تھا۔

"وہ لوگ ڈرگ ڈیلنگز میں انوالو ہیں تو میرے خیال سے ہمیں یہ کیس اَب اِینٹی نارکوٹکس کو ریفر کر دینا چاہیئے۔"پاس کھڑے ہوتے ھُود کی رائے پر معارِج نے نفی میں سَر ہلایا۔

"وہ صرف ڈرگز کا کام ہی نہیں کرتے۔اُنکا نیٹ ورک بہت بڑا ہے اور ہمیں۔۔۔"اِس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا اِتنے رَش نیں، بہت دُور بھی وہی لڑکی اُسکو صاف اِیسے نظر آ گئی جِیسے اُس نے آنکھوں میں دُور بین لگا رکھی ہوں۔باقی ساری دُنیا کو دُھندلاتے دیکھ کر معارِج نے چونک کر اِرد گرد دیکھا۔

"کیا ہوا؟" اُسکو یوں بات چھوڑتے دیکھ کر ھُود نے ناسمجھی سے اُسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔

"وہ لڑکی۔۔۔"اُس نے تعجب سے اُس لڑکی کو دیکھا جو اُس سے بہت دُور کھڑی کسی اور لڑکی سے باتیں کر رہی تھی مگر اُسکے باوجود معارِج سکندر کی سیاہ آنکھوں میں اُسکی ایک ایک جُنبش کا عکس جھلک رہا تھا۔مہرون شیشوں کی شال میں سے جھانکتا دلکش چہرہ، کانوں میں پہنے بہت چھوٹے پھول کے ڈیزائن کے بنے آویزے اور ایک آویزہ وہ شاید رش میں کہیں کھو بیٹھی تھی اور اُسے خبر تک نہیں تھی۔اِس بات کا اِدراک ہوتے ہی اُسکے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی۔کچھ دِکھائی دیتے ھُود نے اُسکی مُسکراہٹ کو اِیسے دیکھا جیسے اُسکا دماغ چل گیا ہو۔اُسکی حیرانگی سے بے نیاز وہ مُسکراتی آنکھوں میں شوق سمیٹے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کے، گاڑی سے پُشت ٹِکا ہے اَب فرصت سے اُس پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔

وہ لڑکی سٹال سے کچھ اُٹھانے کے لیئے جُھکی اور اُسکے گلے میں پہنا لاکٹ لہرا کر آگے کو ہوا۔سیاہ مُسکراتی آنکھوں نے لاکٹ پر کنندہ نام کو دیکھا اور **'آیتِ تطہیر'** مُسکراتے ہونٹوں سے بے اِختیار آہستگی سے پھسل گیا۔سیاہ گھنی بھنوؤں کے قریب موجود سیاہ آنکھیں دلچسپی اور محویت سے اُس لڑکی کی ایک ایک جُنبش کو دیکھ رہی تھیں۔

جیسے خُدا آنکھیں جمائے بیٹھا ہے اِس دُنیا پر

کبھی میں اِتنی فرصت سے اُسے دیکھتا تھا۔۔۔

"تم پاگل تو نہیں ہو رہے۔"ھُود کے مشکوک اور متفکر لہجے کے یقین نے اُن سیاہ آنکھوں کی محویت اور فُسوں کو ماند کر دیا۔ماتھے پر گرتے بال مُضطرب ہو کر پیچھے کَرتے ہوئے اُس نے ھُود کے مشکوک چہرے کو دیکھا۔

"مُجھے بھی اِیسا ہی لگ رہا ہے۔"اُسکے اعتراف پر ھُود کی آنکھیں پھیلیں۔ اُس نے تحیر سے معارِج کے بے چین اور مُضطرب انداز کو دیکھا جو سامنے نہ جانے کِس کو ڈھونڈنے لگا۔

"تم یہیں رُکو۔میں بس ابھی آیا۔"وہ منظر اُسکے فُسوں کے ماند ہوتے ہی تحلیل ہو گیا تھا۔کیا وہ جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ رہا تھا اگر اِیسا ہے تو یہ بڑی خطرناک بات تھی۔سنجیدہ چہرے کے ساتھ وہ تیز قدموں سے ھُود عارف سے بہت دُور اور اُس جگہ کے قریب تر جا رہا تھا جہاں اُس نے آیتِ تطہیر کو دیکھا تھا۔وہاں پہنچ کر اُس نے چاروں طرف کا اچھی طرح جائزہ لیا مگر وہ یہاں کہیں بھی نہیں تھی۔ بے چینی سے گردن کی پُشت پر ہاتھ پھیر کے وہ جیسے ہی اُلٹا پاؤں پلٹا، کوئی شے اُسکے سیاہ سنیکرز کے نیچے آئی۔ٹھٹک کر پلٹتے ہوئے اپنی سیاہ جینز گھٹنے سے اوپر کر کے زمین پر پنجوں کے بَل بیٹھا اور پِھر دھیرے سے مُسکرا دیا۔اُس پھُول کی شکل کے بہت چھوٹے سے آویزے کو اُٹھاتے ہوئے اُسکی آنکھیں ایک بار پِھر دَھمکنے لگیں۔چند پل یونہی اُس چھوٹی سی ایئر رنگ کو اُنگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی کی گرفت میں گُھماتا رہا۔

"کیا کر رہا ہے یار؟" ھُود کی پُکار پر اُس نے چونک کر چہرہ اُٹھایا اور پِھر مُسکرا دیا۔

"یہ تصدیق کرنے آیا تھا کہ میں پاگل تو نہیں ہو گیا۔" اُسکی ذُو معنی بات ھُود کے سَر کے اُوپر سے گُزر گئی تبھی اُس نے دانت پیس کر اِدھر دگرد بڑھتے مجمعے کو دیکھا جِس کی پرواہ کیئے بغیر اُسکا دوست نیچے پنجوں کے بَل آرام سے بیٹھا تھا۔

"تو پھِر کیا نتیجہ نِکلا؟" ھُود نے دانت پیس کر پوچھا۔

"اَبھی پورا پاگل نہیں ہوا۔" آرام سے کہتے ہوئے، وہ ائیر رنگ ہوا میں اُچھل کر مُٹھی میں قید کر کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ھُود نے اپنے اُس دوست کو سینے کے پاس بنی جیب میں کچھ نہایت احتیاط سے رکھتے تعجب سے دیکھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ اُسکو بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آٹھ دِن پہلے ویمن یونیورسٹی سے واپسی پر نہ جانے کیا ہوا تھا اُسے جو وہ یونہی دقتاً فوقتاً اپنے دوستوں کو حیران، پریشان کرنے لگا تھا۔

"وہاں سے شام کو واپس پر کہیں کوئی چُڑیل تو عاشق نہیں ہو گئی تُجھ پر؟" اُسکو خود سے ہی بلاوجہ مُسکراتے دیکھ کر ھُود تیزی سے پیچھے کو کر کہنے لگا۔

"کہاں سے واپسی پر؟" اُسکا سوال سنجیدہ تھا مگر آنکھیں ابھی بھی مُسکرا رہی تھیں۔

"ویمن جامعہ سے واپسی پر۔" ھُود کے انداز پر اُسکی مُسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

"یہ تو معلوم نہیں لیکن ایک جن ضرور عاشق ہو گیا ہے کسی شہزادی پر۔" اُسکے لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ ھُود نے ٹھٹک کر بغور اُسکے مُسکراتے چہرے کو دیکھا۔ وہ جو ہر دَم سنجیدہ اور سَرد رہتا تھا پچھلے کئی دِنوں سے اُسکے چہرے سے مُسکراہٹ جُدا نہیں ہو رہی تھی۔

"کہیں اُس شہزادی کا نام اَسمارہ مُبین تو نہیں؟" اِیسے موقعے پر اُسکو تنگ کرنے سے باز رہنا ذرا مُشکل کام تھا ھُود عارف کے لیئے۔

"لا حولا ولا قوت!" کڑوے ہوتے چہرے کے ساتھ اُس نے تیز نظروں سے ھُود کو گھورا۔

"اچھا یار معذرت۔"اُسکے سنجیدہ اور سَرد ہوتے چہرے کو دیکھ کر ھُود کو اِحساس ہوا کہ وہ کِس قدر گھٹیا اور رذیل حرکت کر چُکا ہے۔کچھ کہے بغیر معارِج اُسکے پاس سے ہو کر گاڑی کی جانب بڑھا جبکہ ھُود کا دِل کیا اپنا کسی قریبی دیوار پر دے مارے۔گاڑی کسی پتھر سے ٹکرائی اور ایک جھٹکے سے معارِج سکندر اپنے گہرے تخیل سے حقیقت کی تلخ دُنیا میں واپس آگیا۔وہ تلخ حقیقی دُنیا جہاں وہ تھی مگر معارِج سکندر کی دَسترس سے بہت دُور۔فاصلے اِیسے تھے کہ چاہ کر بھی اب پاٹے نہیں جا سکتے۔آمنے سامنے تھی، اِسی گاؤں میں، اُسکے علاقے میں مگر معارِج سکندر اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔کیا یہ سب سے بڑا المیہ نہیں تھا؟

رنج و غم مانگے ہے، اندوہ و بلا مانگے ہے

دِل وہ مُجرم ہے کہ خود اپنی سزا مانگے ہے

چپ ہے ہر زخمِ گلُو، چُپ ہے شہیدوں کا لہو

دستِ قاتل ہے جو محنت کا صِلہ مانگے ہے

تُو بھی اِک دولتِ نایاب ہے، پَر کیا کہیے

زندگی اور بھی کچھ تیرے سوا مانگے ہے

کھوئی کھوئی یہ نگاہیں، یہ خمیدہ پلکیں

ہاتھ اُٹھائے کوئی جس طرح دُعا مانگے ہے

رَاس اَب آئے گی اَشکوں کی، نہ آہوں کی

آج کا پیار نئی آب و ہوا مانگے ہے

بانسری کا کوئی نغمہ نہ سہی، چیخ سہی

ہر سکوتِ شبِ غم کوئی صدا مانگے ہے

لاکھ مُنکر سہی پر ذوقِ پرستش میرا

آج بھی کوئی صنم، کوئی خُدا مانگے ہے

دِل ہر اِک حال سے بیگانہ ہوا جاتا ہے

اَب توجہ، نہ تغافل، نہ اَدا مانگے ہے۔۔۔

(جاں نثار اختر)

سفیر شہزاد کے خوف سے ایک دِن تو وہ کالج نہیں گئی مگر کب تک وہ یونہی چُھپتی پھرتی۔جی کڑا کر بیگ کندھوں پر پہنے وہ تیز قدموں سے چادر سے نقاب کرنے کے بجائے سیاہ کپڑے کا ماسک پہنے آگے بڑھ رہی تھی۔اِس بار اُس نے ہر وقت والا راستہ نہیں چُنا۔یونہی چلتے ہوئے اُسے اپنے پیچھے

قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اور اُس سے پہلے کہ وہ دہل کر پیچھے پلٹتی۔کوئی اُسکے مُقابل آ کر چلنے لگا۔آیت کی ششدر نظریں اُس چہرے تک گئیں جو پِھر سے سیاہ ماسک میں تھا۔سمجھ سے باہر تھا کہ وہ دِن کی روشنی میں بھی نقاب کیوں کیئے رکھتا تھا؟ ٹھنڈ بھی کوئی اِیسی خاص نہیں تھی۔

"آپ ہر وقت نقاب کیوں کیئے رکھتے ہیں؟" اپنے اندر خوف اور سفیر شہزاد کے ڈر سے گھبرا کر اُس نے آہستگی سے سوال کیا جبکہ سبز آنکھیں جو سیدھ میں راستے کو دیکھ رہی تھیں، چونک کر اُسے دیکھنے لگیں۔شاید وہ آیت سے بات میں پہل کیئے جانے کی اُمید نہیں رکھتا تھا۔

"کیونکہ جِس دِن میرا نقاب اُترا بہت سے مزید چہروں سے نقاب اُتر جائے گا۔" چہرہ پِھر سے واپس پھیر کر بے تاثر لہجے میں بتایا گیا۔آیت چند لمحے اُسکو یونہی دیکھتی رہی۔

"آپکے چہرے پر زخم ہے؟" وقفے کے بعد اِیسے سوال کیا جیسے پچھلی وضاحت پر ذرا یقین نہ آیا ہو۔

"اُونہوں!" مُختصراً نفی کی گئی۔

"تو پِھر آپ بدصورت ہیں۔"اِس بار اُس نے یقین سے کہا جبکہ سُلطان خان کے قدم تیزی اور بے یقینی سے تھمے۔پہلی بار کسی عورت نے اُسے اِتنے یقین سے دیکھے بغیر بدصورت کہا تھا۔ٹھہر جاتی آیت نے اُسکو نرمی سے دیکھا جس نے سَر پر سیاہ ہُڈ پہن کر یوں آگے کر رکھا تھا کہ سبز آنکھیں بھی اِتنی واضح نہیں تھیں۔

"تم نے مُجھے دیکھا نہیں ہے لڑکی ورنہ مان جاتی کہ اللہ نے حُسن مجھے کتنی فیاضی سے عطا کیا ہے۔" اُسکے لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ آیت کی ہنسی بے ساختہ تھی۔اُسکے انداز میں بے حد بچگانہ پن تھا یوں جیسے

بدصورت کہلایا جانا سخت بُرا لگا ہو جبکہ اُسکی مُسکراہٹ نے سُلطان خان کے اندر کی خاموش اور اندھیر دُنیا تہہ و بالا کر دی۔

"یہ کافی زنانہ تبصرہ تھا۔"مُسکراہٹ دبا کر اُس نے نرمی سے کہا۔اِس شخص کے اِرد گرد کچھ آرام دہ سا کرنے والا تھا یا شاید اُسکی جان بچا چُکا تھا اِسی لیئے وہ اُسکے ساتھ نرمی کا معاملہ رکھنا چاہتی تھی۔

"تھا تو۔"سَر جھٹک کر اُس بے نام سی کیفیت سے خود کو بہت احسن طریقے سے نکال لیا گیا جِس میں لمحے کے ہزارویں حصّے میں جھکڑا گیا تھا۔

"میرا سوال وہیں ہے۔"اُس پر گُزر چُکی کیفیت سے بے خبر چلتے ہوئے اُس نے پھر سادگی سے کہا۔

"بس یونہی عادت ہو گئی ہے۔ایک زمانے سے اپنا چہرہ دیکھنے کا دِل نہیں کیا۔"سر جھکا کر اِس بار جو کہا گیا اُس نے آیت کی ساری توجہ اپنی جانب کھینچ لی۔

"کیوں؟" بےساختہ اُسکے ہونٹوں سے پھسلا اور خود سے چونکتی آیت اپنے اندر کو کوس کر رہ گئی۔

"یہ بات میں کسی کو نہیں بتا سکتا، معذرت اچھی لڑکی۔ہاں! ہم دوست ہوتے، مُجھے تمہارا اور تمہیں میرا اعتبار ہوتا تو بات کچھ اور ہوتی۔"اُسکے انداز کی بےپرواہی پھِر سے لوٹ آئی جبکہ اُس شخص کے انداز آیت کو مُسکرانے پر مجبور کر رہے تھے مگر ماسک کی وجہ سے اُسکی مُسکراہٹ سُلطان کی آنکھوں سے مُخفی رہی۔

"آپ مُجھے بتا نہیں سکتے تو ظاہر ہے دوست بھی نہیں بنا جا سکتا۔"بڑے ہی اطمینان سے کہتے ہوئے اُس نے سُلطان خان کو چونکا دیا۔پچھلی مُلاقات والا رکھاؤ اور کھچاؤ اُسکے لہجے میں آج بالکل نہیں تھا۔

"دوستی کا پہلا سٹیپ تعارف ہوتا ہے مُحترمہ۔"رُک کر اُسکے ہی انداز میں کہا گیا یوں جیسے وہ آیتِ تطہیر کے اندر چُھپے بیٹھے ڈر کو بھانپ گیا تھا۔وہ یہاں رہنے تک کے لیئے اُس پر اعتبار کرنا چاہ رہی تھی یا اُسکا استعمال۔وہ جو ایک بار جان بچا چُکا تھا بار بار حفاظت کرنے پر قادر ہو سکتا تھا۔اگر اوپر اللہ موجود تھا تو نیچے زمین پر سُلطان خان پر اعتبار کرنا اِتنا بُرا نہیں تھا اور اُس سوچ کو حرف با حرف پڑھتے سُلطان خان کے ہونٹ فتح کی خوشی، تیر نشانے پر لگ جانے والے انداز پر مُسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"میرا نام آیتِ تطہیر ہے اور آپ نے اُس دِن میری جان بچائی اُس کے لیئے میں آپکی بہت احسان مند ہوں۔"ٹھہر کر اُس نے آہستگی سے کہا جبکہ سُلطان خان نے چہرہ پھیر کر رُکتے ہوئے اُن سُنہری آنکھوں کو دیکھا جو اُسکی جانب نرمی سے، اپنائیت سے اُٹھی ہوئی تھیں۔اُسکے انداز پر سُلطان گردن پیچھے کو پھینک کر ہنسنے لگا۔آیت اپنی سُنہری آنکھیں چھوٹی کیئے اُسکو نا سمجھی سے دیکھنے لگی جو اپنی دراز اور ورزشی جسامت، پُشت پر ہاتھ باندھ کر چلنے اور دونوں بازؤں کے کَف اُلٹ کر فولڈ کیئے رکھنے والی ہر عادت اور طریقے میں کسی کی پوری مشابہت رکھتا تھا۔

"اور آپ؟"سادہ مگر محو سوال پر چہرہ واپس سیدھا کر کے اُس نے آہستگی سے اُن سُنہری آنکھوں کے ارتکاز پر چونکتے ہوئے دیکھا۔پیچھے سَر کرنے کی وجہ سے اُسکے سَر سے ہُڈ ِگر چُکا تھا۔سیاہ گھنے بے ترتیب بالوں میں چھلے کی طرح گولائی نمایاں تھی۔آیت کی کھوجتی، ٹھہرتی، گہری نظروں پر اُس نے کھنکار کر اپنی ہُڈ کی جیب سے سیاہ ہیر بینڈ نکال کر بال پیچھے کر کے لگاتے ہوئے اُسکو دیکھا جو پلک تک نہیں جھپک رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" اُسکے ارتکاز کو بڑھے کافی دیر گزر گئی تو اُس نے آگے کو جُھک کر اُسکی آنکھوں کے آگے چٹکی بجائی تو چونکتی آیت نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"آپ کو کبھی کِس نے کہا کہ آپ کسی کی طرح لگتے ہیں؟" اُسکے سنجیدہ ہوتے مُبہم جواب پر سُلطان نے سبز آنکھیں سُکیڑ کر اُسکو دیکھا۔

"ہمم! بہت بار۔" آیت کی نظریں جس تیزی سے اُس تک آئیں، نقاب سے ظاہر ہوتیں سبز آنکھیں مُسکرا دیں۔

"کِس سے؟" اُسکا سوال اِتنا مُختصر نہیں تھا۔ وہ اپنے کالج جانے کا بُھولے ٹھہر کر اپنے مقابل کھڑے دراز قامت شخص کو بغور دیکھ رہی تھی۔

"معارِج سکندر سے۔" آیتِ تطہیر کو لگا اُسکا دِل دھڑکنا بُھول گیا ہے۔ وہ ایک نام! اُسکی روح ویران کر دینے پر قادر تھا۔

"تمہیں بھی اُسی کی طرح نہیں لگا۔" اُسکے لہجے میں مُسکراہٹ تھی یوں جیسے وہ آیت کی محویت اور اِرتکاز کو سمجھ گیا۔ شُکر ہے آیت کا چہرہ ماسک میں تھا ورنہ وہ اُڑتے رنگ ضرور دیکھ لیتا۔

"میں معارِج سکندر ہوں۔" لمحے کی خاموشی کے بعد اُس نے سُنہری آنکھوں میں جھک کر دیکھتے ہوئے سادگی سے اُن سماعتوں پر دھماکہ کرنا چاہا مگر اُسکی اُمید کے بَرخلاف وہ سُنہری آنکھیں تحیر سے، ششدر ہو کر پھیلیں نہیں۔

"آپ معارِج سکندر نہیں ہیں۔" اُس لہجے میں اِتنا یقین اور اطمینان تھا کہ لمحے بھر کے لیئے سُلطان خان کے قدموں سے زمین اور سَر سے آسمان کھینچ لیا گیا۔وہ نام جِس دِقت سے آیتِ تطہیر کے ہونٹوں سے نکلا صِرف وہی جانتی تھی۔ بامُشکل اپنے ششدر اعصاب کو یکجا کر کے پیچھے ہوتے ہوئے وہ دھیرے سے ہنسا۔ اُسکی ہنسی پر آیت نے اُسے بغور دیکھا جو پیچھے گِرا ہوا ہُڈ پھر سے سَر پر پہن رہا تھا۔

"تم نے کیسے اِتنے یقین سے کہہ لیا؟" وہ واقعی جاننا چاہتا تھا اُس پُریقین انکار کا حملہ بے حد شدید اور مُہلک تھا۔ اُسکو ابھی تک اپنا دِل کے ٹکڑے ہونے کی آواز آ رہی تھی۔

"آپ سعید احمد غضنفر کی حویلی میں نہیں رہتے۔" وہ جو اُسکی سبز آنکھوں کے بارے میں کہنے لگی تھی، سنبھل کر بولی جبکہ اُسکے جواب پر سُلطان اُسے دیکھے گیا۔ دیا گیا جواب تازیانے کی طرح لگا تھا۔ معارِج سکندر نے اُس حویلی میں رہنے کا اِنتخاب کر کے خود کو مزید سُلطان خان کی نظروں میں کئی سال پہلے قابلِ نفرت بنا لیا تھا۔

"آپ کا کیا رشتہ ہے آپس میں؟" وہ واقعی یہ جان لینا چاہتی تھی مگر خود کو بے پرواہ ظاہر کرنے کو چہرہ پھیر کر دُور جاتی شاہرہ کو دیکھنے لگی۔ اِیسے سوالات معارِج سکندر سے نہیں کیئے جا سکتے تھے۔

"ہم دونوں ٹوئینز ہیں۔" لمحے کے توقف کے بعد جو کہا گیا اُس پر آیت نے دنگ نظروں سے چہرہ پھیر کر اُسکو تحیر سے دیکھا جسکے چہرے پر کوئی تاثر، کوئی اُلفت جیسے تاثرات نہیں تھے تو کھوٹ بھی نہیں تھا۔

"آپ دونوں۔۔۔۔"ششدر کرتی حیرت سے اُس سے بات بھی پوری نہیں ہو سکی۔

"میرا نام سُلطان خان ہے۔"اُس نام پر اُن سُنہری آنکھوں کا بدلنا، ٹھہر جانا، ساکت ہو جانا کچھ خاص اچھا نہیں لگا تھا اُسے تبھی اپنے تعارف کی رسم ادا کر کے اُسکو یونہی حیران اور ششدر چھوڑے وہ اُسکے سامنے سے گُزر کر پلٹ گیا۔ آیت نے پھیلتی آنکھوں سے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو اپنی جیپ میں بیٹھ رہا تھا اور پِھر جیپ سٹارٹ کر کے اُسکے برابر سے گُزرتے ہوئے اُس نے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں پستول بنانے کے سے انداز میں لہرائیں اور پھر آگے بڑھ گیا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئ۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چُوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: **Novelskiduniya77)**

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے-- لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کریں---شکریہ------

"تمہارے رشتے کے لیے کچھ لوگ آ رہے ہیں۔"وہ جو جامعہ جانے کے لیے تیار ہو کر باہر نکلی تھی، کوثر چچی کی دی گئی اطلاع پر چونک کے اُنکو دیکھنے لگی اور اُسکی حیرانگی پر کوثر بیگم تیزی سے نظریں پھیر کر ہاتھ میں اُٹھا رکھی ٹکرائے میں چاول صاف کرنے لگیں۔

"میرے خیال سے رقیہ آپا کے لیے کل کچھ لوگ آ رہے تھے۔"اُس نے جیسے یاد کروانا چاہا۔

"ہاں! مگر اُنہیں تم پسند آ گئی ہو۔"اُنکا انداز اَب بھی جان چھڑوانے والا تھا۔

"میں بیچ میں کہاں سے آ گئی۔مُجھ سے بڑی رقیہ آپا ہیں پھر تسنیم۔"اُسکو واقعی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"تمہیں جامعہ سے دیر ہو رہی ہے۔بس یاد رکھنا کہ جلدی واپس آنا ہے۔وہ لوگ شام کو تمہیں دیکھنے اور رشتہ پکا کرنے آ رہے ہیں۔"کوثر بیگم اپنی بات کہہ کر اُسکو ہَق دَق چھوڑے اُٹھ کر تیز قدموں سے کچن کی جانب بڑھ گئی۔چند لمحے اُسکو بات سمجھنے میں لگے اور بات سمجھتے ہی وہ اپنی جگہ سے ہِل نہیں سکی۔یقیناً وہ رشتہ نہیں تھا جو رقیہ آپا کے لیئے آیا تھا بالکل چچا کی کارستانی تھی اور چچی کو خبر ہوتے ہی اُسکی جانب توپوں کا رُخ کیا جا رہا تھا۔وہ کوئی چھوٹی بچی نہیں تھی جو ساری بات نہ سمجھ سکتی۔چند لمحے یونہی مُٹھیاں بھینچ کر کھڑی رہی اور پھر سَر جھٹک کر گھر کا بیرونی دروازہ پار کر گئی۔جامعہ کی بس میں بیٹھتے ہوئے بھی اُسکی سوچ مُختلف تانے بانے بن رہی تھی تبھی کسی نے اُسکا شانہ ہلایا۔

"کہاں کھوئی ہوئی ہو؟ جامعہ آ گئی ہے۔"اُسکے بُری طرح چونکنے پر اُسکی سینئیر فضا نے حیرانگی سے کہا۔اُسکا شکریہ ادا کر کے مزید کچھ بھی کہے بغیر اپنا بیگ کندھے پر لٹکائے تیزی سے نیچے اُتر گئی۔کلاس میں جانے کے بجائے وہ اپنی مخصوص جگہ جا کر درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔اُسکی سوچ کا دھارا صِرف ایک نکتے پر جا کر ساکن ہو جاتا۔اِرد گرد سے بےپرواہ وہ اپنی پریشان کُن سوچوں میں محو تھی اور اُسے یہ تک انداز نہیں تھا کہ وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہے۔

میرے لہجے میں تھکن ہے نہ ہی آثارِ مَرگ

میری آنکھوں میں مگر سب سے انوکھا دُکھ ہے۔۔۔

"کیا اِتنی محویت سے دیکھ رہے ہیں، سَر؟" اندر آتے دِلاور نے سکرین کے آگے دلجمعی سے بیٹھے معارِج کو دیکھ کر خُود سے سوال کیا۔۔

"جِن ایک شہزادی پر عاشق ہو گیا ہے۔"صوفے پر دراز ہوتے ہوئے اُس نے نہایت اطمینان سے گنز صاف کرتے سیف اور کرسی سنبھالتے دِلاور پر دھماکہ کر دیا۔گن سیف کے ہاتھ سے چُھوٹ کر گِری۔ اُن سب نے ایک ساتھ معارِج کو دیکھا جسکے کان پر جُوں تک نہیں رینگی تھی۔

"سَر نے سُن لیا تو آپ کی خیر نہیں۔"دِلاور نے معارِج کے ممکنہ طیش سے پہلے ہی آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھا۔

"یہ میرے نہیں اِس آدھے پاگل ہو چُکے شخص کا ہی قول ہے۔"ھُود کے مُسکراتے انداز پر سیف اور دِلاور نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اِس بات کا باس کی محویت سے کیا تعلق؟" سیف کا سوال عقلمندانہ تھا۔

"اُو عقل کے جانی دُشمن! تمہارا جِن باس اُسی شہزادی کو پچھلے دو گھنٹے سے پَلّک جَھپکے بغیر گُھور رہا ہے۔"ھُود کے کہنے پر سیف اور دِلاور تیزی سے اپنا کام ترک کر کے اُٹھے اور اُسی تیزی سے ھُود نے اُنہیں گُھور کر واپس بیٹھنے کا اِشارہ کیا۔

"چُپکے بیٹھے رہو۔"اُسکی تنبیہہ کو سمجھتے ہوئے اُنہوں نے چہرہ پھیر کر معارِج کو دیکھا جسکے چہرے کے موم کی طرح نرم تاثرات تیزی سے متغیر ہوئے۔لیپ ٹاپ کی سکرین بند کر کے وہ تیزی سے اپنی جیپ کی چابی اور سیل فون اُٹھا کر پلٹا۔

"کیا ہوا؟" اُسکے چہرے پر کچھ بہت الگ سا تھا جِس نے ھُود کو ٹھٹکا دیا۔ اُسکے سوال پر معارِج نے بے طرح چونک کر اُن تینوں کو دیکھا اور پِھر نفی میں سَر ہلا کر عُجلت میں باہر نکل گیا۔ سیف اور دِلاور نے بیک وقت ھُود کو دیکھا جسکے چہرے پر تفکر کے تاثرات گہرے ہو رہے تھے۔

اے خُدائے زندگانی! تُو ازل ازل کا تنہا

میرے سانحے سے شاید تیرا المیہ بڑا ہے۔۔۔

(سید مُبارک شاہ)

"کیا مُجھے یہ علاقہ بھی چھوڑ دینا چاہیئے؟" خود سے سوال جواب کر کے تھک جاتے ہوئے اُس نے وہ چھوٹا سا سیل فون نکال کر اپنی آنکھوں کے سامنے کیا۔ یہاں آنے کے بعد اُس نے نیا سیل فون لینے کا سوچا بھی نہیں۔ چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد فیصلہ ہو گیا۔ صدف کے نمبر پر کال کرتے ہوئے اُسکا دِل پریشانی سے سُکڑنے لگا۔

"اسلام و علیکم تطہیر!" دوسری جانب جیسے کوئی پہلے ہی اُسکی کال کے اِنتظار میں تھا۔ جِس یقین اور بے چینی سے پُکارا گیا، آیت کا کال کو مُنقطع کرتا ہاتھ ٹھہر گیا۔

"وعلیکم! صدف کہاں ہے؟" وہ سیدھا مُدعے کی بات پر آئی۔ دوسری جانب اَسفر نے گہرا سانس لے کر تشکرانہ آنکھیں موند لیں۔ کئی دِن سے وہ اُسے کال کر رہا تھا اور ہر بار اُسکا نمبر بند جاتا۔

"صدف اسلام آباد میں ہے اور اُسکا نمبر میرے پاس ہے۔"اَسفر کے جواب پر آیت کا چونکنا بنتا تھا۔ ظاہر ہے صدف کا سیل فون اُسکے پاس کیوں تھا۔

"صدف ٹھیک تو ہے نہ؟" اُسکو پریشانی گھیرنے لگی جبکہ اَسفر نفی میں سَر ہلا کر رہ گیا۔یہ لڑکی دوسرے کی ہی ہر وقت فکر کرنے والی اپنی فطرت کسی حال میں نہیں بدل سکتی تھی۔

"وہ ٹھیک ہے اِنفیکٹ تمہارے لیئے بے حد پریشان تھی تبھی اُس نے مُجھے مانسہرہ بھیجا مگر تم روبی آنٹی کے گھر نہیں پُہنچی اور میں اِسی لیئے تمہاری تلاش میں اِدھر اُدھر خوار ہوتے یہ نمبر مِلاتا رہا مگر ہر بار بند جا رہا تھا۔"اَسفر کی تفصیل پر آیت پر شرمندگی سے گھڑوں پانی گِر گیا۔وہ کیسے ہر وقت اُس سے بے پرواہی کرتی تھی اور وہ پھر بھی کِس قدر عزت سے اُسکا خیال اور فکر کرتا تھا۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی؟ میں ٹھیک ہوں اللہ کا شُکر۔مانسہرہ نہیں جا سکی مگر جہاں ہوں خیریت اور حفاظت سے ہوں۔"وہ اپنے لہجے کی رکھائی پر پھر بھی قابو نہیں رکھ سکی۔دوسری جانب اُسکے رکھاؤ کو اَسفر خوب سمجھتا تھا مگر اپنی اور اپنی بہن کی مُحبت کے ہاتھوں مجبور تھا۔

"تم ہو کہاں؟ مُجھے بتاؤ تاکہ صدف کو تسلی ہو سکے۔اُس لڑکی نے اپنا کھانا پینا حرام کر رکھا ہے۔"اَسفر کے اِسرار پر آیت نے تفکر سے گہرا سانس لیا۔صدف اور اُسکی دوستی اِیسی ہی تھی کہ ایک دوسری کی پریشانی اور غم میں گھل کر بیمار ہوا جائے۔

"میں مُظفر آباد میں ہوں۔صدف کو کہنا کہ میری طرف سے پریشان نہ ہو۔"اِس بار اُسکے لہجے میں نرمی تھی۔

"مُظفر آباد میں کہاں؟" دوسری جانب بے چینی چُھپائے نہیں چُھپ رہی تھی۔

"وادیِ نیلم۔۔!" مختصراً کہہ کر اُس نے اَسفر کو کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر کال مُنقطع کر لی۔ صدف کی جانب سے جو پریشانی تھی وہ زائل ہو گئی۔ اَب اُسے اپنے پر غور کرنا تھا۔ دو کلاسز لے کر کالج سے باہر نکلتے ہوئے چہرے پر اچھی طرح نقاب کیئے وہ تیز قدموں سے ہاسٹل کی جانب بڑھنے لگی۔ ویران سڑک پر پہنچتے ہی دُور سڑک سے گولی کی طرح دوڑتی ہوئی گاڑی آئی اور خوفزدہ ہوتی آیت کو سوچنے سمجھنے کا موقع تک نہیں مِلا۔ وہ جیسے ہی پیچھے ہوئی، چار ہٹے کٹے مسلح آدمی تیزی سے اُسکے عقب میں آ کھڑے ہوئے۔ خوف سے سپید پڑتے وجود کے ساتھ اُس نے سُنسان پڑی سڑک کو دیکھا اور پھر گاڑی کا دروازہ کھول کر کروفر سے نکلتے سفیر شہزاد کو۔ سیاہ مونچھوں کو تاؤ دے کر اُس نے مُسکرا کر اُس سیاہ چادر میں چُھپی لڑکی کو دیکھا۔

"بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔" وہ تمسخر آیت کے چہرے پر کسی تمانچے کی صورت لگا۔ مُٹھی میں دبا رکھے سیل فون پر اُسکی گرفت مضبوط ہوئی۔ سفیر شہزاد کے قدم جیسے ہی اُسکے جانب بڑھے، آیت تیزی سے پیچھے ہوئی۔

"حیران ہو رہی ہو اپنے دُلہے کو دیکھ کر۔ اپنی دُلہن کو لینے آیا ہوں پہلے ہی شادی کو بہت دیر ہو چکی ہے۔" اپنے قدموں پر بامُشکل ساکن، چہرہ اُٹھائے کھڑی لڑکی کے وجود میں جُنبش ہوئی۔

"تمہاری چہرے پر تھوک کر آئی تھی میں۔ شرم تمہیں پھر بھی نہیں آئی۔" نقاب تلے چُھپے سپید ہوتے چہرے کی نسبت اُسکے لہجے میں بلا کی سختی اور تنفر تک۔ سفیر شہزاد کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

"یہی بات! یہی بات تمہاری مُجھے کھینچتی ہے۔"اُسکے انداز پر آیت کا جی چاہا اُسکا مُنہ نوچ لے۔

"اَب بہت گھوم پھر لیا۔ چلو شاباش گھر چلتے ہیں۔"اُسکا انداز صاف چِڑھانے والا، پچکارتا ہوا سا تھا۔کہنے کے ساتھ اُس نے ہاتھ اُسکی جانب کیا مگر آیت یونہی آنکھوں میں نفرت کے شعلے لیئے اُسکو گھورتی رہی۔

"تیری تو! آنکھیں کِس کو دِکھا رہی ہے؟" ہاتھ کا مُکہ بنا کر آیت پر تان کے وہ جیسے ہی آگے بڑھا، آنکھیں سختی سے میچ کر آیت چہرے کا رُخ بدل گئی۔سفیر شہزاد کا ہاتھ اُس کو لگنے سے قبل ہی کسے نے بہت مضبوطی سے جکڑ کر سفیر شہزاد کو جھٹکا اور وہ جو اِس حملے کے لیئے تیار نہیں تھا۔جھٹکا کھا کر کہی قدم بوکھلا کر پیچھے کو ہوا۔

"ابے کون ہے تُو؟" اُس شخص کا بے تاثر چہرہ دیکھ کر سفیر شہزاد نے تیز لہجے میں کہا جبکہ آیت اِس سے پہلے چہرہ پھیر کر دائیں جانب دیکھتی کسی نے اُسکی کلائی نرمی سے تھام کر اپنے پیچھے کر لیا یوں کہ بوکھلا کر ششدر رہ جاتی آیت مقابل کی پُشت کے پیچھے پوری طرح چُھپ گئی۔تیز ہوتی دھڑکن اور نم ہوتی آنکھوں سے وہ اُس پُشت کو دیکھے گئی جِس نے ہر مُشکل موقعے میں اُسے اپنے پہاڑ جیسے وجود کے پیچھے چُھپایا تھا۔

"میں وہ ہوں جو تمہیں کسی عورت کو یوں ہراساں کرنے کے جُرم میں عمر قید کروا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔"اُسکے عین مُقابل کھڑے ہو کر کہتے شخص کا لہجہ بے حد سَرد اور کُھردرا تھا۔

"یہ کہاں سے ٹپک پڑا ہے پرائے پھڈے میں؟" سفیر نے تمسخرانہ لہجے میں کہتے ہوئے اپنے لوگوں کو دیکھا جو اُس شخص کے ہاتھ میں موجود سیاہ سِٹک کو تمسخر سے دیکھ رہے تھے۔

"تم میری حدود میں داخل ہوئے ہو، سفیر شہزاد۔" لہجے میں جو باور کرواتا انداز تھا اُس پر سفید شہزاد کا ماتھا ٹھنکا۔بغور سَر تا پا اُسکو دیکھا۔

"ابھی نکل جاتے ہیں تمہاری حدود سے۔یہ لڑکی میری دُلہن ہے اِسکو لیتے ہی ہم یہاں کا رُخ نہیں کریں گے۔" سفیر شہزاد کا انداز یَک دَم بہت مدلل ہو گیا۔اُس شخص کی پُشت کے پیچھے کھڑی ساکن آیت کے وجود میں داڑ آئی۔اُسی لمحے معارِج سکندر نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا یوں جیسے تصدیق چاہی ہو اور نہ جانے کیوں بے اِختیار اُس نے نفی میں سَر ہلایا حالانکہ جانتی تھی وہ شخص اُسے نہیں دیکھ سکتا۔

"تمہیں اکیلے ہی جانا پڑے گا یہاں سے۔" اُسکے کہے جانے پر کب سے ضبط کر رکھے سفیر شہزاد مُٹھیاں بھینچ کر اُسکی جانب بڑھا۔

"آپ جا کر گاڑی میں بیٹھیں۔" قریب آتے قدموں کی آہٹ کو نظرانداز کر کے اُس نے چہرہ پھیر کر آہستگی سے کہا۔آیت نے چونک کر اُسکو دیکھا جو چہرہ پھیرے سیدھ میں یوں دیکھ رہا تھا کہ اُسکا نیم رُخ ہی صِرف لمحے بھَر کو واضح ہو سکا۔اُسکے قدم وہیں جمے رہے۔وہ اپنی جگہ سے ہِل نہیں سکی تھی۔ پانچ سال بعد وہ براہِ راست اُس سے مُخاطب ہو بھی تو کیسے اجنبی اور بیگانے انداز میں۔

"میرے ایک اِشارے پر لوگ اکھٹے ہو جائیں گے سفیر شہزاد اور میرے خیال سے تم یہاں سے بے آبرو ہو کر نکلنے کے اِرادے سے نہیں آئے۔اپنے ضروری کام نمٹا کر غضنفر حویلی آ جانا۔وہیں بات ہو گی تم سے۔"اُسکے حکم صادر کرتے انداز پر سفیر نے دانت پیس کر اُسکو دیکھا اور اِس سے قبل کچھ کہتا معارِج پلٹ کر کسی بُت کی طرح بے حس و حرکت اِیستادہ آیت کو کلائی سے تھامے اپنی گاڑی کی سِمت لایا۔کلائی پر موجود اُس تحفظ دیتی گرفت پر اُسکا سَرد پڑتا وجود یک دَم چونک گیا۔چہرہ پھیر کر اُس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا اور عین اُسی لمحے معارِج سکندر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولنے کو آگے کی جانب جُھکا یوں کہ آیتِ تطہیر آنکھیں پھیلائے قریب آتے چہرہ کو آنکھیں پھیلا کر دیکھنے لگی۔وہ خواب نہیں رہا تھا، حقیقت بَن کر اُسکی آنکھوں کے سامنے تھا مگر حقیقت خواب کی نسبت بے حد سوگوار کر کے بوجھل کر دینے والی تھی۔اُس کے دِل پر گُزرتی قیامت کے آثار چہرے پر ظاہر تھے مگر اُس سے بے خبر معارِج سکندر دروازہ کھول کر پیچھے ہوا۔

"بیٹھیں!" اُس نرم لہجے پر بامُشکل اپنی آنکھوں کے گوشوں کو بھیگنے سے روک کر اُس نے چہرہ اُٹھا کر اپنی گاڑی کے پاس طیش سے تلملاتے سفیر شہزاد کو دیکھا اور پھر فیصلہ ہو گیا۔اُسکے بیٹھتے ہی معارِج نے دروازہ بند کیا اور گھوم کر دوسری جانب سے آ کر دروازہ کھولا جبکہ اندر چوکنا ہو کر گاڑی سٹارٹ کرتے ڈرائیور نے چونک کر اُسکو دیکھا جو ہمیشہ کی طرح پسنجر سیٹ پر بیٹھنے کے بجائے پیچھے بیٹھ رہا تھا۔لوگوں کے ساتھ، لوگوں کی موجودگی میں وہ پسنجر سیٹ پر بیٹھنا پسند کرتا تھا کم اَز کم مُراد علی نے تو اپنی چار سالہ مُلازمت میں یہی دیکھا تھا۔سَر جھٹک کر گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی گئی۔

کافی راستہ طے کرنے کے باوجود بھی گاڑی میں پھیلی دبیز خاموشی کو کوئی توڑ نہیں سکا۔اپنے سَرد، لرزتے ہاتھوں کو باہم مِلا کر آیت نے چہرہ کھڑکی سے باہر تیزی سے بھاگتے دوڑتے مناظر کی جانب پھیر لیا۔ وہ اپنی تیز ہوتی دَھڑکن باآسانی کانوں میں سُن سکتی تھی مگر اُسکے کچھ فاصلہ پر بیٹھا شخص بالکل بے تاثر تھا۔تنہائی میں بے تحاشہ یاد کیے جانے والے وجود کو پہلو میں محسوس کرنے کے باجود دَھڑکنیں مُنتشر نہیں ہو سکیں۔

"کہاں اُترنا ہے آپ نے؟" دبیز ہوتی خاموشی کو اُسکی بے حد بھاری، سنجیدہ اور بے تاثر آواز نے توڑا۔ اپنے خیالوں اور دھڑکنوں سے نبرد آزما ہوتی آیت نے اُس گھمبیر آواز پر لرز کر چہرہ پھیرا۔اُسکو کو اپنی کھوئی ہوئی آواز کو یکجا کرنے میں لمحے لگ گئے۔

"اِدھر ہی۔" کھڑکی سے باہر دیکھ کر اُس نے عُجلت میں کہا اور وہیں مُراد علی نے گاڑی کی بریکس پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ گاڑی کے رُکتے ہی دروازہ لرزتے ہاتھوں سے کھولا گیا۔

"آپ کو کسی اور شہر جانا چاہیئے۔" مدہم لہجے میں دیئے گئے مشورے پر سُنہری آنکھیں جھلملانے لگیں۔وہ لہجہ اِتنا بے تاثر تھا کہ اُسکا دَم گُھٹنے لگا تھا

"جزاک اللہ!" بامُشکل کہہ کر دروازہ کھول کر بغیر پلٹے گاڑی سے نکلی اور گاڑی وہ ایک سیکنڈ بھی رُکے بغیر یوں آگے بڑھ گئی جیسے اُسکے اُترنے کے اِنتظار میں ہو۔ پیچھے رہ جاتی خاک کو بھیگتی آنکھوں سے دیکھتے ہی اُسکی آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی صورت ٹوٹ ٹوٹ کر گِرنے لگے۔وہ ہر بار قریب آ کر دُور چلا جاتا شخص یونہی دِل کو سالوں، مہینوں، گھنٹوں رُلاتا تھا کیونکہ اُسکو دُور دھکیلنے دینے والے ہاتھ اُسکے اپنے ہاتھ تھے جو اَب زخموں سے لہولہان اُسکو ہر لمحہ تکلیف سے دوچار رکھتے تھے۔

نغمۂ شوقِ رنگ میں، تُجھ سے جُدائی کی گئی
ایک لکیر خُون کی، بیچ میں کھینچ دی گئی

تھی جو کبھی سَرِ سُخن، میری وہ خامشی گئی
ہائے! کہن سُنن کی بات ہائے! وہ بات ہی گئی

شوق کی ایک عُمر میں، کیسے بدل سکے گا دِل؟
نبضِ جُنون ہی تو تھی، شہر میں ڈوبتی گئی

اُسکی گلی سے اُٹھ کے میں، آن پڑا تھا اپنے گھر
ایک گلی کی بات تھی اور گلی گلی گئی

اُسکی اُمیدِ ناز کا ہم سے یہ مان تھا کہ آپ
عُمر گُزار دیجیئے، عُمر گُزار دی گئی

دور بہ دور، دِل بہ دِل، دَرد بہ دَرد، دَم بہ دَم
تیرے یہاں رعایتِ حال نہیں رکھی گئی

جُنون! جنوبِ زرد کے خاک بَسر، یہ دُکھ اُٹھا
مُوجِ شمال سبز جاں، آئی تھی اور چلی گئی

کیا وہ گُماں نہیں رہا؟ ہاں! وہ گُماں نہیں رہا

کیا وہ اُمید بھی گئی؟ ہاں! وہ اُمید بھی گئی۔۔۔

(سید جون ایلیاء)

اپنے خیالوں میں محو اُسکو اندازہ نہیں ہو سکا کہ ٹریفک لائٹ سبز ہو چکی ہے۔گاڑیوں کے بے ہنگم شور اور ہارن سے بے پرواہ اِس سے پہلے کہ وہ تیزی سے قریب آتی گاڑی کے نیچے آتی کسی نے اُسکو دونوں شانوں سے کھینچ کر اپنے مُقابل کرتے ہوئے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔بوکھلا کر سَر اُٹھاتے ہوئے اُس نے خود کی جانب پریشان اور مُضطرب نظروں سے دیکھتے شخص کو دیکھا۔

"آپ کو دیکھ کر چلنا چاہیئے۔"وہ جو کب سے اُسکے پیچھے چلتے ہوئے اُسکی غائب دماغی کو دیکھ رہا تھا، کہے بغیر نہیں رہ سکا۔آیت نے بامُشکل اپنے سُن اعصاب کو سنبھالا۔

"آپ کا کوئی نام۔۔۔۔"دھیمے لہجے میں کہہ کر اُس نے یاد کرنے کی کوشش کی مگر یاد نہیں آ سکا۔

"معارِج سکندر!" مُقابل نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اِس بار اپنا نام سامنے رکھ دیا۔اُن سُنہروں آنکھوں کی ایک دَم پرجوش ہوتی چمک پر معارِج کی گرفت اُسکے کندھوں پر کمزور ہوئی اور پھر کھنکھار کر وہ تیزی سے دونوں ہاتھ پُشت پہ کر کے پیچھے ہوا۔

آپ پولیس میں ہیں؟" اپنا ذہن بٹانے کو اُس نے یونہی سوال کیا۔

"نہیں! کاؤنٹر ٹیرارازم۔" معارِج کے بتائے جانے پر اُس نے چونک کر اُسکو دیکھا۔ لمحے بھر کو وہ اُسے بے خیالی سے دیکھے گئی جبکہ اُسکی غائب دماغی معارِج نے صاف محسوس کر لی۔ وہ اُسے نہیں اُسکے عقب میں موجود سبزہ زار کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو اگر کوئی پریشانی ہے تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔" اُس نرم ہمت دیتے اِستفسار پر سُنہری آنکھیں، سیاہ آنکھوں سے ٹکرائیں اور معارِج سکندر کو لگا وہ اُن آنکھوں کے فُسوں اور سکوت کے جال سے کبھی نہیں نِکل سکے گا۔ جال بچھایا نہیں گیا تھا مگر وہ صیاد آپ ہی دَام میں پھنسنے لگا تھا۔

"آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔" ایک بار پھر زمانے بھر کی نرمی سمیٹ کر اِصرار کیا گیا۔ آیت تیزی سے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

"آپ کا بہت شُکریہ!" ایک بار پھر سے اُسکی تان اُسی لفظ پر آ کر ٹوٹی۔ معارِج نے گہرا سانس لے کر اُسکو دیکھا جسکے چہرے کی بے چینی چُھپائے نہیں چُھپ رہی تھی۔

"آپ۔۔۔ گھر نہیں جانا چاہتیں۔" توقف کر کے جو کہا گیا اُس پر آیت نے بے طرح چونک کر اُسکو دیکھا جِس نے سوال نہیں پوچھا تھا۔

"لیکن آپ باہر بھی نہیں رُک سکتیں کیونکہ آپ کا کوئی ہر وقت پیچھا کرتا رہتا ہے۔" اُسکی اگلی بات پر آیت کی پلکیں لرز کر جھکیں۔ وہ اُسے اُس آئینے کی مانند لگا جو ہر بار سچ کھول کر سامنے رکھ دے اور اُس آئینے سے نظریں چُرانا آسان نہیں تھا۔

"آپ میرے پیچھے کیوں ہیں؟" اِس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا، آیت نے تیزی سے سوال کیا اور اُسکی تیزی پر معارِج نے چہرے کو بڑی ہی دلکش مُسکراہٹ چُھو گئی جِسے دیکھ کر ایک پل کو آیتِ تطہیر کا دِل حیران رہ گیا۔اُس نے پہلی بار کسی مَرد کو اِتنی نرمی اور خوبصورتی سے مُسکراتے دیکھا تھا۔ یہ اُسکے تاثرات سے واضح تھا۔

"اُونہوں! میں آپکے پیچھے نہیں ہوں۔"مُسکراہٹ کو سمیٹ کر اپنا فرض دُہراتے ہوئے بتایا گیا۔آیت اُسکے سنجیدہ ہوتے چہرے کو دیکھے گئی۔

"جو آپکے پیچھے ہے میں دراصل اُسکے پیچھے ہوں۔"اُسکے مُبہم جواب سے بہت کچھ عیاں ہو گیا تھا۔

"میرے پیچھے کون ہے؟" وہ واقعی یہ سوال جاننا چاہتی تھی۔اُسکے سوال میں جو بےبسی اور خوف تھا اُس پر معارِج چند لمحے ٹھہر کر اُس چہرے کو دیکھے گیا جِس نے زندگی میں پہلی بار اُس جیسے شخص کو چونکا دیا تھا۔

"سفیر شہزاد کے آدمی۔"کچھ سوچ کر بتانے کا فیصلہ کر کے اُس نے گویا اُسکی پریشانی کم کرنی چاہی۔ جانتا تھا کہ انجان تعاقب کار کِس قدر اِنسان کو خوف زدہ کرتا ہے۔

"مگر میں کسی سفیر شہزاد کو نہیں جانتی۔"یہ نام اُسکے لیئے بالکل نیا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔وہ اچھا اِنسان نہیں ہے۔"اُسکے لہجے میں چھپتی فکرمندی نے آیت کے دِل کے نہ جانے کتنے سالوں سے بند پڑے روزن کو چُھو کر وَا کر دیا۔

"لیکن۔۔۔" اُسکو واقعی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایک اِیسا شخص جِس کے بارے میں اُسے کچھ معلوم نہیں، نام بھی آج پہلی بار سُنا ہے وہ اُسکے پیچھے اپنے تعاقب کار کیوں لگائے ہوئے ہے؟

"میں آپ کی پریشانی سمجھ رہا ہوں۔ میں اِسی بات کو ٹریس کرنا چاہتا ہوں کہ اُس جیسا شخص آپ کے پیچھے کیوں اور کیسے ہے۔" اِس بار کے تفصیلی جواب پر آیت کے چہرے کے تاثرات مُعتدل ہونے لگے۔ یہ اِحساس کے کوئی موجود ہے بےشک اپنے مطلب کے لیے ہی سہی، عجیب طرح کی تقویت پُہنچا دینے والا تھا۔

"میں آپ کو گھر چھوڑ دیتا ہوں۔" کچھ دُور کھڑی اپنی جیپ کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے نرمی سے کہا مگر آیت نے تیزی سے نفی میں سَر ہلایا۔

"نہیں! میرا گھر قریب ہی ہے، جزاک اللہ۔" آہستگی سے کہہ کر دوبارہ اُسکو دیکھنے کی غلطی نہیں کی گئی۔ معارِج خاموشی سے اُسکو پلٹ کر جاتے دیکھتا رہا۔ ایک نظر چہرہ پھیر کر اپنی جیپ کو دیکھا اور دوسرے ہی لمحے فیصلہ ہو گیا۔ آہستہ قدموں سے ایک فاصلہ رکھ کر گہری نظر سے اِردگرد دیکھتے ہوئے وہ آیتِ تطہیر کے پیچھے یوں قدم اُٹھا رہا تھا کہ آیت کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو مگر وہ اِس بار غلط تھا۔

گھر کے دروازے پر پہنچ کر گھنٹی بجانے سے قبل وہ ایک پل کو ٹھہری اور اُسی ٹھہراؤ پر معارِج تیزی سے درخت کے پیچھے ہوا۔ گھنٹی بجاتے ہی زندگی میں پہلی بار اُسے دروازہ کُھلنے کا اِنتظار نہیں کرنا پڑا۔ پہلی بار ہی اُسکا اِنتظار کیا جا رہا تھا اور سبب وہ اچھے سے جانتی تھی تبھی خود کو مضبوط کر کے اُس نے اندر قدم رکھتے ہی پلٹے بغیر دروازہ بند کر دیا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" ہاسٹل سے نکلتے ہی اُسکی نگاہ درخت کے پاس کھڑے سیف کمال تک گئی جو اُسے دیکھتے ہی تیز قدموں سے اُسکی جانب جیسے ہی بڑھا، آیت نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔

"باس نے بھیجا ہے تاکہ آتے جاتے آپ کے ساتھ رہوں، کچھ دِن تک۔" آیت کے سنجیدہ ہوتے تاثرات دیکھ کر اُسکو کچھ الفاظ کا اِضافہ کرنا پڑا۔

"آپ کا بہت شُکریہ لیکن اِس کی کوئی ضرورت نہیں۔" بامُشکل اپنا لہجہ نرم رکھ کر کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی جبکہ سیف چند پل وہیں کھڑا رہا اور پھر سیل فون جیب سے نکال کر کال مِلاتے ہوئے اُسکے پیچھے گیا۔

"آپ کو مسئلہ کیا ہے؟" اپنے پیچھے آتے قدموں پر رُک کر اُس نے تیز لہجے میں کہا جبکہ سیف رُکنے کے بجائے اُس کے مُقابل آیا۔ سیل فون کان سے لگا کر اطمینان سے بیٹھا معارِج سکندر اُس جھنجھلائے لہجے پر سیدھا ہوا۔

"مُجھے نہیں ہے، میرے باس کو ہے۔" سیف نے اپنی پوزیشن کلئیر کی اور دوسری جانب سانس روک کر بیٹھے معارِج نے دانت پیس لیے۔

"اور یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ آپ دوبارہ میرے پیچھے آئے تو وہ سفیر شہزاد تو شاید میرے ہاتھوں بچ جائے، آپکی خیر نہیں۔" اُسکے دو ٹوک دھمکاتے انداز پر دوسری جانب موجود معارِج سکندر کے چہرے کو کئی زمانوں بعد بڑی بھلی سی مُسکراہٹ چھو گئی۔ سیف کو ٹس سے مَس نہ ہوتے دیکھ کر وہ سَر جھٹک

کر آگے بڑھی۔وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی مگر اُسکو ایک گونا طمانیت کا اِحساس ہوا کہ وہ شخص بیگانہ ہو کر بھی اُس سے اَنجان نہیں تھا۔

"آیت!" اِس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی، عقب سے جانی پہچانی پُکار پر چونک کر پلٹی اور اُسی تیزی سے اُس آواز کو پہچان کر معارِج سکندر کھڑا ہوا۔

"اَسفر! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" سامنے کھڑے اَسفر کے چہرے پر دَر آتی مطمئن مُسکراہٹ پر وہ حیرانگی سے اُسکی جانب بڑھی جبکہ سیف نے ایک نظر ہاتھ میں تھام رکھے سیل فون کو دیکھا۔

"تمہیں لینے کے لیے آیا ہوں۔کیسی ہو تم؟" اُس نرم لہجے پر معارِج سکندر نے مُٹھیاں بھینچ لیں۔اِس شخص اور اُسکے آیتِ تطہیر کو لے کر جذبات سے وہ اَنجان نہیں تھا۔وہ اُسکا رقیبِ اول تھا۔

"میں ٹھیک ہو لیکن تم۔۔۔صدف اور آنٹی کو معلوم ہے کہ تم یہاں ہو؟" اُسکے تفتیشی انداز پر اَسفر کی ہنسی بےساختہ تھی۔

"گھر بتا کر ہی آیا ہوں اور امی نے تو کہا ہے تمہیں لیے بغیر گھر آنے کی ضرورت نہیں۔"اُسکے بتائے جانے پر آیت کے کندھوں سے گویا منوں بوجھ اُترنے لگا۔

"یہاں آتے ہوئے میں نے سفیر شہزاد کو دیکھا ہے، آیت۔"اَب کے اُسکا لہجہ نرم ہوا۔سیف بغور اُسکے چہرے پر چھائے تفکر کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں وہ یہاں ہے۔"آیت کے اطمینان سے کہے جانے پر اَسفر حیرانگی سے اُسکی جانب بڑھا۔

"اور پھر بھی تم یہاں رُکی ہوئی ہو؟" وہ جیسے حقیقتاً پریشان ہو گیا تھا۔

"تو پھر کہاں جاؤں؟ تم اچھی طرح جانتے ہو میں واپس نہیں جا سکتی۔" اُسکے کہے جانے پر کمرے میں ٹہلتے معارِج سکندر کے قدم تھمے۔ اُس لہجے میں دَر آتی بے بسی اور تھکن اُسکے وجود پر طاری ہونے لگی۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں مگر تم وعدہ کرو مُجھے تھپڑ تو نہیں جھڑ دو گی۔" اَسفر کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ آیت ٹھٹک گئی جبکہ معارِج سکندر کا ساکن، گہرائیوں میں پڑا دِل ڈوب کر اُبھرا۔

"پہلے تمہیں کتنے تھپڑ جھڑ چُکی ہوں؟" اُسکا سوالیہ لہجہ سنجیدہ تھا۔ اَسفر نے ہنس کر سَر جھٹکا۔

"تم مُجھ سے شادی کرو گی، آیت؟" اُس سوال پر آیت اُسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ سوال نیا نہیں تھا۔ نہ ہی یہ سوال کرنے والا اُسکے لیے نیا تھا۔

"تم جانتی ہو نہ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں؟" اُس نے خود کو مُحبت لفظ سے بامُشکل باز رکھا۔ معارِج سکندر نے سہارا تلاش کر صوفے کے دَستے پر ہاتھ رکھا اور آہستگی سے بیٹھ گیا۔ دوسری جانب آیت یونہی نرم نظروں سے اُسے دیکھے گئی۔ اُس اعتراف نے پھر سے دِل پر کوئی اثر نہیں چھوڑا۔

"میں جانتا ہوں تمہارے دِل میں میرے لیے کوئی جذبہ نہیں ہے۔" اَسفر نے چہرہ جُھکا کر آہستگی سے کہا۔ یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا۔

"اِیسی بات نہیں ہے اَسفر۔" آیت کے کہے جانے پر اَسفر اور سیف نے تحیر سے اُسے دیکھا جبکہ معارِج سکندر کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔

"میرے دِل میں تمہارے لیے احترام اور عزت کا جذبہ ہے۔" اُسکی اگلی بات پر اَسفر نے تھکن سے بھرپور بوجھل سانس لیا جبکہ معارِج نے چہرہ اُٹھا کر بامُشکل گھُٹتے دِل سے گہرا سانس لیا۔ تھم چُکی سانس واپس اُس تک لوٹ آئی تھی۔

"اور وہی احترام چاہتا ہے کہ میں تمہیں کسی مُشکل میں نہ ڈالوں۔" اُسکا انداز واضح تھا۔ پہلے کی طرح، ہمیشہ کی طرح۔

"میں تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں۔" وہ جیسے یقین کروانا چاہتا تھا۔ جیسے اِسی لیے وہ اُسکے پیچھے مُظفر آباد تک پہنچا ہو۔

"سعد کو بھی اِیسا ہی لگتا تھا، اَسفر!" اُسکا لہجہ اِس قدر دھیما اور سوگوار ہو گیا تھا کہ معارِج سکندر اور اَسفر مُجیب کو بے چینی گھیرنے لگی۔

"کیا تم تھوڑا سا سوچنے کا وقت لے سکتی ہو؟ میں چاہتا ہوں تم میرا اِنتخاب کرو۔" اَسفر خود کو اِصرار کرنے سے روک نہیں سکا۔ اُسکی مُضطرب نگاہیں سیاہ چادر کے ہالے میں دھمکتے چہرے کا طواف کرنے لگیں جبکہ سَر اثبات میں ہلا کر آیت نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"ٹھیک ہے! کیا تم مُجھے کالج تک چھوڑنے چلو گے؟" کچھ سوچ کر نرمی سے کیے جانے والے سوال نے اَسفر مُجیب کے وجود میں زندگی دوڑا دی جبکہ سیف نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود سیل فون کو دیکھ کر تیزی سے کال مُنقطع کر دی۔ دوسری جانب سیل کان سے ہٹا کر پہلو میں بے دَم ہو کر گِراتے معارِج سکندر نے سَر صوفے کی پُشت سے ٹِکا کر آنکھیں موند لیں۔ وہ جان گیا تھا کہ آیتِ تطہیر، اَسفر

مُجیب کا اِنتخاب کر چُکی ہے۔وہ اِیسے کسی کو اپنے برابر چلنے کا نہیں کہتی تھی۔اُسکے چہرے کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے جبکہ دِل پر گُزرتی قیامت کی خبر اُسکے سوا کسی کو بھی نہیں تھی۔

ؔتیرے غم کو جاں کی تلاش تھی، تیرے جاں نِثار چلے گئے

تیری راہ میں کرتے تھے سَر طلب سرِ راہ گُزار چلے گئے

تیری کَج اَدائی سے ہار کے شبِ اِنتظار چلی گئی

میرے ضبطِ حال سے رُوٹھ کر میرے غم گُسار چلے گئے

نہ سوالِ وصل، نہ عرضِ غم، نہ حکایتیں، نہ شکایتیں

تیرے عہد میں دلِ زار کے سبھی اِختیار چلے گئے

یہ ہم ہی تھے جِن کے لباس پر سرِ راہ سیاہی لکھی گئی

یہی داغ تھے جو سَجا کے ہم سرِ بزمِ یار چلے گئے

نہ رہا جُنون رُخِ وفا، یہ رَسن، یہ دَار کرو گے کیا

جنہیں جُرم عِشق پہ ناز تھا وہ گُناہ گار چلے گئے۔۔۔

(فیض احمد فیض)

"امی آپ نے اِتنا اچھا رشتہ کیسے جانے دیا؟" کسی گہرے خیال میں بیٹھیں کوثر بیگم رقیہ کی بات پر چونک کر اُسے دیکھنے لگیں۔ اَبھی کچھ دیر پہلے ہی سعد کے گھر والے گئے تھے۔ اُن لوگوں کو آیت بہت پسند آئی تھی۔ سوچنے کا وقت لینا تو بس رسمی سا تھا ورنہ واجد صاحب کی نسبت سے آئے رشتے کو اِنکار کرنے کی ہمت کِس میں تھی۔

"اُن لوگوں کو آیت پسند آگئی ہے تو بس بات ختم۔" کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے کو آگے بڑھتی آیت باہر ہی ٹھہر گئی۔

"تو کیا تسنیم کے لیے آپ کو اِیسے اچھے رشتے کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیئے تھا؟" اُنکے اطمینان پر رقیہ نے کلس کر کہا۔

"تم نہ اپنے دماغ کا اِستعمال نہ کرو۔ میں نے کچھ سوچ کر ہی وہ رشتے تم دونوں پر سے ٹال کر آیت کی جُھولی میں ڈالا ہے۔" اُنکی بات پر رقیہ نے چونک کر اُنکو دیکھا جبکہ دروازے کے ہینڈل پر آیت کی گرفت مضبوط ہوئی۔

"کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے لڑکے کی تصویر دیکھی ہے چنگا بَھلا خوبرو ہے۔" رقیہ کو بات آسانی سے سمجھ نہیں آنی تھی۔

"کیا صِرف خوبصورتی سب کچھ ہوتی ہے پاگل؟ اُس لڑکے کا کردار اچھا نہیں ہے۔ اُسکا کیا پورے خاندان کے مَرد ہی خراب ہیں۔ اُسکا اللہ جانے ماما ہے کہ چاچا سفیر شہزاد، جوے کا دھندہ کرتا ہے

جِس میں تمہارا باپ ہر روز ایک کثیر رقم ہار کر آتا ہے۔"کوثر بیگم کی بات پر رقیہ نے دہل کر اُنکو دیکھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" اُسکی حیرانگی پر اُنہوں نے گہرا سانس لیا۔

"رونے دُھونے دے کچھ دِن تسنیم کو۔زندگی بھَر کے رونے سے کچھ دِن کا رونا بہتر ہے۔تمہارا باپ اِس بار بہت موٹی رقم ہار آیا ہے تبھی تو رشتے کروا رہا ہے۔اصل میں وہ لوگ ہیومن اور ڈرگ ٹریفیکنگ کا کاروبار کرتے ہیں۔"کوثر بیگم کی آواز بتدریج آہستہ ہونے لگی جبکہ رقیہ نے ششدر ہو کر دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیئے۔آیت نے اپنا لرزتا ہاتھ تیزی سے پیچھے کیا اور پھِر بے چین قدموں کو بامُشکل گھسیٹ کر اپنے کمرے میں گئی اور اندر سے کُنڈلی لگا کر کمرے کی کھڑکیاں تیزی سے بند کرنے لگی۔**'سفیر شہزاد'** یہ نام اُسکے کان کے پَردے پھاڑ دینے کے مترادف تھا۔وہ شخص اُسکے گھر تک پہنچ گیا تھا۔۔۔خوف سے سَرد پڑتے وجود کے ساتھ زمین پر بیٹھتے ہوئے اُس نے دونوں ہاتھ اپنے گرد لپیٹ لیئے۔اُسے خود کی خود ہی حفاظت کرنی تھی۔یہاں کوئی اُسکو بچانے، اُسکے لیئے کبھی نہیں آنے والا تھا۔سب کو یہاں اپنی پڑی ہوئی تھی۔کسی کو بھی اُسکا خیال نہیں تھا۔وہ شخص بھی تو اپنے مقصد کے ہی پیچھے تھا اور وہ خود کو محفوظ تصور کرنے لگی تھی۔اُن نظروں کے تحفظ دیتے، مہربان پیام کو اپنے مطلب، اپنی خواہش اور اپنی حسرت کے معانی پہنانے لگی تھی۔۔۔

ہم تُجھ سے کوئی بات بھی کرنے کے نہیں تھے

اِمکان بھی حالات سنورنے کے نہیں تھے

بَھر ڈالا اُنہیں بھی میری بے دَار نظر نے

جو زخم کسی طور بھی بَھرنے کے نہیں تھے

اے زیست! اِدھر دیکھ کہ ہم نے تیری خاطر

وہ دِن بھی گُزارے جو گُزرنے کے نہیں تھے

کل رات تیری یاد نے طُوفاں وہ اُٹھایا

آنسو تھے کہ پلکوں پہ ٹھہرنے کے نہیں تھے

اُن کو بھی اُتارا ہے بڑے شوق سے ہم نے

جو نقش اَبھی دِل میں اُترنے کے نہیں تھے

اے گردشِ ایام! ہمیں رَنج بہت ہے

کچھ خواب تھے اِیسے کہ بِکھرنے کے نہیں تھے۔۔۔

(زکریا شاذ)

"میرا بھائی تمہیں خوش نہ بھی رکھ سکا تو کوشش ضرور کرے گا۔" صدف پچھلے ایک گھنٹے سے اپنے بھائی کی تعریفوں کے پُل باندھ رہی تھی اور آیت مدھم مُسکراہٹ سے اُسے تیز تیز بولتے سُن رہی تھی۔ جانتی تھی کہ صدف کا بَس نہیں چل رہا ورنہ وہ آج ہی اُسکا اپنے بھائی سے نِکاح پڑھوا دیتی۔

"تم کسی اور سے شادی کرو گی تو میں ہمیشہ پریشان اور بے یقینی کا شِکار رہوں گی، آیت۔اِیسے تم میری نظروں کے سامنے رہو گی۔ذرا ٹیڑھی آنکھ کی نہ اَسفر نے تو میں اور امی اُسکے سارے کَس بَل سیدھے کر دیں گی۔"وہ آیت کی دِلی کیفیت سے اَنجان نہیں تھی تبھی پُرمزاح باتوں سے اُسے بہلا رہی تھی۔

"اِتنی مُبلغہ آرائی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔میں آنٹی اور تمہارے خلوص سے واقف ہوں صدف مگر میں اِتنی خودغرض نہیں ہوں کہ جو کچھ سعد کے ساتھ ہوا وہی اَسفر کے ساتھ ہونے دوں۔مُجھے اَسفر کی بہت فکر اور خیال ہے۔"آیت کو نرمی سے کہنا پڑا ورنہ صدف کا کچھ بھروسہ نہیں تھا، اُس سے ہاں کروا کر ہی دَم لیتی۔

"تم نے کبھی نہ کبھی تو کرنی ہے شادی، پھر اَسفر سے کیوں نہیں۔"صدف نے آہستگی سے اِصرار کیا جبکہ آیت گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"اپنے مُشکل وقت میں اَسفر کے پُرخلوص جذبات کا اِستعمال نہیں کر سکتی۔"اُسکے قطعی انداز پر صدف جو کچھ اور کہنے لگی تھی، خاموش ہو گئی۔وہ جانتی تھی کہ اگر اُس نے مزید اِصرار کیا تو آیت مان جائے گی مگر پھر بھی مجبوری میں اُس سے رضامندی نہیں چاہتی تھی۔

"تم جو بھی فیصلہ کرو گی، جِس سے بھی، جب بھی شادی کرو گی میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں لیکن جلد فیصلہ لو اِیسے وہ شخص تمہاری جان کبھی بھی نہیں چھوڑے گا۔"صدف کی بات پر کوئی بوجھ سا اُسکو اپنے اعصاب سے سِرکتا محسوس ہوا۔

"میں یہاں سے کہیں اور جانے کا سوچ رہی ہوں۔" وہ سفیر شہزاد کا یہاں ہونے کا صدف کو بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی اَسفر کو بھی منع کر دیا تھا صدف کو بتانے سے۔

"کہاں اور کیوں؟" پریشانی سے سیدھے ہو کر بیٹھی صدف نے بے چینی سے پوچھا۔

"ویسے ہی۔" اُسکے مُختصر جواب پر صدف چند لمحے خاموش رہی۔ جانتی تھی کہ وہ ضرور اُس سے کچھ چُھپا رہی ہے مگر اُنکی دوستی میں چُھپانے والی بات پر بُرا نہیں منایا جاتا تھا یقیناً دوسرے کو پریشانی یا دُکھ سے بچانے کے لیئے بات چُھپائی گئی ہے یہ سوچ کر سمجھا جاتا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا آیت اور جب بھی لگے کہ زندگی مُشکل ہو رہی ہے تو میرے پاس آ جانا۔" اُسکے نرم لہجے پر آیت بے ساختہ مُسکرا دی۔

"ہاں ہاں، میری ماں! تمہارے علاوہ میں نے کہاں جانا ہے۔" اُسکے لہجے کو ہلکا پُھلکا ہوتا محسوس کر کے صدف بھی مُسکرا دی۔

"آنٹی کو سلام کہنا پھر اِنشاءاللہ بات ہوتی ہے۔" کال مُنقطع کر کے سیل فون ٹیبل پر رکھ کر کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے کھڑکی کے پردے برابر کیئے اور پھر کمرے سے باہر نِکل کر سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے ٹیرس میں آ گئی۔ ساری لڑکیوں سونے کو جا چُکی تھیں۔ ریلنگ سے ٹیک لگا کر چادر اپنے گِرد اچھی طرح اوڑھتے ہوئے اُس نے گہرا تھکا سانس لے کر ٹھنڈی رات میں روشنی بکھیرتے چاند کو دیکھا۔ وہ چاند جو اُسکی پہنچ سے بے حد دُور تھا۔ وہ چاند کو دیکھنے میں محو تھی تبھی اُسکے عقب میں کھٹکا ہوا۔ عینی کو سوئے تو دو گھنٹے گُزر چُکے تھے۔ چونک کر اُس نے تیزی سے چہرہ پھیرا اور تبھی اندھیرے

میں سے نکلتے شخص کو دیکھ کر ہک دَق رہ گئی۔ ششدر آنکھوں سے اُسکو دیکھا جو اطمینان سے دونوں پاکٹس میں ہاتھ ڈالے، چلتا ہوا اُسکی جانب آیا اور عین سامنے آ کر ٹھہر گیا۔

"کیا سوچا جا رہا ہے، تطہیر؟" اُس مدہم مگر گھمبیر لہجے پر لمحہ بھر کو آیتِ تطہیر کا دِل ٹھہرا۔ یونہی حیرانگی سے سُنہری آنکھیں پھیلائے اُس نے ہاسٹل کی بُلند دیواروں کو دیکھا جسکے اِرد گرد موجود گھر کافی چھوٹے تھے تو پھر یہ کیسے؟ اور کیوں؟

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" حیرانگی پر قابو پاتے ہوئے اُس نے غُرا کر سوال کیا جبکہ اُسکے انداز پر مُقابل کی سبز آنکھیں مُسکرائیں۔

"آپ کو شرم آنی چاہیئے ویمنز ہاسٹل کی دیواریں ٹاپنے سے قبل۔" وہ اُسکو پہلی بار یوں بغیر ہچکچائے، طیش میں شرم دِلاتے سُن رہا تھا اور یہ اُس جیسے سَر پھرے شخص کے لیئے بے حد دِلچسپ تھا۔ مُسکرا کر اُس نے آہستگی سے ایک ہاتھ اُٹھا کر چہرے کو ڈھانپ رکھے ماسک تک لے گیا اور آیت کی سُنہری آنکھیں اپنے حُجم سے کئی گُنا پھیل کر اُسکو دیکھنے لگیں جِس نے آیت کے دیکھتے ہی اپنے چہرے سے ماسک کھینچ کر اُتار لیا۔ چاند کی مدہم روشنی میں اُس چہرے کو دیکھ کر آیتِ تطہیر کا دِل دَھڑکنا بُھول گیا۔ وہ ساری پریشانیاں، وہ ساری تدبیریں جو دَر آتی مُشکلات سے بچنے کے لیئے اُس لمحے سوچ رہی تھی، سب بَھک کر کے ذہن سے اُڑ گئے۔ سامنے موجود شخص کا چہرہ اِیسا ہی تھا کہ اُسکے لیے اپنے غم اور دُکھ بُھلا ڈالے جائیں۔ اُس چہرے پر عمر اور لمحے قربان کیے جا سکتے تھے۔ اُس چہرے کی خوابناکی اور دلکشی نے ہی تو اُسے گھر بدر کروایا تھا ورنہ سفیر شہزاد اِس قدر بُرا نہیں تھا جِتنا اُسکے دِل و نگاہ کو لگتا تھا۔

خوش نُمائی سے دَر و بام کی خوش مت ہونا

یہ مَکاں دیکھنا اَندر سے مَکاں ہے کہ نہیں

دیکھنا چہرہ تو پھر دیکھنا چہرہ اِک بار

کوئی رَنج اور کوئی اور گُماں ہے کہ نہیں

چشمِ تر میں نہ رہی بات وہ پہلے جیسی

اے غمِ جاں! یہ زِیاں دِل کا زِیاں ہے کہ نہیں۔۔۔

(نصیرؔ ترابی)

"معارِج!" اُن زندگی سے بھرپور آنکھوں کو دیکھ کر دَھڑکتے دِل اور بھیگتی سُنہری آنکھوں کے ساتھ وہ تیزی سے کسی لاحاصل خواب کے زیرِ اثر سوئی جاگی کیفیت میں آہستگی سے پُکار کر اُسکی جانب یوں بڑھی جیسے کسی اَن دیکھی طاقت نے اُسے پوری قوت سے اپنی جانب کھینچ لیا ہو۔وہ جو محظوظ ہو کر اُسکے تاثرات دیکھ رہا تھا، اُس بھیگتی نرم پُکار پر پوری ہستی سمیت لرز کر رہ گیا۔اُسکی ذات کی ایک بار پھر نفی کی گئی مگر اِس بار کی نفی زیادہ زور آور، زیادہ تکلیف دہ تھی، نہ جانے کیوں؟

"میں معارِج نہیں ہوں مُحترمہ۔"اُس لہجے کی رکھائی اور کُھردرے پَن پر آیتِ تطہیر جیسے ہوش کی دُنیا میں لوٹی۔پلکوں پر اٹکا آنسو، آنکھ جھپکے جانے پر اُسکے گال پر پھسلتا چلا گیا۔اُسکے چہرہ ہمہ وقت خفت سے سُرخ اور بھید کُھل جانے کے خدشے سے زرد ہوا۔

"میں نے تو کہا تھا کہ میں معارِج ہوں مگر تم نے ہی نفی کی تھی۔"ماحول میں دَر آتی عجیب سی فضا پر اُس نے بامُشکل مُسکرا کر خوشدلی سے کہا حالانکہ اُس نام نے سُلطان خان کو اندر سے بالکل خالی اور بنجر کر دیا تھا۔

"ایم سوری!" چہرے کا رُخ بدل کر ریلنگ پر دونوں لرزتے، سپید پڑتے ہاتھ رکھ کر اُس نے اپنا بھرم رکھنا چاہا مگر بھیگتی آواز نے سارے بَھرم توڑ دیئے۔وہ کیسے بےاِختیار ہو گئی؟ کیسے کسی اور میں اُس شخص کو تلاش لیا؟؟

"ناٹ ایٹ آل! بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔"سَر پر پہن رکھا ہُڈ بھی ہاتھ سے پیچھے کی جانب کر کے وہ بھی دونوں ہاتھ ریلنگ پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ہلکی ہوا میں اُسکے بال لہرا رہے تھے کیونکہ اُس نے ہمیشہ کی طرح ہیئر بینڈ نہیں پہن رکھا تھا۔ہوا اُس کے گھنے، سیاہ، لمبے مگر قدرے گھنگریالے بالوں کو مُنتشر کر کے ماتھے پر بکھیر دیتی جِسے وہ بڑھ کر گہری ہوتی خاموشی میں بار بار دائیں ہاتھ سے پیچھے کرتا۔

"میں نے سُنا ہے سفیر شہزاد تمہیں ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آ گیا ہے۔"طویل ہوتی خاموشی کو اُس نے ہی توڑا جبکہ آیت نے چونک کر چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو چہرہ اُٹھا کر چاند کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو کِس نے۔۔۔۔"خود ہی سوال کرتے کرتے جیسے جواب مِل گیا تھا۔سیف کمال کی طبیعت اچھی طرح دُرست کرنے کو کسی اور وقت پر ڈال دیا گیا۔

"ویسے اُسے کیسے معلوم ہوا کہ تم۔۔۔یہاں ہو؟" اُسکے اگلے سوال میں کچھ اِیسا اِسرار اور کھوج تھی کہ ایک پل کو آیت تطہیر اندر تک ٹھٹھک گئی۔وہ سوال واقعی اُسکے ذہن میں کیوں نہیں آیا؟ جبکہ آیت کے چہرے پر چھاتی اُلجھن پر سُلطان خان نے بڑے ضبط سے اپنی اُبھرنے کو بے تاب مُسکراہٹ پر قابو پایا مگر وہ پِھر بھی ظاہر ہو رہی تھی مگر آیت نے اپنی پریشانی اور اُلجھن میں دیکھا نہیں لیکن اگر وہ مُسکراہٹ معارِج سکندر دیکھ لیتا تو بندوق کی ساری گولیوں سے سُلطان خان کا سینہ چھلنی کر دیتا۔

"معلوم نہیں۔"نہ سمجھ میں آنے پر اُس نے آہستگی سے کہا۔

"تو معلوم کرو لڑکی۔کہیں تمہارے کسی قریبی نے تو مُخبری نہیں کر دی۔" اُسکے انداز میں اِس قدر فکر تھی کہ آیت کا ماتھا ٹھنکا۔

"میں یہاں کسی کو بھی نہیں جانتی۔"اُس نے سوچ کے گھوڑے دوڑانے سے بہتر اِنکار کرنا ہی سمجھا۔

"معارِج سکندر کو بھی نہیں؟" اَب کے اُس سوال پر آیت اُسکی جانب پلٹ کر بغور اُسکو دیکھنے لگی۔

"آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟" اُسکے یَک دَم کُھردرے، سُخت اِستفسار پر سُلطان خان اُسکی جانب پلٹا جو سنجیدگی سے اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔پہلے والی نرمی اُس ایک بات نے زائل کر دی۔

"ویسے ہی سوال کیا ہے۔"اُسکے بے پرواہ انداز پر آیت کے چہرے پر ناگواری چھانے لگی۔

"نہیں! صاف محسوس ہو رہا ہے آپ کِس پر اِلزام لگا رہے ہیں۔" آیت کے سیدھے، دو ٹوک انداز پر سُلطان نے چونک کر اُسکو دیکھا۔چاہیئے یہ تھا کہ آیتِ تطہیر اِس بات کو رفع دفع کرتی مگر اُسکے انداز کی ناگواری اور طیش نے سُلطان خان کو مُتعجب کر دیا۔

"اِلزام! یعنی آپکو یقین ہے کہ آپ کی مُخبری کرنے والا شخص وہ نہیں ہے۔"اَب کے سُلطان خان نے بھی براہِ راست اُن سُنہری آنکھوں میں دیکھ کر تمسخر سے کہا۔

"میں کوئی عادی، مفرور مُجرم نہیں ہو ں کہ میری مُخبری کی جائے نہ ہی اُس شخص کا مُجھ سے کوئی اِیسا واسطہ کہ مُجھ سے اپنی دُشمنی نکالے۔"اُس لہجے سے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اُسے سُلطان کی بات کِس قدر ناگوار گُزری ہے۔

"اور اگر شک ہی کرنا ہے تو ہم زیادہ دُور کیوں جائیں۔ آپ جو میرے سامنے کھڑے ہیں سب سے زیادہ شک کے قابل ہیں۔"سَر تا پا اُسکو مشکوک نظروں سے دیکھ کر کہتی لڑکی نے اُسے حیران کر دیا۔دونوں ہاتھ پہلو میں گِرا کر وہ نا سمجھی سے اُسکو دیکھنے لگا جو بلا کی ذہین تھی مگر شاید بے خبر تھی۔

" مُجھ پر شک کرنے کی وضاحت کریں گی آپ؟" اُسکے لہجے میں بھی یَک دَم رکھائی سِمٹ آئی یوں جیسے اُسے معارِج سکندر کا دفاع سخت زہر لگا ہو۔

"کیونکہ آپ ماسک پہن کر اپنے ہی گاؤں میں دِن، رات گھومتے ہیں اور ابھی اِس ویمن ہاسٹل کی اِتنی بُلند عمارت پھلانگ کر آنے کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟" سارے حساب بے باق کر کے اُس نے سُلطان سے بھی زیادہ تمسخر سے اُسے دیکھا۔

"واہ! ایم سپیچ لیس۔"ہنس کر بَرجستہ کہا گیا۔وہ واقعی میں آیتِ تطہیر کے زُبان کے جوہر اور کڑی سے کڑی مِلانے کے ہنر سے محضوظ ہوا تھا۔

"یا پھر یہ کوئی خاندانی عادت ہے۔"کچھ یاد آنے پر اُس نے چمک کر اِضافہ کیا جبکہ سُلطان گردن پیچھے کو کیئے قہقہ لگا کر ہنس دیا جبکہ اُسکے ہنسنے پر آیت نے لرز کر ٹیرس کے بند دروازے کو دیکھا۔

"پورے گاؤں کو جگانا ہے کیا؟ نِکلیں یہاں سے، آپ بالکل بھی قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔"دھیمے لہجے میں کلس کر اُس نے جِس انداز میں کہا سُلطان خان کا دِل اِتنی کثافت کے باوجود مُسکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے! میں جا رہا ہوں مگر میرے ذہن میں ایک نئ سوچ آ گئی ہے۔"آیت جو خفگی سے اُسے پلٹتے دیکھ رہی تھی، اُسکے پلٹنے پر چونکی جبکہ اُسکی نرالی بات پر دانت کچکچا لیئے۔

"کہے بغیر تو آپ نے ٹلنا نہیں ہے۔"اُسکے انداز کی عُجلت پر سُلطان کی سبز آنکھوں کی جوت مدہم ہوئی۔

"اِیسا ہی ہے۔"آہستگی سے اعتراف کر کے وہ واپس آیتِ تطہیر کی جانب آیا۔وہ اُسکو رُکتے نہ پا کر بوکھلا کے کئ قدم پیچھے ہو کر ریلنگ سے جا لگی۔ایک قدم دُور آ رُکتے سُلطان نے اُسکے چہرے کے اُڑتے، زرد پڑتے رنگوں کو چہرہ جُھکا کر تفصیل سے دیکھا۔

"میں معارِج سکندر کا رقیب بننے کا سوچ رہا ہوں۔"مدہم لہجے میں جو اطلاع دی گئ اُس پر آیت کی سُنہیری آنکھیں ناسمجھی سے سبز آنکھوں سے ٹکرائیں۔

"جی!" وہ واقعی نہیں سمجھی تھی مگر سُلطان خان سمجھ گیا تھا کہ کیوں معارِج سکندر کا دِل اُس لڑکی پر بُری طرح آ گیا تھا، کیوں وہ اُس لڑکی کا خیال اپنے دِل و دماغ سے نہیں نکال سکا تھا۔

"کیا تم مُجھ سے شادی کرو گی؟" اگلا سوال قیامت تھا۔ آیتِ تطہیر کو لگا اُسکے سَر پر ساتوں آسمان ٹوٹ پڑے ہوں۔ سُنہری آنکھیں لرز کر اُن سبز آنکھوں کو ششدر ہو کر دیکھے گئیں جِن میں بے حد نرم، مہربان سا کوئی جذبہ سِمٹ آیا۔ آیت تیزی سے نفی میں سَر ہلا کر سائیڈ پر ہوئی کہ پیچھے ہونے کا چارا نہیں تھا۔

"میں۔۔۔نے آپکو اچھا سمجھا تھا۔" اچانک سے جو تاسف اُسکے لہجے میں دَر آیا، اُس پر سُلطان گہرا سانس لے کر پیچھے کو ہوا۔

"تو میں اِس لیئے بُرا ہوں کیونکہ میں تمہارے ساتھ اپنا ایمان مکمل کرنا چاہتا ہوں۔" اثبات میں سَر ہلا کر اُس نے یوں کہا جیسے سمجھ گیا ہو۔ رنگ بدلتے چہرے کے ساتھ آیت نے دوبارہ نگاہ اُٹھا کر اُسکو نہیں دیکھا جو ایک گہری نظر اُسکے نیم رُخ پر ڈال کر پلٹا اور پھر آیت کے پلٹتے ہی ہاسٹل کی دیوار ٹاپ گیا۔ چیخ کر آیت تیزی سے ریلنگ پر جُھکی اور پھر اُس کو سہی سلامت زمین پر اُتر کر کچھ دُور کھڑی جیپ کی جانب بڑھتے دیکھ کر بے جان ہوتے قدموں سے ٹھنڈے فرش پر بیٹھ گئی۔

گاڑی سٹارٹ کرتے سُلطان کا چہرہ پہلے کی طرح کا بے پرواہ نہیں رہا تھا۔ سپاٹ اور سنجیدہ چہرے کے ساتھ سٹئیرنگ وہیل مضبوطی سے تھامے گاڑی آگے بڑھتے ہوئے اُس کا چہرہ بالکل سفید پڑ رہا تھا۔ اُس نے پسِ منظر میں، اندھیروں میں ہی رہنا تھا۔ سہی تو کہا تھا آیتِ تطہیر نے کہ وہ صبح ہو یا رات ہمیشہ خود سے، دوسروں سے چُھپنے کو چہرے پر نقاب دَھرے رکھتا تھا۔ آج سے پہلے یہ اَدراک اِتنا

جاں گُسل، دِل گھائل کر دینے والا کبھی نہیں لگا تھا۔ وہ جو تقسیم ہوا، بٹا ہوا، آدھا ادھورا سا شخص تھا مکمل ہونے کی خواہش میں مزید ٹوٹ کر بکھر رہا تھا اور کسی کو خبر نہیں ہو سکی تھی۔ وہ اپنے غم میں ہر آن اکیلا ہی تھا۔ اِس آگہی میں بڑا دُکھ تھا۔ اُسے ہر ایک سے، ہر لمحے خود کی نفی ہی سہنا تھی، اِس اعتراف میں صدیوں کا غم پنہاں تھا۔ وہ جو بہت سے لوگوں کے لیئے مُحبت اور عزت کا اِستعارہ تھا، یہاں ضائع ہو رہا تھا۔

میرے عزیزو!

مُجھے مُحبت سے تکنے والو!

مُجھے عقیدت سے سُننے والو!

میرے شکستہ حروف سے اپنے مَن کی دُنیا بَسانے والو!

میرے اَلم آفریں تکلّم سے انبساطِ تمام کی لازوال شمعیں جلانے والو!

بدن کو تحلیل کرنے والی ریاضتوں پر عُبور پائے ہوئے سکھوں کو تجے ہوئے بے مِثال لوگو!

حیات کی رمزِ آخریں کو سمجھنے والو! میں بُجھ رہا ہوں

میرے عزیزو! میں جَل چُکا ہوں

میرے شعورِ حیات کا شعلہ ء جہاں تاب بُجھنے والا ہے

میرے کرموں کی آخری موج میری سانسوں میں گھُل چکی ہے

میں اپنے ہونے کی آخری حد پہ آگیا ہوں

تو سن رہے ہو، میرے عزیزو! میں جا رہا ہوں

میں اپنے ہونے کا داغ آخر کو دھو چلا ہوں

کہ جتنا رونا تھا، رو چلا ہوں

مُجھے نہ اَب اَنت کی خبر ہے، نہ اَب کسی چیز پر نظر ہے

میں اَب تو صِرف اِتنا جانتا ہوں کہ نیستی کے، سکوتِ کامل کے

جہلِ مطلق، (کہ مطلق ہے) ، جہلِ مطلق کے

بحرِ بے موج سے مِلوں گا تو اَنت ہو گا

اِس التباسِ حیات کا، جو تمام دُکھ ہے!!

میں دُکھ اُٹھا کر، مرے عزیزو! میں دُکھ اُٹھا کر

حیات کی رمزِ آخریں کو سمجھ گیا ہوں: تمام دُکھ ہے

وجود دُکھ ہے، وجود کی یہ نمود دُکھ ہے

حیات دُکھ ہے، ممات دُکھ ہے

یہ ساری موہوم و بے نِشاں کائنات دُکھ ہے

شعور کیا ہے؟ اِک اِلتزامِ وجود ہے، اور وجود کا اِلتزام دُکھ ہے

جُدائی تو خیر آپ دُکھ ہے، مِلاپ دُکھ ہے

کہ مِلنے والے جُدائی کی رات میں ملیں ہیں، یہ رات دُکھ ہے

یہ زندہ رہنے کا، باقی رہنے کا شوق، یہ اہتمام دُکھ ہے

سکوت دُکھ ہے کہ اِس کے کربِ عظیم کو کون سہہ سکا ہے

کلام دُکھ ہے کہ کون دُنیا میں کہہ سکا ہے جو ماورائے کلام دُکھ ہے

یہ ہونا دُکھ ہے، نہ ہونا دُکھ ہے، ثبات دُکھ ہے، دوام دُکھ ہے

میرے عزیزو! تمام دُکھ ہے---

(اسلم انصاری)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم---

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب----"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید----

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئ۔ اگر کوئ غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چُوک ہونا محض اتفاق ہوگا--

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں--- اگر آپ کو

بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name **@zoyatalib77**)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: **Novelskiduniya77)**

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(**پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو**) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔۔

"باس!" وہ جو قرآن پاک پڑھ کے ہونٹوں سے چھو کر لحاف میں رکھ رہا تھا، سیف کی پُکار پر چونکا اور پھر اُٹھ کر ریک کی جانب گیا۔

"کیا ہوا؟" اُسکو اُٹھ کر قرآن ریک میں رکھتے دیکھ کر سیف تیزی سے کمرے میں آیا۔

"مُجھے آپ کو کچھ سُنانا ہے۔" کہہ کر سیف نے جیب سے سیل فون نکالا جبکہ معارِج صوفے پر آ کے بیٹھ گیا۔ سیف نے سیل فون شیشے کے ٹیبل پر رکھا اور پیچھے ہوا۔ اِس سے پہلے کہ معارِج کوئی سوال

کرتا، سپیکر سے آتی آواز پر چونک گیا۔وہ اُس آواز کو ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔وہ آواز جو ہو بہو اُسکے جیسی تھی۔

"ویسے تمہارا باس اِیسے ہی پاگل ہوا نہیں پھرتا تھا۔"سُلطان کی سوچتی مگر مُسکراتی آواز پر معارِج سکندر اَچھنبے کا شکار ہوا۔

"کیا فضول ہانک رہے ہو؟" سپیکر سے آتی سیف کی آواز کو بھی جیسے سمجھ نہیں آئی تھی۔

"میں تطہیر کی بات کر رہا ہوں۔"سُلطان کے لہجے کی مُسکراہٹ پر معارِج سکندر تیزی سے سیدھا ہوا۔

"اُن کا یہاں کیا ذکر؟" سیف پر واقعی اُسکی بات کا مقصد واضح نہیں ہوا۔

"تم جانتے ہو نہ میں آج تک کسی کے سامنے نہیں آیا۔کوئی مجھے چہرے سے نہیں جانتا۔" اُسکی اگلی بے تُکی بات پر سیف نے گہرا سانس لیا۔

"تمہاری باتوں میں کوئی رَبط نہیں بَن رہا، سُلطان۔"سیف کی بات پر سُلطان کی ہنسی کی آواز نے معارِج سکندر کے اندر خطرے کی گھنٹیاں بجا دیں۔

"تطہیر کے سامنے میں نے ماسک اُتارا اینڈ یُو نو وہاٹ وہ مُجھے معارِج سکندر سمجھ بیٹھی۔"اپنی بات کے اِختتام پر اُسکی قابو کر رکھی ہنسی، قہقے میں بدل گئی جبکہ معارِج سکندر سَر تا پا نمک کا مُجسمہ بن گیا۔اُسکا دِل دھڑکنے کا عمل فراموش کر بیٹھا۔

"پہلے جب میں نے اُسے بتایا تھا کہ میں معارِج سکندر ہوں تب اُس نے اِیسی سخت تردید کی تھی کہ میں تک حیران رہ گیا لیکن مجھے دیکھتے ہی اُسکے تاثرات اور مجھے معارِج کہنے نے مجھے کوئی نئ سوچ تھما

دی ہے۔" اُسکے محضوظ ہوتے انداز پر سیف کا جی چاہا اپنا سَر پیٹ لے جبکہ معارِج نے اپنے سَرد پڑتے ہاتھوں کی مُٹھیاں سختی سے میچ لیں۔

"کیسی سوچ؟" سیف نے اُسے خود سے ہی مُسکراتے دیکھ کر عاجز آ کر سوال پوچھا۔

"معارِج کا رقیب بننے کی سوچ۔ میں نے تطہیر کو شادی کی پیش کش کی ہے۔"اُسکا آخری اعتراف سماعتوں کے پردے پھاڑ دینے والا اِنکشاف تھا۔سیف نے محتاط نظر معارِج پر ڈالی جسکے چہرے پر زلزلے کے اثرات تھا۔شُکر ہے سُلطان یہاں نہیں تھا ورنہ آج اُن دونوں میں سے کوئی ایک ہی زندہ بچ کر اِس حویلی سے باہر جاتا۔

"اور یقیناً دُر فِٹے مُنہ کہا ہو گا اِس فِٹے مُنہ کو۔"سیف نے اِتنہائی اطمینان سے کہا جبکہ سُلطان نے اُسکے انداز پر دانت کچکچائے۔ظاہر ہے سیف، اَسفر مُجیب کے پروپوزل کا عینی شاہد تھا۔

"بیٹا جی! اِسی دُر فِٹے مُنہ کے ساتھ تطہیر سے شادی کر سکتا ہوں۔"سُلطان کے انداز میں کچھ اِیسا تھا کہ سیف نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا۔اُسکے لہجے کی سنجیدگی نے سیف کو اُسکا چہرہ دیکھتے رہنے پر مجبور کر دیا جبکہ معارِج بامُشکل خود کو سہارا دے کر اُٹھا اور پھر سیل فون جُھک کر ٹیبل سے اُٹھاتے ہوئے پوری قوت سے سامنے کی دیوار پر دے مارا۔سیف جو اِس حرکت کے لیئے تیار نہیں تھا، کانوں پر ہاتھ رکھ کے تیزی سے پیچھے ہوا۔

"دوبارہ مُجھے معلوم ہوا کہ وہ ہیر کے آس پاس ہے تو میں تمہاری گردن پر پیر رکھوں گا، سمجھے۔" سیف کی جانب پلٹے بغیر اُس نے لہو سَرد کر دیتے لہجے میں غُرا کر کہا مگر خود اِس بات سے غافل تھا

کہ اُس نے سیف کے سامنے دوبارہ اُس لڑکی کو بے اِختیاری میں اپنائیت اور نرمی سے پُکارا ہے جِس سے انجان ہونے کے دعوے سیف کے سامنے کئی بار کر چُکا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں باس۔مِس آیت اُس اَسفر مُجیب سے شادی کریں گی۔"سیف کی زُبان غلط موقعے پر کھلی تھی۔چہرے پر ڈھیروں سختی اور کرختگی لیئے تیزی سے وہ سیف کی جانب پلٹا اور سیف صاحب بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہوئے۔

"شاید!" لڑکھڑا کر وضاحت دی گئی۔

"بصد احترام! وہ جِس سے بھی شادی کرے سیف کمال مگر وہ شخص سُلطان خان نہیں ہونا چاہیئے۔" بامُشکل لہجے کی سختی پر قابو پا کر اُس نے پلٹتے ہوئے آہستگی سے کہا۔اَب کی بار سیف اُسکے تاثرات نہیں دیکھ سکا۔

✓مُجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب

نہ مانگ

میں نے سمجھا تھا کہ تُو ہے تو دَرخشاں ہے حیات

تیرا غم ہے تو غمِ دِہر کا جھگڑا کیا ہے

تیری صورت سے ہے عَالم میں بہاروں کو ثبات

تیری آنکھوں کے سِوا دُنیا میں رکھا کیا ہے

تُو جو مِل جائے تو تقدیر نِگوں ہو جائے

یوں نہ تھا میں نے فقط چاہا تھا یوں ہو جائے

اَن گنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم

ریشم و اَطلس و کمخاب میں بُنوائے ہوئے

جا بہ جا بِکتے ہوئے کُوچہ و بازار میں جِسم

خاک میں لِتھڑے ہوئے خُون میں نہلائے ہوئے

لوٹ جاتی ہے اُدھر کو بھی نظر، کیا کیجے

اَب بھی دِل کَش ہے تیرا حُسن مگر کیا کیجے

اور بھی دُکھ ہیں زمانے میں مُحبت کے سِوا

راحتیں اور بھی ہیں وَصل کی راحت کے سِوا

مُجھ سے پہلی سی مُحبت میرے محبوب نہ مانگ۔۔۔

(فیض احمد فیض)

"یہاں آنے سے قبل میں نے سفیر شہزاد کو اُس بڑی سی حویلی سے نکلتے دیکھا ہے۔" اُسکے برابر چلتے اَسفر نے خاموشی میں دراڑ ڈال کر کہتے ہوئے چہرہ جُھکا کر چلتی آیت کو چونکا دیا۔ اُسکے ہاتھ کے

اِشارے کے تعاقب میں دیکھتی آیت کی ایک پل کو دِل کی دھڑکن سُست پڑی اور پھر وہ لمحہ اِیسے گُزرا کہ آیت کو بھی خبر نہیں ہو سکی۔

"مُجھے اُسکے اِرادے ٹھیک نہیں لگتے، آیت۔پلیز میرے ساتھ واپس چلو۔" اَسفر نے ایک بار پھر وہی کہا جِس بات کا اثر کم اَز کم آیت نے نہیں لینا تھا۔

"تم واپس کب جا رہے ہو؟" اُسکا سوال صفائی سے نظرانداز کر کے نرمی سے سوال آیا جبکہ اَسفر گہرا سانس لے کر ٹھہر گیا۔اُسکا ٹھہر جانا محسوس کرنے کے باوجود آیت نہیں رُکی۔وہ یونہی آہستہ قدموں سے چلتی رہی جبکہ اَسفر آنکھوں میں اُداسی لیئے اُسکو آگے بڑھتے دیکھتا رہا۔یہ طے تھا کہ اُسکے لیے وہ کبھی نہیں ٹھہرے گی۔اُسکی کمی آیت کو کبھی محسوس نہیں ہو سکتی۔اَسفر مُجیب، آیتِ تطہیر کے لیئے کبھی اہم نہیں ہو سکتا۔

"آیت!" اُس نے وہیں کھڑے کھڑے اِس قدر اُونچی آواز میں اُسے پُکارا کہ آیت کو چونک کر ٹھہرنا پڑا۔حیرانگی سے پلٹ کر اُس نے کئی قدم دُور نیچے ڈھلان کی جانب کھڑے اَسفر کو دیکھا۔حیرانگی اِس بات کی تھی کہ وہ پیچھے رہ گیا تھا اور آیت کو خبر بھی نہیں ہو سکی۔اَسفر مُجیب کی اُس آواز نے سفیر شہزاد کے ہمراہ پیدل جاتے معارِج سکندر کے قدم بھی زنجیر کر دیئے۔سفیر نے چہرہ پھیر کر اُونچائی پر کھڑے ہو کر پلٹ کر اُنکی جانب ہی رُخ کیئے کھڑی آیت کو تعجب سے دیکھا اور پھر اُس لڑکے کو جِس کی اُنکی جانب پُشت تھی۔

"یہ چھوکرا کون ہے؟ لگتا ہے اِس کم بخت کو جان پیاری نہیں۔"اپنے آدمیوں کی جانب پلٹ کر اُس نے آہستگی سے کہا مگر اُسکی آواز اِتنی آہستہ نہیں تھی کہ برابر شل کھڑے معارِج سکندر کی سماعتوں سے ٹکرا کر اُسکے وجود کو اَن دیکھے شکنجے سے آزاد نہ کرتی۔

"کیا ہوا اَسفر؟" آیت کی نگاہ اَسفر پر تھی اور تبھی اُس نے فاصلے کی بدولت اُسی کی طرح اونچی آواز میں وہیں سے پُکارا۔اُسے وہ فاصلہ عبور نہیں کرنا تھا۔

"مُجھ سے۔۔۔"اِس سے پہلے کہ اَسفر اپنا جملہ مکمل کرتا، آیت کی نگاہ قدرے سائیڈ پر گئی اور پھر اُسکی آنکھوں کی سُنہری پُتلیاں اپنے حُجم سے کئی گنا پھیل گئیں۔لرزتے ہاتھوں میں موجود سامان نیچے گِرا اور پھر اَسفر مُسکرا کر بے یقینی سے آیتِ تطہیر کو اپنی جانب بھاگ کر آتے دیکھنے لگا۔اِس سے پہلے کہ وہ ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکو سہارا دیتا، آیت اُسکے برابر سے ہو کر گُزر کے پیچھے چلی گئی۔ساکت ہوتے اَسفر نے سُن ہوتے اعصاب کے ساتھ چہرہ پھیرا اور پھر آیت کو کسی نابینا شخص کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر دُور سے بے قابو ہو کر آتی گاڑی سے بچاتے دیکھ کر گہرا سانس لیا۔

اُن لرزتے ہاتھوں کی مضبوط ہوتی گرفت پر ششدر رہ جاتا معارِج سکندر سانس نہیں لے سکا۔لڑکھڑا کر خود کو اور اُسکو شانے سے تھام کر سہارا دیتے ہوئے اُسکا دِل دَھڑکنا بُھول چُکا تھا۔قریب آتا اَسفر تعجب سے آیت کو دیکھنے لگا جسکے پاؤں کے انگوٹھے پر پتھر لگنے سے خون بہہ رہا تھا مگر وہ اپنی تکلیف سے غافل اُس نابینا شخص کو اِیسے بھیگتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی جیسے۔۔۔جیسے کوئی نابینا بصارت مِل جانے کے بعد دُنیا کو دیکھتا ہے۔کچھ تھا آیتِ تطہیر کے انداز، اُسکی آنکھوں میں جِس نے اَسفر مُجیب کو چونکا دیا۔وہ اِیسے بے خود ہو کر، بے اِختیار ہو کر کسی مَرد کو نہیں دیکھتی تھی۔وہ کسی غیر کے لیئے

فاصلہ طے نہیں کر سکتی تھی۔اُن سُنہری آنکھوں کے شناسا سے تاثر نے اَسفر کے اندر سناٹے اُتار دیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اُس لرزتے، کانپتے لہجے کے سوال پر معارِج سکندر نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو اُسکی سیاہ چشمے سے بے نیاز آنکھوں کو زمانے بَھر کی فکرمندی سمو کر دیکھ رہی تھی مگر وہ اَنجان تھا۔

"شکریہ!" سنبھل کر خُشک لہجے میں کہہ کر اُس نے روبرو کھڑی لڑکی کے شانے سے ہاتھ ہٹا کر اُسکا کلائی پر مضبوط ہوتا ہاتھ جھٹک دیا۔آیت نے سُکڑ کر پھیلتے دِل سے اُس ہاتھ کو دیکھا جسے ہمیشہ ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا رہا تھا۔

"آیت! تم ٹھیک ہو؟" اَسفر بھاگ کر اُس تک آیا جِس نے آنکھوں سے پھسل کر بے مول ہوتے آنسو تیزی سے صاف کر کے اَسفر کو مُسکرا کر دیکھا۔اُن دونوں کو مُسکراتی مگر مکارانہ مُسکراہٹ سے دیکھتے سفیر شہزاد نے ایک نظر معارِج سکندر کے رنگ بدلتے چہرے کو بغور دیکھا۔

"اِسکے غم میں تمہیں ہلکا ہونے کی ضرورت نہیں ہے بیٹے۔" سفیر کی سَرد مگر مُسکراتی آواز پر آیت اور اَسفر نے بیک وقت اُسکو دیکھا اور اِس سے پہلے کہ اَسفر سَر جھٹک کر جُھک کر بیٹھتا، آیت نے اُسکے انداز پر تیزی سے پاؤں پیچھے کیا۔

"میں ٹھیک ہوں، اَسفر!" اُس کے مدھم لہجے میں کچھ تھا جسے محسوس کر کے معارِج سکندر کو وہاں کھڑے ہونے میں دشواری پیش آنے لگی۔

"میں چلتا ہوں سفیر شہزاد لیکن تمہیں اُس بابت سوچنے کی ضرورت ہے۔"اُن دونوں کو یکسر نظرانداز کر کے کہتے ہوئے اُس نے اَسفر کو ناگواری میں مُبتلا کر دیا۔اُس شخص کو سیاہ چھڑی کے سہارے پلٹتے دیکھ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"مُحترم! آپ کو شُکریہ کہنا چاہیئے۔"پیچھے سے آتی سنجیدہ پُکار پر معارِج سکندر کو ٹھہرنا پڑا جبکہ آیت نے گھبرا کر اَسفر کو دیکھا جو اُسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"آپ کا بہت شُکریہ!" وہ بحث کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔بات کو طُول دینا اُسکی سرشت میں شامل نہیں تھا۔

"آپ کو بچانے میں میری دوست زخمی ہوئی ہے اِس لیئے اُسکو کہیں۔"اَسفر کو مُقابل کا سپاٹ انداز کسی صورت نہیں بھایا تھا۔اَسفر کی بات پر سیاہ گھنی بھنویں تشویش سے اُٹھیں اور پھر آہستگی سے پلٹا۔

"آپ ٹھیک ہیں مِس آیت؟" کاش! وہ اُس سے اُسکے ٹھیک ہونے کا نہ پوچھتا۔

"جی۔۔۔جزاک اللہ!" بامُشکل نمی کو دھکیل کر اُس نے اِتنے مدھم لہجے میں کہا کہ بے حد مُشکل سے معارِج کی سماعتوں تک گئیں۔

"نابینا لوگوں کو مدد کی ضرورت نہیں ہوتی، مِس آیت۔آئیندہ اِس بات کا خیال رکھیئے گا۔"سرد، بیگانہ انداز میں اُسے باور کروا کر بغیر اُسکو دیکھے وہ تیز قدموں سے پلٹ کر سیاہ گاڑی تک گیا اور بیک سائیڈ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے اُسکی گاڑی سٹارٹ ہو کر اُن سب کی نظروں سے غائب ہو گئی لیکن آیتِ تطہیر کتنے ہی لمحے اُس بیٹھ چُکی گرد کو دیکھتی رہی۔اِتنی محویت سے کہ بغیر تماشہ لگائے جاتے

سفیر شہزاد پر نہ تعجب کرنے کا دھیان رہا نہ خود پر پڑتی اَسفر کی کھوجتی نگاہوں کا۔اُن سُنہری آنکھوں میں جا چُکا سَرد، سپاٹ اور بے تاثر چہرہ جیسے ثبت ہو کر رہ گیا تھا۔وہ چہرہ جو صِرف مُسکرانا جانتا تھا۔وہ چہرہ جِس کے چہرے کی نرمی اور حلاوت دھڑکن چھین لینے والی ہوا کرتی تھی۔

"آیت چلیں!" اَسفر کی پُکار پر اُس نے چونکے بغیر چہرہ پھیرا اور پِھر اثبات میں سَر ہلا کر واپس پلٹی۔ اُن دونوں کے قدم گُزر چکے نابینا شخص سے مُخالف سِمت میں اُٹھ رہے تھے۔

✓ تمہیں خبر بھی نہیں ہے پیارے!

اِدھر کہانی بدل گئی ہے۔۔۔

"جو معلومات کہی تھی وہ کب تک پہنچے گی؟" اگلی صبح ڈائیننگ ہال کی کرسی پر بیٹھتے اَسفر شہزاد نے اپنے خاص ملازم سے کہا جو اُسکے سوال پر تیزی سے کسی کو کال مِلا کر ہال سے باہر نکلا۔شیشے کی ٹیبل پر تھرکتی سفیر شہزاد کی اُنگلیاں اُسکے شاطر دماغ کے ساتھ کچھ سوچ رہی تھیں تبھی قدموں کی آہٹ پر اُس نے چہرہ پھیر کر سَر کے اِشارے سے آنے والے کو اِجازت دی۔اندر آنے والے شخص نے ہاتھ میں تھام رکھا خاکی لفافہ آگے بڑھ کر اُسکو پکڑایا اور جِس خاموشی سے آیا تھا، اُسی خاموشی سے پلٹ گیا۔سفیر نے تیزی سے لفافہ چاک کر کے اندر موجود تصاویر کو دو انگلیوں کی مدد سے باہر دھکیلا اور پِھر اُن تصاویر پر نظر ٹھہرتے ہی اُسکے سگریٹ نوشی کی زیادتی سے جامنی ہوئے ہونٹ مُسکراہٹ

میں ڈھل گئے۔وہی مُسکراہٹ جو اپنے حریف کی کمزوری، کوئی راز جان کر کسی شخص کے چہرے پر چھا جاتی ہے۔

"تو تم ہو اُس اَڑیل گھوڑی کے دِل میں۔"تصویر کو دیکھ کر آہستگی سے بڑبڑا کر اُسکا قہقہہ نکلا اور پھر چہرہ کرسی کی پُشت سے ٹِکا کر وہ آگے کا لائحہ عمل ترتیب دینے لگا۔ظاہر ہے اُسے معارِج سکندر کی آفر کا جواب بھی تو دینا تھا۔ہم سفیر شہزاد کے چہرے کے منحوس تاثرات کو چھوڑ کر ٹیبل پر بکھری تصایر کی جانب متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے عزیز لوگوں کی ہیں۔ہر تصویر میں دو ہی چہرے نمایاں تھے۔آیتِ تطہیر اور معارِج سکندر کا چہرہ۔یہ تصاویر پانچ سال پُرانی لگ رہی تھیں۔کسی تصویر میں معارِج سکندر، آیتِ تطہیر کو بچا رہا تھا، تو کسی میں آیت اُسکے ہاتھوں پر چہرہ جُھکائے اپنا رومال باندھ رہی تھی اور معارِج سکندر ایک دُنیا بُھلائے اُسے محویت سے دیکھ رہا تھا۔ہر تصویر میں معارِج سکندر کی سیاہ آنکھوں سے پُھوٹتی مُحبت اور اُلفت کی روشنی، دیکھنے والی کی آنکھوں کو چندھیانے پر مائل تھیں۔

کچھ تصاویر اُن لمحوں، اُس سُنہرے وقت کی تھی جِس کی اَب تک ہمیں کوئی خبر نہیں پہنچی۔جِن لمحوں کو ہم نے ابھی تک نہیں دیکھا لیکن اُن تصاویر میں اِتنی طاقت تھی کہ ہمیں اُن لمحات میں دھکیل کر لے جائیں اور ہم فیض احمد فیض کے کہے کے مطابق بغیر مزحمت کے پابجولاں چلنے پر راضی محسوس کر رہے ہیں خود کو۔

✨وہ پورے ہفتے جامعہ نہیں گئی تھی یہاں تک کہ گھر سے باہر نکلنا، صدف کے گھر جانا بھی اُس نے چھوڑ دیا تھا۔گھر میں اُسکی شادی کی تیاریاں بے حد پُرجوشی سے چل رہی تھیں۔سوائے اُسکے سب ہی

اُس مُصیبت کے ٹلنے پر خوش تھے۔کوثر بیگم آج اُسے زبردستی سعد کی ماں اور سعد کے ہمراہ شادی کی شاپنگ پر بھیج رہی تھیں۔بے دلی سے تیار ہو کر اُس نے مہرون رنگ کی شیشوں والی شال سَر پر اچھی طرح اوڑھ کر ایک نظر اپنے اُترئے ہوئے، مُرجھائے چہرے کو دیکھا اور دوسرے ہی پل سَر جھٹک گئی۔یہاں اُسکے چہرے کی شادابی اور تازگی کی کِس کو پرواہ تھی؟کون تھا جو ایک نظر دیکھتے ہی اُسکے اندر سے منہدم ہوتے وجود کو پہچان سکتا تھا؟؟

سعد کی امی کے ساتھ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے وہ خاموشی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھتے ہوئے خود پر بیک ویو مِرر سے متواتر پڑتی نگاہوں سے غافل تھی۔شاپنگ مال آنے کا اُسے احساس تک نہ ہوا۔

"آیت! آ جاؤ۔"سعد کی اماں اِس شادی سے خوش نہیں تھیں کیونکہ شاید وہ بھی اِس شادی کی یا پھر اپنے بھائی، سفیر شہزاد کی حقیقت کو جانتے ہوئے کہیں اندر سے خوفزدہ اور متفکر تھیں۔

مال میں سعد کی امی کہیں آگے نکل گئیں اور وہ یونہی ساکن سے شیشے کی دکان کے پاس کھڑی نفاست سے قطار میں لٹکے خوبصورت **"وِنڈ چائمز"** کو دیکھنے لگی۔دکان میں چلتے اے-سی کی بدولت وِنڈ چائمز آہستہ سے گُھومتے ہوئے کوئی مُدھر، اُداس کر دینے والا ساز چھیڑ رہے تھے۔کچھ وِنڈ چائمز باہر بورڈ کے پاس ساکت لٹک رہے تھے۔جُھک کر آگے ہوتے ہوئے آیت نے ایک وِنڈ چائم کو ہلکا سا ہلایا اور عین اُسی لمحے، عین اُسکی نگاہوں کے سامنے جُھکتے شخص نے بھی۔وہ چہرہ جھکا کر یونہی اُن گھومتے چائمز کی لڑیوں کو دیکھے گئی جبکہ سیدھے ہوتے شخص کی غیر اِرادتاً نگاہ سامنے اُٹھی اور پھر جُھک نہیں سکی۔وہ اِس چہرے کو پورے ایک ہفتے بعد دیکھ رہا تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے نہ جانے کتنی صدیاں آ

کر پیچ میں سے گُزر گئی ہوں۔اِس چہرے کی پریشانی میں وہ ایک ہفتے سے خود اپنی ذات تک کو بھولے ہوئے تھا۔اِسی چہرے سے تو بےاِختیاری میں، کہیں نیم بیداری کی حالت میں بےبس چاہت کا اعتراف کیا گیا تھا۔

"ہیر!" اُس نے یہ صِرف دِل کے چُھپے تہہ خانوں میں پُکارا جہاں وہ مُحبت بہت تیزی سے سانس لینے لگی تھی جِس کی مجسم صورت اُسکی عین نگاہوں کے سامنے سوگوار اور مضمحل تھی۔آیت نے چونک کر چہرہ اُٹھایا اور پھر اُسکی پلکیں اُن سیاہ آنکھوں کے اِرتکاز پر لرزنے لگیں۔سیاہ آنکھیں مسحور کر دینے والی حیرانگی سے اُس سوگوار حُسن کو دیکھ رہی تھیں جو پوری تیاری اور دلکشی کے باوجود دِل کو اُداسی سے گھائل کر رہا تھا۔

"کیسی ہیں آپ، تطہیر؟" اُن جُھک جاتی سُنہری آنکھوں نے اُسکا ٹھہر جاتا، گہرا ہوتا اِرتکاز ماند کر دیا جبکہ اُس مُسکراتے، نرم لہجے پر آیتِ تطہیر کے دِل میں گھٹن بڑھنے لگی۔اُس نے اُسے مِس آیت کے بجائے تطہیر بُلایا تھا اور شاید خود بےخبر تھا۔

"میں اللہ کا شُکر! آپ۔۔۔کیسے ہیں؟" نرمی سے نگاہوں کا زاویہ اُس مائل کرتے چہرے سے ہٹا کر پوچھا گیا۔

"مُجھے چھوڑیں۔آپ کہاں تھیں؟" اُس سوال کی بےاِختیاری پر آیت نے چونک کر چہرہ اُٹھایا۔اُس تفکر اور اِضطراب نے دِل کے ٹھہرے پانی میں اِرتعاش برپا کر دیا تھا۔

"میں۔۔۔گھر میں۔"مُختصراً کہہ کر چہرہ پھیر کے اُس نے نگاہ دوڑائی۔ سعد اُسے یہاں کھڑا دیکھ لیتا تو شاید اُسکا گلہ دبا دیتا۔وہ اُسے جانتی نہیں تھی، پہچانتی نہیں تھی مگر کچھ تھا سعد کی شخصیت میں جو اُسے عجیب خوف میں مُبتلا کیئے ہوئے تھا۔

"جامعہ کیوں نہیں جا رہیں؟ سب خیریت ہے نہ تطہیر؟" وہ جو سوال کر رہا تھا اُس سے آیت کی نگاہوں کا خوف چُھپا نہیں رہ سکا۔آیت نے ناسمجھی سے اُس شخص کے مُضطرب چہرے کو دیکھا۔

"آپ کسی سے خوفزدہ لگ رہی ہیں۔"اُسکے یقین سے کہے جانے پر آیت کا دِل لمحے بھَر کو ٹھہرا مگر صِرف لمحے بھَر کو۔

"ن۔۔نہیں!" وہ اپنے لہجے کی بوکھلاہٹ چُھپا نہیں سکی تھی۔

"میں۔۔۔چلتی ہوں۔"بے ربطی سے کہہ کر اِس سے پہلے نِکلتی، معارِج اُسکے سامنے تیزی سے آیا اور اُسکی فرار کی کوشش ناکام ہوگئی۔سُنہری آنکھیں پھیل کر، چہرہ اُٹھائے اُس وجیہہ مگر اِنتہائی سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگیں۔

"آپ۔۔۔مُجھے بتا سکتی ہیں۔آپ ٹھیک ہیں؟ آپ کِس سے خوفزدہ ہیں؟ آپ۔۔۔آپ کا چہرہ اِتنا کیوں مُرجھا گیا ہے؟" وہ جو بے صبری سے سوال کر رہا تھا آخری سوال پر اُن سُنہری آنکھوں میں اُترتی حیرت اور حزن دیکھ کر اُسکی زبان لڑکھڑائی۔اُس ایک سوال سے لمحے بھَر کو جِس طرح اُس چہرے کی شادابی اور گلابی پن لوٹ کر آئے، معارِج سکندر کے دِل کی دھڑکنیں ساحل پر سَر پٹخنے لگیں۔تیزی سے نظریں چُرا کر اُس نے وِنڈ چائم کو دیکھا جو ابھی تک اُس لمس پر بے خود ہوئے، مَست ہو کر جُھوم

رہا تھا۔ معارج نے جھک کر وہ ونڈ چائم ہک سے نکالا اور اُس کو کچھ کہے بغیر تیزی قدموں سے اندر دُکان میں گیا۔ وہ جو اُن سوالات پر دھڑکنیں روکے، گُم صُم کھڑی تھی، لرزتی آنکھوں سے اُسے ونڈ چائم کی پیمنٹ کر کے واپس خود تک آتا دیکھنے لگی۔ وہ ونڈ چائمز سیل کے لیئے نہیں تھے مگر وہ **"ناٹ فار سیل"** کا ٹیگ نظرانداز کیئے خرید کر لے آیا تھا۔ اُسکے عین روبرو آ کر اُس نے ونڈ چائم آیت کی آنکھوں کے عین سامنے کیا۔

"اپنے کمرے کی کھلی کھڑکی میں لٹکایئے گا اور جب بھی کوئی پریشانی، کوئی تکلیف اِیسی ہو جِسے کسی کو نہ بتا سکیں تب اِس کو ہلا دینا۔" نرمی سے کہنے کے ساتھ اُس نے آہستگی سے ونڈ چائم ہِلا کر اُسکے سامنے کیا۔ کچھ کہے بغیر، نفی کیئے بغیر آیت کا ہاتھ آہستگی سے آگے بڑھا اور پھر اُس نے وہ ونڈ چائم کسی قیمتی متاع کی طرح دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ معارج اپنے چہرے پر دوڑ اُٹھنے والی خوبصورت مُسکراہٹ سے غافل تھا جبکہ دِل کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ آسمان کی بُلندیاں چُھو آتا۔

"آیت!" اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، اُس انجان پُکار پر اُس نے اچھنبے اور شدید ناگواری سے پلٹ کر دیکھا۔ کچھ تھا جو معارج سکندر کے دِل کو چُبھا تھا۔ آیت کے چہرے کا رنگ تیزی سے سپید ہوا۔ سعد کی آنکھوں میں اُترتا خاموش، سَرد تاثر اُسے سَر تا پا سَرد کرنے لگا۔

"میں تمہیں کب سے ڈھونڈ رہا ہوں۔" سیاہ آنکھیں سُکیڑ کر خود کو گھورتے شخص کو نظرانداز کر کے وہ تیزی سے آیت تک آیا جو نامحسوس انداز میں پیچھے ہوئی۔ اُسکا پیچھے ہونا سعد نے محسوس نہیں کیا جبکہ معارج سکندر نے کیا اور ٹھٹک کر آیت کو دیکھا۔ اُس چہرے پر کچھ دیر پہلے والا گُلابی پن اور شادابی کہیں بھی نہیں تھا۔

"چلو!" کہہ کر اِس سے پہلے کہ وہ اُسکا ہاتھ پکڑتا، آیت مزید پیچھے ہوئی۔

"میں چل رہی ہوں۔" لہجے کو ہر ممکن سنبھال کر اُس نے آہستگی سے کہا جبکہ سعد چونک گیا۔

"میں تمہارا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کیا؟" اُس سنجیدہ سوال پر آیت نے پھیکے پڑتے چہرے کے ساتھ ایک نظر تشویش سے دیکھتے معارِج کو دیکھا جو اُس سوال پر تیزی اور ناگواری سے آگے آنے لگا تھا۔

"میں چل رہی ہوں سعد۔" نرمی سے کہہ کر وہ معارِج کے قدم روک گئی۔

"ہماری شادی ہو رہی ہے آیت اور تم اِیسے بھاگتی ہو مُجھ سے جیسے میں کوئی اَچھوت ہوں۔" پیچھے کھڑے شخص کو بُھلائے اُس نے سنجیدگی سے کہا جبکہ معارِج سکندر کا کچھ دیر پہلے تک رقص کرتا، جھومتا دِل بہت بُلندی سے نیچے گِر پڑا۔ اُس نے رنگ بدلتے چہرے اور سیاہ آنکھیں پھیلا کر آیت کو دیکھا جو اُسے نہیں دیکھ رہی تھی مگر اُس سپید پڑتے چہرے نے معارِج سکندر کو خود کو ایک بار پھر بُھولنے پر مجبور کر دیا۔ دِل میں اُٹھتی تکلیف کی شدید لہر کو نظرانداز کیئے وہ اِضطراب سے اُسے دیکھے گیا۔

"چلو بھی! شاپنگ کرنی ہے۔ کِس قدر سُست ہو تم۔" سَر جھٹک کر کہتے ہوئے اُس نے معارِج کو مُٹھیاں بھینچنے پر مجبور کر دیا۔ آیت تیزی سے معارِج کے برابر سے نکلی جبکہ اُسکی تیزی پر اُسکے ہاتھ میں تھامے وِنڈ چائم کے چھنکنے کی آواز گونجی۔ معارِج نے ایک ٹرانس میں پلٹ کر اُسکو دیکھا جو اُسکا دیا گیا وِنڈ چائم ہاتھ میں مُضبوطی سے تھامے تیزی قدموں سے اُس شخص سے بہت سا فاصلہ رکھ کر آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

✓ آج بازار میں پابجولاں چلو

چشمِ نم جانِ شُوریدہ کافی نہیں

تہمتِ عشقِ پوشیدہ کافی نہیں

آج بازار میں پابجولاں چلو

دَست و اَفشاں چلو، مَست و رقصاں چلو

خاک بَر سَر چلو، خُوں بداماں چلو

راہ تکتا ہے سب شہرِ جاناں چلو

حاکمِ شہر بھی، مجمعِ عام بھی

تیرِ الزام بھی، سنگِ دُشنام بھی

صبحِ ناشاد بھی، روزِ ناکام بھی

اِن کا دَم ساز اپنے سِوا کون ہے

شہرِ جاناں میں اَب باصفا کون ہے

دستِ قاتل کے شایاں رہا کون ہے

رختِ دِل باندھ لو، دِل فگارو چلو

پھر ہمی قتل ہو آئیں، یارو چلو!

"باس! سفیر شہزاد آیا ہے۔"وہ جو ہال سے نکل رہا تھا، سیف کی اطلاع پر ٹھٹکا جبکہ ہال میں بیٹھے اُن سب افراد کے کان کھڑے ہو گئے۔کاشف اور ہاشم کی نگاہوں کا تبادلہ ہوا جبکہ متین اور مُبین احمد نے ایک دوسرے کو تشویش سے دیکھا۔پچھلی بار بھی سفیر شہزاد کی آمد اُنکے لیئے بے حد تعجب انگیز تھی اوپر سے وہ اِن سب سے ملا بھی نہیں جو اُسکے بزنس پارٹنرز تھے اور آج بھی وہ خود معارِج سکندر سے مِلنے آ رہا تھا۔

"سٹڈی میں بھیج دو۔"اُسکے پلٹتے ہی ہاشم اور کاشف نے تلملا کر اُسکو دیکھا۔اُسکی سٹڈی ساؤنڈ پروف تھی اِیسے میں کوئی سُن گُن بھی نہیں لی جا سکتی تھی۔سیف سَر ہلا کر باہر نکل گیا جبکہ وہ سٹڈی کا دروازہ بند کر کے صوفے پر بیٹھ گیا۔سیاہ گلاسز ابھی تک پہن رکھی تھیں۔کچھ دیر بعد دروازہ وَا ہوا اور سفیر شہزاد ہونٹوں پر فتح مند سی مُسکراہٹ لیئے کروفر سے اندر آیا۔

"کیا حال ہیں معارِج صاحب؟" اُسکے کھنکتے لہجے پر معارِج سکندر کا چونک جانا فطری تھا۔وہ لہجے پرکھ لینے والا شخص تھا۔

"اللہ کا کرم! تم سُناؤ؟" اپنے عین سامنے سفیر شہزاد کا بیٹھنا محسوس کر کے اُس نے بے تاثر لہجے میں کہا جبکہ اُسکے لہجے اور انداز پر سفیر شہزاد نے مُسکراہٹ دبائی اور پھِر آگے کو ہو کر اپنی جیب سے وہی

خاکی لفافہ نکالا اور اُن میں سے چند تصاویر نکال کر دونوں کے درمیان حائل شیشے کے ٹیبل پر پھینکیں۔

"اُو میں بُھول گیا۔تم تو اندھے ہو۔" تصاویر اُٹھائے بغیر محظوظ ہو کر کہا گیا۔ معارِج یونہی بے تاثر بیٹھا رہا جیسے اُسے نہیں کسی اور کو کہا گیا ہے۔

"پوچھو گے نہیں کِس کی تصاویر ہیں؟" دانت پیس کر خود ہی کہنا پڑا۔معارِج نے آگے جُھک کر ٹیبل سے ایک تصویر اُٹھائی اور دو اُنگلیوں کے درمیان مَسلا۔

"کافی پُرانی لگ رہی ہیں۔" اُسکے کہے جانے پر سفیر شہزاد نے دلچسپی سے اُسکو دیکھا۔

"تم تو بڑے کمال کے آدمی ہو۔"وہ واقعی مُتاثر ہوا تھا۔

"پانچ سال پُرانی ہیں۔تب کی جب تمہارے پاس تمہاری بصارت اور مُحبت دونوں موجود تھیں۔"اُسکی اگلی بات پر پہلی بار معارِج سکندر کے چہرے پر کوئی تاثر آیا۔رنگ بدلتے چہرے کو بامُشکل سنبھالا گیا مگر اُسکے چہرے کا بدلتا رنگ، سفیر شہزاد جیسے زیرک شخص کی نگاہوں تک سے پوشیدہ رہا۔

" یہ تمہاری اور میری ہونے والی بیوی، آیت کی تصاویر ہیں۔"اَب کے وضاحت کی گئی جبکہ معارِج سکندر کی گرفت اُس تصویر پر مضبوط ہوئی۔

"میرے خیال سے تمہیں میں باور کروا چُکا ہوں کہ اُس لڑکی سے تمہاری شادی نہیں ہونے والی۔" لہجے کو ہر ممکن عام رکھ کر تصویر ٹیبل پر اُچھال کر پھِر سے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے یاد دہانی کروائی گئی۔

"شادی تو کرنی پڑے گی ورنہ میرا نقصان کون بھرے گا۔اُسکے چچا نے دو کروڑ لیئے تھے شادی کے عوض۔"اُسکی اگلی بات پہ معارِج سکندر کے چہرے کے تاثرات برفیلے ہوئے۔

"تمہارا جو نقصان ہوا ہے وہ بھر دیا جائے گا لیکن اگر تمہارے مال پر ایک اور ریڈ ہوئی تو تمہارا کیا ہو گا سفیر شہزاد؟" اُسکے انداز میں جہاں بھر کی فکر سِمٹ آئی۔ سفیر شہزاد مُٹھیاں بھینچ کر تلملاتے ہوئے آگے کو ہوا۔

"تم۔۔۔"اُس نے ضبط کر کے کہنا چاہا۔

"اُونہوں! میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ اگر تم اِسی طرح اُس لڑکی کو آتے جاتے ہراساں کرتے رہے تو مُجھے مجبوراً کچھ کرنا پڑے گا سفیر اور میرا قدم یقیناً تمہیں کچھ خاص پسند نہیں آئے گا۔" ٹھنڈے ٹھار لہجے میں طمانیت سے اپنی بات مکمل کر کے اُس نے سفیر شہزاد کا چہرہ سُرخ کر دیا۔

"تم کیوں اُس لڑکی کے لیئے اِتنے بے چین ہو رہے ہو؟" سفیر شہزاد کا سوال چُبھتا ہوا تھا مگر اُسکے اِیسے سوالات کے لیئے معارِج سکندر تیار تھا۔

"تم سے جان چُھڑوا کر وہ میرے گاؤں پناہ لینے آئی ہے تو تمہیں کیا لگتا ہے مُجھے بے چینی نہیں ہو گی؟" وہ اثر لینے والوں میں سے نہیں تھا۔ سفیر جو اُسے دبانے آیا تھا اپنا خون کھولتا محسوس کرنے لگا۔

"ایک مشورہ دوں تمہیں؟" تیزی سے کھڑے ہوتا سفیر شہزاد کچھ سوچ کر شیطانی مُسکراہٹ سے پلٹا۔ معارِج نے چہرہ اُٹھا کر جیسے اُسے بکواس جاری رکھنے کا عندیہ دیا۔ اندر سے تلملانے کے باوجود وہ

ڈھٹائی سے مُسکراتا رہا کیونکہ جانتا تھا جو وہ کہنے والا ہے اُسکے بعد وہ معارِج سکندر کو جلتے توے پر پھینکنے دے گا۔

"وہ جو تمہارے پاس پناہ لینے آئی ہے اُسکی شادی کروا دو کسی سے ورنہ میں ایڑھی چوٹی کا زور لگاتا رہوں گا۔ تم نے اُسے اَب دیکھا نہیں ہے ورنہ تم بھی اُسکے دعوے دار بن جاتے۔" اُسکے لفظوں پر معارِج کا چہرہ سَرد ہوا۔

"اَسفر مُجیب نام ہے شاید اُس لڑکے کا۔ پانچ سال سے اُسے پسند کرتا ہے۔ اگر وہ کرتا ہے تو ٹھیک ورنہ مُجھے کچھ کرنا پڑے گا معارِج۔ واپس اپنے شہر اکیلے جاتا اچھا تو نہیں لگوں گا۔" معارِج سکندر کے اعصاب جھنجھوڑ کر محضوظ ہوتے ہوئے تیز قدم سے وہ لائبریری سے نکل گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر معارِج نے مُٹھیاں بھینچ کر آنکھوں پہ پہن رکھی گلاسز اُتار کر ٹیبل پر اُچھال دیں۔ اُسکا اَب وہ چہرہ نہیں رہا جو کچھ دیر پہلے تھا۔ مُضطرب چہرے کے ساتھ اپنی بڑھی ہوئی داڑھی اور بے ترتیب بالوں میں ہاتھ پھیر کر اُس نے اِضطراب سے پہلو بدلا اور پھر سیل فون جیب سے نکال کر سیف کو کال کرنے لگا۔

"کہاں ہو؟" پہلی بیل پر ہی کال اُٹھا لی گئی جبکہ اُسکو کچھ کہنے کا موقعہ دیئے بغیر وہ سیدھے مُدعے کی بات پر آیا۔

"تم سے کام ہے کچھ؟" یک دَم اُسکے چہرے پر کوئی فیصلہ لے لینے والا ٹھہراؤ دَر آیا تھا۔

"اَسفر مُجیب سے مِلو اور اُسے کہو کہ مِس آیت سے شادی کا سوچ رہا ہے تو اِس سوچ پر جلد سے جلد عمل دَرآمد کرے۔" اُسکے بے تاثر لہجے پر لمحے بَھر کو سیف نا سمجھی سے سُن ہوا اور پھر بوکھلا کر اپنے سامنے دیکھا۔ اُسکے ہاتھ میں سامان ہونے کی وجہ سے سامنے کھڑی آیت نے اُسکو آنے والی کال سپیکر پر کر کے دی تھی۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" آیتِ تطہیر کے پھیکے پڑتے چہرے کو دیکھ کر اُس نے آہستگی سے کہا۔

"جو کہا ہے اُتنا کرو۔ اَسفر شہزاد سے اِیسے جان چُھڑوانا مُشکل ہے۔ اُس نے بتایا ہے کہ اَسفر مُجیب پسند کرتا ہے مِس آیت کو۔" اُسکی مزید وضاحت پر آیت کی گرفت سیل فون کر مضبوط ہوئی۔

"تو آپ کیوں اِس معاملے میں۔۔۔" سیف نے گڑبڑا کر کہنا چاہا۔

"میں کیوں کسی کے ذاتی معاملے پر بات کروں گا سیف مگر مِس آیت کو سوچنا ہو گا اِس بارے میں۔" وہ اِس قدر اطمینان اور سکون سے بات کر رہا تھا جیسے واقعی بات کسی تیسرے فریق کی ہو۔ اِیسے فریق کی جِس سے اِنسان کا کوئی ذاتی اور قلبی واسطہ نہ ہو۔ آیتِ تطہیر کی نگاہیں دُھندلانے لگیں۔

✓تمہاری آواز میں گھلی تازگی سے جانا

وہاں کا موسم، یہاں کے موسم سے مُختلف ہے۔۔۔

"آپ کیوں نہیں کر لیتے مِس آیت سے شادی؟" سیف نے جُھنجُھلا کر تیزی سے کہا۔ مارے شرمندگی کے پہلے ہی سَر نہیں اُٹھایا جا رہا تھا اوپر سے بیڑا غرق ہو اُسکی زُبان کا۔ آیت کے ہاتھ سے

سیل فون لرز کر نیچے گرا جسے بروقت سامان نیچے رکھتے سیف نے پکڑ کر اُسکو دیکھا جو سُن کھڑی رہ گئی تھی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" معارِج سکندر کی دھاڑ پر آیت لرز کر چند قدم پیچھے ہوئی جبکہ سیف کا جی چاہا زمین پھٹے اور اُس میں سما جائے۔

"شُکر کرو میرے سامنے نہیں ہو تم۔" لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ اُس شخص نے کیسے اپنے طیش پر بامُشکل قابو پایا ہے۔آیت کو پلٹ کر جاتے دیکھ کر سیف نے نفی میں سَر ہلا کر کٹ جاتی کال پر گہرا سانس لیا۔اِن دونوں کی ٹائمنگ کیا کمال کی تھی۔موقعے پر منظر سے غائب ہوتے تھے اُسے اچھی طرح شرمندہ کرنے کے بعد۔

"معارِج کہاں ہے؟" اندر آتے حُود نے سیف اور دِلاور سے کہا جو پوری دلجمعی سے لیپ ٹاپ کی سکرینوں میں سَر دیئے بیٹھے تھے۔اُسکے سوال پر چونک کر سَر اُٹھایا اور پھر چہرہ پھیر کر معارِج کی مخصوص جگہ کو دیکھا جو خالی تھی۔

"آج بھی پہرہ دینے؟" اُن دونوں کی خاموشی پر افسوس سے کہہ کر حُود آگے آیا۔

"ہمارا دوست تو گیا کام سے۔" آہ بھر کر کہتا حُود صوفے پر بیٹھا جبکہ سیف نے ناسمجھی سے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا۔

"اِیسا نہیں ہے۔اُن کو اُس لڑکی کی فِکر ہے بس۔"سیف کے دفاع پر دِلاور اور ھُود نے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراہٹ دبائی جبکہ اُن لوگوں کے مزاق اور جھگڑوں سے بے خبر معارِج سکندر گہری ہوتی رات میں جانی مانی گلیوں میں اِدھر سے اُدھر چلتے ہوئے کچھ سوچ کر ایک گلی میں مُڑا۔سامنے نظر آتے گھر کے سامنے موجود درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے ہوئے اُس کی نظر دوسرے پورشن پر تھی جہاں ایک کمرے کی کھڑکی سے روشنی چھن کر آ رہی تھی۔چہرہ جھکا کر چند لمحے وہ یونہی سنیکرز سے زمین کُھرچتا رہا۔آہستگی سے چلتی ٹھنڈی ہوا میں اُسکے بال بے ترتیبی سے بکھر رہے تھے تبھی فضا میں کوئی شناسا سی، مدھر سی آواز گونجی اور معارِج سکندر کا سانس تھم گیا۔بامُشکل چہرہ اُٹھا کر اُس نے اُوپر دیکھا۔دوسرے پورشن کے ایک کمرے کی کھڑکی کے پردے سائیڈ پر کیئے جا چکے تھے اور کھلی کھڑکی سے لٹکتا وِنڈ چائم ہلکی چلتی ہوا میں اپنی مخصوص، اعصاب کو تقویت پُہنچاتی آواز ہر سُو بکھیر رہا تھا۔وہ یونہی چہرہ اُٹھائے ہوا کی بدولت ہلتے پردے اور وِنڈ چائم کو دیکھتا رہا۔کئی گھنٹے دبے پاؤں گُزر گئے اور اُسے وقت گزرنے کا اِحساس نہیں ہو سکا۔رات کے گہرے ہوتے سکوت میں صِرف معارِج سکندر کی تیز ہوتی دَھڑکنیں سُنائی دے رہی تھیں۔اُس ایک اِدراک کے لمحے نے سب کچھ دُھندلا دیا تھا۔معارِج سکندر کو مُحبت ہو گئی تھی لیکن غلط وقت پر، سہی عورت سے۔اُسکی سیاہ آنکھوں میں ڈھیروں اِضطراب کے جگنو آ سمٹے تھے۔اُسکی آنکھوں نے جو خواب دیکھنا شروع کیا تھا کیا اُس کی تعبیر اِتنی بھیانک ہو گی؟ وہ کسی اور کا ہاتھ تھام لے گی، کسی اور کے ساتھ بس جائے گی اِس اعتراف میں بڑی اَذیت تھی، وہ اِحساس دھڑکن چھین لینے والا تھا۔اُسکے اِرد گرد تیزی سے گھٹن بڑھنے لگی۔گہرا سانس لے کر اُس نے چہرہ جُھکا کر اپنی تھکتی آنکھیں مَسلیں اور پھر آہستہ قدموں سے کچھ قدم دُور

کھڑی جیپ میں بیٹھ گیا۔ سر سیٹ کی پُشت سے ٹِکائے، دونوں بازو سینے پر باندھے وہ ایک بار پھر پوری دلجمعی سے اپنا دِل پسند کام کر رہا تھا اور تبھی اُسکی تھکتی آنکھیں بھاری ہونے لگیں۔ اُسکے خبر بھی نہیں ہو سکی اور وہ نیند کی وادیوں میں اُترتا چلا گیا۔ اُن وادیوں میں بھی وہی ایک ہی چہرہ تھا۔

پردے برابر کو کرنے سے قبل آیت نے یونہی بے سبب چہرہ آگے کر کے سُنسان پڑی گلی میں دِل کے ہاتھوں مجبور ہو کر جھانکا۔ وہ شخص پچھلے تین دِن سے عین سامنے والے درخت کے پاس اُسکی حفاظت کے لیئے پہروں کھڑا رہتا تھا۔ مایوس ہو کر پلٹنے سے قبل اُسکی نگاہ بےاِختیار سائیڈ پر کھڑی جیپ تک گئی اور سُنہری آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں۔ آنکھوں میں ڈھیروں اِستعجاب لیئے وہ گاڑی کی وِنڈو سکرین سے اِنتہائی واضح ہو کر نظر آتے شخص کو دیکھے گئی۔ اِردگرد سے بےپرواہ وہ اِیسے سو رہا تھا جیسے اپنے گھر کے، نرم مُلائم بستر پر سو رہا ہو۔ کچھ سوچ کر پلٹتی آیت نے کرسی لے کر کھڑکی کے پاس رکھی اور پھر ہاتھ پر چہرہ ٹِکائے چمکتی آنکھوں سے اُس چہرے کو دیکھتی رہی جسے دیکھ دیکھ کر دِل بَھر نہیں سکتا تھا۔ جو اُسے ہمیشہ نئے سِرے سے حیران کر دیتا تھا۔ اِسی ہفتے اُسکی شادی تھی مگر سوگوار ہوتا، بوجھل دِل سب بُھولے اُس شخص کو دیکھ رہا تھا جسے شاید دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

"معارِج!" آہستگی سے وہ نام پُکار کر اُس نے وہیں چہرہ کھڑکی کے ساتھ ٹِکا کر آنکھیں موند لیں۔ بند آنکھوں کے پار بھی اُسی شخص کا چہرہ ہر سُو تھا۔ وہ چہرہ جو سخت وقت کو سہل کرنے پر قادِر تھا۔

"اَسفر!" اَسفر جیسے ہی گھر پہنچا، آیت کی جانب سے آنے والی کال پر سیل فون کان سے لگائے پریشانی سے دوبارہ دروازے کی جانب دوڑا مگر آیت کی مدہم پُکار نے اُسے ٹھٹکا دیا۔

"تم واقعی مُجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟" اُس سوال پر اَسفر مُجیب کی دُنیا ٹھہر گی۔چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ خوشی سے جُھوم اُٹھتا مگر ہوا یہ کہ اَسفر مُجیب کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔اُس سوال میں خوشی تو دُور کی بات کوئی جذبہ تک نہیں تھا۔وہ لہجہ جو ایک اجنبی، نابینا شخص کے لیئے نرم، مُضطرب اور جُذبوں سے پُر ہوا تھا وہ اِس وقت کہیں بھی نہیں تھا۔

"ہاں! تو کیا تم واقعی مُجھ سے شادی کرو گی؟" اَسفر نے آہستگی سے اِستفسار کیا۔

"ہاں! کل کر لیں؟" وہ اِیسے سوال کر رہی تھی جیسے کہیں کھانے کا پروگرام رکھ رہی ہو۔

"ہمم! کر لیتے ہیں۔میں امی اور صدف کو خوش کر دوں۔"نرمی سے کہہ کر اُس نے کال مُنقطع کر دی۔چند لمحے وہ سنجیدگی سے سیل فون کی بُھجتی سکرین کو دیکھے گیا اور پھر گہرا سانس لے کر صدف کو کال مِلانے لگا۔دوسری جانب آیت سیل فون ٹیبل پر رکھ کر آہستگی سے بستر پر بیٹھی جبکہ عینی ابھی تک حیران کھڑی اُسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"تم شادی کر رہی ہو؟ وہ بھی کل؟" اُسے واقعی آیت کی عُجلت، کیفیت اور تاثرات سمجھ نہیں آ رہے تھے۔کچھ کہے بغیر آیت نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"شاپنگ پہ چلیں۔"بامُشکل مُسکرا کر وہ تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی جبکہ عینی نے کچھ بھی کہنے کا اِرادہ ترک کر کے اپنا بیگ اور چادر اُٹھائی۔آیت کے گھُٹن زدہ چہرے سے صاف لگ رہا تھا کہ اُسے کھلی ہوا کہ شدید ضرورت ہے۔وارڈن سے اِجازت لے کر وہ دونوں شاپنگ مال میں یہاں سے وہاں گھوم رہی تھیں کیونکہ عینی کو اُسکے لیئے کوئی نکاح کا جوڑا پسند نہیں آ رہا تھا۔

"کوئی بھی لے لیتے ہیں۔" برائیڈل آؤٹ لیٹ میں بیٹھ کر آیت نے عاجز آ کر کہا۔

"کوئی بھی کیوں؟ تمہارا نِکاح ہے تو کوئی بہت خوبصورت سا لیں گے۔" عینی کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ سارے جوڑے خرید لیتی۔ جِس جوڑے کو بھی آیت پسند کرتی وہ اُسے رَد کر دیتی کیونکہ اُس نے آیت کی بے دِلی بھانپ لی تھی۔

"یہ کیسا ہے؟" زنک رنگ کا گھیر دار فراک اُسکے ساتھ لگاتے ہوئے دلچسپی سے سوال آیا۔

"اچھا ہے۔ میری پسند کا رنگ ہے مگر ہم اِتنی خواری کیوں کر رہے ہیں؟" بے دلی سے خالی ڈسک پر بیٹھتے ہوئے اُس نے بے زاری سے کہا تبھی اُسکی غیر اِرادتاً نگاہ کُھلے شیشے کے دروازے کے پاس سے گُزرتے سیف اور اُسکے باس تک گئی۔

"تم کونسا کسی اِیسے شخص سے شادی کر رہی ہو جو دیکھ نہیں سکتا۔ بھئی! گَج وَج کے تیار ہونا چاہیئے تمہیں۔" اُسکی آواز اِتنی اُونچی تھی کہ معارِج سکندر کے قدم ٹھہر گئے۔ اُسکے پیچھے چلتے سیف نے چہرہ پھیر کر شیشے سے اندر جھانکا۔

"مِس آیت! شادی کی تیاری ہو رہی ہے کیا۔ بہت مُبارک ہو۔" قدرے آگے آ کے سیف نے مُسکرا کر کہتے ہوئے آیت کو نگاہوں کا زاویہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔

"جزاک اللہ! بس ہو جائے تو جان چُھوٹے۔" بیگ کندھے پر ڈال کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے سادگی سے کہتے ہوئے معارِج سکندر کو چونکا دیا۔ چہرہ پھیرے بغیر وہ اپنی مخصوص سیاہ چھڑی کے شاہین کے سَر والے دَستے پر گرفت مضبوط کر کے آگے بڑھ گیا۔ سیف نے مروتاً مُسکرا کر آیت کو

دیکھا اور پھر تیزی سے معارِج کے پیچھے بھاگا اور آیت نے سَر جھٹک کر عینی کو دیکھا جسے کوئی لباس پسند نہیں آ رہا تھا۔ دِل پر لگنے والی چوٹ گہری تھی۔

تیار ہو کر اُٹھتے ہوئے اُس نے خود کو شیشے میں دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔ وہ عینی کے ساتھ ہاسٹل کے بجائے اَسفر کے فلیٹ پر اپنی کچھ ہاسٹل فیلوز کے ساتھ آئی ہوئی تھی۔ اَسفر اُسکے لیئے کل ہی فلیٹ خالی کر کے کسی ہوٹل شفٹ ہوا تھا۔ وہ اپنے خیالات سے عینی کی آمد پر چونکی۔

"اَسفر بھائی کب تک آ رہے ہیں؟" عینی نے گھڑی کی جانب دیکھ کر اُس سے سوال کیا جبکہ جواب دیئے بغیر آیت نے ٹیبل سے سیل فون اُٹھا کر اَسفر کے نمبر پر کال مِلائی۔ بیل جا رہی تھی مگر کال ریسیو نہیں کی گئی۔ کچھ سوچ کر اُس نے صدف کا نمبر مِلایا جو کہ بند جا رہا تھا۔ اَب کے اُسے تشویش ہونے لگی۔

"کیا ہوا سب خیریت؟" اُسکے چہرے پر بڑھتی پریشانی دیکھ کر عینی تیزی سے قریب آئی۔

"اَسفر اور صدف فون نہیں اُٹھا رہے۔" اُس نے لرزتے قدموں سے بامُشکل بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے یار! تو مصروف ہوں گے یا نکل رہے ہوں گے۔ اِس میں اِتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔" عینی کو واقعی اُسکی پریشانی نہیں سمجھ آئی جبکہ آیت نے بےاِختیار نفی میں سَر ہلایا۔ اُسکی پریشانی اور خوف کو کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ منحوس وقت کی آہٹیں اُسے ایک بار پھر سُنائی دینے لگیں۔ کانپتے

ہاتھوں سے چہرہ جُھکا کر وہ بار بار اَسفر اور صدف کے نمبر پر کال کرتی مگر ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔

"اَسفر بھائی کے کسی دوست کو جانتی ہو؟" عینی نے کچھ سوچ کر کہا۔

"وہ سب تو اسلام آباد میں ہیں۔اَسفر یہاں کسی کو نہیں جانتا۔"بے چینی سے کالز ملاتے ہوئے اُسکا چہرہ سپید پڑنے لگا۔

"یا اللہ! سب خیریت رکھنا۔"وہ اَسفر کو کم اَز کم سعد کی طرح مرتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔بھلے سعد جیسا بھی تھا، بھلے آج اَسفر نہ آئے مگر خیریت سے تو رہے۔سیل فون ٹیبل پر پھینک کر وہ جلے پیروں سے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگی۔عینی صوفے پر بیٹھ کر اُس کو اگلے دو گھنٹے تک یونہی اِدھر اُدھر مارچ کرتے دیکھتی رہی۔

"یا اللہ! لڑکی آرام سے بیٹھ۔۔۔"عینی نے عاجز آ کر کہا اور تبھی آیت کا سیل فون بجا۔بھاگ کر ٹیبل سے سیل فون اُٹھا کر دیکھتے ہوئے اُس نے گہرا تشکر کا سانس لیا۔

"اَسفر کہاں ہو تم؟ سب خیریت ہے نہ؟" دوسری جانب خاموشی محسوس کر کے اُس نے دھڑکتے دِل سے پوچھا۔

"آیت مُجھے معاف کر دو۔ایم سوری!" اَسفر کی تھکی، نڈھال آواز پر آیت نے آنکھیں میچ کر گہرا سانس لیا۔وہ ٹھیک تھا تو بس اُسے اور کچھ نہیں چاہیئے تھا۔وہ صدف اور اُسکی ماں سے اُنکا آخری سہارا جاتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"اَسفر! کوئی بات نہیں۔ تم ٹھیک ہو، صدف ٹھیک ہے۔۔۔مُجھے بس اِتنا بتاؤ۔"وہ جیسے سمجھ گئی تھی۔ یَک دَم گھٹتے دِل میں کوئی تازگی کی لہر دوڑی۔

"میں واقعی تمہیں بہت پسند کرتا ہوں آیت مگر میری امی اور صدف۔۔۔وہ اُسکے قبضے میں ہیں۔۔۔وہ اُنھیں مار دے گا اگر میں نے تم سے نِکاح کیا تو۔"اُسکی گلوگیر آواز پر رُکتے دِل کے ساتھ آیت تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"اَسفر تم اِسلام آباد جاؤ۔ آنٹی اور صدف کو کچھ نہیں ہو گا۔"اپنے حواسوں کو بامُشکل سنبھال کر اُس نے کہتے ہوئے عینی کو چونکا دیا۔کال مُنقطع کر کے اُس نے سائیڈ پر پڑی سیاہ چادر کو اچھی طرح اوڑھا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اُسکو تیزی سے باہر نکلتے دیکھ کر عینی حیرانگی سے اُسکی جانب بڑھی۔

"تم سب لڑکیوں کو ہاسٹل واپس بھیج دو اور بتا دینا کہ لڑکے کی ماں ہسپتال میں ہیں۔میں آتی ہوں۔" سنجیدگی سے چادر اپنے ِگرد جلدی سے پھیلا کر وہ پچھلے گیٹ سے باہر نکلی اور پھِر ایک نظر اِرد گرد دوڑا کر گہری ہوتی شام میں دُور سے گُزرتی ٹیکسی کو اِشارہ کیا جو عین اُسکے سامنے آ رُکی تھی۔مُٹھی میں دبایا ہوا کاغذ آگے ہو کر ڈرائیور کو دے کر خود چادر سے چہرہ چُھپائے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھنے لگی۔چند لمحے بعد ہی ٹیکسی اُسکو مطلوبہ ایڈریس پر اُتار کے جا چُکی تھی۔یونہی چہرہ اُٹھا کر کھڑے اُس گھر کو دیکھتے ہوئے اُسکا چہرہ ہر آن سَرد ہو رہا تھا۔بیل بجا کر دروازہ کھولے جانے پر سنجیدگی سے اندر راہداریوں سے گُزار کر اُسکو ہال میں بیٹھے سفیر شہزاد تک لایا گیا۔

"زہے نصیب!" مُسکراہٹ دبا کر اُسکو محظوظ نظروں سے دیکھا جِس نے سَر تا پا خود کو ڈھانپ رکھا تھا۔ صِرف سُنہری شعلے اُگلتی آنکھیں واضح تھیں۔

"صدف اور اُسکی امی کو چھوڑ دو۔" سَرد لہجے میں کہتے ہوئے اُس نے سفیر شہزاد کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر دیا۔

"سفیر شہزاد کچھ لو اور کچھ دو کے اُصول پر کام کرتا ہے بیگم صاحبہ۔" عامیانہ سے انداز پر آیت نے لرزتے ہاتھوں کی مُٹھیاں بھینچ لیں۔

"میں تم سے شادی کے لیئے تیار ہوں۔" اگلا جملہ بغیر کسی دِقت اور تاثر کے ادا کیا گیا جبکہ سفیر نے بامُشکل مُسکراہٹ دبائی۔

"کب؟" کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے بڑے اطمینان سے سوال آیا جبکہ آیت کا جی چاہا سامنے پڑے گملے سے اُسکا سَر پھاڑ کر کام ہی تمام کر دے۔

"ابھی اور اِسی وقت۔" آہستگی سے جواب آیا جبکہ سفیر کا ایک اور قہقہ چھوٹ گیا۔

"ہاں! اَب کی نہ عقل والی بات۔" محضوظ ہو کر وہ چند قدم آگے آیا جبکہ آیت تیزی سے پیچھے ہوئی۔

"صدف اور اُسکی امی کو چھوڑ دو۔" لہجے کو مضبوط بنا کر اُس نے ایک بار پِھر وہی بات کہی۔ سفیر مُسکراہٹ دبا کر تیزی سے اُسکے قریب آیا اور بوکھلاتی، گھبراتی آیت کو پیچھے ہونے کا موقع تک نہیں مِلا۔

"مجھے تو معلوم ہوا تھا کہ وہ بازار میں ہیں اور اُنکی گاڑی خراب ہو گئی ہے تو۔۔۔۔" آنکھوں میں ڈھیروں کمینہ پن لیئے کہتے ہوئے اُس نے آخر میں بات کے ساتھ مُسکراہٹ بھی دبائی جبکہ آیت کا چہرہ مارے طیش کے سُرخ پڑنے لگا۔

"ویسے تمھیں کیا لگتا ہے میں تم سے شادی کرنے کے لیئے کیوں سب کچھ کر رہا ہوں؟" اُسکا لہجہ ایک دَم سنجیدہ اور سَرد ہوا۔اُسکی عیار چھوٹی آنکھوں میں لہو جما دینے والا کوئی تاثر سا دَر آیا جبکہ آیت کا وجود سَرد ہونے لگا۔

"تمھیں یورپ کے مُختلف مُمالک میں بیچ کر جو مُجھے منافعے ہر ہفتے مِلنے والے ہیں وہ تمھاری سوچ سے بھی زیادہ ہو گا۔"اُسکی اگلی بات پر آیتِ تطہیر کا سانس تھم گیا۔ماحول میں لہو سَرد کر دینے والی ٹھنڈک بڑھنے لگی۔اِیسا سکوت چھا گیا تھا کہ آیتِ تطہیر سانس بھی لیتی تو حشر برپا ہو جاتا۔سُنہری آنکھیں پھیل کر اُس منحوس کرائیت دیتے چہرے کو لرز کر دیکھے گئیں جو پوری نحوست سے ہنس رہا تھا۔کوئی شدت کا جذبہ اندر سے اُٹھا اور پھر آیت نے سائیڈ پر پڑا بھاری گملہ ایک جھٹکے سے اُٹھا کر پوری قوت سے سفیر شہزاد کے سَر پر دے مارا۔وہ جو اِس حملے کے لیئے تیار نہیں تھا چلا کر پیچھے کو ہوا جبکہ اُس کی دَر و بام ہلا دیتی چیخ پر اُسکے گارڈز بھاگ کر آئے اور آیت لرز کر ہوش میں آئی۔ایک نظر خون میں تر بتر ہوتے سفیر شہزاد کو دیکھ کر وہ راہداری کی جانب بھاگی اور پھر کُھلے مین گیٹ کی جانب پوری جان کا زور لگا کر دوڑ پڑی۔اپنے پیچھے تعاقب میں قدموں پر سوکھے پتے کی طرح کانپتے دِل کے ساتھ وہ ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر دوڑ رہی تھی۔ایک بار پھر گہری ہوتی شام میں وہ خود کو بچانے کے لیئے بھاگ رہی تھی۔جوتے کہیں پیچھے رہ گئے،چادر جنگل میں داخل ہوتے ہی کہیں

جھاڑیوں میں پھنسی رہ گئی۔زخمی ہوتے پاؤں کے ساتھ اُس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا اور عین اُسی لمحے آڑھے ترچھے راستے سے آتی جیپ نے اُسکے اچانک سے سامنے آنے پر بروقت بریک لگائے۔بے طرح چیخ کر دونوں ہاتھوں سے چہرہ چُھپا کر زخمی ہوتے پاؤں سے وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

"تطہیر!" جیپ کا دروازہ کُھلا اور مخصوص ڈیلٹا سیاہ ڈیلٹا بوٹس اُسکے عقب میں رُکے اور پھر چونک کر اُسے پُکارا گیا۔سوکھے پتے کی طرح لرزتی آیت کا وجود اُس آواز پر ٹھہرا۔چہرہ پھیر کر بھیگتی آنکھوں سے اُسکو دیکھا جو گُھٹنوں کے بَل اُسکے سامنے بیٹھ رہا تھا۔اُن سُنہری بھیگتی آنکھوں میں اِیسی تکلیف اور اذیت تھی کہ جُھک کر بیٹھتا سُلطان خان، جُھکا رہ گیا۔خوفزدہ، پھیلتی آنکھوں کو دیکھ کر اُس نے بے اِختیاری میں ہاتھ سے اپنا ماسک نیچے کیا اور اُس۔۔چہرے کو دیکھ کر گہرا سُکھ کا سانس لے کر آیت بے دم ہو کر بیٹھ گئی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" کھنکھار کر اُس نے ایک نظر اُسکے لباس کو دیکھا۔صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی شادی یا تقریب کے لیئے تیار ہوئی ہے۔

"م۔۔۔میں نے اُس سفیر کا قتل کر دیا۔"اعصاب کے سنبھلتے ہی یاد آنے پر اُس نے لرزتے لہجے میں کہا جبکہ سُلطان نے چونک کر اُسکے مٹی سے اٹے حُلیے، پیروں سے رستے خون اور زخمی ہتھیلیوں کو دیکھا۔

"اُٹھو تمھیں ہاسٹل چھوڑ آؤں۔"نرمی سے اُٹھ کر اُس نے اپنا دائیاں ہاتھ پھیلایا مگر آیت یونہی بیٹھی رہی۔

"میں نے قتل کر دیا ہے۔۔۔"اُسکے پھر سے کہے جانے پر سُلطان نے پریشانی سے گہرا سانس لیا اور پھر بھاگتے قدموں کی آہٹ اور شور پر پہاڑ سے نیچے جھانکا۔گہرے ہوتے اندھیرے میں بھی وہ دیکھ سکتا تھا کہ کئی مسلح آدمی کسی کو تلاش کر رہے ہیں۔اُسکی نگاہ جھٹکا کھا کر اُٹھتی آیت تک گئیں۔

"وہ لوگ مجھے مار دیں گے۔"لرزتے لہجے میں کہتے ہوئے اُس نے سُلطان کو متفکر کر دیا۔

"تم گاڑی میں بیٹھو۔"جیپ کا دروازہ تیزی سے کھول کر اُس نے آیت کو دیکھا جو لڑکھڑا کر اُس تک آئی اور پھر کچھ سوچے، سمجھے بغیر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ماؤف ہوتے اعصاب میں اِتنی ہمت نہیں تھی کہ تخمینے لگاتا۔ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے سُلطان نے جیپ سٹارٹ کی اور پھر اُسکی جیپ تیزی سے دشوار گُزار راستوں سے گُزرتے ہوئے اُس جنگل اور پہاڑوں کے بیچوں بیچ، سب کی نظروں سے دُور بنے گھر کی جانب دوڑ رہی تھی۔

صوفے پر سُکڑ سِمٹ کر بیٹھی آیت نے کسی گرمائش پہنچاتے احساس پر چونک کر چہرہ اُٹھایا۔سُلطان جُھک کر اُس کے کندھوں پر کمبل ڈال رہا تھا۔سَرد پڑتے وجود میں ٹھٹھر چُکا لہو زندگی کی حرارت محسوس کر کے پھر سے شریانوں میں دوڑنے لگا۔

"یہ پیو!" گرما گرم بھاپ اُڑاتی کافی اُسکے سامنے کرتے ہوئے اُس نے ہچکچاتی آیت کو دیکھا۔وجود کے پُرسکون اور خطرے سے باہر نکلتے ہی اُسکی حسیں لوٹ آئی تھیں۔اُسکے مشکوک انداز پر سُلطان نے

ہنس کر نفی میں سَر ہلایا اور پھر کافی کا مگ ہونٹوں سے لگا کر چند گھونٹ پی کر اُسکی جانب پھر سے بڑھایا۔

"نہیں مِلایا زہر!" کہہ کر جیسے اُسے شرمندہ کرنا چاہا مگر آیت اِیسے موقعے پر ہونے نہیں والی تھی۔ سُلطان اُسکے عین سامنے والے صوفے پر بیٹھ کر اُسکو دیکھنے لگا جو سپید پڑتے ہاتھوں میں مضبوطی سے کپ تھامے گھونٹ گھونٹ کافی پی رہی تھی۔ یہاں سردیاں نہیں تھیں مگر مظفرآباد میں شام ہوتے ہی اچھی خاصی ٹھنڈی ہوائیں اکثر چلتی تھیں اور کچھ دِن پہلے کی بارشوں اور آیت کے اپنے خوف نے اُسکے وجود کو سَرد کر دیا تھا۔

"وہ مر گیا ہو گا؟" اندر تک حرارت محسوس کر کے اُس نے آہستگی سے سوال کیا جبکہ سُلطان نے بغور اُسکے جُھکے چہرے کو دیکھا۔

"اُونہوں! وہ کُتے کی دُم ہے۔" اُسکے انداز کی بےپرواہی پر آیت کی نظریں اُٹھیں مگر اُسکے یوں بغور تکنے پر نظریں جُھکا کر ہاتھ میں تھامے کپ کو دیکھنے لگی۔ وہ چہرہ، وہ لہجہ، وہ انداز، وہ بےپرواہی باآسانی غلط فہمی میں مُبتلا کر سکتے تھے۔

"کہیں شادی میں جا رہی تھی؟" کچھ سوچ کر سوال آیا۔

"نہیں! میرا نِکاح تھا۔" آیت نے چہرہ اُٹھائے بغیر آہستگی سے کہا اور سُلطان تیزی سے سیدھا ہوا۔

""کِس سے؟" اُسکے سوال میں کچھ اِیسا تھا کہ آیت نظریں اُٹھانے پر مجبور ہو گئی۔

"اَسفر سے۔" مدہم لہجے میں کہہ کر اُس نے سُلطان کے چہرے پر دَر آتی ناگواری کو واضح محسوس کیا۔

"میری دوسری بار شادی رُکی ہے۔" کپ کے کنارے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس نے ہنس کر کہا جبکہ وہ مُسکراہٹ نقاب کے باعث، سُلطان کی آنکھوں سے مُخفی ہی رہی۔

"تو تیسری بار مُجھ سے کر لو۔ قسم خُدا کی! رُکنے نہیں دوں گا۔" اُسکے سنجیدہ انداز پر آیت نرمی سے مُسکرا دی۔ اُن سُنہری آنکھوں کو مُسکراہٹ میں ڈھلتے دیکھ کر سُلطان کو فضا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی۔

"معارِج تم سے کبھی شادی نہیں کرے گا، تطہیر۔" اُسکے جواب نہ دینے اور گہری ہوتی خاموشی پر سُلطان نے آہستگی سے کہا۔ اَب کے اُسکا انداز دھڑکن چھین لینے والا تھا۔ آیت کی پلکیں اُس بات پر لرز کر جھکیں۔ دِل کی دھڑکن کہیں گہرے سکوت میں مدغم ہونے لگیں۔

"اُنکا یہاں کیا ذکر؟" مضبوط لہجے میں اِیسی بےاعتنائی تھی کہ سُلطان کے چہرے کو سوگوار سی مُسکراہٹ چھو گئی۔ اُس ایک سوال میں سارے جواب پنہاں تھے۔ وہ اپنے اور معارِج سکندر کے بیچ طویل فاصلے کو جانتی تھی۔ اُس بے اعتنائی میں سارے دھیان کے دھاگے بہت توجہ سے پروئے ہوئے تھے۔

"اور آپ سے مُجھے اِیسی بےتُکی بات کی ہی اُمید تھی۔" خالی کپ یونہی بیٹھے بیٹھے آگے ہو کر ٹیبل پر رکھ کر مزید کہا گیا۔

"مُجھ سے شادی کر لو تطہیر۔" بڑھتی خاموشی کو سُلطان کے اِسرار نے توڑا۔ آیت نے چونک کر اُسکو دیکھا۔ اُسکے انداز میں پہلے والی شوخی اور لااُبالی پَن نہیں تھا۔

"میں تمہیں تحفظ، مان، عزت اور مُحبت سب کچھ دے سکتا ہوں۔" آگے کو ہو کر بے حد سنجیدگی اور متانت سے بتایا گیا۔ آیت چند لمحے اُسکے چہرے کو دیکھے گئی جہاں کھوٹ اور جُھوٹ کی آمیزش نہیں تھی۔ اُسکو پڑھا جا سکتا تھا۔ وہ معارِج سکندر کی نسبت پَرت دَر پَرت خود کو پوشیدہ نہیں رکھتا تھا۔

"کتنی عجیب بات ہے نہ سعد نے بھی یہی کہا تھا، اَسفر نے بھی اور اَب آپ بھی یہی کہہ رہے ہیں لیکن یہ الفاظ میرے دِل پر اثر کیوں نہیں چھوڑتے، مُجھے چونکا کیوں نہیں دیتے؟" وہ جیسے خودکلامی کر رہی تھی۔ سُلطان اُسکے چہرے کے مُضمحل ہوتے تاثرات کو دیکھے گیا۔

"کیونکہ تم یہ الفاظ معارِج سکندر سے سُننا چاہتی ہو۔" اُسکے اِتنے واضح اور ببانگ دہل الفاظ پر آیت نے لرز کر اُسکو دیکھا۔ وہ بے حد صاف گو، حد سے زیادہ دو ٹوک تھا۔ اُس نے بے اِختیاری میں نقاب میں چُھپے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور سُلطان اُسکی حرکت پر بےساختہ ہنس دیا۔

"میں نے تمہارے چہرے سے اندازہ نہیں لگایا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ آنکھیں دِل کی کھڑکیاں ہوتی ہیں۔" اُسکے کہے جانے پر آیت نے بےساختہ نگاہ چُرائی۔

"آپ کو۔۔۔" اِس سے پہلے کہ وہ سختی سے تردید کرتی، سُلطان اُٹھ کھڑا ہوا۔

"تردید میں تم مزید مُجھ پر آشکار ہو جاؤ گی۔ وضاحت مت کرو میں عقل اور آنکھیں دونوں رکھتا ہوں۔" اُسکا انداز نرم مگر اِیسا تھا کہ آیت کے ملال گہرے ہونے لگے۔ وہ سب کے لیئے کھلی کتاب بن گئی تھی مگر وہ شخص تو پتھر کے اِیسے محل کی طرح ہو گیا تھا جِس میں کوئی روزن، کوئی دروازہ تک

نہیں رہا تھا کہ اُس میں جھانک کر اندر کے حالات کی خبر رکھی جا سکے۔اُس جانب اُترتے موسموں کی ٹوہ لی جائے۔

"آج رات سوچ لو پھر فیصلہ کر کے مُجھے خبر کر دینا۔میں تمہاری تیسری بار شادی کی کوشش کو ناکام نہیں ہونے دوں گا اور میں نیند میں جگائے جانے کو پسند نہیں کرتا اِسی لیے اپنے فیصلے سے تب آگاہ کرنا جب میں خود آؤں۔"وہ اُسے پہلے ہی آرام کرنے کے لیئے کمرے کا بتا چُکا تھا، تبھی اِتنی لمبی تمہید کے بعد سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔آیت چہرہ ناسمجھی سے اُٹھا کر اُسکو تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ سیڑھیاں عبور کر کے آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔گہرا سانس لے کر اُٹھتے ہوئے اُس نے کمبل اُٹھا کر تہہ کیا اور صوفے پر رکھ کر راہداری کے آخری سِرے پر بنے کمرے کی جانب بڑھی۔کمرے میں آ کر لاک لگاتے ہوئے اُس نے چند لمحے یونہی کھڑے کھڑے اُس شاندار سے کمرے کو دیکھا اور پھر ٹیبل پر موجود لینڈ لائن کو دیکھ کر تیزی سے اُس تک آ کر سیف کا نمبر مِلانے لگی۔جانا پہچانا نمبر دیکھ کر سیف نے پہلی بیل پر ہی کال ریسیو کر لی تھی۔

"اسلام و علیکم!" دوسری جانب سُلطان کے بجائے آیت کی آواز سُن کر سیف تیزی سے سیدھا ہوا۔

"مِس آیت! سب خیریت ہے؟" اُسکو اندازہ تھا کہ آیت نے آج نکاح کرنا تھا۔

"جی! مُجھے آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔"اُسکا انداز بے حد مدلل تھا۔

"جی! پوچھیں؟" اُسکا انداز محتاط ہوا۔

"سُلطان خان کیسے اِنسان ہیں؟" اُسکے سوال پر سیف کمال تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" سیف نے اُٹھ کر لینڈ لائن پر کال مِلاتے ہوئے آہستگی سے پوچھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔"وہ جیسے اُسے اصل بات نہیں بتانے والی تھی۔

"اچھا اِنسان ہے۔صاف، دو ٹوک۔"اُس نے وہی جواب میں کہا جِس بات کو آیت جانتی تھی۔

"آپ سُلطان کے گھر ہیں؟" اُس کے سوال پر آیت نے مثبت جواب دے کر اُسکو چونکا دیا۔

"سُلطان خان نے آج میری بہت مدد کی ہے۔"اُس نے نہ چاہتے ہوئے بھی نہ جانے کیوں وضاحت دی۔

"آپ میری بات کروا سکتی ہیں اُس سے؟" سیف نے کچھ سوچ کر چونکتے ہوئے تیزی سے کہہ کر آیت کو ٹھٹکا دیا۔

"وہ تو سونے چلے گئے۔"گھڑی پر ٹائم دیکھ کر بتایا گیا۔رات کے دس بج رہے تھے اور یقیناً سیف کمال اپنے دوست کی نیند کو حرام نہیں کرنا چاہے گا۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں؟" کچھ دیر بعد سیف نے کچھ سوچ کر کہا جبکہ وہ جو کال مُنقطع کرنے لگی تھی، ٹھہر گئی۔

"آپ معارِج سکندر کو کیسے جانتی ہیں؟" سیف نے وہی سوال کیا جو وہ جاننا چاہتا تھا۔کیا واقعی یہ وہی لڑکی تھی، پانچ سال پہلے والی؟؟

"آپ نے اپنے باس سے سُنا نہیں، وہ مُجھے نہیں جانتے۔"اُس نے مدہم لہجے میں کہا۔

"میں باس کا نہیں آپ کا پوچھ رہا ہوں۔"اُسکا انداز نہ ٹلنے والا تھا۔

"وہ میرے محسن ہیں۔مُشکل وقت میں ہمیشہ مدد کرنے والے محُسن۔" سنبھل کر اُس نے نرمی سے کہا۔

"میں اِس لیئے پوچھ رہا ہوں کیونکہ شاید آپ سُلطان کے پروپوزل کا سوچ رہی ہیں۔"سیف نے وضاحت کرتے ہوئے آیت کو چونکا دیا۔

"اِن باتوں کا آپس میں کیا تعلق؟" وہ جیسے جان کر بھی اَنجان بَن رہی تھی۔

"سُلطان اور میرے باس کی آپس میں بالکل نہیں بنتی۔اُن دونوں کی سوچ اور نظریہ میں بہت تضاد ہے۔معارِج سکندر پُھونک پُھونک کر قدم رکھنے والے، فریق کو خاموشی سے پچھاڑنے والے ہیں جبکہ سُلطان خان سب کچھ آمنے سامنے کرنے والا ہے۔اگر آپ سُلطان خان کو مُنتخب کریں گی تو معارِج سکندر آپ کی نظروں کے سامنے سے کبھی نہیں جائے گا شاید اِسی لیئے میرے باس آپ کے ذکر کی بہت سختی سے تردید کرتے ہیں۔"سیف کی طویل وضاحت پر آیتِ تطہیر کا دِل ویران ہونے لگا۔

"میں آپ کو کچھ سُناتا ہوں جِس سے شاید آپکو فیصلہ لینے میں آسانی ہو۔" سیف نے ایک مُشکل فیصلہ لے کر اپنے سیل فون سے وہ ریکارڈنگ نکالی اور پھر کریڈل کے قریب کر کے چلا دی۔

"بصد احترام! وہ جِس سے بھی شادی کرے سیف کمال مگر وہ شخص سُلطان خان نہیں ہونا چاہیئے۔"

اُس لہجے اور انداز میں کچھ اِیسا تھا کہ آیتِ تطہیر سَر تا پا نمک کا مُجسمہ بن گئی۔دوسری جانب اُسے آسانی فراہم کر کے سیف کمال نے کال مُنقطع کر دی تھی۔سُن ہوتے اعصاب کے ساتھ اُس نے

کریڈل بے دلی سے ٹیبل پر رکھ دیا۔دِل ہر شے، ہر منظر سے اُچاٹ ہونے لگا۔ چند لمحے یونہی خالی الذہنی سے وہ بیٹھی رہی اور پھر فیصلہ ہو گیا۔

✓ عجیب ساعتِ اَنجام و اِختلاف آئی

وہ میرے دِل سے اُٹھا اور اُسکی راہ سے میں۔۔۔

(خواجہ رضی حیدر)

"آیت!" وہ جو بامُشکل رات کو سوئی تھی۔دروازہ دَھڑ دَھڑائے جانے پر جھٹکے سے اُٹھی اور پھر گھڑی پر وقت دیکھا۔رات کے دو بج رہے تھے اور اِیسے میں کوثر چچی کی آواز یقیناً خوش آئند نہیں تھی۔ سردیاں اپنے عروج پر تھیں۔کمبل سے نکلتے ہی اُسے شدید ٹھنڈ کا احساس ہوا مگر وہ اُس احساس کو نظرانداز کر کے بھاگ کر دروازے تک گئی۔

"کیا ہوا چچی؟" دروازہ کھولتے ہی کوثر چچی کے خوف سے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر اُس نے پریشانی سے کہا۔

"تمہارے چچا کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔"اُنکی اطلاع پر آیت کا سَر چکرا کر رہ گیا۔جانتی تھی ایک نہ ایک دِن اُنکو یہ دِن دیکھنا ہی تھا۔

"تم پولیس سٹیشن جاؤ اور کچھ کرو۔"اُنکی اگلی بات پر اُسکا دماغ بَھک سے اُڑا۔

"چچی! میں کیا کر سکتی ہوں؟ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ چچا بے قصور اور بے گناہ نہیں ہیں۔" اُسکے سنجیدہ جواب پر کوثر بیگم نے تیز نظروں سے اُسکو دیکھا۔

"تم چاہتی ہی یہ ہو نہ کہ میری بیٹیوں سے باپ کا سایہ ہٹ جائے۔" اُنکی فضول جذباتی بلیک میلنگ میں کم از کم آیت نہیں آنے والی تھی۔

"آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں اِس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتی تو بہتر ہو گا کہ فضول کے طنز اور بُہتان مُجھ پر تراشنے کے بجائے آپ جا کر چچا کی ہدایت کے لیئے دُعا کریں۔" وہ کوئی دبو ہی لڑکی نہیں تھی کہ اُسے طنز، کاٹ دار جملوں سے دبا لیا جائے۔

"تم کچھ کرو نہ آیت۔ وہ سعد اُسکو کہو نہ۔ اُسکے ماموں کے اڈے سے پکڑا ہے تمہارے چچا کو۔" اُنکو اپنا لہجہ دھیما اور سوگوار کرنا پڑا۔ جانتی تھیں کہ آیتِ تطہیر کو ڈرا، دھمکا کر نہیں منایا جا سکتا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سعد کو کال کر دیتی ہوں۔" کہہ کر وہ ٹیبل کی جانب بڑھی۔

"کال مت کرو۔ تم خود جاؤ سٹیشن وہاں سعد کو بُلا لینا۔" اُنکی اگلی بات پر آیت کا دماغ گھوم گیا۔

"آپ جانتی ہیں چچا اور سعد کو بُرا لگے گا۔ اچھا آپ رقیہ آپا کو تیار ہونے کا کہیں۔ میں آتی ہوں۔" ظاہر ہے رات کے اِس پہر وہ اکیلے سٹیشن جانے سے تو رہی۔

"رقیہ اور تسنیم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ رو رو کر بُرا حال ہو گیا ہے۔ تم خود چلی جاؤ۔" اُنکے ساتھ انداز، سارے مطلب وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

"اِیسے حساس موقعے پر بھی آپ اپنی سیاست سے باز مت آیئے گا۔" تاسف سے کہہ کر ٹیبل سے سیل فون اور اپنا والٹ اُٹھا کر چادر اوڑھتے ہوئے وہ اُنکو دیکھے بغیر اُنکے برابر سے ہو کر نکل گئی۔ باہر آ کر چند پل اُس نے ویران پڑی گلی کو دیکھا۔ ظاہر ہے اِس وقت کوئی ٹیکسی کہاں سے مِلنی تھی۔ پیدل تیز قدموں سے وہ ٹیکسی سٹینڈ تک گئی۔ ایک گھنٹے کے اِنتظار کے بعد اللہ اللہ کر کے کوئی ٹیکسی آئی۔ سیل فون سے سعد کا نمبر مُسلسل ملاتے ہوئے وہ ٹیکسی میں بزرگ آدمی کو دیکھ کر بیٹھی۔ سفیر شہزاد اور اُسکے آدمیوں کو خوف نہیں تھا کیونکہ پولیس کی وجہ سے یقیناً وہ لوگ اپنے بِل میں گھسے ہوئے ہوں گے۔ ٹیکسی نے اُسکو پولیس سٹیشن کے باہر اُتارا۔ ایک نظر تھانے کو دیکھ کر اُس نے اسلام آباد پولیس کی وردیوں میں ملبوس اہلکار کو دیکھا اور تیزی سے اندر کی جانب بڑھی۔ اندر طرح طرح کے مجرموں کو گھسیٹ کر لاک اَپ میں بند کیا جا رہا تھا۔ سب سے بچتے ہوئے وہ ایک کانسٹیبل کے پاس آئی۔

"مُجھے ایس-ایچ-او صاحب سے مِلنا ہے۔" اُسکی پُکار پر کانسٹیبل نے چونک کر اُسے سَر تا پا دیکھا اور پھر دوسرے سِرے پر موجود ہال کی جانب اشارہ کیا۔ اندر جانے سے قبل اُس نے ایک بار پھر سعد کو کال کی مگر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ گہرا سانس لے کر اُس نے اندر قدم رکھا جہاں قدرے بہتر رش کم تھا۔

"جی، بی بی!" اُس جُثّہ اور شکل میں ہیبت ناک دیکھتے ایس-ایچ او نے اُسکو دیکھ کر وہیں سے ہانک لگائی۔

"مُجھے واجد علی سے مِلنا ہے۔ اُنکو گرفتار کر کے اِسی تھانے میں لایا گیا ہے نہ؟" اُسکے مضبوط سوال مانگتے لہجے پر ایس-ایچ- او نے چونک کر اُسکو دیکھا اور پھر اُسکی پیشانی پر بَل پڑے۔

"اُس سے مِلنے کی کسی کو اِجازت نہیں ہے اور آپ کیا لگتیں ہیں اُس خبیث کی؟" اُسکے ناگوار انداز پر آیت کا چہرہ سپید ہوا۔

"ایک مِنٹ! کہیں تم بھی تو اُسکے دھندے میں شریک نہیں ہو؟" کسی خیال کے تحت چونک کر کہتے ہوئے وہ تیزی سے کھڑا ہوا جبکہ اُس اِلزام اور ہتک آمیز، مشکوک لہجے پر آیت کا وجود سَرد پڑنے لگا۔اُس ایس-ایچ-او کی آواز اِس قدر اونچی تھی کہ اُس ہال میں بیٹھے تمام پولیس اہلکاروں نے اُسکو چونک کر تعجب سے دیکھا۔

"کیسی بات کر رہے ہیں آپ؟ آپ کا کام لوگوں کو تحفظ اور معلومات فراہم کرنا ہے اور آپ اِلزام لگا رہے ہیں شہری پر۔"وہ کہاں دبنے والوں میں سے تھی۔ایس-ایچ- او نے ہک دَق ہو کر اُسکو دیکھا جو دبنے کے بجائے اُس سے بھی اُونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔اُس آواز پر لاک اَپ کے پاس سے گُزرتا معارِج سکندر ٹھٹکا اور پِھر تیزی سے ہال کے باہر دروازے پر ٹھہر گیا۔اِس شدید سردی اور رات میں وہ کوئی بھی گرم چیز اوڑھے بغیر شاید عُجلت میں نکل آئی تھی۔گہرا سانس لے کر اُس نے اپنا سیاہ پف ہُڈ اُتارا۔اُسکو کہیں اور جاتے دیکھ کر خُود جو اُسکی جانب بڑھا تھا اُسکو ہُڈ اُتارتے دیکھ کر ٹھٹکا اور پِھر وہ وہیں کھڑا کھڑکی سے معارِج کو دیکھنے لگا جو جیکٹ ہاتھ میں تھامے آگے بڑھا اور کسی لڑکی کے شانوں پر ڈال دی۔اُس لڑکی نے چونک کر پیچھے دیکھا اور پِھر خُود وہیں رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔جانتا تھا کہ اُسکا دوست اَب جلد واپس نہیں آنے والا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" دنگ رہ جاتا ایس-ایچ-او تیزی سے کھڑا ہوا۔وہ اِس ایس-پی کو جانتا تھا۔اُس سے اُن لوگوں کا واسطہ پڑتا رہتا تھا اور وہ اِس علاقے میں سب سے بددماغ، سخت مزاج،

اکھڑ، کُھردرا اور کوئی لچک نہ دکھانے والا مشہور تھا۔لمحے بَھر کو اُس لڑکی کی جانب اُسے اِتنی نرمی اور مہربانی سے متوجہ ہوتے دیکھ کر سارے ہال میں موجود اہلکار بوکھلا کر کھڑے ہوئے۔سب نے سلیوٹ مارے مگر اُس شخص کو اپنی جانب متوجہ نہ پا کر سب تتر بتر ہو گئے۔ہال میں مچتی کھلبلی پر آیت نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو اُسکے عین سامنے آتے ہوئے متفکر اور مہربان نظروں سے دیکھ رہا تھا۔دِل کے اندر گہری تقویت اور سکون پھیلنے لگا مگر کہیں اندر وہ بے حد خفت اور شرمندگی کا شکار ہو رہی تھی۔وہ اُسے کیا بتائے، کیسے بتائے؟؟

"سَر جی! یہ مُخبر لگ رہی ہے اُس سفیر شہزاد کی۔واجد علی سے مِلنا چاہتی ہے لگتا ہے اِس کا بھی وہی۔۔۔"فراٹے سے چلتی زُبان، اُن سَرد، خونخوار نظروں پر ایک دم ٹھہریں اور پِھر معذرت کر کے تیزی سے اپنی کرسی چھوڑ کر باہر کھسک گیا۔وہ اِس لڑکی کے سامنے خود کو ذلیل و خوار نہیں کروانا چاہتا تھا۔

"سب خیریت ہے، تطہیر؟" اُسکو نظریں چُراتے دیکھ کر اُس نے نرمی سے جُھک کر اِستفسار کیا جبکہ آیت کی پلکیں لرز کر اُٹھیں اور اُس شخص کو دیکھا جِسکی آمد سے قبل ماحول میں موجود برف کر دیتی ٹھنڈک، اُسکے سامنے آتے ہی پُرسکون حدت میں بدل گئی تھی۔

"میرے چچا وہ یہاں۔۔۔"مارے ندامت اور شرمندگی سے جملہ تک مکمل نہیں کیا گیا۔معارِج نے بغور اُسکے انداز دیکھے۔

"آپ بیٹھیں۔میں دیکھ کر بتاتا ہوں آپ کو۔"وہ یہاں اِسی معاملے کے لیئے آیا تھا مگر یہ بات اُسے بتا کر پریشان نہیں کر سکتا تھا۔اُسکے ڈھارس دیتے لہجے پر ہلکے ہوتے دِل سے اپنے لیئے پیچھے کی گئی آرام

دِہ کرسی پر بیٹھتی آیت کی آنکھیں اُس اُلفت، احترام اور فکر پر نمکین ہونے لگیں۔وہ سہارا اِیسا تھا کہ اُس پر قربان ہوا جا سکتا تھا۔تشکرانہ نگاہوں میں ڈھیروں محویت کے جگنو لیئے وہ اُس شخص کو پلٹ کر جاتے دیکھتی رہی اور پھِر اُسکے منظر سے جاتے ہی چہرہ جھُکا کر اپنے گرد موجود اُس ہُڈ پر ہاتھ پھیرا۔ دِل کی دھڑکنیں متوجہ ہوتے ہی اُس خوشبو پر اپنے انداز بدلنے لگیں۔نیند کی کمی کا شکار، تھکتی آنکھیں اُس تحفظ دیتی، آرام پُہنچاتی خوشبو کے حصار میں آتے ہی بھاری ہونے لگیں اور پھِر کچھ دیر پہلے جو جگہ اُسکے اعصاب کو جھنجھوڑ کر اُسکی جان کو آ رہی تھی وہیں وہ شدید اِضطراب کے باوجود آنکھیں موند گئی۔

کچھ دیر بعد واپس آتے معارِج کی نگاہ اُس تک گئی اور پھِر دھیرے سے مُسکرا دیا۔جھُک کر قریب آتے ہوئے لمحے بھَر کو اُسکا زمانے بھَر کے فریب سے بے پرواہ، بے رِیا چہرہ، بند لرزتی پلکیں دیکھتا رہا اور دوسرے ہی پل کھنکھار کر پیچھے ہوا۔

✓تیری جُستجو میں نکلے تو عجب سَراب دیکھے

کبھی شب کو دِن کہا ہے، کبھی دِن میں خواب دیکھے

میرے دِل میں اِس طرح ہے تیری آرزو خراماں

کوئی نازنیں ہو جیسے جو کُھلی کتاب دیکھے

جِسے میری آرزو ہو، جو خراب کُو بہ کُو ہو

مُجھے دیکھنے سے پہلے، تُجھے بے نقاب دیکھے

جِسے کچھ نظر نہ آیا ہو جہانِ رنگ و بُو میں

وہ کِھلا گُلاب دیکھے، وہ تیرا شباب دیکھے

یوں ٹھہر ٹھہر کے گُزری، شبِ اِنتظار یارو!

کہ سحر کے ہوتے ہوتے کئی ہم نے خواب دیکھے

مُجھے دیکھنا ہو جِس نے، میرے حال پر نہ جائے

میرا ذوق و شوق دیکھے، میرا اِنتخاب دیکھے۔۔۔

"تطہیر!" نرم سی پُکار پر آیت کے خوابوں کی دُنیا کی حرکت تھمی اور پِھر کچی نیند میں ڈوبی آنکھیں سائیڈ دیوار سے سے ٹیک لگا کر کھڑے معارِج تک گئیں تو وہ شرمندگی سے چادر اور ہُڈ سنبھال کر سیدھی ہوئی۔مزید خفت کا شکار ہوتے ہوئے اُس نے چور نظر معارِج سکندر پر ڈالی جو دیوار پر لگے سٹیشن کے شیڈول کو پڑھ رہا تھا۔سِرک چُکی چادر کو ٹھیک کر کے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کے چچا کو تفتیش کے لیئے روکا گیا ہے۔کچھ دِن میں ہی رہائی متوقع ہے۔"آیت کے لیئے بات کو وہ جِس قدر سرسری بنا سکتا تھا، اُس نے بنایا۔سَر ہلا کر اُس نے شانوں سے اُسکا ہُڈ اُتار کر اُسکی جانب بڑھایا۔

"جزاک اللہ! میں چلتی ہوں۔"معارِج نے بغور اُسکے اُترے، مضمحل چہرے کو دیکھا اور پِھر اپنا ہُڈ لے لیا۔

"میں آپ کو گھر چھوڑ آتا ہوں۔"اُس نے نرمی سے کہا۔جانتا تھا وہ رات کے اِس وقت اکیلی آئی ہے اور کیوں مارے ندامت کے اُس کو دیکھ نہیں رہی۔

"نہیں۔۔۔میں چلی جاؤں گی۔"آہستگی سے کہہ کر اِس سے پہلے کہ وہ اُسکے پاس سے گُزرتی، سامنے سے آتا سعد اُسکو دیکھ کر تیزی سے اُس تک آیا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اُسکا سخت لہجہ اِس قدر تیز تھا کہ معارِج نے چونک کر اُسے دیکھا جِس نے آیت کی کلائی سختی سے مروڑ کر اپنی جانب جھٹکا۔کراہ کر آیت نے اپنا ہاتھ چُھڑوانا چاہا مگر گرفت مضبوط۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے سعد؟ ہاتھ چھوڑیں میرا۔"وہ کہاں اِیسے انداز کی عادی تھی۔اُسکے چہرے پر چھائی تکلیف دیکھنے کے باوجود سعد نے اُسکا ہاتھ نہیں چھوڑا۔کب سے ضبط کر کے کھڑا معارج تیزی سے سامنے آیا اور ایک جھٹکے سے سعد کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے کیا اور اُسکی کلائی بھی اِیسی شدت سے جکڑی کے وہ بلبلا کر پیچھے ہوا۔آیت نے آنکھیں پھیلا کر اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے اُسکو دیکھا جو سعد کا ہاتھ چھوڑنے پر راضی نہیں تھا۔

"یہ کیا۔۔۔میرا ہاتھ۔"کراہتے ہوئے اِس سے پہلے وہ مغلفات بکتا، معارِج نے اُسکا ہاتھ جھٹک کر اُسے پیچھے ہو کر لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا۔

"تم۔۔۔بدتمیز انسان! کون ہے یہ؟" ناگواری سے ہاتھ سہلاتے ہوئے اُس نے ششدر کھڑی آیت کی جانب دیکھا۔کچھ کہے بغیر معارِج نے پاکٹ سے اپنا کارڈ نکال کر اُسکی آنکھوں کے عین سامنے کیا جبکہ سعد اُس کارڈ پر "**ایس-پی کاؤنٹر ٹیرارازم ڈپارٹمنٹ**" دیکھ کر بوکھلا کر سنبھلا۔

"چلو گھر۔"کھنکھار کر شل کھڑی آیت کو تیز نظر دیکھ کر کہا جبکہ معارِج کے چہرے پر فکرمندی اور اِضطراب چھانے لگا۔وہ جب سب کے سامنے اُسے اِیسے ٹریٹ کر رہا تھا تو اکیلے میں اُسکے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔

"آپ واجد صاحب کے لیئے آئے ہیں؟" کچھ سوچ کر اُس نے کہتے ہوئے سعد کو چونکا دیا۔

"جی!" لہجے میں اَب کی بار تمیز اور تہذیب تھی مگر معارِج اُسکا اصل پہچان چُکا تھا۔

"تو آپ کو ضروری پیپر ورک کے لیئے کچھ گھنٹے ٹھہرنا ہو گا۔"اطمینان سے کہہ کر اُس نے آواز لگا کر اُسی ایس-ایچ-او کو بُلایا اور چونکتے سعد کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر منظر سے ہٹوا دیا۔

"آئیں میں آپ کو گھر چھوڑ دوں اور اَب میں آپ کا اِنکار نہیں سُننا چاہتا۔"اُسکے سنجیدہ لہجے پر آیت نے نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا اور اُن آنکھوں کی فکر اور اِضطراب پر اُسکا دِل سُکڑ کر پھیلا۔کچھ کہے بغیر وہ تیزی سے باہر نکلی جبکہ معارِج گہرا سانس لے کر اُسکے پیچھے ہو لیا۔ سٹیشن سے باہر پچھلی سیٹ کا دروازہ ہمیشہ کی طرح اُس کے لیئے کھولا گیا۔وہ ایک دو بار پہلے بھی اُس کی مدد کرنے کو جب چھوڑنے آیا تھا تو یونہی اُسکے لیئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔کم اَز کم رات کے اِس پہر، تھکن سے چُور خود اکیلے جانے سے بہتر تھا وہ اُس شخص کے ساتھ چلی جائے جو قابلِ بھروسہ، عزت اور احترام کرنے

والا تھا۔ گاڑی کے سٹارٹ ہونے سے لے کر ویران سڑکوں پر دوڑانے تک اُنکے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ آیت خاموشی سے چہرہ پھیر کر کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی جبکہ معارِج چہرے پر ڈھیروں سنجیدگی اور آنکھوں میں اِضطراب لیئے سٹئیرنگ پر گرفت مضبوط کیئے گاڑی چلا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے بار بار سعد کا سخت اور بدتہذیب رویہ آنکھوں کے سامنے لہراتا اور اُسکی آنکھوں میں سُرخ ڈورے دوڑنے لگتے۔

"اِس لڑکے سے شادی کر رہی ہیں آپ؟" اُسکے سنجیدہ سوال نے ماحول میں پھیلتی خاموشی کو توڑا۔ آیت نے چونک کر چہرہ پھیر کر بیک ویو مرر کو دیکھا جو اُسکی سہولت کے لیئے نیچے کی جانب جُھکا دیا گیا تھا۔

"جی؟" وہ ایک دَم بے یقینی کا شکار ہوئی۔ اُسے معارِج کے انداز کی ناگواری اور عجیب سی تپش نے حیران کر دیا تھا۔

"اُس جاہل سعد کی بات کر رہا ہوں۔" انداز میں اَب کے ناگواری واضح تھی۔ اندر کی ناگواری چُھپانے کی بالکل کوشش نہیں کی گئی۔

"اَب عالم فاضل کہاں سے لاؤں؟" اُس نے بھی جِس طرح جل کر برجستہ کہا، معارِج کے پاؤں کا دباؤ بریک پر اُسی تیزی سے بڑھا۔ جھٹکا کھا کر گاڑی رُکنے پر اُس نے تعجب سے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو گاڑی سے اُتر کر اُسکی جانب کا دروازہ کھول رہا تھا۔ آیت تیزی سے اُسکو اپنی سمت بڑھتے دیکھ کر پیچھے ہوئی۔ چہرے کے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ معارِج سکندر اُسکی چھوڑی ہوئی جگہ پر بیٹھا بے حد خاموشی سے اُسکے بوکھلائے، گھبرائے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"اگر آپ مُجھ سے گھبرا رہی ہیں تو میرے لیئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔" آیت کے سُرخ پڑتے چہرے اور لرزتی سُنہری آنکھوں کو دیکھ کر اُس نے جو مطلب اخذ کیا اُس پر آیت کی پلکیں لرز کر اُٹھیں۔وہ اِیسے پلک جھپکتے قریب آ گیا تھا کہ آیت سانس لینا تک بُھول گئی تھی اور وہ کیا سمجھ رہا تھا۔

"اِیسی بات۔۔۔ نہیں ہے۔" لمحے کے توقف کے بعد اُس نے جھجھک کر کہا۔اُن الفاظ اور جُھکتی آنکھوں پر معارِج کے چہرے کے سنجیدہ تاثرات مَلمل کی طرح مُلائم ہونے لگے۔وہ چہرہ جو چاہے جانے کے مُستحق تھا، اُسکے روبرو یوں تھا کہ دِل کی دھڑکنیں تک خاموشی کی بُکل اُوڑھ کر اُسے دیکھ رہی تھیں جیسے دھڑکتے ہی منظر تحلیل ہو جائے گا۔جیسے دھڑکتے ہی سب ہو گا مگر وہ چہرہ نہیں جِسکی اُلفت میں اُس نے زمانے کو بُھلا رکھا تھا۔

"تطہیر!" گہری ہوتی خاموشی کو معارِج کی مدہم آواز نے توڑا۔آیت اُس لہجے پر چہرہ نہیں اُٹھا سکی۔

"کیا آپ مُجھ سے شادی کریں گی؟" بغیر توقف کے جو سوال کیا گیا وہ دَھڑکن چھین لینے والا تھا۔اُس گہرے سکوت میں آیتِ تطہیر کو اپنی تیز ہوتی دھڑکنیں باآسانی سُنائی دے رہی تھیں۔اُسکی پلکیں کچھ دیکھنے کی چاہ میں لرز کر اُٹھیں مگر وہ اُن سیاہ، جذبوں سے چُور، مہربان آنکھوں میں زیادہ دیر نہیں دیکھ سکیں۔

"میں مُنتظر ہوں، تطہیر۔" اُسکے رنگ بدلتے چہرے کو دلچسپی اور محویت سے دیکھتے ہوئے اُس نے آہستگی سے اِسرار کیا۔

"آپ۔۔۔۔کیوں؟" سوال بامُشکل اُسکے ہونٹوں سے نِکلا۔سوال کا جواب دیئے بغیر معارِج سکندر کتنی ہی دیر تک اُس چہرے کو دیکھے گیا جسکے بغیر زندگی رائیگاں ہو جانے کا خدشہ آئے روز شدید ہو کر بڑھتا جا رہا تھا۔

"اگر آپ اپنی ڈیوٹی۔۔۔۔"اُس خاموشی پر سنبھل کر اُس نے اپنی ٹوٹتی آس کو سنبھال کر کہنا چاہا۔

"اِدھر میری طرف دیکھیں؟ کیا آپ کو اِیسا لگتا ہے؟" اُس نرم اِستدعا پر آیت نے میکانکی انداز میں چہرہ اُٹھایا۔باہر جلتے سٹیٹ پولز کی روشنی کے باعث آمنے سامنے بیٹھے چہرے ایک دوسرے پر واضح تھے۔سیاہ آنکھیں، سُنہری آنکھوں سے ٹکراتے ہی مزید روشن ہو کر دھمکنے لگیں۔زندگی کو جیتے رہنے کے لیئے ایک مضبوط مقصد مِل گیا تھا۔

"میں آپ کو زندگی کے ہر وقت، ہر لمحے اپنے سامنے، اپنے آس پاس، خوش اور ہر فکر سے آزاد دیکھنا چاہتا ہوں اور یہی تبھی ممکن ہے جب آپ میری محرم بن جائیں۔"اُسکی اِس قدر خوبصورت اور دلکش لمبی تمہید پر آیت کا دِل مُسکرانے لگا۔

"کیا آپ میری محرم بنیں گی؟" اُس دِل چُراتے سوال پر آیت نے جُھکا چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو آنکھوں میں ڈھیروں اُمید کے جگنو لیئے، بے حد آس سے اُسکو دیکھ رہا تھا اور آیتِ تطہیر کا دِل ہر سُود و زیاں کو بُھول اُس شخص کی ہمراہی کے خواب دیکھنے لگا۔

✓آگہی زخمِ نظارا نہ بنی تھی جب تلک

میں نے اُس شخص کو محبوبِ نظر جانا تھا۔۔۔

"بات صِرف میری ہو تو میں ابھی، یہیں، اِسی وقت آپ کو بتا دوں لیکن یہ میرے بس میں نہیں ہے، معارِج۔" لمحوں میں کوئی اِدراک ہوا تھا جس کے تحت اُس نے نگاہیں اُس چہرے سے ہٹا لیں جو سارے زمانے سے الگ اور خوش نُما لگتا تھا۔ وہ جو اُس جواب پر دِل برداشتہ ہو سکتا تھا، آیتِ تطہیر کے یوں نام لینے پر دَم سادھ گیا۔ ہوا کے زور سگ یقین کی ٹمٹماتی شمعیں پھر سے بھڑک اُٹھیں۔ آہستگی سے مُسکرا کر اُس نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ آپ آج کا وقت لے لیں پھر میں اپنی فیملی کو آپکے گھر بھیج دوں گا۔ آپ کا جو بھی جواب ہو گا سَر آنکھوں پر۔" اُس کے متانت اور اُلفت سے کہے جانے پر آیت سے نگاہ نہیں اُٹھائی گئی۔ وہ شخص سَر تا پا آسانی اور تحفظ تھا۔ اُسکے ساتھ کا خیال ہی کندھوں کو برسوں کے بوجھ سے آزاد کرنے لگا تھا۔ وہ خود کو ساری رنجشوں کے بوجھ سے آزاد، ہلکا پُھلکا ہو کر آسمان کی بُلندیوں میں اُڑتا محسوس کرنے لگی۔ خود پر اُسے ٹوٹ کر پیار آنے لگا۔ وہ اُس شخص کو مطلوب تھی جِسکی آیتِ تطہیر خود طالب تھی۔ دِل میں خیمہ زن ہوتی مُحبت بے اَماں ہونے سے محفوظ رہی تھی۔

آہستگی سے مُسکرا کر آیت نے اثبات میں سَر ہلایا جبکہ معارِج نے یَک دَم جُوش سے "یا اللہ! تیرا شُکر" کہہ کر آیتِ تطہیر کو کھلکھلا کر ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ اپنا جوش بُھول کر سیاہ آنکھیں پھیل کر اُس چہرے کو دیکھنے لگیں جسے اُنھوں نے ہمیشہ، اُداس اور سوگوار دیکھا تھا۔ وہ چہرہ اِس قدر جاذب، دلکش اور مبہوت کر دینے والا تھا کہ اگر معارِج سکندر شاعر ہوتا تو اِس لمحے پر کئی دیوان لکھ ڈالتا تبھی تو وہ اپنا رُتبہ، عہدہ اور مقصد بھولے اُس تابناک چہرے کو دیکھنے میں محو تھا۔

✓پھول کے بارے میری رائے میں تبدیلی آئی

جب میرا پہلا تعارف تیری خُوشبو سے ہوا

عین ممکن ہے کہ سالاری گنوا دے اپنی

وہ جواں مَرد جو زخمی تیرے اَبرو سے ہوا

پھُول خُوشبو کو پسِ انداز بھی کر سکتا ہے

اِس کا اندازہ مُجھے رنگ کے پہلو سے ہوا

مُجھ کو تیغ و تَبر و تیر سے دلچسپی تھی

شعر کا رسیا تو میں آپ کی اُردو سے ہوا۔۔

(فیاض بوستان)

اگلا پورا دِن اُسکو سُلطان خان نظر نہیں آیا شاید وہ گھر پر نہیں تھا۔دیوار گیر شیشے کی کھڑکی سے باہر نظر آتے دلکش پہاڑوں اور جنگلات پر اُترتی شام کو دیکھتے ہوئے کھٹکے پر وہ ماضی سے حال میں لوٹی۔ چہرہ پھیر کر اُس نے پیچھے دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر ہال میں آتا سُلطان اُسے یوں کھڑے دیکھ کر چونک کر اُس تک آیا۔آیت اُسکو خاموشی سے دیکھے گئ جو چہرے سے ماسک اُتار کر سَر پر پہنا ہُڈ پیچھے کو پھینک کر بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس تک آیا۔

"تم نے کھانا کھایا؟" گہری ہوتی شام کو ایک نظر دیکھ کر سوال کیا جبکہ آیت نے بے ساختہ نفی میں سَر ہلایا۔

"یا اللہ!" خفت سے تیزی سے کہہ کر وہ اُسکی جانب بڑھا جبکہ آیت اُس سے زیادہ تیزی سے بے ساختہ پیچھے کو ہوئی۔ماضی تاحال اُسکے اعصاب پر سوار تھا۔

"میں اکثر گھر نہیں ہوتا اِس لیئے کچن میں یقیناً کچھ خاص نہیں پڑا ہو گا۔" افسوس سے اُسے دیکھ کر گھڑی پر وقت دیکھا۔اُسکی ندامت پر آیت نے سَر جھٹک کر اُسکو نرمی سے دیکھا۔

"کوئی بات نہیں۔میں نے آپ کا رکھا ہوا ناشتہ اچھے سے کیا تھا۔"اُسکی ندامت کو کم کرنے کو اُس نے آہستگی سے کہا۔

"تم بیٹھو میں تمہارے لیئے کچھ اچھا سا کھانے کو بناتا ہوں۔"جیپ کی چابیاں جُھک کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے اُس نے ہُڈ اُتار اور پھر ہاف سلیوز شرٹ کے ساتھ تیزی سے پلٹا۔اُسکو کچن کی جانب جاتے دیکھ کر کچھ سوچ کے آیت بھی اُسکے پیچھے کو لی۔

"آپ کو کھانا بنانا آتا ہے؟" اُسکو اُلٹے ہاتھ سے کٹنگ بورڈ پر سبزیاں کاٹتے دیکھ کر ٹھٹک کر ٹھہرتی آیت نے پوچھ کر سُلطان کو چونکا دیا۔اُس نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو نہ جانے کیوں اُسے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔

"بالکل! میں ایک عرصے سے اکیلا رہ رہا ہوں اور تم نے یہاں مُلازمین بھی نہیں دیکھے ہوں گے تو یس! میں ایک ماہر شف ہوں۔"اُسکی نظروں کے ٹھہراؤ سے بے نیاز وہ کندھے آچکا کر کہہ کر فریج

کی سمت پلٹا اور تبھی آیت کی دُنیا ٹھہر گئی۔ اُسکے بائیں بازو پر نشان دیکھ کر وہ تیزی سے آگے آئی۔ سُلطان اُسکی محویت اور حیرانگی سے بے نیاز کھانا بنانے میں مگن ہو چُکا تھا۔

"یہ آپکے بازو پر کیا ہوا؟" کسی احساس سے چونک کر آیت نے آہستگی سے خود کو کہتے سُنا۔ اُسکا مدہم، ششدر لہجہ سُلطان مصروف ہونے کی وجہ سے محسوس نہیں کر سکا۔

"یہ۔۔۔گولی لگی تھی۔"اُسکے مصروف انداز پر آیت نے ششدر نظریں اُٹھا کر اُسکے بے پرواہ چہرے کو دیکھ کر اُس نشان کو دیکھا جو عام پستول یا بندوق کی گولی کا نہیں لگ رہا تھا۔

"کیسی گولی؟" اِس بار سوال مزید آہستگی سے آیا۔یوں جیسے کسی شے کے ٹوٹ جانے کا خدشہ ہو۔

"سنائپر کی!" مصروفیت میں دراڑ پھر بھی نہیں آئی۔

"کب لگی تھی؟" اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے سوالات پھر سے دوہرا رہی ہو۔

"کچھ سال پہلے ہی۔"جوابات بھی دُہرائے جا رہے تھے مگر دُہرائے جانے والا بے خبر تھا۔

"کیا آپ مُجھ سے شادی کریں گے؟" لمحے کے توقف کے بعد اگلا سوال اِس قدر برجستگی سے آیا کہ سُلطان کا تیزی سے چلتا ہاتھ ٹھہرا۔ مصروفیت میں اَب دراڑ آ گئی۔وہ اُسکی توجہ چھیننے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"ہاں۔۔۔؟" حیرت کی زیادتی سے اُس نے اِس قدر اونچا بوکھلا کر کہا کہ اپنی اُلجھن، حیرانگی، ششدر ہو جانا، چونک جانا بُھول کر آیتِ تطہیر بے ساختہ مُسکرا دی۔

"تو آپ کی طرف سے ہاں ہے؟" اُس کے مُسکراتے سوال پر چمچ شیڈ پر رکھ کے وہ تیزی سے اُس تک آیا۔

"نہیں۔۔۔ تم نے واقعی مُجھ سے۔۔۔؟" اُسکی حیرت بجا تھی۔پہلی بار اُس نے کسی لڑکی کو اِیسا کچھ کہتے سُنا تھا۔پہلی بار اُسے کسی لڑکی نے پرپوز کیا تھا۔لڑکی بھی وہ جسے خود شادی کا کہہ چُکا تھا۔اُسکی حیرت کا کوئی اَنت نہیں تھا۔اُسکی حیرانگی جائز تھی۔

"ہاں؟ کیا آپ کریں گے؟" اُس کی تصدیقی سوال پر سُلطان خان زندگی میں پہلی بار بوکھلاہٹ کا شکار ہوا۔بکھرے، گھنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر اُس نے ایک نظر اوپن کچن میں دوڑائی اور پھِر اوؤن کے اوپر پڑی ڈبل روٹی کے شاپر سے گولڈن رنگ کی پتلی سی تار اُتار کر تیزی سے اُسکے عین سامنے آیا اور اُس لمبی سی تار کو انگھوٹی کی صورت لپیٹ کر اُسکے سامنے اپنا دائیاں ہاتھ پھیلایا۔

"می آئی؟" اُسکی بچکانہ حرکت پر آیت کی ہنسی بےساختہ تھی۔سب بُھول کر ہنستے ہوئے اُس نے اپنا بائیاں ہاتھ اُسکے ہاتھ پر رکھا اور اُن سرد ہاتھوں کی مضبوط ہوتی گرفت پر بس ایک پل کو اُسکی پلکیں میں لرزش اور دِل میں اِرتعاش پیدا ہوا دوسرے ہی پل اُس نے چہرہ اُٹھا کر سُلطان کو دیکھا جو بےحد فرصت سے وہ گولڈن تار اُسکی رینگ فنگر میں پہنا کر اُسکو بینٹ کر رہا تھا۔

"ابھی میرے پاس یہی تھی۔" بےبسی اور خجالت سے کہہ کر اُس نے معصومیت سے گردن کی پُشت پر ہاتھ پھیرا جبکہ آیت کو نہ جانے کیوں اُسکا بچگانہ انداز گداز، سوگوار کرنے لگا۔نرمی سے مُسکرا کر اُسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال کر نگاہوں کے سامنے کر کے اُس سُنہری تار کو دیکھا اور پھِر پورے دِل سے سارے بوجھ جھٹک کر مُسکرا دی۔

"میں اِسے ہمیشہ سنبھال کر رکھوں گی، سُلطان۔" دِل پر گُزرتی قیامت اور زلزلے کے اثرات چہرے پر وار نہیں ہونے دیئے گئے جبکہ اُسکے یوں نام لیئے جانے پر سُلطان خان کے اندر کی اندھیر، سَرد دُنیا روشنی اور حرارت سے بھرنے لگی۔ مُسکرا کر سبز چمکتی آنکھوں نے اُسے بے حد محویت سے دیکھا جو بہت توجہ سے اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔ اَدراک کے لمحے کے اثرات اُسکے چہرے پر ظاہر نہیں ہوئے تھے۔

"مِس آیت کا آج سُلطان سے نکاح ہے۔" سیف یہ اطلاع دے کر جا چُکا تھا مگر معارِج سکندر خاموش کھڑکی سے ٹیک لگائے۔ آنکھیں موند کر چہرے پر پڑنے والی ٹھنڈی ہوا میں کھڑا رہا۔ دوپہر سے شام اور شام سے رات ہوگئی مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہل سکا۔ آنکھوں میں ہوتی چُبھن کے باعث اُس نے آنکھیں مسل کر کھولیں اور پھر اپنے ہاتھ پر نرمی محسوس کر کے ٹھٹک کر سیدھا ہوا۔ کیا وہ رو رہا تھا؟ وہ اِس بات پر رو کیسے سکتا تھا؟؟ اُس نے تو ہر اُمید، ہر تمنا اور ہر خواہش بینائی کے ساتھ چھوڑتے ہی دِل سے رُخصت کر دی تھی تو پھر؟ دِل میں اُٹھتی تکلیف کا کوئی اَنت کیوں نہیں تھا؟؟

"ہیر!" خود سے بھی خوف ذدہ ہو کر بے حد آہستگی سے وہ نام کسی ناکام، لاحاصل خواہش کی مانند اُسکے بے بس ہونٹوں سے بڑی سوگواری سے نکلا۔ وہ ہیر تھی مگر معارِج سکندر رانجھا نہیں تھا۔ نہ اُس کے فراق میں وہ اِیسی کوئی بے وقوفی کرنے کا متحمل تھا۔ وہ رانجھے کی طرح اپنا تخت مُحبت پر نہیں وار سکتا تھا کیونکہ اُسکے مقابل ایک نہیں، کئی دُشمن تھے۔

قدرت اُسکے ساتھ اِیسا مزاق بھی کر سکتی ہے یہ معارِج سکندر نے شاید کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔وہ دُور تھی تو ہمیشہ قریب رہی اور اَب قریب ہو کر بھی دُور رہے گی۔اِس اِدراک میں بے حد گہرا ملال اور اذیت تھی۔اُسکی بے رنگ زندگی میں بہار آئی بھی تو اِیسے کہ خزاں کا گہرا، اَن مِٹ احساس صاف اور واضع تھا۔

(میرے دامن میں خزاؤں نے چُپکے سے کہا

ہمیں سَستانے دے، گُلشن میں بہار آئی ہے)

✓جب بہار آئی تو صحرا کی طرف چل نِکلا

صحنِ گُل چھوڑ گیا، دِل میرا پاگل نِکلا

جب اُسے ڈھونڈنے نِکلے تو نِشاں تک نہ مِلا

دِل میں موجود رہا، آنکھ سے اوجھل نِکلا

وہ جو افسانۂِ غم سُن کر ہنسا کرتے تھے

اِتنا روئے ہیں کہ سب آنکھ کا کاجل نِکلا

اِک مُلاقات تھی جو دِل کو صدا یاد رہی

ہم جِسے عُمر سمجھتے تھے، وہ اِک پَل نِکلا

ہم سُکوں ڈھونڈنے نِکلے تھے، پریشان رہے

شہر تو شہر ہے جنگل بھی نہ جنگل نِکلا

کون ایوب پریشاں نہیں تاریکی میں

چاند اَفلاک پہ دِل سینے میں بے کل نِکلا۔۔۔

(ایوب رومانی)

عین اُسی لمحے کھٹکے پر اُس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا اور وہ خاموش آہٹ سے بھی پہچان سکتا تھا کہ کون ہے۔اندر آتے شخص نے تاسف سے اندھیروں میں ڈوبے اُس کمرے کو دیکھا۔اُس کمرے میں روشنی کا واحد ذریعہ دیوار گیر شیشے کی کھڑکی سے روشنی بکھیرتا چاند تھا۔

"ہاں بھئی، دیوانے! کیا حال ہیں؟" آگے بڑھتے ھُود نے اُسکے شانے پر ہاتھ رکھااور پھر کمرہ روشن کیئے بغیر اُسکے عین سامنے دیوار سے ٹیک لگا کر سوال کیا اور معارِج اُس کے انداز پر بے ساختہ ہنس دیا۔وہ جانتا تھا اُسے نہیں ہنسنا چاہیئے تھا۔ہنسنے نے غم کی ترسیل میں کمی کے بجائے کئی گنا اضافہ کر دیا تھا اور اِس بات کی اُسکے جگری یار ھُود ابراہیم کو خبر تھی۔

"اللہ کا کرم!" اُس نے ہمیشہ والا جواب اُسی سکون سے دیا۔

"کیا اِرادے ہیں مُحترم کے؟" وہ جانتا تھا اُسکا اِشارہ کِس جانب ہے مگر ہمیشہ والا جواب اِس بار دیئے بغیر اُس نے چہرہ کھڑکی کی جانب پھیر لیا۔ھُود بغور اُسکے چہرے کے خاموش تاثرات کو دیکھتا رہا۔

"آج اپنا من پسند جملہ نہیں کہے گا؟" ھُود کے اِصرار پر اُس نے چہرہ پھیرا۔

"دِل بفروختم، جان خریدم!" (میں نے دِل بیچ دیا ہے اور رُوح خرید لی ہے) لہجے میں اَب کے پہلے والا جُوش اور ولولہ باقی نہیں رہا تھا مگر آج بھی یہ کہتے ہوئے اُس کا چہرہ کسی اِحساس سے دھمکنے لگتا مگر وہ خود یہ بات نہیں جانتا تھا۔

"سُلطان کے نِکاح میں شریک ہونا ہے؟" اُسکے سوال پر معارِج نے چہرہ جُھکا کر گہرا سانس لیا۔روح پر، اعصاب پر جیسے کوئی منوں بوجھ آ گِر تھا۔

"میں وہاں گیا تو قیامت آ جائے گی۔"اُسکو بھی جیسے اپنے اعمال کے نتائج کی خبر تھی۔ھُود نے سمجھ کر اثبات میں سَر ہلایا۔کمرے کے اندھیرے میں ایک بار پِھر خاموشی گہری ہونے لگی۔

"کون یاد آ رہا ہے میرے یار کو؟" ھُود نے آگے ہو کر اُسکا شانہ ہلا کر پُرمزاح انداز میں کہا۔معارِج نے چہرہ اُٹھا کر داڑھی سہلاتے ہوئے کھڑکی کی چوکھٹ سے پُشت ٹِکا لی۔

"علامہ محمد اقبال صاحب یاد آ رہے ہیں۔"اُسکے جواب پر ھُود کا قہقہ بےساختہ تھا۔وہ اپنے دوست معارِج سکندر کے اندر کو بخوبی جانتا تھا۔

"اُنھوں نے اَب اِیسا کیا کہہ دیا؟" وہ اُسکا دھیان بٹانے کے لیئے بات کو طُول نہیں دے رہا تھا۔وہ جانتا تھا اُسکے یار نے علامہ صاحب کو پِھر سے پڑھ کر دِل سے لگا لیا تھا اور وہ اُسکی زُبانی سُننا چاہتا تھا اقبال صاحب کو۔معارِج نے آنکھیں مُوند کر تھکا سانس پِھر سے فضا کے سُپرد کیا۔

"طویل بات ہے، تم تھک جاؤ گے۔"اُس نے جیسے خبردار کیا۔

"اُونہوں! علامہ صاحب کی بات سُنتے ہوئے کوئی کیسے تھک سکتا ہے۔" وہ جُوش سے ہمہ تن گوش ہوا اور معارِج سکندر مُسکرا دیا۔اَب کی مُسکراہٹ انمول تھی۔

✓"دُنیا کی محفلوں سے اُکتا گیا ہوں یا رب!

کیا لُطف انجمن کا جب دِل ہی بُجھ گیا ہو

شورش سے بھاگتا ہوں، دِل ڈھونڈتا ہے میرا

اِیسا سکوت جِس پر تقریر بھی فِدا ہو

مَرتا ہوں خامشی پر، یہ آرزو ہے میری

دَامن میں کوہ کے ایک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

(کچھ گھنٹے پہلے ہی اُسکا نِکاح سُلطان خان سے ہو گیا تھا۔حیرت کی بات یہ تھی کہ دِل پر کوئی بوجھ، کوئی دلگرفتہ احساس حاوی نہیں تھا۔سُلطان اُسے کمرے میں چھوڑ کر خود سیف کے ساتھ چلا گیا تھا اور آیت اُس خوبصورت مگر سادہ سے کمرے کو تفصیل سے دیکھتے ہوئے دیوار گیر شیشے کی کھڑکی تک آئی اور پردے ایک جھٹکے سے پیچھے کر دیئے۔ڈھلتی رات میں پہاڑ پر بنا وہ پُرانا مگر خوبصورت گھر دوسری منزل سے قدرت کے دل فریب مناظر دِکھا رہا تھا۔۔)

آزاد فِکر سے ہوں، عزلت میں دِن گُزاروں

دُنیا کے غم کا دِل سے کانٹا نِکل گیا ہو

گُل کی کَلی چٹک کر پیغام دے کسی کا

ساغر ذرا سا گویا مجُھ کو جہاں نُما ہو

مانوس اِس قدر ہو صورت سے میری بُلبل

ننھے سے دِل میں اُسکے کھٹکا نہ کچھ میرا ہو

(عشاء کی نماز پڑھ کر اطمینان سے بستر پر آتے ہی وہ اطمینان کی نیند سو گئی۔ سُلطان اپنا کمرہ اُسے دے کر شاید کسی اور کمرے میں چلا گیا تھا۔ اِس قدر گہری، مطمئن نیند اُسے کتنے سالوں سے مُیسر نہیں آئی تھی۔ فجر کی آذان کے ساتھ درختوں کے لاتعداد جُھنڈ میں بسنے والی چڑیوں کی چہچہاہٹ سے اُسکی آنکھ کُھل گئی کیونکہ رات وہ کھڑکی بند کر کے نہیں سوئی تھی۔۔)

ہو دِل فریب ایسا کوہسار کا نظارہ

پانی بھی موج بَن کر اُٹھ اُٹھ کے دیکھتا ہو

پانی کو چُھو رہی ہو جُھک جُھک کے گُل کی ٹہنی

جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

(نئے کپڑے پہن کر، فجر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ گھر کے باہر بنے باغ میں آ کر چلنے لگی۔ سورج نکلنے کا منظر اِس قدر دِل فریب تھا کہ وہ سانس روکے اُس منظر کو سُنہری آنکھوں میں سمیٹتی خود پر کسی کی گہری، ٹھہرتی نظروں سے بے پروا تھی۔ کھڑکی سے اُسے محویت سے دیکھتا سُلطان کمرے سے نکل کر اُس تک آیا اور اُسکی سماعتوں میں آہستگی سے مُسکرا کر '**صُبح بخیر!**' کہہ کے اُسکے برابر آ کھڑا۔ یانی

کے تالاب میں پہلے جہاں ایک عکس بن رہا تھا وہاں اَب دوسرا عکس بھی منظر بھرنے کو نمایاں ہو گیا تھا۔)

راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جِس دَم

اُمید اُن کی میری ٹوٹا ہوا دِیا ہو

بجلی چمک کے اُن کو کُٹیا میری دِکھا دے

جب آسماں پہ ہر سُو بادِل گھرا ہوا ہو

(سُلطان اُسکے ساتھ ناشتہ کر کے خود کسی کام سے چلا گیا تھا۔ سارا گھر گھوم کر اپنے سامان ہاسٹل سے لا کر کمرے میں سیٹ کرنے تک اُسکو شام ہو گئی تھی۔ اپنا ماسیوں والا حُلیہ بدل کر عینی کے ساتھ کی گئی شاپنگ میں سے ایک سب سے اچھا، سُرخ اور سیاہ کڑھائی والا سوٹ پہن کر اُس نے باہر گرجتے بادلوں پر کھڑکی سے باہر جھانکا۔ اُسی لمحے جب بجلی زور سے کڑکی، گہرے ہوتے بادلوں میں سُلطان کی جیپ کو آتے دیکھ کر وہ ایک پل کے لیئے ٹھٹکی اور پھر اپنے اعصاب یکجا کر کے مُسکراتے ہوئے باہر کی جانب بڑھی۔ اُسکے دِل میں بڑھتا شور اُسکو اِس گھر سے نکل کر گہرے تاریک جنگلوں میں بھٹک جانے پر اُکسا رہے تھے مگر آیتِ تطہیر کو بھٹک کر منظر سے اوجھل نہیں ہونا تھا۔ اَب تو بالکل بھی نہیں جب وہ اپنے لیئے سب جانتے ہوئے خود اِنتخاب کر بیٹھی تھی۔ اُسے اِس رشتے کے اِنکشافات اور اعترافات کی زد میں آئے نازک پودے کو آخری سانس تک وقت اور توجہ کے پانی کے ساتھ سِینچ کر اَب تناور درخت میں تبدیل کرنا تھا۔ اُسے سُلطان خان کے ساتھ وفا نبھانی تھی۔ اُسے اَب سُلطان خان

کی ہمراہی میں زندگی کی بہت سی شب اور اجالوں سے مزین دُشوار گزار وادی کو پار کرنا تھا۔اُسے دِل کی چیخ و پُکار اور دُہائیوں کو بے حد خوش اسلوبی سے نظر انداز کرنا تھا۔۔۔)

پچھلے پہر کی کوئل، وہ صُبح کی مؤذن

میں اُسکا ہم نوا ہوں، وہ میری ہم نوا ہو

کاندھوں پہ ہو نہ میرے دیر و حرم کا اِحساں

روزن ہی جھونپڑی کا مُجھ کو سحر نما ہو

پھولوں کو آئے جِس دَم، شبنم وضو کرانے

رونا میرا وضو ہو، نالہ میری دُعا ہو

اِس خامشی میں جائیں اِتنے بلند نالے

تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو

ہر دَرد مَند دِل کو رونا میرا رُلا دے

بے ہوش جو پڑے ہیں شاید اُنہیں جگا دے۔۔۔

(حضرت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَّلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئ۔ اگر کوئ غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چُوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے"ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

"آپ کو کوئی افسوس نہیں ہے؟" اُسکو باہر پچھلے دالان میں بیٹھے دیکھ کر سیف اُس تک آیا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر چند لمحے کے توقف کے بعد کہا۔اُسکے اچانک سے اِستفسار پر معارِج سنبھل کر بیٹھا۔

"کِس بات کا افسوس؟" اُسکے مطمئن انداز پر سیف اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

"مِس آیت نے سُلطان سے نکاح کر لیا ہے۔"اُس نے جیسے اُسے یاد دہانی کروانای چاہی مگر یہ بات کوئی بُھولنے والی تھوڑی تھی۔

"جانتا ہوں مگر اِس میں افسوس والی بات کیا ہے۔نِکاح کا فیصلہ ہر کسی کا ذاتی ہوتا ہے اِس پر کفِ افسوس کیا مَلنا۔"وہ معارِج سکندر تھا۔جِس بات پر افسوس کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اُس پر ملال کم ہی کیا کرتا تھا۔

"پِھر بھی تھوڑا بہت دُکھ تو ہوتا ہو گا۔"وہ جیسے واقعی جاننا چاہتا تھا۔معارِج سکندر بے ساختہ مُسکرا دیا۔

"تم نے احمد فراز کی بات نہیں سُنی؟" اُسکے جواب کے بجائے سوال پر سیف اُسے نا سمجھی سے دیکھتا رہا۔

"ایک عُمر ہے معاملاتِ دِل کی بھی۔"اُسکا انداز بے حد مدلل تھا۔وہ بہتے پانیوں کی طرح پُرسکون تھا اِس لیئے سیف کا چونکا بنتا تھا۔

"تو بس اَب وہ عمر رہی نہ موسم۔"سیف اُسکے ہر انداز سے مُضطرب ہو رہا تھا۔اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ سُلطان کے پروپوزل کا سُن کر وہ کتنی سختی سے پیش آیا تھا۔پِھر سے طاری ہوتی خاموشی پر سیف

نے اُسکو دیکھا جِس کے گھنے سیاہ ہلکے سے خم بال ہلکی چلتی ہوا کے باعث اُسکے ماتھے پر بِکھر رہے تھے۔

"آپ سُلطان کو مُبارک باد یا کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں؟" وہ آخر کو معارِج سکندر کا خاص آدمی تھا۔ تمام پیغامات لوگوں تک پُہنچانے کی ذمہ داری اُسکی تھی۔

"ہمم!" داڑھی سہلاتے ہوئے اُس نے جیسے کچھ لفظ ترتیب دیئے۔

"اُسے کہنا کہ مِس آیتِ تطہیر کی عزت کرنا، خیال کرنا اور اُن سے مُحبت سے پیش آنا خود پر فرض کر لے ورنہ میں اُس سے وہ سب چھین لوں گا جِس پر آج کل اِترا رہا ہے۔" لہجے کی ٹھنڈک پر سیف کا ماتھا ٹھنکا۔اُس نے بغور معارِج سکندر کے سرد ہوتے تاثرات دیکھے۔

"میں یہی کہوں؟" اُسکے تصدیقی انداز پر معارِج نے سنجیدگی سے اُسکی جانب چہرہ کیا۔

"ایک لفظ بھی اِدھر سے اُدھر نہیں ہونا چاہیئے۔"اُس تنبیہہ پر سیف کمال نے تیزی سے اثبات میں سَر ہلایا۔

"اُسے یہ اچھی طرح باور کروا کر آنا سیف کمال کہ وہ میری وجہ سے ہے۔" لہجے میں اَب کی بار کچھ اِیسا تھا کہ سیف کمال کچھ کہنے کی مزید ہمت نہیں کر سکا۔خاموشی سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے ایک نظر معارِج کو دیکھا جو پھر سے کرسی کی پُشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں مُوند گیا تھا اور پھر تیز قدموں سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔ گاڑی سٹارٹ ہو کر دروازہ بند کرنے کی آواز پر اُس نے آنکھیں کھول کر چہرہ پھیرا اور پھر دِل کے مقام پر بنی جیب سے وہ رومال نکال کر چہرے کے سامنے

کیا۔ یہ وہی رومال تھا جو اُسے کئی سال پہلے آیتِ تطہیر نے ہتھیلی پر زخم صاف کرنے کے لیئے دیا تھا۔ نرمی سے وہ رومال اپنے پوروں سے سہلا کر ناک کے قریب لے جا کر گہرا سانس لیا۔ اُس رومال میں اُس لمس کی خوشبو ابھی تک ٹھہری ہوئی تھی جبکہ اُسکی ہتھیلی پہ اَب تک اُس چاقو کا نشان ثبت تھا۔ چہرہ جُھکا کر اُس نے وہ رومال چہرے پر پھیلا لیا۔ وہ خوشبو ایک بار پھِر اُسکے آس پاس بِکھرنے لگی۔ کچن سے گُزرتی اَسمارہ کی نگاہ اُس تک گئی اور پھِر تیز قدموں سے اُس کی جانب سیڑھیاں اُتر کر آئی۔ چند پل وہ یونہی کھڑی اُس کو حیرانگی سے دیکھے گئی جو اِس بار اَسمارہ کی آمد سے بے خبر تھا۔ معارِج سکندر چلتی ہوا کی آہٹ سے محتاط ہو جانے والوں میں سے تھا مگر ابھی اُسکی بے خبری اُسکو بہت بُری طرح کھلی تھی۔

آگے جُھک کر اُس نے معارِج کے چہرے سے ایک دَم سے وہ رومال کھینچ کر اپنے سامنے کیا جبکہ معارِج سکندر جو اُسکی ناگوار آمد سے بے خبر تھا، اُس دُور جاتی خوشبو پر جھٹکا کھا کر سیدھا ہوا۔ چہرے پر جو کرختگی اور سرد پن چھایا تھا اُس پر اَسمارہ نے بغور اُسکو دیکھا جو اپنی جگہ سے کھڑا ہو رہا تھا۔

"واپس کرو۔" دو ٹوک بالکل سَرد انداز۔ وہ اُس کے ساتھ لمبے مکالمے بول کر اپنا وقت نہیں ضائع کرتا تھا۔

"کسی لڑکی کا لگ رہا ہے۔ کِس کا ہے یہ؟" اپنی جیلسی پر قابو پائے بغیر بڑے دَھڑلے سے پوچھا گیا۔ معارِج نے کھڑے ہو کر ایک جھٹکے سے اُسکے ہاتھ سے رومال چھین کر جیب میں رکھا۔

"اُسکا ہے جِس سے میں نے مُحبت کی تھی۔"اَسمارہ کو حد میں رکھنے کے لیئے کچھ واضح کرنا بہت ضروری تھا اور ہوا بھی یہی اَسمارہ مُبین کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید پڑھ گیا۔پھیکے پڑتے سے وہ معارِج سکندر کو دیکھے گئی۔کیا واقعی اُس نے مُحبت لفظ کو اپنے ہونٹوں سے ادا کیا تھا؟

"کی تھی؟" سنبھل کر تصدیق چاہی گئی۔

"ابھی بھی کرتا ہوں۔"بغیر ہچکچائے تصدیق کر کے وہ اُسکے برابر سے خوشبو دار جھونکے کی مانند گُزار گیا اور اَسمارہ مُبین کتنی دیر تک ساکن کھڑی رہ گئی۔

ناشتہ بنا کر کچن سے باہر نکلتے ہوئے اُس نے ایک نظر گھڑی کو اور دوسری نظر سُلطان کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔اُسکا یہاں چوتھا دِن تھا اور اِن چاروں دِن اُس نے سُلطان کو صبح جلدی اُٹھتے نہیں دیکھا تھا۔وہ اُسکا ناشتہ تیار کر کے کمرے میں چلی جاتی تھی اور آج تو اُس نے کالج جانا تھا۔ظاہر ہے سفیر شہزاد کے زخمی ہو کر ہسپتال کا سُننے کے باوجود یہ دھڑکا ضرور تھا کہ اُسکے بندے اُسے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔کچھ سوچ کر اُس نے آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ کھٹکایا۔کافی دیر دستک کے باوجود جب دروازہ نہیں کھولا گیا تو وہ چونک گئی۔آہستگی سے ہینڈل گُھما کر اندر آ کر اُس نے چاروں جانب نگاہ دوڑائی مگر کمرہ خالی تھا۔چہار جانب دیکھتے ہوئے وہ آگے بڑھی۔ایک نظر بستر پر ڈالی جہاں کسی کے سونے کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور پھر باتھ روم کے بند دروازے کو دیکھ کر اُس جانب بڑھی۔

"سُلطان!" اُسکی کئی آوازوں کے باوجود جب جواب نہیں آیا تو اُس نے اندر جھانکا۔ واش روم، ڈریسنگ روم اور پورے کمرے میں وہ کہیں بھی نہیں تھا۔ اگر وہ رات کو اپنے کمرے میں نہیں آیا تھا تو پھِر کیا باہر رہا تھا؟ مگر کیوں؟ کچھ دیر وہیں سوچتے ہوئے وہ پریشانی سے باہر نکلی اور پھِر اُسی لینڈ لائن سے سیف کا نمبر مِلایا۔

"اسلام و علیکم سیف!" سیف اُس سے عمر میں چھوٹا تھا تو آج سے یہ طے پایا گیا کہ نام سے پُکارا جائے گا۔

"وعلیکم اسلام!" سیف نے چونک کر سپیکر پر فون ڈالتے ہوئے اپنے برابر پسنجر سیٹ پر بیٹھے سُلطان کو دیکھا جو پہلے بے پرواہی سے بیٹھا تھا مگر اُس آواز پر چونک کر سیدھا ہوا۔

"سُلطان تمہارے ساتھ ہے؟" اُسکے سوال کے تفکر پر سیف نے سُلطان نے چہرے کے بدلتے تاثرات کو دیکھا۔

"جی! آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم گھر ہی آ رہے ہیں۔"سیف کی تسلی پر آیت کے چہرے کا تفکر منہدم ہونے لگا۔

"بات کرواؤ میری۔"اُسکے انداز میں کچھ اِیسا اتھا کہ سیف نے تیزی سے سیل فون سپیکر سے ہٹا کر ساتھ بیٹھے سُلطان کو تھما دیا۔

"اسلام و علیکم تطہیر!" اُس محتاط انداز پر آیت نے دانت کچکچائے۔

"وعلیکم اسلام! تمہیں یاد ہے نہ نکاح والے دِن تم نے مُجھ سے کیا کہا تھا؟" اُسکے سوال پر سُلطان نے ناسمجھی سے فون کو کان سے ہٹا کر آنکھوں کے سامنے کیا اور پھر لگایا۔

"یہی کہ ہم بہت اچھے دوست بن کر رہیں گے۔" اُسکو واقعی اِس سوال کی سمجھ نہیں آئی جبکہ سیف نے بے طرح چونک کر اُسکو دیکھا۔

"بالکل اور تم تین دِنوں سے اپنے گھر نہیں سو رہے ہو۔ تمہیں کیا لگتا ہے میں بے وقوف ہوں۔" آیت کی اگلی بات پر سُلطان کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا۔

"نہیں یار! اِیسی بات نہیں ہے۔ میں کچھ ضروری کاموں میں مصروف تھا۔" اُسکی وضاحت پر سیف نے اچھنبے سے سُلطان کو دیکھا اور گاڑی سائیڈ پر روک دی۔ وہ اپنا ضروری کام تو آیتِ تطہیر کو بتانے سے رہا۔

"اچھا! میں گھر آتا ہوں پھر بات کرتے ہیں۔" اُسکو تشفی کروا کر مزید کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر کال کاٹ کر اُس نے سیل فون سیف کی جانب بڑھایا۔

"تمہارا سیل فون کہاں ہے؟" سیف نے حیرانگی سے پوچھا۔

"وہیں ویئر ہاؤس میں رہ گیا ہے۔" گردن کی پُشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس نے کچھ سوچتے لہجے میں کہا۔

"یہ دوستی کی کیا بات ہو رہی تھی؟" سیف کو واقعی تجسس تھا کیونکہ اُسے یہ بات جان کر معارِج سکندر تک پُہنچانی تھی۔

"تطہیر اور میں بہت اچھے دوست بن گئے ہیں۔"مسکرا کر کہتے ہوئے اُسکے چہرے پر اِیسے تاثرات تھے جیسے نہ جانے کونسا قلعہ فتح کر لیا ہو اور معارج سکندر کی باتیں جو اُس نے مَن و عَن آ کر سُلطان کو بتایں تھیں اُنکا ٹکے کا بھی اثر اُس پر ہوتا نہیں محسوس ہو رہا تھا۔

"تو اِس نِکاح کا کیا؟ وہ تمہاری بیوی نہیں؟؟" سیف کو واقعی اُس پورے پاگل کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"وہ میرے نکاح میں ہے سیف کمال، میری بہت اچھی دوست ہے۔اِس سے زیادہ، نہ اِس سے کچھ کم۔ معارِج سکندر کو حزن میں مُبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"چہرہ پھیر کر سیف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اُس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے سیف کو بوکھلانے پر مجبور کر دیا۔

"تو پھِر یہ نِکاح کیوں کیا؟" سیف کو واقعی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے معارِج سکندر اُس سے نِکاح کر کے تحفظ دے سکتا ہے؟ اُسکے بہت مسئلے ہیں سیف کمال جسے اُسے تنہا فیس کرنے کا خبط سوار ہے۔"سُلطان کی سنجیدگی پر سیف کتنے ہی پل اُسے دیکھے گیا۔اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ سُلطان کو بھی تطہیر پسند ہے اگر یہ مُحبت کا جذبہ نہ بھی ہو کیونکہ سُلطان خان کی سرشت میں کسی دوسرے کے لیئے قربانی دینا، مصلحت کے تحت کام کرنا ممکن نہیں تھا۔اُس میں معارِج سکندر کی نسبت صبر اور برداشت کی شدید کمی تھی تو اِیسا ممکن ہی نہیں کہ سب جانتے بوجھتے وہ کوئی نیکی کا دیوتا بننے کی کوشش کرتا۔

"بے فکر رہو میں باس کو نہیں بتاؤں گا۔"سیف نے جیسے اُسکو تسلی دینی چاہیے مگر سُلطان پر اُسکا بالکل اثر نہیں ہوا۔

"بے شک بتا دو۔میں کونسا اُس سے ڈرتا ہوں۔اُسے تو مُجھ سے ڈرنا چاہیئے، نہیں؟" بے پرواہی سے کہتے ہوئے آخر میں اُسکے پُرِاسرار انداز میں جو یقین تھا اُس پر سیف کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا۔

"مُجھے لگتا ہے تمہیں باس کو اکیلا چھوڑ دینا چاہیئے۔وہ کوئی تمہارے دُشمن تو ہیں نہیں۔"اُسکے مُخلصانہ مشورے پر سُلطان نے چہرے کو ناگواری چُھونے لگی۔

"تمہارے باس کو اکیلا چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گا۔"سر سیٹ کی پُشت سے ٹِکاتے ہوئے اُسکا انداز بے حد سوگوار تھا۔سیف نے گہرا سانس لے کر گاڑی سٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔

"اُن لوگوں کا کیا کرنا ہے جو وئیر ہاؤس میں بند ہیں؟" سیف کے اگلے سوال پر سُلطان نے کچھ سوچتے ہوئے ماتھے پر بکھرتے بال پیچھے کیئے۔

"پولیس کے حوالے کر دو۔جتنی معلومات اِنکے پاس تھی سب اُگل چُکے ہیں۔"اُسکے سنجیدگی سے کہے جانے پر سیف نے اثبات میں سَر ہلایا اور پھِر اُنکی گاڑی تیزی کے ساتھ سُلطان کے گھر کی جانب دوڑ رہی تھی۔وہی گھر جہاں جینے کی وجہ اور اُمید کا بسیرا یا پھِر عارضی پڑاؤ تھا۔ اُسے اُمید اور جینے کی آرزو راس نہیں آ رہی تھی۔اپنا آپ غیر ضروری، ثانوی ہو کر عدم ہوتا محسوس ہوتا لگ رہا تھا۔اُسکے پاس تو خود کو، اپنی کیفیات اور احساسات کو سمجھنے کا وقت نہیں تھا اِسی لیئے معارِج سکندر کی طرح مُحبت میں مُبتلا ہو کر عقل و خِرد سے بیگانہ ہونے کی خطا کرنے کا وہ متحمل نہیں ہو سکتا۔

√میں زندگی کے خرابے میں کھو گیا ورنہ

میں اپنے آپ سے مِلتا تو پیار کر لیتا۔۔۔

کل دیکھے جانی والی تصویریں، کسی کا ہر وقت سائے کی طرح تعاقب کرنے کا تصور، معارِج سکندر کو نقصان پہنچنے کے خدشات کے ساتھ ایک اور قیامت اُسکی ابھی مُنتظر تھی۔وہ جو دو دِن سے سُولی پر چڑھی تھی کہ آیا اِیسے کس شخص کو بتائے جو قابلِ بھروسہ بھی ہو، جِسے کچھ ہو بھی نہ، کچھ ہو بھی تو غم نہ ہو؟؟ اِیسا اُسکے گِرد کوئی بھی تو نہیں تھا۔سفیر شہزاد کا خوفناک اور ہیبت ناک بُھوت اُسکے اعصاب کو ایسے جکڑے ہوئے تھا کہ سانس بھی لینا محال تھا۔اِیسے میں کوثر چچی اُسکے اعصاب پر ایک اور دھماکہ کرنے چلی آئیں۔

"کل نکاح ہے؟" کوثر چچی اس پر قیامت ڈھا کر جا چکی تھیں۔اُس نے حیرانگی سے بڑبڑا کر سُن ہوتے دماغ سے چہرہ پھیر کر تسنیم اور رقیہ آپا کو دیکھا جو اُسکے چہرے کے دنگ تاثرات دیکھ کر مُسکراہٹ روک رہی تھیں۔اُن لوگوں کا رویہ، اُنکی تضحیک بھری تمسخرانہ نظروں پر چاہیئے تو یہ تھا کہ اُسکی آنکھیں یا دِل بھر آتا مگر وہ خشک ششدر آنکھوں سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں آئی۔دروازہ بند کرنے کے سبب کھڑکی پر دھمک لگی اور پھر کمرے میں وہی مخصوص مدھر سا اُداس ساز بج اُٹھا۔چونک کر چہرہ اُٹھا کر وہ کھڑکی تک آئی اور بُجھتے دِل سے اُس وِنڈ چائم کو دیکھتی رہی۔کچھ سوچ کر تیزی سے ٹیبل سے اپنا بیگ سے سیل فون نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا۔اُس رات سٹیشن سے واپسی پر معارِج نے اُسکے سیل میں اپنا نمبر فیڈ کیا تھا۔کچھ سوچ کر اُس نے 'M' ٹائپ کیا مگر کوئی کونٹیکٹ سامنے

نہیں آیا۔اُسے اپنے سیل فون میں لوگوں کے نام اُردو میں سیو کرنے کی عادت تھی تبھی کال لاگ میں کل رات کے بے نام نمبر کو دیکھ کر چند لمحے بھیگتی آنکھوں سے رُکی رہی اور پھر اُسکے ہاتھ اُردو میں اُس نمبر کے لیئے نام تجویز کر رہے تھے۔**'محافظ'** وہ یہی تھا اُسکے لیئے اور یہی طے پا گیا۔اُس سے شاید اِتنا ہی واسطہ رہنا تھا۔اُس نمبر پر کال مِلا کر کان سے لگاتے ہوئے وہ بیل جانے کا اِنتظار کرتی رہی اور پھر۔

"اسلام و علیکم!" مدہم مصروف سی آواز پر اُسکی دھڑکن تھم گئی۔وہ چند لمحے تک کچھ کہنے کے قابل نہیں رہی۔دوسری جانب طویل خاموشی پر معارِج نے لیپ ٹاپ سکرین سے نگاہیں اُٹھا کر سیل فون سامنے کیا اور پھر اُس نے تھمتی دھڑکن کے ساتھ دوبارہ کان کے ساتھ لگایا۔

"تطہیر!" اُس یقین پر آیت کا سارا وجود برف ہو گیا۔وہ شخص اُسکی خاموشی کو بھی پہچان گیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" دوسری جانب ہنوز خاموشی پر سب اہم کام چھوڑ کر فرصت اور نرمی سے پوچھا گیا۔ آیت کی آنکھیں اُس مہربان نرمی پر ایک بار پھر دُھندلانے لگیں۔

"آپ سے۔۔۔کچھ بات کرنی تھی۔"اُسکا سوال نظرانداز کر کے بامُشکل کہا گیا۔اُس نے وہ تصاویر نہ دیکھ رکھی ہوتیں، وہ پیغام نہ پڑھ رکھے ہوتے تو کب کا اِس شخص کو سب کچھ مِن و عَن بتا دیتی مگر سارا مسئلہ آگہی کا ہی تو تھا۔وہی آگہی جو عذاب ہوا کرتی ہے۔

"میں سُن رہا ہوں۔"نرم سی آواز دِل کو مزید کثافت سے دوچار کر رہی تھی۔

"آپ نے جو بات۔۔۔کی تھی۔۔۔" کہہ کر وہ بیچ میں ٹھہر گئی۔شاید ہو سکتا ہے اُسے وہ بات یاد نہ ہو۔

"میں آپکے جواب کا شدت سے مُنتظر ہوں، تطہیر۔" اُس لہجے میں یَک دم جو اِضطرار دَر آیا اُس پر آیت کی گرفت سیل فون پر مضبوط ہوئی۔

"میرا جواب اِنکار ہے۔" بامُشکل ہمت مُجتمع کر کے تیزی سے آنکھیں موند کر کہتے ہوئے اُس نے دوسری جانب موجود معارِج سکندر کے وجود میں دوڑتے لہو کی گردش کو ساکن کر دیا۔اُسے جیسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا تبھی اُسکے سُن اعصاب کچھ کہنے کے، تصدیق چاہنے کے قابل تک نہ رہے۔

"کیوں؟" اُس نے خود کو بڑی دِقت کے بعد آہستگی سے کہتے سُنا۔آیت نے بند انکھوں کو زور سے میچا تو کئی آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر اُسکے چہرے پر پھسلتے چلے گئے۔

"میرا کل نِکاح۔۔۔ہے۔۔۔سعد سے۔۔۔" لرزتے لہجے نے جو وضاحت تھی وہ دِل اور روح کو چھلنی کر دینے والی تھی۔معارِج کا مفلوج ہوتا وجود کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"آپ نے میرے بارے میں ایک بار بھی۔۔۔سوچا؟" خاموشی کے طویل وقفے کے بعد ٹھہری ہوئی آواز میں سوال آیا۔آیت نے بھیگتی آنکھیں کھول کر کھڑکی پر لٹکتے نگاہ کی نمی سے دُھندلاتے وِنڈ چائم کو دیکھا اور بے اِختیار اثبات میں سَر ہلایا یوں جیسے وہ دیکھ رہا ہو۔دوسری جانب جواب نہ دیئے جانے

پر معارِج نے بامُشکل گہرا سانس لیا۔وہ اُس اچانک ہونے والے دھچکے سے سنبھلا تو نہیں مگر نِکل آیا تھا۔

"جواب کی ضرورت نہیں۔میں سمجھ گیا ہوں۔"مدھم لہجے میں اُسے کچھ بھی مزید کہنے سے باز رکھا گیا۔بڑی مُشکلوں سے بُنے خواب پَل بھر میں مسمار ہو گئے تھے۔کوئی تمہید، کوئی بات اُنہیں مُنہدم ہونے سے، ڈھے جانے سے کیسے بَھلا بچا سکتی تھی۔

"آپ کو جب کبھی، کسی وقت بھی میری مدد کی ضرورت ہوئی میں ایک پُکار کی دُوری پر مُیسر ہوں گا۔"وہ جاتے جاتے بھی اُسکی سماعتوں میں اپنے نرم لہجے کی آسانی کا رَس اِیسے گھول رہا تھا کہ دِل گھائل کرتی سوگواری کے باوجود دِل ایک عجیب سی کیفیت سے مُتعارف ہونے لگا۔اُس نے جذبے غلط شخص پر ضائع نہیں کیئے تھے بس اُسکا وقت غلط اور بُرا چل رہا ٹھا۔

"جزاک اللہ!" لہجے کو گلوگیر ہونے سے بچا کر عُجلت میں کہتے ہوئے اُس نے کال مُنقطع کر دی۔معارِج سکندر کتنی دیر تک سیل فون کان سے لگائے رکھے یونہی ساکن بیٹھا رہا۔اپنے اُڑے، بکھرے اعصاب یکجا کر اُس نے سیل کی سکرین سامنے کی اور پِھر کال لاگ میں پچھلے دس منٹ پہلی کٹتی کالر آئی ڈی کو دیکھتا رہا جسکا نام اُس نے بڑی ہی اُلفت سے، چاہت کے ہاتھوں مغلوب ہو کر" ہیر" سنبھال کر رکھا تھا۔

√یوں تو پہلے بھی ہوئے اُس سے کئی بار جُدا

لیکن اَب کے نظر آتے ہیں کچھ آثار جُدا

گر غمِ سُود و زِیاں ہے تو ٹھہر جا اے جاں!

کہ اِسی موڑ پہ یاروں سے ہوئے یار جُدا

دو گھڑی اُس سے رہو دُور تو یوں لگتا ہے

جِس طرح سایہ دیوار سے دیوار جدا

یہ جُدائی کی گھڑی ہے کہ جَھڑی ساون کی؟

میں جُدا، گِریہ کِناں اَبر جُدا، یار جُدا

کوئے جاناں میں بھی خاصا تھا طرح دار فرازؔ

لیکن اِس شخص کی سَج دَھج تھی سَر دَار جُدا۔۔

(احمد فراز)

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اُسے اپنے کمرے میں کھڑے دیکھ کر اندر آتے سُلطان نے حیرانگی سے سوال کیا جبکہ اُسکی آواز پر آیت چونک کر پلٹی۔اُسکا سوال جائز تھا۔ظاہر ہے وہ ضرورتاً بھی اپنے اُس کمرے میں نہیں جا رہا تھا جہاں اَب آیت کا بسیرا تھا اور آیت یہاں اُسکے گیسٹ روم میں آئی ہوئی تھی تو اُسکا تعجب کرنا بنتا تھا۔

"مجھے کالج جانا ہے۔"اُسے سُلطان کی ذاتیات میں داخل نہیں دینا تھا تبھی اُس نے سیدھے مُدعے کی بات کی۔ سُلطان خاموشی سے اُسکی جانب بڑھا۔

"ہاں! میں نے سیف کو کہہ دیا ہے۔ میں نہ بھی ہوں گھر پر تو وہی تمہیں پِک اینڈ ڈراپ دے گا۔" اُس کے انداز پر وہ جو کچھ اور کہنے لگی تھی اثبات میں سَر ہلا کر اُسکے پاس سے گُزرتے ہوئی ٹھہری۔

"تم میرے بنائے گئے ناشتے کا کیا کرتے رہے ہو؟" اُسکے مشکوک سوال پر سُلطان نے مُسکراہٹ دبا کر چہرہ پھیرا۔ ساری کثافت ایک دَم اُسکے مشکوک انداز پر بھک سے اُڑنے لگی۔

"ظاہر ہے کھاتا رہا ہوں۔"جواب بھی اُسکے ہی انداز میں آیا۔ آیت نے سَر تا پا اُسکو دیکھ کر اثبات میں سَر ہلایا۔

"ٹھیک ہے! پِھر آ کر ناشتہ کرو۔"کہہ کر وہ پِھر سے آگے بڑھی۔

"تطہیر!" وہ جو دروازے کا ہینڈل پر دباؤ ڈالنے لگی تھی اُس آواز، اُس نام، اُس پُکار پر پِھر سے پوری ہستی سمیٹ ٹھہر گئی۔ اِس پُکار پر اُسکا ٹھہر جانا فرض تھا۔ چہرے کے تاثرات بامُشکل سنبھال کر اُس نے پلٹنا چاہا مگر وہ پلٹ نہیں سکی۔

"ڈرائے فروٹس میں مونگ پھلی مت رکھنا۔ میں اُس سے اِلرجِک ہوں۔"اُسکو پلٹتے نہ دیکھ کر اُس نے رسانیت سے کہا جبکہ آیتِ تطہیر کا ساکن، بےبس دِل سُکڑ کر پھیلا۔ سَر پر جیسے ساتویں آسمان لا گِرائے تھے۔ ہینڈل پر رکھا ہاتھ کانپتے دیکھ کر وہ تیزی سے پلٹی اور اُسکے زرد، سپید چہرے کو دیکھ کر سُلطان ٹھٹک کر تشویش سے اُسکی جانب بڑھا۔

"کیا ہوا تطہیر؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟" خود کی جانب اُسکی اُٹھ کر لرزتی، تحیر سے دیکھتی سُنہری آنکھوں پر سُلطان کو تفکر گھیرنے لگا۔وہ اُسے یونہی اکثر بے مقصد دیکھتے دیکھتے پریشان کر دیا کرتی تھی۔

"تم بھی اِلرجک ہو؟" اپنے عین روبرو کھڑے ہوتے سُلطان کی سبز آنکھوں میں دیکھ کر اُس نے بہت آہستگی سے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"کیا تمہیں بھی اِلرجی ہے؟" وہ جیسے یہی سمجھا۔نمکین کوری آنکھوں کے ساتھ آیت نے تیزی سے نفی میں سَر ہلایا اور پھر کچھ کہے بغیر تیزی سے پلٹنے لگی مگر سُلطان اُن سُنہری آنکھوں میں آنسو چمکتے دیکھ چُکا تھا۔

"اور کِس کو ہے جو تم اِیسے غمگین ہو رہی ہو؟" وہ جیسے واقعی نہیں سمجھا تھا۔آیت نے پلٹنے کا اِرادہ ترک کر کے اُس کے چہرے کو بغور دیکھا۔سبز آنکھوں کے علاوہ وہ سَر تا پا، ہو بہو کسی کا عکس تھا، کسی کا آئینہ۔اُسکے دِل کا منظر سے ہٹ کر کسی اور جانب مائل ہو جانا جائز تھا۔

"میں آئندہ احتیاط کروں گی۔"اُسکے سوال کو نظرانداز کر کے نرمی سے کہتے ہوئے وہ آہستگی سے پلٹ کر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر چلی گئی جبکہ سُلطان کتنی ہی دیر تک نا سمجھی سے کمرے کے بند ہوتے دروازے کو دیکھتا رہا۔آیتِ تطہیر کا رویہ، اُسکے انداز سُلطان خان کو اِضطراب میں مُبتلا کر رہے تھے۔

"آج کہاں کے اِرادے ہیں؟" اندر آتے ھُود اور دِلاور نے اُسکو تیاریوں میں مصروف دیکھ کر ایک دوسرے کو حیرانگی سے دیکھا اور پھر ھُود تیزی سے اُس تک آیا جو جدید اسلحے کا باریک بینی سے جائزہ لے رہا تھا۔ آواز پر اُن دونوں کو چونک کر دیکھا۔

"میرے خیال سے آج رات تمہیں اپنے دوست کے پاس رُکنا چاہیئے۔" سُلطان نے ماسک پہنتے ہوئے اُسکو معلومات دی جبکہ ھُود کا ماتھا ٹھنکا۔

"کیا بکواس ہے؟ کدھر کودنے لگے ہو تم؟؟" ھُود کے تیز انداز کا بھی اُس پر اثر نہیں ہوا۔

"تمہارے دوست کے گھر۔ وہاں کچھ اہم معلومات ہے جو مُجھے چاہیئے۔" اُسکے انداز کے اطمینان پر ھُود نے ضبط سے اُسکو دیکھا۔

"تمہیں معارِج نے چوریاں کرنے سے منع کیا تھا نہ۔ آرام سے بیٹھ جاؤ کچھ دِن۔ معارِج سب ہینڈل کر لے گا۔ اُس کے پاس کوئی پلان ہے۔" ھُود نے اُسے سمجھانا چاہا مگر جانتا تھا کہ اُلٹی کھوپڑی والے اِس شخص کے دماغ میں بُھوسا بھرا ہے۔

"میں اُسکے لمبے چوڑے، مُشکل اور پیچیدہ پلانز کے ساتھ نہیں چل سکتا۔" پیک بیگ میں سارا سامان رکھ کر سنجیدگی سے اُسکی بار کو رَد کیا گیا۔

"سُدھر جاؤ سُلطان۔ مت بھولو کہ وہاں معارِج رہتا ہے۔ اگر تمہاری وجہ سے اُسکو کوئی مُشکل ہوئی تو تمہاری خیر نہیں ہے۔" ھُود کے سخت ہوتے لہجے پر دلاور تیزی سے آگے آیا۔

"سر ٹھیک کہہ رہے ہیں سُلطان۔ ہمیں بہت سوچ سمجھ کر اُس حویلی میں جانا ہو گا۔ وہاں کی سیکورٹی ہائی الرٹ پر ہے ریڈ کے بعد سے۔" دلاور کی بات میں وزن تھا مگر سُلطان خان آج کا سُنہری موقعہ ہاتھ سے گنوانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

"اگر آج نہیں تو کبھی نہیں۔ متین اور مبین احمد حویلی نہیں ہیں۔ مُجھے بہت ضروری ڈاکیومنٹس چاہیئے۔" وہ بلا کا خر دماغ شخص تھا۔

"تمہاری بیوی کو بتا دوں کہ تم پروفیشنل چور ہو۔" ھُود کا انداز ہرگز سوالیہ نہیں تھا۔ سُلطان کے تیاری کرتے ہاتھ تیزی سے تھمے۔ چہرہ پھیر کر کینہ توز نظروں سے اُسکو تنبیہی نظروں سے دیکھا۔

"تطہیر کو بیچ میں ہرگز مت لانا ورنہ میں کوئی لحاظ نہیں رکھوں گا۔" اُس سرد لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ ساری پریشانی اور سختی بُھول کر ھُود اُسکو بغور دیکھتا رہا۔

"دِلاور کو ساتھ لے جاؤ۔" ھُود کو ہار ماننی ہی تھی۔ وہ اِس شخص کے ساتھ ریزن سے بحث نہیں کر سکتا تھا۔

"اُونہوں! میرا پلان لمبا چوڑا نہیں ہے۔ سِیف کھول کر معلومات لینی ہے اور آؤٹ۔" مطلب صاف تھا کہ اُسے لمبے چوڑے منصوبوں میں نہیں پڑنا۔ ھُود نے لب بھینچ کر اُسکو دیکھا۔

"جو جی میں آئے کرو۔" ھُود کے انداز پر اُس نے مُسکراہٹ دبائی اور پِھر مُسکراتے چہرے پر ماسک پہن کر سیاہ ہُڈ سر پر جما کر دو اُنگلیاں ماتھے سے ٹکرا کر کسی چھلاوے کی مانند بھاگ گیا۔ دِلاور نے ھُود کے پریشان چہرے کو دیکھا۔

"آپ کو کیا بات پریشان کر رہی ہے؟" دلاور کی بات پر ھُود نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"اُسکا سامنا اگر معارِج سے ہوا تو ہم سب کی خیر نہیں۔"ھُود کی تشویش جائز تھی اور اَب کی بار دِلاور کے چہرے پر بھی تفکر گہرا ہونے لگا۔اُنکی تفکر سے بے نیاز سُلطان کی جیپ رات کی تاریکی میں غضنفر احمد حویلی کی جانب دوڑ رہی تھی۔حویلی پہنچ کر عقبی حصّے میں جیپ کھڑی کر کے اُس نے تنفر بھری نظروں سے اُس شان سے سَر اُٹھائے کھڑی حویلی کو دیکھا۔دِل چاہ رہا تھا کہ اِس حویلی کو زمین بوس کر دے یا دھماکے سے اُڑا دے۔خون مارے نفرت کے کنپٹیوں میں اکھٹا ہو کر جُوش مارنے لگا۔

اُس حویلی کی جلتی روشنیاں اُسکا دِل جلا رہی تھیں۔وہ شان و شوکت اُسکی نفرت میں مزید اضافے کا موجب بن رہی تھی۔سَر جھٹک کر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک ہی جست میں اُس حویلی کی بلند دیوار پھلانگ گیا۔اُس حویلی کے کمرے اور الیکٹرک کنیکشن وہ پہلے ہی ڈسکنکٹ کر چُکا تھا۔اندر کود کر سبز نگاہوں نے تیزی سے اِطراف کا جائزہ لیا اور پِھر ستون کے عقب سے ڈیوٹی پر مشتمل اہلکار کو آتے دیکھ کر تیز قدموں سے درخت کے پیچھے ہوا۔چند پل رُک کر اُن دو مسلح افراد نے قریب آنے کا اِنتظار کیا اور پِھر قریب آتے ہی اوٹ سے نکل کر بیک وقت عقب سے اُنکی گردنوں پر ضرب لگا کر بے ہوش کر دیا۔وہ دونوں بے آواز لہرا کر کٹے شہتیر کی مانند نیچے ِگرے اور پِھر وہ اُسی تیزی سے ہر اہلکار پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد ایک کھڑکی کو ٹٹول کر کھولتے ہوئے اندر کود گیا۔نیم اندھیرے میں اُس نے اوپر کو جاتے اُس طویل گول زینوں کو دیکھا اور پِھر تیز قدموں سے بنا چاپ پیدا کیئے اوپر کو بھاگا۔اُسے اِس حویلی کا چپہ چپہ اَزبر تھا بالکل معارِج سکندر کی طرح۔وہ یہاں آنکھیں بند کر کے بھی چل سکتا تھا یہ تو پِھر نیم اندھیرا تھا۔اُسکا بچپن یہیں گُزرا تھا تو کیسے سب حفظ نہ ہوتا۔طویل راہداری

کے آخری سِرے میں بنے کمرے کا دروازہ آہستگی سے کھول کر اُس نے خالی کمرے کا جائزہ لیا۔ یہ عاصم مُبین کا کمرہ تھا اور اُسے معلوم تھا کہ وہ اپنی بیوی صنوبر اور بیٹے ہاشم کے ساتھ بزنس ٹرپ پر دوسرے شہر گیا ہوا ہے۔ سِیف ڈھونڈھنے کا اِس سے زیادہ سُنہری موقعہ اُسے کبھی نہیں مِلنے والا تھا۔ پیک بیگ سے چھوٹی سی ٹارچ نکال کر مُنہ میں پکڑتے ہوئے اُس نے دوسرے ہاتھ میں سیف کھولنے کے اوزار نکالے اور پھِر ایک دیوار کے پاس کھڑے ہو کر اُسکے اوپر نصب تصویر ہٹا کر ٹیبل پر رکھی۔ اُن لوگوں کو اپنی سیکورٹی پر بہت بھروسہ تھا تبھی تو اِس قدر بےوقوفانہ جگہ پر سِیف رکھا تھا۔ دیوار میں خانہ بنا کر اُسکے اندر رکھے سیف پر پاس کورڈ لگا تھا۔ کانوں میں سٹیتھو سکوپ ڈال کر اُس نے سیاہ رنگ کی ڈیوائس سیف کے لاک کے پاس لگائی اور اُوپر لگے گول سے ہینڈل کو گھمانے لگا۔ لمحے کے توقف کے بعد کان میں آتی **'کلِک'** کی آواز پر اُس نے ہینڈل گُھمایا اور سِیف کُھلتے ہی ماسک کے نیچے پوشیدہ ہونٹ مُسکراہٹ میں ڈھلے۔ اندر موجود خاکی لفافے، گولڈ بارز اور ڈالرز کی کئ گڈیاں نکال کر اپنے پِھٹے بیگ میں ڈال کر مُسکراہٹ دبا کر اُٹھتے ہوئے وہ لاک بند کیا اور تصویر واپس اُسی مقام پر نصب کر کے ٹارچ اور لاک کھولنے والا آلہ بیگ میں ڈال کے، بیگ کندھوں پر لٹکائے وہ تیز قدموں سے کمرے سے باہر نکلا۔ جیسے ہی دروازہ کھولا سامنے راہداری سے جُھومتے جُھومتے آتے کاشف متین کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا اور تبھی ہاتھ میں تھامی چابیوں کو اُچھالتے کاشف کی نگاہ اُس پر گئی۔ اُسکا سارا نشہ ہرن ہوا۔ آنکھیں پھیلا کر اُسکی جانب سیدھی انگلی کا اشارہ کر کے بڑھا اور بجائے بھاگنے کے سُلطان نے آگے بڑھ کر اُسکی وہی انگلی بمع ہاتھ کے مروڑ کر پُشت سے لگاتے ہوئے اُسے ایک جھٹکے سے دور پھینکا۔ وہ جو اِس حملے کے لیئے تیار نہیں تھا حیرانگی اور تکلیف کے مارے چِلا بھی نہیں سکا۔ نخوت سے

کندھے جھٹک کر اُس نے تیزی سے راہداری عبور کی اور تبھی شیشے کے پاس طمانیت سے آنکھیں موند کر کھڑے معارِج سکندر کو دیکھ کر ایک بار پھر ساکن ہوا۔اُسے کتنے عرصے بعد دیکھا تھا؟ اَب تو زمانے کا اِدراک تک بھول گیا تھا اور عین اُسی لمحے سُلطان خان کو آیتِ تطہیر کے ہر بار ٹھہر جانے کی، ساکن ہو جانے کی وجہ کا بہت شدت سے احساس ہوا۔معارِج کی نظر اُس پر نہیں پڑی تھی تبھی وہ تیزی سے بھاگتے قدموں سے منظر سے غائب ہو گیا۔خود کو سنبھال کر بغلفات بکتا کاشف پُھرتی سے کھڑا ہوا اور پھر لڑکھڑاتے قدموں سے بھاگ کر اُس راہداری تک گیا۔چاروں جانب بے یقینی سے آنکھیں پھیلا کر اُس چھلاوے کو دیکھا جو نہ جانے قلانچیں بَھرتا کہاں بھاگ گیا تھا۔ششدر ہو کر اُس نے آنکھیں مَسل کر سُنسان پڑے ہال، راہداریاں اور نیچے کو جاتے طویل زینے سے نیچے جھانک کر دیکھا۔وہاں کسی ذی روح کا دُور دُور تک کوئی نام و نشان نہیں تھا۔کوئی اِتنی برق رفتاری سے کیسے؟؟ کیا وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا؟؟ اِس خوف نے اُسکا سارا بچا کُچا نشہ اُڑا دیا۔واپس پلٹنے سے قبل اُسکی نگاہ ٹیرس میں کرسی پر بیٹھے معارِج سکندر تک گئی۔چند لمحے وہ یونہی نیم اندھیرے میں نظر آتے معارِج کے ہیولے کو دیکھتا رہا اور پھر درد کرتے بازو کو سہلاتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔وہ صبح اِس معاملے کو دیکھے گا۔ابھی خود کو سب کے سامنے شرمندہ کروانے والی بات تھی۔

گھر آنے سے قبل وہ سیدھا وئیر ہاؤس گیا تھا۔اُسے آج آیت کو ہر حال میں بتانا تھا کہ کام کی وجہ سے وہ اکثر اوقات گھر پر نہیں موجود ہو گا۔اِیسے میں وہ گھر میں اطمینان سے بھی رہ سکے گی اور سُلطان خان مُختلف سوالوں سے بھی بچ جائے گا۔اُن آدمیوں پر آخری بار ہاتھ صاف کر کے، نئے ٹھکانوں کا

پتہ معلوم کر کے وہ گھر میں داخل ہوا تو اندازہ ہو گیا کہ آیت کالج سے گھر آ گئی ہے۔حالانکہ گھر میں بھی خاموشی طاری تھی مگر پھر بھی آیت کے یہاں آنے کے بعد سے کوئی خاموش تبدیلی دَر آئی تھی جو واضح نہ ہو کر بھی واضح تھی۔

"کھانا لگا دوں؟" اِس سے پہلے کہ وہ کمرے کا دروازہ کھولتا، عقب سے آتے سوال پر چونک کر پلٹا۔ کچن کاؤنٹر کے ساتھ کرسی پر بیٹھ کر بریانی کھاتی آیت کی توجہ اُس پر نہیں تھی۔وہ جو فریش ہونے جانا چاہتا تھا، کچھ سوچ کر پلٹا اور پھر اُس کے عین برابر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔اُسکی جانب دھیان دیئے بغیر آیت اُسی توجہ سے کھانا کھلاتی رہی۔

"بھئی! لاو کھانا۔"اُنگلیاں کاؤنٹر پر بجا کر اُسکی توجہ چاہی گئی۔

"ہاتھ ہیں نہ، اِستعمال کرو۔"کندھے آچکا کر لاپروائی سے اوون کی جانب اِشارہ کر کے اُسکو پھر نظر انداز کیا گیا۔سُلطان نے آگے ہو کر بغور اُسکے تاثرات دیکھے اور پھر مُسکراہٹ دبائی۔

"شوہر سے کام کرواؤ گی؟" یہ اُسکی توجہ اپنی جانب مبذول کروانے کا ایک کارآمد طریقہ تھا۔

"کونسا شوہر؟ دوست ہو دوست بن کر رہو۔"اُسکے دو ٹوک انداز پر سُلطان نے چہرہ پھیر کر قہقے پر قابو پایا۔وہ پھر سے اُسکے گھر نہ ہونے پر شاید بھری بیٹھی تھی یا پھر کوئی اور بات ہو گی۔

"تو دوست کے کام نہیں کیئے جاتے؟" انداز اَب کے تپانے والا تھا۔آیت نے کھانے سے ہاتھ روک کر چہرہ پھیر کے اُسکو سنجیدگی سے دیکھا۔

"تم جیسے دوست کے بالکل نہیں کیئے جاتے۔"اُسکی اگلی بات پر سُلطان ٹھٹکا۔کوئی بات یقیناً آیت کو بُری لگی تھی مگر کیا؟

"واللہ! اِیسی خون آشام نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو؟" اُسکے مفاہمتی انداز میں کچھ اِیسا تھا کہ چمچ اُٹھا کر مُنہ تک لے جاتا آیت کا ہاتھ ساکن ہوا۔اُس نے چہرہ پھیر کر سُلطان کو دیکھا۔سبز آنکھیں اُسکو ہی توجہ سے دیکھ رہی تھیں۔اَب کی بار سُلطان اُس چہرے کے بدلتے تاثر پر سنبھل کر سیدھا ہوا۔

"تمہیں کچھ نہیں معلوم؟" سنبھل کر چمچ مُنہ تک لے جائے بغیر پلیٹ میں واپس رکھتے ہوئے اُس نے آہستگی سے چہرہ پھیر کر کہا۔

"نہیں معلوم نہ۔"اِس قدر معصومیت سے اعتراف کیا گیا تھا کہ حد نہیں۔

"تم گھر آؤ نہ آؤ یہ تمہارا مسئلہ ہے سُلطان۔تم نے خود کہا تھا کہ تمہیں میرا اپنے ذاتی معملات میں دخل دینا بالکل پسند نہیں آئے گا۔میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا دو دِن پہلے جسکا جواب تم نے اَب تک مُجھے نہیں دیا اور میں جواب کے اِنتظار میں ہوں۔"بالآخر اُسے کہنا ہی پڑا ورنہ سُلطان خان کو تو کچھ یاد نہیں آنا تھا۔

"تم نے کچھ پوچھا تھا؟ کیا؟؟" اُسے جیسے واقعی یاد نہیں تھا یا وہ ڈرامے کر رہا تھا۔آیت نے سنجیدگی سے اُسکی غیر سنجیدگی کو دیکھا۔

"تم اِتنی ہی لاپرواہی ہر معاملے میں بَرتتے ہو یا یہ صِرف میرے معاملے میں ظاہر ہو رہی ہے؟" اُسکے بے تاثر سوال پر سُلطان کی مُسکراہٹ سِمٹی اور پِھر سنجیدہ نظروں سے اُس نے آیت کو دیکھا۔

"سفیر شہزاد کے بارے میں پوچھا تھا۔"اُسکی خاموشی پر آیت کو کہنا پڑا۔

"میں کام میں مصروف تھا۔اُس جانب دھیان نہیں گیا میرا۔"اُسکے مدہم لہجے پر آیت نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جِس نے چہرہ جُھکا لیا تھا۔آیت آہستگی سے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اوون تک گئی اور پھر اندر پڑی پلیٹ پر ڈھکن رکھ کر بند کر کے اوون چلا دیا۔آواز پر سُلطان نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو توجہ سے اوون کو دیکھ رہی تھی۔اُسکے نیم رُخ کو یکسوئی سے دیکھتے سُلطان کے چہرے کا رنگ ماند پڑنے لگا اُسے اچانک سے ایک اور احساس بھی شدت سے ہونے لگا تھا کہ معارِج سکندر نے اپنی مُحبت، آیتِ تطہیر سے شادی کیوں نہیں کی۔اُسے آج، ابھی، اِسی وقت معارِج کے تحفظات کی سمجھ آ رہی تھی۔ اُنکی پیچیدہ، خار دار زندگیوں میں اِس پھول جیسی لڑکی کی گُنجائش نہیں تھی۔سُلطان خان نے ہمیشہ کی طرح عُجلت میں فیصلہ لیا تھا اور معارِج سکندر اِس بار بھی سوچ سمجھ کر قدم رکھنے کے باعث ندامت، شرمندگی اور پچھتاوے کے گہرے دلدل سے بچ نِکلا تھا۔

✓یہ غم جُدا ہے بہت جلد باز تھے ہم تم

یہ دُکھ الگ ہے ابھی کائنات باقی ہے۔۔۔

(جمال احسان)

نظروں کی تپش پر آیت نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جِسکی آنکھیں اُس پر ہی تھیں مگر وہ یہاں ہو کر بھی نہیں تھا۔اُسے ایک پَل کو سُلطان خان کی روح بالکل خالی ہوتی محسوس ہوئی۔اپنے اِس خیال پر

سختی سے سَر جھٹک کر اوون سے پلیٹ نکال کر چمچ رکھ کر سُلطان کی جانب آئی اور اُسکے عین سامنے رکھی۔

"سُلطان!" اُسکے گہرے اِرتکاز پر آیت کو اُسے متوجہ کرنا پڑا۔

"ہاں!" چونک کر اُس نے چہرہ اُٹھایا اور ایک دم پیچھے ہوا۔وہ شاید اُسکو قریب کے بجائے وہیں دُور تصور کیئے ہوئے تھا۔اُس نے ایک نظر ذائقے دار، اشتہا انگیز خوشبو لٹاتی بریانی کو دیکھا اور پھر برابر بیٹھتی آیت کو۔

"وہ ہاسپٹل میں ہی ہے۔بے فکر رہو! میں نے اپنے دوست دِلاور کو اُس پر اور اُسکے آدمیوں پر نظر رکھنے کے لیئے کہا ہوا ہے۔"خاموشی کے گہرے ہوتے وقفے کو اُسکی مدہم آواز نے توڑا۔آیت نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو اُٹھ کر ہُڈ اُتار رہا تھا۔اُسے شاید ہُڈ باہر پہننے کی عادت تھی۔نیچے اُس نے سیاہ رنگ کی سفید دھاریوں والی شرٹ پہن رکھی تھی جسکے سفید ہی کَف اور کالر تھے۔ہُڈ کاؤنٹر پر رکھ کر واپس بیٹھتے ہوئے وہ بریانی سے بھرپور اِنصاف کرنے لگا۔اُسے یونہی دیکھتی آیت کی اُسکے ہاتھ تک جا کر واپس پلٹتی نظر ٹھہری، ٹھٹکی اور پھِر پھیل کر ساکن ہوئی۔

"تمہیں چوٹ لگی ہے؟" اُسکے کَف پر مدہم سُرخ خون کے دھبے پر اُسکی جیسے ہی نظر پڑی، اُس نے تفکر سے کہتے ہوئے سُلطان کو چونکا۔

"کچھ نہیں بس چھوٹا سا۔۔۔"اپنا ہاتھ سیدھا کر کے وہ چھوٹا سا دھبہ اُسکی تسلی کو دیکھایا گیا۔آیت کی واپس اپنی شکل کو لوٹتی نظریں اُس ہتھیلی پر بنے لمبے سے چاقو کے نشان پر پھر سے جُم سے پھیل کر لرزیں۔دِل کی تیز ہوتی دھڑکنوں کا شور روح اور دِل گھائل کر دینے والا تھا۔

"یہ کیا ہوا ہے؟" کسی آس سے، نرمی سے سنبھل کر آہستگی سے سوال کیا گیا۔سُلطان کی نگاہ اپنی ہتھیلی پر بنے زخم کے نشان تک گئیں۔وہ کئی سال پُرانا زخم تھا۔

"یہ۔۔۔چاقو کا نشان ہے غالباً۔"کف اُلٹتے ہوئے اُس نے بے پروائی سے کہا جبکہ آیت کی دُنیا اول روز کی طرح پھر سے اپنی گردش کھو بیٹھی۔

"غالباً!" اُسے وہ بے پروائی پہلی بار بُری طرح کھلی تھی۔

"کیسے لگا؟" بہت کچھ کہیں اندر مدفون کر کے سوال کیا۔

"اَب تو یاد بھی نہیں۔"بے پرواہی ہنوز قائم تھی۔لَب بھینچ کر آیت ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُسکے یوں تیزی سے کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑے ہونے پر سُلطان نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو سرد پڑتے چہرے کے ساتھ تیز قدموں سے پلٹ کر جا رہی تھی۔لمحے بَھر کو وہ ناسمجھی سے اُسے جاتے دیکھتا رہا اور پھر سَر جھٹک کر پھر سے بریانی کھانے میں مشغول ہو گیا۔

کمرے کا دروازہ کھول کر تیزی سے اندر آتی آیت بے دم قدموں سے بستر نے ساتھ لگ کر قالین پر بیٹھتی چلی گئی۔آنکھوں کے سامنے بار بار خون آلود ہاتھ، خود کی تکلیف سے بے پرواہ اُسکی تکلیف میں

متفکر چہرہ لہراتا اور اُسکی آنکھیں بھیگنے لگتیں۔وہ تب کیوں نہیں سمجھ سکی؟؟ اُسے اَب بھی کیوں سمجھ نہیں آ رہی تھی؟؟ اُس نے تب کیوں یقین کیا؟ اُسے اَب کیوں یقین نہیں آ رہا تھا؟؟

✓یہ عین، شین، قاف! نہیں کر سکوں گا میں

ہو بھی تو اِعتراف نہیں کر سکوں گا میں

تُجھ کو اگر معاف کیا بھی اِس فریب پر

خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا میں

اپنے خلاف تُجھ کو کِیا کیونکہ عِلم تھا

خود کو تیرے خلاف نہیں کر سکوں گا میں۔۔۔

(عمیر نجمی)

نکاح کا ڈریس سعد کے ساتھ لے کر مال سے نکل کر جیولری شاپ اور پھر شدید رش والے بازار میں گھومتے ہوئے اُسکے پاؤں شل اور دماغ گھوم رہا تھا مگر وہ یونہی خاموشی سے، بے دلی سے سعد سے دو قدم پیچھے چلتی جا رہی تھی۔اُسکی خاموشی کو شاید سعد نے بھی محسوس کر لیا تھا اِسی لیئے اُسکو شروع کے علاوہ کچھ بھی نہیں کہا تبھی اُسکو اپنا کوئی دوست مِلا اور اُس سے گھلتے، مِلتے، باتیں کرتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا اور پیچھے ہک دَق رہ جاتی آیت اُسکی لاپروائی کو دیکھ کر رہ گئی۔ سنبھل کر سارا سامان دوسرے ہاتھ میں مُنتقل کر کے وہ اُسکے پیچھے لپکی، کئی آوازیں بھی دیں مگر اُس نے کچھ نہیں سُنا۔یہ

دوسری بار تھا جب اُسکو سعد ایک بار پھر بہت بُرا لگا۔ اُسکی ساری حفاظت اور مان دینے کی باتیں، باتیں ہی لگتیں۔ دِل کی گھبراہٹ پر قابو پا کر اُس نے ایک بار پھر اُس رش میں سعد کو ڈھونڈنا چاہا مگر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ یونہی آدھے گھنٹے کی خواری کے بعد اُس نے اپنے دُکھتے پیروں کو چہرہ جُھکا کر دیکھا۔ کوئی جگہ اِیسی نہیں تھی کہ اُس پر بیٹھ کر سستایا جا سکتا۔ چہرہ اُٹھا کر اُس نے جیسے ہی اُوپر دیکھا، آیتِ تطہیر کا خوف سے دِل سُکڑ کر پھیلا۔ سامنے اُسکو عجیب نظروں سے گھورتے شخص سے اُسکی نظر ٹکرائی تو سَر تا پا لرز گئی۔ یہ شخص پچھلے کئی دِنوں سے اُسکے تعاقب میں تھا۔ اُسے وہ چہرہ اَز بر ہو چُکا تھا اور تعاقب کار یہ بات جانتے ہوئے بھی چہرہ چُھپانے کی زحمت تک نہیں کر رہا تھا یوں جیسے اُسے پہچان لیئے جانے کی بالکل فکر نہ ہو۔ اُس نے نامحسوس انداز میں پیچھے ہوتے ہوئے محتاط، مضطرب اِردگرد نظر دوڑائی مگر سعد کا دُور دُور تک کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ اُسے اُس شخص کی بے پرواہی پر جی جان سے طیش آ رہا تھا۔ اُسکو کئی قدم پیچھے ہٹتے دیکھ کر وہ ہٹا کٹا آدمی بھی تیزی سے اُسکی جانب بڑھا اور تبھی آیت نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، سامان اپنا وہیں پھینک کر پوری قوت سے گلیوں کی سمت بھاگی۔ اُسکے بھاگتے ہی سارے رش میں کھلبلی مچ گیا اور یہی وہ چاہتی تھیں سب کے مُنتشر ہوتے ہی اپنے قدم بالکل نارمل رکھ کر وہ تیزی سے دیوار کے ساتھ ہو کر رش سے نکل کر آگے بڑھی۔ رش کہیں پیچھے رہ گیا تھا۔ پیچھے دیکھ کر سُکھ کا سانس لے کر اُس نے چہرہ جیسے ہی پھیرا چند قدم دُور کھڑے اُس شخص کو دیکھ کر اُسکا لہو خُشک ہو گیا۔

"سفیر سائیں نے تمھیں یاد کیا ہے۔" اُس شخص نے اُسکی جانب قدم بڑھاتے ہوئے قدرے اونچی آواز میں کہہ کر پچکارا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اُسے زبردستی گھسیٹ کر لینے کی نیت سے آیا تھا۔ آیت تیزی

سے پلٹی اور تبھی پیچھے سے آتے کانوں میں ائیر پوڈز ڈالے، سیاہ ہُڈ اور سیاہ پینٹ والے شخص سے بُری طرح ٹکرائی۔ کراہ کر اپنا شانہ ہلائے بغیر، اُس شخص کو دیکھے اور اُسکا شکریہ ادا کیئے بغیر وہ تیزی سے پیچھے بھاگی۔ حصار میں پَل بھر کے لیئے سِمت آتی خوشبو پر شَل رہ جاتے معارِج سکندر نے چہرہ پھیر کر اُس شخص کو دیکھا اور پھر آنکھوں میں ڈھیروں سنجیدگی اور تنفر لیئے وہ اُس بوکھلاتے، گھبراتے شخص پر پِل پڑا۔ وہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ اُسکو کہاں لگی ہے۔ کوئی جُنون سا تھا جِس نے سوار ہوتے ہی وہ اندھا دُھند اُس پر لاتوں اور گھونسوں کی برسات کیئے ہوئے تھا۔ چیخ چلا کر بے حال ہوتے شخص کو آخری مُہلک ٹھوکر ماری کر جیب سے ہینڈ کَفس نکال کر قریبی مضبوط لوہے کے دروازے سے باندھ دیا اور ائیر پوڈز سے دوسری جانب موجود دِلاور کو اطلاع کر کے تیز قدموں سے راہداری کی جانب بڑھا جہاں سے وہ بھاگی تھی تبھی اُسکی نگاہ سائیڈ پر پڑی سفید سینڈل تک گئی جو یقیناً اُسکی ہی تھی اور بھاگنے کے دوران اُسے لینے کے لیئے ٹھہری تک نہیں تھی۔ جُھک کر سینڈل اُٹھا کر وہ تیز قدموں سے بھاگا اور تبھی وہ اُسکو لڑکھڑا کر دیوار کی اُوٹ میں ہو کر کھڑی نظر آئی۔ گہرا سانس لے کر وہ اُس تک گیا اور پھر نیچے جُھک کر بیٹھتے ہوئے اُسکے پاؤں کے عین پاس جوتا رکھا۔ چونکتی آیت نے چہرہ جُھکا کر دیکھا اور عین اُسی لمحے معارِج سکندر نے چہرہ اُٹھایا۔ نظروں کا ایک بار پھر گہرا ٹکراؤ ہوا۔ سیاہ آنکھیں، سُنہری، بھیگی، خوف سے پھیلی، حزن میں مُبتلا آنکھوں کو دیکھ کر لرزیں۔ دِل نے بڑی شدت سے کروٹ یوں بدلی تھی کہ معارِج سکندر کو ٹھیس دماغ تک جاتی محسوس ہوئی۔ اُسے معلوم تھا کہ آج اُسکا نِکاح ہے تو وہ یہاں بازار میں کیا کر رہی تھی؟ پلکوں کی باڑ کو توڑ کر نکلنے کو بے قابو ہوتے آنسو کو بامُشکل اندر دھکیل کر پیچھے ہوتے ہوئے اُس نے سینڈل تیزی سے پہنا۔ معارِج سکندر نے کھڑے ہو

کر جیسے کہی نظریں پھیریں نگاہ اُسکے بازو سے اکھڑے کپڑوں پر ٹھہری اور اُسی تیزی سے، آیت کو محسوس کروائے بغیر پھیر کر اُس نے ہُڈ اُتارا۔ بھاگتے ہوئے شاید کہیں اُسکا بازو لگا تھا۔ معارج نے جیسے ہی قدم آگے بڑھائے، آیت جو زمین کو دیکھ رہی تھی، تیزی سے پیچھے ہوئی اور پھر اپنے کندھوں پر ہُڈ محسوس کر کے اُس نے خود سے ایک قدم دُور آ رُکے سنیکرز کو دیکھا۔ کہیں دِل کا نظام سارا اتھل پتھل ہو گیا تھا۔ معارج دُور ہو کر قدرے رُخ بدل کر کھڑا ہوا۔ صاف ظاہر تھا اُسے دیکھنے سے احتیاط برتا جا رہا ہے۔ آیت کی اُس چہرے تک جاتی نگاہ، بازو تک گئی اور پھر تعجب سے ساکن ہوئی۔

"یہ۔۔۔ یہ آپکے بازو پر کیا ہوا ہے؟" وہ نشان پُرانا لگ رہا تھا مگر اِتنا بھی پُرانا نہیں تھا کہ دیکھنے والا تشویش کا شکار نہ ہوتا۔ وہ کسی زخم کا نشان تو نہیں لگ رہا تھا۔ دیکھنے والی آیتِ تطہیر تھی سو اُسکی پریشانی جائز تھی۔

"یہ۔۔۔ گولی لگی تھی۔" چونک کر چہرہ پھیر کر نشان کو دیکھ کر اُس پر اُنگلی پھیرتے ہوئے کہا۔ لہجے میں بے پرواہی تھی۔ جیسے یہ نشان اَب معنی نہ رکھتا ہو جبکہ آیتِ کا کلیجہ مُنہ کو آ گیا۔ سُنہری آنکھیں بے یقینی سے پھیل کر معارِج سکندر کو دیکھے گئی جو اُسکے علاوہ اِردگرد کی ہر شے کو دیکھ رہا تھا۔

"کیسی گولی؟" وہ جانتی تھی اُسے توجہ نہیں چاہنی چاہیئے کم اَز کم سامنے کھڑے شخص کی تو بالکل بھی نہیں۔ مگر دِل پر کسی کا زور نہیں چلتا۔ وہ بھی دِل کے آگے بے بس اور مجبور ہو گئی تھی۔

"سنائپر کی۔" کچھ توقف کے بعد اُسی بے نیازی سے جواب آیا۔ سُنہری آنکھیں ایک بار پھر اپنے حُجم سے کئی گُنّا پھیل کر اُس شخص کو دیکھے گئیں جسکے لیئے اپنی تکلیف معمولی تھی۔

"آپ۔۔۔کا آج نکاح۔۔۔؟" اپنی بے چینی اور اِضطراری کیفیت پر ہر ممکن قابو پا کر لہجہ سرسری رکھ کر پوچھنا چاہا مگر جملہ مکمل نہیں کر سکا۔

"رات کو ہے۔"یونہی اُسکو بے دھیانی سے دیکھتی آیت نے آہستگی سے کہا جبکہ معارِج نے چونک کر چہرہ پھیرا۔وہ اَب اُسکی توجہ لینے میں کامیاب ہوئی جب توجہ نہیں چاہی گئی۔ آیت کی نظریں تیزی سے بدلیں جبکہ معارِج کتنی دیر تک اُس چہرے سے نظر نہیں ہٹا سکا۔

"اللہ مُبارک کرے۔"لمحے کے توقف کے بعد پھر سے نظریں پھیر کر اپنی موت آپ مر جاتی ہمت کے راکھ ہوتے وجود کو سمیٹ کر اُسکی جانب مکمل پُشت کر کے آہستگی سے کہا گیا۔

"جزاک اللہ!" آیت نے اُس سے بھی آہستگی سے کہا اور تبھی کوئی آیت کے عقب سے اُسکو دھکا دے کر نکا۔خوف سے سپید پڑتے وجود کے ساتھ آگے ہوتے ہوئے اُس نے اپنے لرزتے ہاتھ، اپنی جانب پُشت کر کے کھڑے معارِج سکندر کے شانے پر رکھ کر معارِج سکندر کو ششدر کر دیا۔وہ جو جھٹکا کھا کر پلٹنے لگا تھا، اُن لرزتے ہاتھوں کی لرزش اور کپکپاہٹ پر سُن رہ گیا۔وہ اُسکے یوں غیر اہم لوگوں سے بھی خوفزدہ ہو جانے پر اندر تک خالی ہونے لگا اور وہ لرزتا، کانپتا لمس ہمیشہ کے لیئے معارِج سکندر کے توانا، مضبوط شانوں اور سُکڑ کر پھیلتے، تکلیف سے بوجھل ہوتے دِل پر نقش ہو گیا تھا۔

"اکیلی آئی ہیں آپ؟" کچھ دیر کے بعد اِحساس ہونے پر وہ جیسے ہی پیچھے ہوئی، معارِج نے اُسکی شرمندگی کو زائل کرنے کے لیئے پلٹے بغیر پوچھا۔

"جی!" ذہن میں سعد کی بے پرواہی ایک بار پھر سے تازہ ہوئی تو وہ خود کو کہنے سے روک نہیں سکی۔

"آئیں میں آپ کو محفوظ جگہ پر چھوڑ آؤں۔" اُسے آگے چلنے کا اِشارہ کر کے نرمی سے کہتے ہوئے وہ خود پیچھے ہوا۔ وہ جو اِنکار کرنے کا اِرادہ رکھتی تھی اُس تحفظ، اُس احسان اور ہمدردی پر اِنکار نہیں کر سکی۔ وہ کندھے پر لٹکائے بیگ کی سٹریپ مضبوطی سے تھامے آگے بڑھ رہی تھی اور معارِج سکندر چہرہ جُھکائے اُن قدموں کے نشانات پر۔ آگے چلتی آیت نے بیگ سے کھانے کی کسی چیز کا پیکٹ نکال کر کھولا اور پھر ٹھہری۔ پیچھے چلتے معارِج سکندر کو بھی ٹھہرنا پڑا۔ چہرہ اُٹھا کر ناسمجھی سے اُسکو دیکھا اور پھر اُسکے ہاتھ میں کھلی ہوئی روسٹڈ مونگ پھلی کے پیکٹ کو۔

"ایم سوری! مُجھے مونگ پھَلی سے اِلرجی ہے۔" اُسکے نرمی سے معذرت کرنے پر آیت نے پریشانی سے ہاتھ جِس تیزی سے بوکھلا کر پیچھے کیا۔ اِتنی پریشانی اور اِضطراب میں بھی معارِج کے چہرے کو مُسکراہٹ دوڑ گئی۔ اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی۔ خود کو حیرانگی سے پُکار نے جانے پر چونک کر پلٹی۔

"آیت!" اُس پُکار پر معارِج نے بھی پلٹ کر دیکھا اور سامنے کھڑے شخص کی آنکھوں میں جو کچھ تھا اُس پر معارِج سکندر کو کچھ بہت بُرا لگا تھا مگر وہ سمجھ نہیں سکا۔

"اَسفر! تم یہاں؟" آیت کے یوں **"تم"** کہے جانے پر معارِج نے آیت کو دیکھا۔ چہرے کی سنجیدگی واپس لوٹ آئی تھی۔

"شاپنگ کرنے آئی ہو؟" اَسفر کی آنکھوں اور لہجے میں جو تھکاوٹ تھی اُسکو معارِج سکندر کے دِل نے پل بھَر میں بھانپ لیا تھا۔ شاپنگ کے ذکر پر آیت نے چہرہ جُھکا کر تیزی سے اپنے خالی ہاتھوں کو اور

پھر بوکھلا کر اِرد گرد دیکھا۔ اگر معارِج سکندر اور اَسفر مُجیب ایک دوسرے کو گھورنے کے بجائے آیت کو دیکھ رہے ہوتے تو ضرور اُسکی بوکھلاہٹ پر پریشان ہوتے۔

"یا اللہ!" آیت کے خوفزدہ بوکھلاہٹ پر اُن دونوں نے ایک ساتھ آیت کو دیکھا جو سَر پر ہاتھ رکھے اِدھر اُدھر پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔

"سب خیریت، تطہیر؟" معارِج تیزی سے آگے آیا جبکہ اَسفر مُجیب اُس نام، اُس انداز، اُس تفکر پر کہیں اندر تک ساکن ہوا۔

"میرا سامان۔۔۔چچا میرا قتل کر دیں گے۔" بھیگتے لہجے اور آنکھوں سے اَسفر مُجیب کے بجائے معارِج سکندر کی جانب پلٹ کر روہانسے لہجے میں کہا گیا۔ اَسفر نے ٹھہر کر اُسکو دیکھا جو سالوں کی دوستی اور شناسائی بُھلائے اُس اجنبی کو اپنا دُکھ بتا رہی تھی۔ اُسکے لیئے اَسفر مُجیب عدم ہو گیا تھا۔

"کہیں گِر گیا کیا؟" اُسکی تشویش پر سُنہری آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر موتیوں کی صورت پھسلے اور اِس معصوم بےساختہ انداز میں اثبات میں سَر ہلایا کہ معارِج سکندر کا سانس کہیں دِل کے اندر ہی اٹک کر رہ گیا۔ اُسے سانس واپس لینے میں بہت دُشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ اَسفر بےحد غور سے آیت اور اُس انجان شخص کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"اَب۔۔۔میں کیا کروں۔۔۔؟" لرزتے لہجے کے ساتھ بےبسی سے سوال آیا۔ معارِج نے بامُشکل نگاہ اور دِل چُھڑا کر کانوں میں لگے پوڈز پر ہاتھ مارا۔ اُسے معلوم تھا کہ دِلاور ابھی یہیں ہے۔

"دِلاور! کچھ شاپنگ بیگز گم گئے ہیں۔ جلدی سے ڈھونڈ کر مجھے اِنفارم کرو۔" اُسکی پریشان آواز پر دِلاور جو کچھ کہنے والا تھا ٹھٹکا۔ آیت یونہی بھیگتی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی۔

"سَر! مجھے ابھی ہی ملے ہیں اور میں قریبی شاپ رکھوانے جا رہا تھا۔" دِلاور نے کہہ کر معارِج کے دِل کو ڈھارس پہنچا دی مگر نہیں پہنچانی چاہیئے تھی۔ جانتا تھا اُس میں دِل میں بستی لڑکی کے نکاح کا جوڑا ہو گا تبھی تو وہ اِتنا پریشان ہو گئی تھی۔

"جلدی سے لے کر آخری دکان کی بیک سائیڈ پر آؤ۔" کہہ کر اُس نے آیت کو چونکایا۔ لڑکھتے آنسو وہیں ٹھہر گئے۔

"آپ کا سامان میرا دوست لے کر آ رہا ہے۔" نرمی سے کہہ کر اُس نے آیت کے مُردہ وجود میں زندگی پھونک دی۔ گہرا تشکر بھرا سانس لے کر بے جان ہوتے قدموں کے ساتھ پیچھے پڑے بینچ پر بیٹھ گئی۔ معارج تفکر سے بے اِختیار آگے بڑھا۔ اُسکا اِضطراب اور بے چینی اَسفر کی جہاندیدہ، جذبے شناس آنکھوں سے چھپائے نہیں چھپ رہا تھا۔

"تم سعد کے ساتھ آئی تھی تو وہ کہاں ہے؟" سَر جھٹک کر اَسفر نے آگے آ کر پوچھا جبکہ معارِج نے بے طرح چونک کر اَسفر اور پھر آیت کو دیکھا۔ اُس نے تو کہا تھا کہ وہ اکیلی ہے۔

"معلوم نہیں۔ کوئی دوست مِل گیا تو رش میں۔۔۔" اُس نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا۔ معارِج سکندر نے چہرے کے آہنی ہوتے تاثرات پر چہرہ تیزی سے مُخالف سِمت پھیر کر دونوں ہاتھوں کی مُٹھیاں سختی سے بھینچ لیں۔ اُسکے دائیں بازو کی پھولتی نسیں اور سختی سے بھینچ رکھی مُٹھی کو اَسفر نے چونک کر بغور

دیکھا۔وہ شخص اچھا خاصہ توانا، مضبوط قدوقامت کا مالک تھا۔ہاف سلیو سے جھلکتے مضبوط بازو، چوڑے شانے، کسرت سے کیئے جانے والے ورک آؤٹ کی جانب اِشارہ کر رہے تھے۔اچھا خاصہ بوڈی بِلڈر شخص نہ جانے کِس پیشے سے مُنسلک تھا جو اِتنا خود کو شدید فِٹ رکھا ہوا تھا۔

"اِسی لیئے کہا تھا مُجھ سے شادی کر لو۔"کچھ سوچ کر اُس نے تیزی سے کہتے ہوئے آیت اور معارِج دونوں کو چونکا دیا۔آیت نے حیرانگی سے ششدر ہو کر اَسفر کو دیکھا۔اُسے اَسفر سے اِس بات کی، اِیسے موقعے پر کہی جانے کی بالکل اُمید نہیں تھی۔اَسفر بہت عزت کرنے والا، ریزرو سا شخص تھا۔ معارِج کی ناگوار نظروں میں کچھ اِیسا سخت، جما دینے والا تاثر تھا کہ اُس نے کھنکار کر چہرہ پھیر لیا۔ معارِج سکندر کے یقیناً ستارے گردش میں تھے تبھی اُسے ایک کے بعد ایک اِیسے لوگ مِل رہے تھے جنہیں دیکھ کر اُسکا پہلے سے زخمایا ہوا دِل مزید دُکھ رہا تھا۔

"معارِج!" دُور سے آتی پُکار پر اُس نے تھکتی، دُھکتی آنکھیں بامُشکل کھول کر چہرہ سیدھا کیا۔وہ آواز عروج کی آواز تھی۔

"یہاں ٹیرس پہ کیوں سو رہے ہو؟" اُسکی حیرانگی پر معارج گود میں پڑی گلاسز پہن کر تیزی سے سیدھا ہوا۔وہ کب یہاں ٹیرس میں آ کر بیٹھنے کے بعد نیند کی وادی میں اُترا، اُسے خود خبر نہیں ہو سکی تھی۔

✓دیارِ خواب تھا، تُو تھا، تمام دنیا تھی

کسی نے مُجھ کو جگایا تو میں اکیلا تھا۔۔۔

(خالد ندیم شانی)

دوسری جانب صبح چار بجے، نماز پڑھنے کے لیئے اُٹھتی آیت تطہیر گیسٹ روم کے پاس سے جاتے ہوئے ٹھٹکی۔ کمرے کا دروازہ ہلکا سا کُھلا ہوا تھا۔ اُسے یاد تھا کہ کل اُس نے یہ دروازہ یونہی کُھلا دیکھا تھا مگر کیا وہ۔۔؟ تیزی سے قریب پہنچ کر اُس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر گہرا سانس لیا۔ خالی کمرہ اپنے مکین کے نہ ہونے کی گواہی چیخ چیخ کر دے رہا تھا۔ بستر سے ہوتی ہوئی اُسکی نگاہ کھلی کھڑکی تک گئی۔ روز رات کو سُلطان خان باہر کودنے کے بعد یاد سے یہ کھڑکی بند کرتا تھا مگر شاید کل عُجلت کی وجہ سے وہ کھڑکی بند کرنا بُھول گیا تھا۔ اندر کمرے میں آ کر کھڑی کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے آیت کتنے ہی پل ساکن کھڑی وہاں دیکھتی رہی۔ تو کیا وہ یونہی ہمیشہ اُسکی نیندیں حرام کر کے خود غضنفر احمد حویلی میں دلکش خوابوں والی پُرسکون نیند سوتا رہے گا؟؟؟

✓حیراں ہوں کیوں دیر پشیماں سا لگے ہے

سایہ جو میرے قد سے گُریزاں سا لگے ہے

اِک وحشتِ جاں ہے کبھی صحرا، کبھی زِنداں

اِک عالمِ دِل ہے کہ بہاراں سا لگے ہے

پندار نے ہر بار نیا دِیپ جَلایا

جو چوٹ بھی کھائی ہے وہ احساں سا لگے ہے

کچھ سوچ کے کہنا کہ ہمیں حرفِ تسلی

تازہ ہو اگر زخم تو پیکاں سا لگے ہے

کیا آس تھی دِل کو کہ ابھی تک نہیں ٹوٹی

جھونکا بھی ہوا کا ہمیں مہماں سا لگے ہے

آنچل کا جو تھا رنگ، وہ پلکوں پہ رَچا ہے

اب کوئی بھی موسم ہو، گُل اَفشاں سا لگے ہے

خُوشبو کا یہ اندازہ بہاروں میں نہیں تھا

پَردے میں صبا کے کوئی اَرماں سا لگے ہے

سونپی گئی ہر دولت بیدار اُسی کو

یہ دِل جو ہمیں اَب بھی ناداں سا لگے ہے

تُجھ کو بھی اَدا جُراتِ گُفتار مِلی تھی

تُو بھی مُجھے اِک حرفِ پریشاں سا لگے ہے۔۔۔

(اَدا جعفری)

****

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَّلامُ عَلَيْكُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی گئ۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چُوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگرز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: **Novelskiduniya77)**

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(**پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو**) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

"کیا اِتنی گہرائی سے سوچا جا رہا ہے؟" سیف، ھُود اور دِلاور کی آمد بھی اُسکو خیالات سے باہر نہیں لا سکی تھی تبھی سیف نے قریب آ کر ٹیبل بجاتے ہوئے اچھنبے سے سوالیہ کیا تو وہ چونک کر اُن تینوں کو دیکھنے لگا جو اُسے تشویش سے دیکھ رہے تھے۔

"پریشانی کی بات ہے کوئی؟" اُسکو یونہی خاموش دیکھ کر ھُود نے اُسکے مُقابل بیٹھ کر نرمی سے پوچھا۔ لاکھ اِختلاف اور جھگڑے ہوں مگر یہ بھی سچ تھا کہ سُلطان بھی اُسے معارِج کی طرح ہی عزیز تھا۔ سُلطان نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا اور پھر اثبات میں سَر ہلایا۔ھُود نے ابرو تعجب سے اکھٹے ہوئے جبکہ سیف اور دِلاور نے ایک دوسرے کو حیرانگی سے دیکھا۔بات حیرانگی کی ہی تھی کیونکہ سُلطان خان کبھی بھی اپنے مسئلے اور پریشانیاں اُن لوگوں کو نہیں بتاتا تھا کیونکہ جانتا تھا کہ اُسکی ایک ایک بات معارِج سکندر تک پُہنچ جاتی ہے۔

"مُجھے کچھ دِن کے لیے جانا ہو گا۔"اُسکی واضح بات پر ھُود کے ساتھ سیف اور دِلاور کے چہرے کا رنگ بدلا۔ھُود نے بغیر کچھ کہے تیزی سے جیب سے سیل فون نکال کر کیلنڈر کھولا اور پھر تاریخ کے ریمائنڈر پر جلی حروف میں

'Sikander Uncle and Aunty's Death Anniversary'

لکھا دیکھ کر سیدھا ہوا۔چہرہ پھیر کر اُس نے پریشانی سے سیف اور دِلاور کو دیکھ کر سُلطان کو دیکھا جو بے حد مضمحل اور مُضطرب لگ رہا تھا۔بے ترتیبی سے بکھرے بال اور عجیب اول جلول سا حُلیہ یہ باور کروانے کو کافی تھا کہ اُسکو آیتِ تطہیر کی فکر ہے ورنہ آج سے پہلے وہ یوں خاموشی سے دبے پاؤں منظر سے غائب ہو جاتا تھا کہ اِتنے دِن تک اُنہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سُلطان خان جا چُکا ہے۔

"مِس آیت کے لیے پریشان ہو رہے ہو؟" سیف نے آگے بڑھ کر ھُود کے برابر کرسی سنبھالتے ہوئے فکرمندی سے سوال کیا۔

"ہمم! اُسے پہلے ہی میرا گھر میں راتوں کو نہ ٹھہرنا ٹھٹکا رہا ہے۔" اُسکے مدہم لہجے پر اُن تینوں نے ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھا کیونکہ بات واقعی پریشانی والی تھی۔

"تمہیں کِس نے کہا تھا کہ آیت کو پروپوز کرو؟" ھُود نے تفکر سے جُھنجھلا کر کہا اِتنے سالوں سے سب مُشکل سے ہی سہی مگر نارمل اور ٹھیک جا رہا تھا اور اَب سُلطان صاحب نئ مُصیبت کھڑی کرنے کے چکر میں تھے۔

"میں نے نہیں کیا۔" اُسکی تیز وضاحت پر ھُود نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"تو پِھر؟" دِلاور اُسکے برابر پُھرتی سے سوال کر کے آیا۔ سُلطان نے تکان بَھری سبز آنکھوں سے اُن تینوں کے سوال مانگتے چہروں کو دیکھا۔

"مُجھے تطہیر نے پروپوز کیا تھا۔" اُسکی اگلی بات، اِنکشاف نہیں دھماکہ تھا۔ وہ تینوں حیرت کی زیادتی سے ششدر ہو کر اپنی جگہ سے حقیقتاً اُچھل پڑے۔

"کیا۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو؟" ھُود نے آگے ہو کر بوکھلاتے ہوئے حیرانگی سے کہا۔ سُلطان نے جِس طرح کچھ کہے بغیر اثبات میں سَر ہلایا چونک اُٹھتا ھُود ٹھہر کر اُسکو سنجیدہ، اندر تک اُترتی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اور وہ تمہیں کیوں پروپوز کرے گی؟" ھُود کے یَک دَم سنبھلتے، سنجیدہ سوال پر سُلطان خان پہلی بار ٹھٹکا۔ چہرے کا رنگ اُس سوال پر تیزی سے پھیکا پڑا جو اُسکے اِردگرد بیٹھے اُسکے دوستوں سے مُخفی نہیں رہا تھا۔ اپنے چہرے کے تاثرات پر اُسے معارِج سکندر کی طرح دسترس حاصل نہیں تھی مگر پھر بھی سنبھل کر جِس بے پرواہی سے اُس نے شانے اَچکائے، ھُود اِبراہیم مُٹھیاں بھینچ کر ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا بکواس کہی ہے تم نے مِس آیت سے؟" اُسکے تیز، سخت لہجے کے استفسار پر سیف اور دِلاور بھی پریشانی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جانتے تھے کہ ھُود معارِج سکندر کے معاملے میں کِس قدر حساس ہے۔ اگر سُلطان نے کبھی بھی کچھ اِیسا کیا کہ معارِج سکندر کو اُس سے تکلیف ہو اِس پر ھُود، سُلطان خان کے قتل سے بھی دریغ نہ کرتا مگر مسئلہ سارا یہی تھا کہ وہ سُلطان خان کا قتل نہیں کر سکتا تھا جِس کا وہ کمینہ بَھرپور ناجائز فائدہ نہ جانے کب سے اُٹھاتا آ رہا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں اُس سے کوئی بکواس کر سکتا ہوں؟" اُسکے جواب کے بدلے کیئے جانے والے سوال میں کچھ اِیسا تھا کہ ھُود کتنی ہی دیر تک اُن سبز آنکھوں میں دیکھتا رہا اور پھر گہرا سانس لے کر پلٹا۔

"تم مِس آیت کو کچھ دِن کے لیئے پھر سے ہاسٹل ڈراپ کر دو۔" دِلاور کے کہے جانے پر سُلطان نے بے اِختیار نفی میں سَر ہلایا۔

"میں اُسکو ایک پُرسکون، تحفظ دیتی چھت دے کر چھین نہیں سکتا۔وہ اُس گھر میں بہت سکون سے رہ رہی ہے۔"سُلطان کے جواب میں کچھ تھا جسے محسوس کر کے ھُود نے پلٹ کر اُسکو دیکھا اور ھُود کی گہری، کھوجتی نظروں پر اُسکے گلے کی گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی۔

"تو پھر؟" سیف نے پریشانی سے سوال کیا۔اُنکی فکرمندی کے بَرخلاف ھُود بہت غور سے سُلطان کے چہرے کے پُرسوچ اُتار چڑھاؤ کو دیکھ رہا تھا۔اُسکی نظروں سے بے نیاز سُلطان خان کے چہرے اور دِل میں سِمٹتی بے چینی اور اِضطراب کی کوئی حد نہیں تھی۔اُسکو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ آیت سے کیا کہے؟ کونسا اِیسا جواز پیش کیا جائے جِس سے وہ اُسے لے کر مشکوک ہونے کے بجائے مطمئن ہو جائے؟؟ اُسکے منظر سے ہٹ جانے سے کم اَز کم وہ کچھ دِن سکون سے تو گُزار لے گی کیونکہ اُسکی ذاتی، پُراِسرار اور پُرخار زندگی میں جھانکنے کی نہ سُلطان خان اُسے اِجازت دینے والا تھا اور نہ آیتِ تطہیر کا اِیسا کوئی اِرادہ تھا۔اُسے سُلطان خان کے نجی معاملات میں دخل اندازہ کرنے کا کوئی شوق نہیں تھا کیونکہ وہ۔۔۔وہ آیتِ تطہیر کے دِل کا مکین نہیں تھا کہ اُسکے لیئے پریشان ہو کر، مُضطرب ہوا جائے مگر پھر بھی سُلطان خان اُسے اپنی جانب سے متفکر اور اُلجھن کا شکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

✓تعزیت کیجیئے کہ ایک موجِ طرب لے ڈوبی

ہم نے جِس رَنج کو پالا تھا بڑے نازوں سے۔۔۔

"میری ماں! کتنی بار کہوں کہ مت معذرت کرو اِتنی۔"وہ کوئی دو گھنٹے سے رو رو کر ہلکان ہوتی صدف کو یہ بات کہہ چکی تھی مگر اُسکی سُوئی تو جیسے ایک ہی جگہ اٹک گئی تھی۔

"تمہیں معلوم ہے نہ میں تمہارے بھائی کو پسند نہیں کرتی تو میں بہت خوش ہوں صدف کہ میری شادی نہیں ہوئی اَسفر سے۔"اُسکے مطمئن لہجے میں کہی جانی والی بات پر صدف کہ آنسو ٹھہر گئے۔ پریشانی میں یہ بات تو ذہن سے محو ہی ہو گئی تھی۔

"سچ کہہ رہی ہو نہ؟" وہ جانتی تھی کہ آیت کو اُسکا بھائی نہیں پسند تبھی اُس نے آیت کو بہت سوچنے سمجھنے کا بھی کہا تھا مگر اُسکو یوں مُشکل وقت میں چھوڑ کر اپنی ماں، بہن کے لیئے واپس چلے جانے والے بھائی کی وجہ سے وہ اپنی بہن جیسی دوست سے بے حد شرمندہ تھی۔

"قسم اللہ کی سچ کہہ رہی ہوں۔میں بہت خوش، پُرسکون اور مطمئن ہوں۔"اُسکا لہجہ اِس قدر ہشاش بشاش لگ رہا تھا کہ صدف ٹھٹک گئی۔

"تم ہاسٹل میں ہی رہ رہی ہو نہ۔۔۔میں تمہاری طرف آ رہی ہوں۔"صدف کے کہے جانے پر وہ چونک گئی۔جانتی تھی کہ صدف کا بس نہیں چل رہا ورنہ اُڑ کر اُس تک پہنچ جاتی۔

"چُپ کر کے گھر پر رہ کر آنٹی کا خیال رکھو۔میں یہاں بالکل محفوظ ہوں۔اِس لیئے تم نے میرے لیئے اَب بالکل پریشان نہیں ہونا۔"اُسکے دو ٹوک انداز پر صدف نے آنسو پونچھے۔

"میں مُظفر آباد کے لیئے نکل آئی ہوں۔امی کے پاس ساریہ بھابھی ہیں اور میں امی کو بتا کر آ رہی ہوں۔بس ایک ہفتہ اپنی تسلی کے لیئے تمہارے پاس رہوں گی۔"اُسکو انداز پر آیت نے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔صدف کو سمجھانا مُشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔

"تمہیں سمجھانا اور اونٹ کو رکشے میں بٹھانا، برابر ہے۔"آیت کے کلس کر کہنے پر صدف کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ساری پریشانی اور تفکر پل بھر میں تحلیل ہو گیا۔

"ہاں! نہ اونٹ نے رکشے میں بیٹھنا ہے اور نہ میں نے سمجھنا ہے۔"صدف کی مُسکراتی آواز پر آیت بھی مُسکرا دی۔

"اونٹ پھر کسی نہ کسی طرح رکشے میں بیٹھ جائے گا مگر تمہیں سمجھانا بے کار ہے۔کب تک پُہنچو گی یہاں؟" اُسکے ہار مانتے انداز پر صدف نے مُسکراہٹ دبائی۔

"بس دو گھنٹوں میں، اِنشاءاللہ!" اُسکی اطلاع پر آیت کی نگاہ ہال کی دیوار پر لگی وال کلاک تک گئی۔اسلام آباد سے آزاد کشمیر کا راستہ تقریباً تین، چار گھنٹوں پر مُشتمل ہے اگر ہزارہ موٹر وے سے آیا جائے اور یقیناً وہ وہیں سے آ رہی تھی۔

"اِنشاءاللہ! خیریت سے پہنچو۔"وہ جو اُسے اپنے نِکاح کا بتانے والی تھی، موضوع بدل گئی۔جب صدف سامنے ہو گی تبھی تفصیل سے، سہی طریقے سے بات ہو سکتی ہے اور سُلطان کا کیا معلوم وہ بھی تب تک گھر آ جائے۔الوداعی کلمات کہہ کر سیل فون ٹیبل پر رکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔اُسکا اِرادہ صدف کے لیئے کچھ اچھا سا کھانا تیار کرنے کو تھا۔کچن کی جانب آنے سے پہلے اُس نے ایک نظر سُلطان کے

بند کمرے کو دیکھا اور پھر سر جھٹک کر اوپن کچن کی جانب آئی۔اگر اُسے پرواہ نہیں تھی تو آیت کو کیا ضرورت ہے خوامخواہ اُسکے نجی معاملات کی ٹوہ لینے کی۔جب وہ اُسکو کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا وہ بھی اَب لاتعلق رہے گی۔سَر جھٹک کر کھٹا کھٹ سبزیاں سلاد کٹنگ بورڈ پر کاٹتے ہوئے جیسے سارا غصّہ اُتارا جا رہا تھا مگر اُسکے اندر کی جُھنجھلاہٹ کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔طیش تھا کہ کسی بھی پل باہر اُبل کر آ سکتا تھا۔اُس نے اپنے غصے، بے چینی، اُلجھن، اِضطراب جیسے لاتعداد بےنام جذبات کو بامُشکل خاموش کروایا ہوا تھا تبھی گاڑی کا ہارن بجا مگر وہ کان لپیٹ کر اُسی طرح کام کرتی رہی۔

"ہے نہ چابی۔خود ہی کھولتا رہے۔"بڑبڑا کر ہاتھوں کی رفتار میں مزید تیزی آئی۔کچھ ہی دیر بعد ہال کا دروازہ کُھلا اور پھر کچن سے آتی اُٹھک پٹھک کی آوازوں پر قدم نا سمجھی سے کچن کی سِمت آئے۔اوپن کچن کاؤنٹر میں کام میں پوری طرح منہمک آیت نے قریب آتے قدموں پر چہرہ اُٹھا کر اُسے نہیں دیکھا جو کاونٹر ٹاپ پر دونوں ہاتھ رکھ کر جُھکتے ہوئے اُسکو دیکھنے لگا تھا۔

"اسلام و علیکم!" اُسکو یونہی مصروف دیکھ کر سُلطان خان کو ہی پہل کرنی پڑی مگر دوسری جانب اُس پر واپس سلامتی بھیجنے کا کوئی اِرادہ نہیں لگ رہا تھا۔

"تم تو سلام کے جواب سے بھی گئی۔"کچھ دیر پہلے کا اِضطراب اور کشمکش کا سُلطان کے چہرے سے کوئی واسطہ نہیں لگ رہا تھا۔آیت نے چُھری کٹنگ بورڈ پر رکھ کر سنجیدگی سے نگاہیں اُٹھائیں اور اُن نظروں پر جُھکا سُلطان تیزی سے پیچھے ہوا۔وہ آنکھیں قیدی کو اَسیر کر دینے کی طاقت رکھتی تھیں اور سُلطان خان قیدی تو بن سکتا تھا، اَسیر نہیں۔

"جب تم مجھے سلامتی کا موجب نہیں سمجھتے تو میرے جواب سے تمہیں کیا سروکار۔" بہت سے سوالات، اُلجھنیں اور جذبے اندر ہی کہیں مدفون کر کے سلامتی کا جواب دیا گیا۔ سبز آنکھوں کے قریب گھنی سیاہ بھنویں تعجب اور دلچسپی سے اکھٹی ہوئیں۔

"کِس کافر نے کہہ دیا اِیسا؟" انداز صاف مُسکراتا ہوا تھا۔

"تمہارے ہر عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے اور یہاں ہے کون جو مُجھ پر ظاہر کرے۔" اُسکے اندر کا اُبال کسی اور صورت، مُختلف الفاظ کے ساتھ باہر نکل رہا تھا۔ اُسکے چہرے کی سنجیدگی پر سُلطان خان کے چہرے کی مُسکراہٹ سِمٹی۔ پھر سے اُسکی آنکھوں میں پریشانی اور سوچ کے سائے لہرانے لگے۔

"واللہ! اِیسا کچھ نہیں ہے، تطہیر۔" اُسکے نرم، مدھم لہجے پر آیت نظریں پھیر کر پلٹ کر جلتے چولہے تک گئی۔ دیگچی کا ڈھکن کھول کر بریانی میں چمچہ ہلایا۔ ڈھکن کُھلنے سے بریانی کی اِشتہا انگیز خوشبو سارے گھر میں پھیلنے لگی۔ سُلطان نے بےساختہ آنکھیں موندتے ہی اُس خوشبو کو روم روم میں اُترتے محسوس کیا۔ یہ خوشبو بالکل اُسکے ماں کے کھانوں سے آنے والی خوشبو جیسی تھی۔ اِس خوشبو کا تو کہیں کوئی نعم البدل نہیں ہوا کرتا تھا۔ اِیسا اُسکا اور معارِج کا یقین تھا لیکن اِس خوشبو نے اُسکی قوتِ شامہ کی ہر حِس کو جھنجھوڑ دیا۔ چہرے کا رنگ تیزی سے ماند ہوا۔ کنپٹی کی نس پھڑپھڑائی۔ چکراتے سَر پر ہاتھ رکھ کر وہ تیزی سے پیچھے ہوا۔

"تم اپنے گھر میری وجہ سے آتے نہیں ہو۔ تمہیں نہیں معلوم میں کِس قدر یہاں رہتے ہوئے شرمندہ محسوس کرتی ہوں۔ اگر تم نے یونہی ہر وقت غائب رہنا ہے تو مجھے بتاؤ میں۔۔۔" وہ جو گہرا سانس لے

کر کہے جا رہی تھی، کسی احساس پر ٹھہری کر پلٹی اور پھر اُن سُنہری آنکھوں کی پُتلیاں تیزی سے پھیلیں۔

"معارِج!" چلا کر وہ اُسکی جانب کانپتے وجود، دھڑکتے دِل اور سَرد پڑتے چہرے کے ساتھ بھاگی مگر سُلطان خان تک اُسکی وہ دِل کو چیرتی پُکار نہیں پُہنچ سکی تھی کیونکہ وہ پورے قد سمیت زمین بوس ہو گیا تھا اور یہ سُلطان خان پر قدرت کا اِنعام ہی تو تھا۔

"معارِج۔۔۔!معارِج۔۔۔"کانپتے لہجے سے اُسکو اُٹھانے کی کوشش میں ہلکان ہو کر نڈھال ہوتی وہ ایک ہی نام پُکارے جا رہی تھی۔وہ نام جو دِل کی دَھڑکنوں کو رواں رکھنے کا موجب تھا۔جو ہمیشہ، ہر آنے والے سال، ہر موسم میں دِل پر حکمران رہا تھا۔اُن بند آنکھوں، سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر اُسکو اپنا دِل بند ہوتا محسوس ہونے لگا۔وہ اُس اِتنے توانا شخص کو اکیلے نہیں اُٹھا سکتی تھی۔اچھا خاصا زور لگانے کے بعد پُھولتی سانس، پسینے سے تر چہرے اور ننگے پیروں کے ساتھ وہ ٹیبل کی جانب بھاگی جہاں اُسکا سیل فون پڑا تھا۔کانپتے ہاتھوں سے سیل فون پر سیف کا نمبر مِلا کر کان پر لگا کر وہ تیزی سے اُس تک آئی جسکے ٹھنڈے پڑتے وجود سے یوں لگ رہا تھا کہ خُون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔

"سیف!" کال اُٹھائے جانے پر اُس نے اِس قدر بے چینی اور تیزی سے پُکارا کہ ھُود اور دِلاور کے ساتھ بیٹھا سیف تیزی سے سیدھا ہوا۔

"کیا ہوا، مِس آیت؟" سیف کی پریشانی پر ھُود اور دِلاور نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اِنھیں۔۔۔اِنھیں۔۔۔معلوم۔۔نہیں۔۔۔" ہچکیوں سے روتی آیت سے جملہ بھی مکمل نہیں ہو رہا تھا۔

"آپ رونا بند کریں گی تو مُجھے کچھ سمجھ آئے گا۔۔۔کیا ہوا ہے؟" اُسکی بے چینی پر آیت نے لرزتے ہاتھوں سے آنسو پونچھ کر ایک نظر خوف میں مُبتلا کرتے، ساکت وجود کو دیکھا۔

"تم گھر آ جاؤ۔اِنکو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے۔"سسکیوں پر بامُشکل قابو پر کر بھیگتی آواز میں بات مکمل کی۔

"کیا ہوا سُلطان کو؟" سیف کے کہے جانے پر اُسکو سویا ہوا ذہن بیدار ہونے لگا۔چونک کر اُس نے چہرہ پھیر کر اُس چہرے کو دیکھا۔

"بے ہوش ہو گئے ہیں۔"بامُشکل کہہ کر کال مُنقطع کر کے سیل فون وہیں پھینک کر اُس چہرے کو بغور دیکھا۔اُلجھن کو کوئی سِرا نہیں مِل رہا تھا۔کیا وہ اپنی خواہش کو زُبان دے رہی تھی یا واقعی اُسے فریب میں رکھا جا رہا تھا؟ لیکن کیوں؟ یہ ایک چہرہ، دو نام کیوں تھے؟؟ سَر جھٹک کر اُس نے اللہ کا نام لے کر جُھک کر کھڑے ہوتے ہوئے اُسکو سیدھا کرنا چاہا مگر وہ اُسکو ایک اِنچ نہیں ہلا سکی۔کئی بار کی لگاتار کوششوں کے بعد برستی آنکھوں کے ساتھ بے دم ہو کر وہ اُسکے برابر میں جیسی ہی بیٹھی عین اُسی لمحے سیف اور اُسکے ساتھ کوئی اور مَرد بھاگتا ہوا اندر آیا۔

"اِسے کیا ہوا ہے؟" نڈھال اور شَل بیٹھی آیت کو دیکھ کر ھُود نے تیز لہجے میں سوال کیا۔آیت کی نظر اُس چہرے سے ہوتے ہوئے سیف کے ساتھ اُسکو اُٹھانے کی کوششوں میں ہلکان ہوتے شخص تک گئی۔وہ چہرہ اُس نے کہیں دیکھا تھا مگر اِس وقت دھچکے، اُلجھن، اِضطراب نے اُسکے ذہن کو بالکل مفلوج

کر دیا تھا۔وہ یونہی بے حس و حرکت بیٹھی اُس کے بے ہوش وجود کو دیکھتی رہی جسے سیف اور وہ شخص بامُشکل اُٹھا کر باہر لے جا رہے تھے۔یک دَم اُسکا سویا ہوا ذہن بیدار ہوا۔

"مم۔۔۔میں بھی چلوں گی۔"سیڑھیاں اُتر کر باہر آتے ہوئے اُس نے تیز مگر لرزتے لہجے میں کہا۔ گاڑی کا دروازہ بند کر کے پلٹتے ھُود نے اُسکو بغور دیکھا جو سیف کی جانب دیکھ رہی تھی۔کانپتے ہاتھ، سفید پڑتے چہرے اور ننگے پاؤں کے ساتھ وہ اُسکو بے حد قابلِ ترس لگی۔ یقیناً یوں کسی کو ہوش کھوتے اپنے سامنے دیکھنا کا اُسکا پہلا تجربہ تھا۔

"نہیں! آپ گھر میں رہیں۔"ھُود کی جانب سے جواب دیئے جانے پر اُس نے چہرہ پھیر کر ھُود کو دیکھا جو اُسکی خاموش نظروں پر تیزی سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا تھا۔آیت وہیں ساکن سی گاڑی کے نکلتے ہی سیف کو دروازہ بند کرتے دیکھتی رہی اور پھر واپس پلٹ کر اندر آ گئی۔اُسکے چہرے سے فلحال کچھ بھی اخذ کرنا بے کار تھا تبھی اُسکا سیل فون بجا۔چونک کر اُس نے زمین پر پڑے سیل فون کو دیکھا۔سیل وہیں تھا جہاں کچھ دیر پہلے اُس نے سُلطان کو گِرتے دیکھا تھا۔وہ اُونچا لمبا، بھرپور مَرد کیسے پورے قد سے زمین بوس ہوا تھا۔منظر آنکھوں کے سامنے سے جانے کا نام نہیں لے رہا تھا۔سیل فون بج بج کر تھک گیا اور وہ وہیں کھڑی اُس جگہ کو بغیر تھکے، بغیر کسی تاثر کے دیکھتی رہی۔

ہاسپٹل میں وہ تینوں پریشانی سے باہر بیٹھے کب سے ڈاکٹر کے نکلنے کا اِنتظار کر رہے تھے۔ھُود نے بے چینی سے کلائی پر گھڑی کو دیکھا جہاں رات کے آٹھ بج گئے تھے تبھی آئی-سی-یو کا دروازہ کُھلا اور ڈاکٹر باہر آیا اور وہ تینوں تیزی سے ایک ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"صورتِ حال بہت خراب ہے۔" ڈاکٹر وارثی نے اُن تینوں کو ایک ساتھ پریشانی سے کہا۔

"علاج کے لیئے ضروری ہے کہ مُجھے معلوم ہو کہ کِس چیز نے ٹریگر کیا ہے۔ کیا تم تینوں کو معلوم ہے؟" ڈاکٹر کے کہے جانے پر اُن تینوں نے چونک کر پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"نہیں! ہم تو بعد میں آئے۔" دِلاور نے پریشان انداز پر ڈاکٹر نے نا سمجھی سے اُن کو دیکھا۔

"کیا مطلب؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ اکیلا نہیں چھوڑنا سُلطان کو۔" ڈاکٹر کے پریشانی سے کہے جانے پر ھُود نے گہرا سانس لیا۔

"ہمیں بتائیں۔ اَب کیسا ہے وہ؟" دِلاور نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہوش میں نہیں ہے اور اُسے ہوش میں لانے کے لیئے ضروری ہے کہ مُجھے ٹریگر کا معلوم ہو۔ تطہیر کہاں ہے؟" کہتے کہتے اُنکو اچانک سے یاد آیا۔ وہ سُلطان خان کے ڈاکٹر تھے جو اُسکی زندگی کے ہر تاریک پہلو سے بہت اچھی طرح، گہرائی سے واقف تھے تبھی آیت کا بھی اُنکو معلوم تھا۔ ڈاکٹر ظفر وارثی مشہور، ماہرِ نفسیات اور پی-ایچ-ڈی ڈاکٹر تھے اور کئی سالوں سے سُلطان اُنکے زیرِ علاج تھا۔

"وہ گھر پر ہیں۔" سیف نے آہستگی سے کہا جبکہ ڈاکٹر ظفر وارثی اُن تینوں کے انداز سے سمجھ گئے کہ آیت ہی صِرف اُسکی طبیعت خرابی کے وقت اُسکے پاس تھی۔

"میں تطہیر سے مِلنا چاہتا ہوں۔ ابھی، فوراً۔" ہدایت دے کر وہ تیزی سے پلٹ کر اپنے آفس کی جانب بڑھ گئے جبکہ سیف اور دِلاور نے اُسکو دیکھا جو کسی گہری سوچ میں مُبتلا تھا، اُنکی نظروں پر چونک گیا۔

"پلیز! تم جا کر لے آؤ۔" سیف نے مسکین شکل بنا کر کہتے ہوئے کہا۔ ھُود نے سمجھ کر گہرا سانس لیا اور پھر دِلاور سے گاڑی کی چابیاں پکڑ کر تیزی سے راہداری کی جانب پلٹ کر ہاسپٹل سے باہر نکلا۔ پارکنگ لاٹ سے گاڑی نکال کر اُس نے گاڑی جنگل کو جاتے اُس گھر کو موڑ دی جِسکا مکین اور مالک ہسپتال میں ہوش و خرد سے بیگانہ تھا۔

گھر واپسی کے راستے وہ خاموش ہی رہی تھی۔ سعد نے اُس سے دو بار بات کرنے کی کوشش کی مگر اُس نے جواب تک نہیں دیا۔ اُسکو گاڑی سے اُتر کر دروازے تک چند لمحے جاتے دیکھتا رہا کہ شاید وہ پلٹ کر اُسکو دیکھے مگر آیت نے پلٹے بغیر گھر کر دروازہ پار کر لیا۔ سعد نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد اُسکا نکاح تھا۔ اِس سے پہلے کہ گاڑی سے اُترتا، بجتے سیل فون پر چونک کر اُس نے ڈیش بورڈ کو دیکھا اور پھر آگے ہو کر اُٹھاتے ہوئے چونک گیا۔

"سفیر ماموں کالنگ" لکھا دیکھ کر اُس نے کان سے سیل فون لگایا اور دوسری جانب سے نہ جانے اُسکو کیا کہا گیا تھا کہ پریشانی سے گاڑی سٹارٹ کر کے اُس نے سیل فون سیٹ پر پھینکا اور گھر میں اطلاع دیئے بغیر اُسکی گاڑی دُھول چھوڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ مہمانوں سے مِل کر کسی سے بات کیئے بغیر وہ سیدھا کمرے میں آئی اور پھر بستر پر بیٹھ کر سارا سامان جو اُسے معارِج سکندر نے واپس لا کر دیا تھا، اپنے برابر رکھ دیا۔ سفیر شہزاد کے لوگ اُسکے پیچھے کیوں تھے؟ وہ اُسکا پیچھا چھوڑ دینے پر راضی کیوں نہیں ہو رہا تھا؟ یہ بات سب سے زیادہ خوفزدہ کر دینے والی تھی کہ وہ کمینہ اور گھٹیا شخص جانتا تھا کہ آیت کی شادی، اُسکے اپنے بھانجے سے ہو رہی ہے مگر اُس شخص کی ڈھٹائی اور بےشرمی نے اُسے اندر

باہر تک جھنجھوڑ کر عجیب سے خوف میں مُبتلا کر دیا تھا۔اِسی سوچ میں مگن سیل فون بجنے پر بغیر سکرین دیکھے اُس نے سیل کان سے لگا لیا۔

" کبھی نہ ہونے والی شادی مُبارک!" دوسری جانب سے آتی مکروہ آواز پر اُس نے کرنٹ کھا کر سیل فون کان سے ہٹا کر سکرین کو دیکھا۔

" اہاں! کال مت کاٹنا ورنہ سعد کی گردن کٹ جائے گی۔"دوسری جانب سے سَرد لہجے میں جو تنبیہہ تھی اُس پر آیت کا دِل برف ہونے لگا۔

"تم۔۔۔تمہیں شرم آنی چاہیئے اپنی بہن کے بیٹے کے بارے میں اِیسی بکواس کرتے ہوئے۔"لرزتے لہجے پر بامُشکل قابو پا کر اُس نے غُرا کر کہتے ہوئے دوسری جانب بے حس و حرکت پڑے سعد کے پاس کھڑے سفیر شہزاد کو قہقہ لگانے پر مجبور کر دیا۔۔

"تو اِس کم بخت کی ماں کونسا میری سگی بہن ہے اور سگی ہوتی بھی تو جو فائدے تم سے مُجھے حاصل ہونے والے ہیں اُسکے آگے ہر رشتہ بے کار ہے۔"اُسکی اگلی بات پر آیت کی گرفت سیل فون پر مضبوط ہوئی۔اُسکو معلوم تھا کہ سفیر شہزاد کِس کماش کا انسان ہے۔کوثر چچی کی زُبانی وہ اُسکے کالے دھندے اور کارنامے سُن چُکی تھی۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم مُجھے ڈرا دھمکا لو گے تو یہ تمہاری بہت بڑی بُھول ہے۔"ایک ایک لفظ چبا کر جِس نفرت سے باور کروایا گیا اُس پر سفیر شہزاد نے دانت پیس لیئے۔ہر طرح کے حربے اِستعمال کرنے کے باوجود یہ لڑکی نہیں قابو آ رہی تھی۔

"لگتا ہے تمہیں شادی کا تحفہ دینا پڑے گا۔" اُس سرد آواز میں کچھ اِیسا تھا کہ آیت کی گردن کی پُشت کے بال کھڑے ہو گئے۔ ایک جھٹکے سے کال مُنقطع کر کے اُس نے سیل فون اِیسے پھینکا جیسے کوئی عفریت ہو۔ چند لمحے یونہی خوف سے ٹھہر ٹھہر کر سانس لیتے ہوئے اُسکا پورا وجود سَرد پڑتا رہا۔ وہ کیا کرے، کہاں جائے؟ کیسے اِس خوف اور اِس عفریت سے چھُٹکارا پائے؟

"آپ کو جب کبھی، کسی وقت بھی میری مدد کی ضرورت ہوئی میں ایک پُکار کی دُوری پر مُیسر ہوں گا۔" سماعتوں میں وہ مہربان، اعصاب کو حِزن میں مُبتلا کرتا لہجہ گُونجا تو اُس نے تیزی سے سَر جھٹکا۔ وہ سفیر شہزاد جیسے ظالم، کمینے اور گھٹیا شخص کے مُقابل اُس شخص کو نہیں لا سکتی تھی جسکے بارے میں اُسکا دِل بے حد مثبت اور نرم تھا۔ نماز کا وقت ہونے پر بامُشکل اپنے بے جان ہوتے وجود کو گھسیٹ کر کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے پلٹ کر شاپر سے جھانکتے کپڑوں کو دیکھا جنہیں پہن کر اُسے تیار ہونا تھا۔ یونہی گہری سوچ میں کھڑی تھی کی دروازہ ایک دھاڑ سے کھولے جانے پر لرز کر رہ گئی۔ کانپتے دِل سے اُس نے چہرہ پھیر کر کمرے کے کُھلے دروازے کو دیکھا جہاں سے گھبرائی، بوکھلائی سی تسنیم اور رقیہ اندر آ رہی تھیں۔

"آیت۔۔۔!" اُسکے پہلے سے سہا ہوا دِل کسی انہونی کے احساس سے سُکڑ کر پھیلا۔ دِل میں اُٹھتی تکلیف کے ساتھ اُس نے اُن دونوں کے پھیکے پڑتے چہروں کو دیکھا۔

"سعد کا قتل ہو گیا۔" تسنیم کے سرسراتے لہجے میں ابھی بھی بے یقینی تھی۔ سُنہری آنکھیں اُس خبر، اُس اِنکشاف پر ششدر ہو کر پھیلیں۔ دِل اُس سماعت پر برستی اطلاع پر دھڑکنا بُھول کر خوف سے، ٹھنڈے پڑتے وجود کے ساتھ ٹھہر گیا۔

"کال مت کاٹنا ورنہ سعد کی گردن کٹ جائے گی۔" سماعتوں میں کوئی منحوس، کرائیت دیتا لہجہ پردے پھاڑ کر گونجتے ہوئے دھماکے کرنے لگا۔ چکراتے سَر کے ساتھ وہ وہیں پیچھے کو ہو کر لڑکھڑا کر زمین بوس ہو گئی۔ سعد کے ناگہانی، خطرناک قتل سے زیادہ خوفناک اُس شخص کا ظُلم اور بربریت تھی۔ اگر اُس شخص کو اُسکے دِل میں قدم جما کر، بَس چُھکے شخص کی موجودگی کا عِلم ہو گیا تب۔۔۔ اِس سے آگے وہ سوچ نہیں سکی تھی۔ اِس سے آگے اُسکا مفلوج ہو کر سُن پڑتا ذہن تصور نہیں سکا تھا اور وہ اُس سوہانِ روح تصور سے قبل ہی کٹے شہتیر کی طرح زمین بُوس ہو گئی اور یوں سعد نامی شخص کا مُختصر باب، آیتِ تطہیر کی زندگی کی کتاب میں ہمیشہ کے لیئے بند ہو گیا۔ شیکسپیئر نے زندگی کے بارے میں اور کچھ سہی کہا ہو یا نہ کہا ہو ایک بات وہ خوب کہہ گیا ہے کہ **"زندگی ایک سٹیج کی طرح ہے جہاں ہر کوئی اپنا کردار نبھاتا ہے، نِبھا کر چلا جاتا ہے"** اور اگلا کردار اُسکی جگہ سنبھال لیتا ہے یوں یہ سلسلہ زمانہ دار تک چلتا رہے گا، قیامت کے زلزلے کے نزول تک۔

✓ یہ محبت کی کہانی نہیں مَرتی لیکن

لوگ کِردار نبھاتے ہوئے مَر جاتے ہیں۔۔۔

(عباس تابش)

گاڑی کی خاموش ماحول کو آیت کے بجتے سیل فون نے توڑا۔ اُس نے چہرہ جُھکا کر گود میں پڑے سیل فون کو دیکھا اور پِھر چونک گئی۔ صدف کی کال آ رہی تھی اور وہ اُس ساری پریشانی میں اُسکے آنے کا سرے سے بُھول ہی گئی تھی۔

"یا اللہ!" اُسکی آواز پر گاڑی چلاتے ھُود نے بیک ویو مِرر سے پیچھے دیکھا۔

"سب ٹھیک ہے؟" اُسکی پریشانی پر ھُود کو سوال کرنا پڑا۔ آیت نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا۔

"وہ میری دوست آئی ہے اسلام آباد سے یہاں مُجھ سے مِلنے اور مُجھے اُسکو لینا یاد نہیں رہا۔" اُس کے پریشان انداز پر ھُود نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا اور پِھر آیت کے بتائے جانے پر بس سٹینڈ کی جانب گاڑی کا رُخ کر دیا۔ آیت یونہی اِضطراری انداز میں شیشے سے بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ اُسکا ذہن صدف کے بجائے کہیں اور لگا تھا۔ آیت کو اُس شخص کی فکر ہو رہی تھی جِس نے صِرف تحفظ اور محفوظ چھت دینے کے لیئے اُسے اپنے نِکاح میں لیا تھا۔ گاڑی کے رُکنے پر ھُود نے بیک ویو مِرر سے اُسکو دیکھا جسکو دُنیا کی کوئی خبر نہیں تھی۔

"بس سٹینڈ آ گیا ہے۔" کچھ نہ سمجھتے ھُود نے کہہ کر اُسکو چونکا دیا۔ ھُود دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ کچھ دیر لگی آیت کو اپنے حواس یکجا کرنے میں۔ دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی باہر نِکلی، یَک دَم اُسکے قدم بے جان ہوئے اِس سے قبل وہ گرتی ھُود کے بوکھلا کر اپنی جانب بڑھنے سے قبل اُس نے گاڑی کا کُھلا دروازہ تھام لیا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" ھُود نے پریشانی سے اُسکو دیکھا جو نہ جانے کیوں سپید اور زرد ہوئی جا رہی تھی۔اُسکی سمجھ سے تو باہر تھا کم اَز کم۔

"آپ گاڑی میں بیٹھیں۔میں آپ کی دوست کو لے آتا ہوں۔"ھُود کے کہے جانے پر وہ تشکرانہ اُسے دیکھ کر اپنا ڈھکتا سَر سنبھال کر آہستگی سے دوبارہ بیٹھ گئی۔

"دھیان سے! وہ تھوڑی تیز زُبان کی ہے۔"بیٹھ کر بامُشکل اُسکو حفظ ماتقدم کے طور پر باور کروایا گیا۔ جبکہ ھُود ایک کان سے سُن کر دوسرے سے نکالتے ہوئے دروازہ بند کر کے بس ٹرمنل کے پاس سے گُزر کر ویٹنگ ائیریا میں آیا اور خود کو کوس کر رہ گیا۔یہ تک پوچھا نہیں کہ وہ کیسی ہے، کیسے ڈھونڈے گا اِتنے سارے لوگوں میں؟

کچھ سوچ کر اُس نے بنچ پر بیٹھے بچے کی سکیچ بُک سے صفحہ لے کر سیاہ مارکر سے **"صدف مُجیب"** لکھ کر ایک نظر دیکھا اور پھر بچے کو مارکر شُکریہ کے ساتھ واپس کر کے تیز قدموں سے بس ٹرمنل کے پاس آیا جہاں سے بس کے مُسافروں نے اُترنا تھا۔اُس کاغذ کو ہوا میں لہرا کر رکھنے کے لیئے بھی تو اِتنی ہمت چاہیئے تھی۔خود کو اچھی طرح کوس کر اُس نے ندامت سے آنکھیں میچ کر وہ کاغذ اپنے چہرے کے عین سامنے کر کے ہوا میں لہرا لیا۔اِردگرد لوگ بغیر توجہ دیئے گُزرتے گئے کیونکہ ظاہر ہے اِتنے رش میں ائیرپورٹ ہو یا کوئی بھی ٹرانسپورٹ سٹیشن ایک یہی طریقہ کار آمد ہے مسافر کو ڈھونڈنے کا۔تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کسی کے قدم اُسکے عین سامنے آ رُکے اور پھر تیزی سے اُسکا پیج پکڑ کر نیچے کیا گیا۔بوکھلاتے ھُود نے تیزی سے آنکھیں کھولیں جبکہ وہ جو اُسکی بند آنکھوں کو دیکھ کر ٹھٹکی تھی، اُن ہونق تاثرات پر مُسکراہٹ کو چہرے پر آنے سے نہ روک سکی۔

"نیم ٹیگ نیچے کر کے پکڑتے ہیں تاکہ مُسافر کو معلوم ہو کہ اُسے لینے کون آیا ہے۔" سامنے کھڑی بھلے سے نقوش والی لڑکی نے مُسکراہٹ دبا کر مشورہ دیتے ہوئے ھُود جیسے اپنے کام سے کام رکھنے والے شخص کو دانت پیسنے پر مجبور کر دیا۔ ایک نظر اُس دوپٹے کے ہالے میں دھمکتے مُسکراتے، شریر سے چہرے کو دیکھ کر اُس نے بے چینی سے وال کلاک کو دیکھا۔ اُسے ہسپتال بھی جانا تھا اور یہاں معزز مہمان صاحبہ کی آمد کے کوئی چانسز نظر نہیں آ رہے تھے۔

"ہٹیں سامنے سے۔" سنجیدگی سے کہہ کر ایک ہاتھ سے پرے ہونے کا اِشارہ بھی کر کے وہ سائیڈ پر ہوا۔

"دیکھیں میں نے اِس لیئے کہا کیونکہ۔۔۔" اُسکے برابر کھڑے ہوتے کچھ کہنا چاہا مگر ھُود نے چہرہ پھیر کر جِن سخت نظروں سے اُسے دیکھا، اُس کے الفاظ بیچ میں ہی رہ گئے۔

"آپ میرا۔۔۔" اُس نے پِھر سے کہنا چاہا مگر بے سُود۔

"اِنتظار کرنا ہے تو خاموشی سے کریں۔" دوسرے لفظوں میں وہ اُسے اپنا مُنہ شرافت سے بند کرنے کا کہہ رہا تھا۔ لَب بھینچ کر صدف کندھے آچکا کر اُسکے برابر میں اطمینان سے کھڑے ہوئے کر ہر آنے جانے والے مُسافر کو تفصیلی دیکھنے لگی اور ھُود ابراہیم چہرے کے آگے کاغذ پِھر سے لہرائے کھڑا کھڑا شل ہونے لگا تھا۔ ایک گھنٹے سے اوپر ہونے کو تھے مگر وہ لڑکی نہیں آئی جسکے اِنتظار میں اُسکے پاؤں سُن ہو رہے تھے۔ برابر کھڑی بے پرواہی اور اطمینان سں کھڑی لڑکی نے چہرہ پھیر کر اُس شخص کی سختی سے بند آنکھیں، جُھنجھلایا ہوا، خفت کھایا ہوا چہرہ دیکھا اور مُسکراہٹ دبائی۔ سفر کی ساری کثافت دُم دبا کر بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔

"دیکھیں ہم یہاں اِنتظار کے بجائے۔۔۔" اُسکی قابلِ رحم حالت پر ترس کھاتے ہوئے اُس نے پھر سے کہنا چاہا اور ھُود نے جس طرح آنکھیں کھول کر تلملاتے ہوئے اُس وارد ہوتی مُصیبت کو دیکھا، صدف کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ یا اللہ! آیت نے کِس عجوبے کو بھیج دیا اُسکو لینے کے لیئے۔ یہ کہاں سے راستہ بُھول کر یہاں آ گیا تھا؟

ھُود ابراہیم اپنا چہرہ واپس نہیں پھیر سکا۔ جُھنجھلاتے ہوئے، کوفت زدہ تاثرات اُسکی پیشانی کے بلوں کی طرح تیزی سے معدوم ہونے لگی۔ وہ اُس انجان لڑکی کے بے تکلفی انداز اور بے فکری پر حیران رہ گیا تھا۔

"میرے خیال سے آپ جِس کا۔۔۔" ہنسی پر قابو پا کر اُس نے ہمدردی سے کہنا چاہا مگر یہ اُس تیز زُبان کی لڑکی کے ساتھ پہلی بار ہو رہا تھا کہ کوئی اُسے بولنے نہ دے، اُسکے جملے مُنقطع کر دے۔ اُسکی فراٹے سے چلتی زُبان کو روکنے کی ہمت اور کوشش آج تک کسی نے نہیں کی تھی مگر اُسکے برابر کھڑے شخص نے سُرخ پڑتے چہرے کے ساتھ تپتے ہوئے وہ کاغذ مُٹھی میں مروڑا اور اِس سے پہلے کہ پھینکتا، وہ تیزی سے اُسکے سامنے آئی۔

"ہائے اللہ! صدف نام کا مطلب معلوم ہے جو اِتنی بے دردی۔۔۔" تیزی سے اِس بار اپنی بات مکمل کرنے کا عظم لے کر کہنا چاہا مگر وائے رے قِسمت۔۔۔ سامنے کھڑا ھُود ابراہیم جیسا خاموش طبیعت اور آدم بیزار شخص اُسکے عظم پر پھر سے پانی پھیر چُکا تھا۔

"آپ میرے سر پر کیوں کھڑی ہیں؟" لہجہ جُھنجھلایا ہوا ہونے کے باوجود نرم اور تمیز دار تھا۔

"آپ پہلے قسم کھائیں کہ مُجھے جملہ پورا کرنے دیں گے؟" مسافروں پر نظر رکھنے کا راستہ روک کر اُسکے سامنے کھڑی وہ لڑکی اِیسے بات کر رہی تھی جیسے اُسے صدیوں سے جانتی ہو۔هُود ابراهیم کے چہرے پر ناگواری چھانے لگی جسے اُس لڑکی نے صاف محسوس کر لیا تھا مگر پرواہ کسے تھی۔

"آپ نہ دراصل ،مُجھے لینے آئے ہیں۔" چمکتی آنکھوں کے ساتھ اِیسے جُھک کر سرگوشی میں بتایا جیسے ناجانے مُلک کے کونسے ایٹمی راز بانٹنے جا رہے ہوں۔هُود ابراهیم کی آنکھوں کے قریب موجود گھنی بھنویں تعجب سے اکھٹی ہوئیں۔اُسکے انداز دیکھ کر تاسف میں سَر ہلا کر اُس لڑکی نے مروڑا ہوا کاغذ سہی کر کے اُسکی حیران، ناسمجھ آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"یہ نام میرا ہے۔صدف مُجیب اور یقیناً آپ کو آیت نے بھیجا ہو گا۔"بالآخر اُسکو اپنی بات مکمل کرنے کا موقع مِل گیا اور اُس مکمل بارے پر هُود ابراهیم اندر تک ہِل کر رہ گیا، آنکھوں کے آگے تارے ناچ گئے یعنی وہ جو اِتنی دیر سے اِنتظار میں خوار، اُس لڑکی کو جھیل رہا تھا دراصل یہ وہی لڑکی۔۔۔۔

ایک ناگوار نظر اُس پر ڈال کر بغیر کچھ بولے وہ تیزی سے پلٹ کر وِیٹنگ آئیریا سے نکل کر پارکنگ کی جانب بڑھا جہاں اُس نے گاڑی کھڑی کی ہوئی تھی۔بوکھلا کر صدف سوٹ کیس گھسیٹ کر پیچھے بھاگی۔وہ اِس قدر تیز چل رہا تھا کہ حد نہیں۔دانت کچکچا کر اُسکے قدموں سے قدم مِلانے کی کوشش میں اُسکا سانس بےترتیب ہو رہا تھا۔مُنہ کے زاویے بگاڑ کر اُس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھ کر ہوا میں لہرا کر اِیسے مکّہ بنا کر اُسکی جانب کیا جیسے بس نہیں چل رہا تھا ورنہ اُس اجنبی بےمروت اور بدتمیز شخص کو لگا دیتی مگر۔۔۔۔اُسکی قِسمت خراب تھی تبھی وہ کم بخت ٹھہر کر کچھ کہنے کو سنجیدگی سے پلٹا۔سیاہ

آنکھیں تحیر سے اپنے قد سے چھوٹی لڑکی کے بگاڑ رکھے چہرے سے ہو کر لہراتے مکے تک اُٹھیں۔ جھینپ کر صدف نے تیزی سے مکہ نیچے کیا۔

"اپنی دوست کے سامنے تمیز کا مُظاہرہ کیجئے گا۔وہ پہلے ہی پریشان ہیں۔" مزید سنجیدگی اور ناگواری چہرے پر لا کر اُس خفت سے گلابی پڑتے چہرے کو ٹھہر کر دیکھتے ہوئے اطلاع دی گئی اور اُس اطلاع پر صدف مُجیب کی ساری خفت، جُھنجھلاہٹ ایک پل میں اُڑن چھو ہوئی۔

"کیا ہوا ہے آیت کو؟ سب خیریت ہے نہ؟؟" تیزی سے آگے بڑھ کر اپنے چہرے کے تاثرات متفکر اور مُضطرب کرتی لڑکی نے لمحے بَھر کے لیئے اُس بے نیاز، کم گُو سے شخص کو چونکا دیا مگر محض لمحے بَھر کے لیئے۔اپنی بات کہہ کر، اُس پریشان ہو چُکی لڑکی کے سوالات کا جواب دیئے بغیر وہ اُسی بے نیازی سے پلٹ کر آگے بڑھتے ہوئے اُسکو تلملانے پر مجبور کر گیا۔اُسکی ایک گھنٹے کی خواری کا حساب برابر ہو گیا تھا۔اُسے اپنے کھاتا صاف رکھنے کی بیماری اپنے دوست معارِج سکندر سے ورثے میں مِلی تھی۔

"مُجھے آپکے سوال کی سمجھ نہیں آ رہی؟ "

اپنی جانب سوالیہ دیکھتے ڈاکٹر ظفر سے اُس نے ناسمجھی سے سوال کیا تو وہ سمجھ کر سَر ہلاتے ہوئے آگے کو ہوئے۔

"آپکے ہسبنڈ میرے پیشنٹ ہیں کئی سال سے۔میں جاننا چاہتا ہوں کہ دو سال سے ایک ہی ڈگر پر چلتا میرا پیشنٹ کیسے ریلیپس کر گیا؟" اُنکے کہے جانے پر آیت کی نظریں ٹیبل پر رکھے نیم بار تک گئی جہاں جلی حروف میں **"ماہرِ نفسیات"** لکھا تھا۔اُسکی پریشانی مزید گہری ہونے لگی۔

"میں یہ بات آپکو کیسے بتا سکتی ہوں؟ مُجھے خود سمجھ نہیں آئی کہ وہ اچانک کیوں، کیسے۔۔۔"اُس پر ابھی تک بے یقینی طاری تھی۔اُسکے مُضطرب، پریشان اور اُلجھے سے تاثرات ڈاکٹر ظفر وارثی نے بے حد غور اور توجہ سے دیکھے اور وہ۔۔۔ ٹھٹھک گئے۔کچھ تھا جو سُلطان کی بیوی کے چہرے پر نہیں ہونا چاہیئے تھا۔

"آخری بار وہ آپکے ساتھ تھا تو مجھے بتا سکتی ہیں کہ کیا بات ہوئی؟" اُنکے اگلے کھوجتے سوال پر اُس نے اپنا ماؤف ہوتا ذہن کھنگالنا چاہا مگر کوئی قابلِ قدر بات سامنے نہیں آ سکی کہ وہ ڈاکٹر کو بتاتی۔

"مُجھے نہیں معلوم۔میں اُنھیں گھر پر رہنے کا کہہ رہی تھی کہ وہ میری وجہ سے اپنے گھر آنا ترک نہ کریں۔"اُسکی بات پر اُنہوں نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا اور مزید آگے ہوئے۔

"کیا مطلب؟" اُنکو جان کر بھی انجان بننا پڑا۔چونک جاتی آیت نے چہرہ اُٹھا کر اُنکو دیکھا اور پھر ٹھٹک گئی۔اُنکے چہرے کے سوال مانگتے لہجے پر اُسکو سنبھلنا پڑا۔

"میں نہیں جانتی کہ اُنکو کیا ہوا ہے۔آپ پلیز بتائیں کہ اِتنے گھنٹے گُزر جانے کے باوجود وہ ہوش میں کیوں نہیں آ رہے؟" بے چینی سے آگے ہو کر اُس نے اُنکا سوال صاف نظرانداز کر دیا۔وہ چند پل

اُس کے چہرے کو کھوجتی نظروں سے دیکھتے رہے۔یہ اُنکا دوسرا ایسا تجربہ تھا کہ وہ کسی کو اِتنے قریب اور غور سے دیکھنے کے باوجود، گفتگو کرنے کے باوجود اندازہ نہیں لگا پا رہے تھے۔

"اُسے کچھ دِن ہسپتال رہنا پڑے گا۔"گہرا سانس لے کر اُس نے آہستگی سے کہتے ہوئے آیت کو بے چین کر دیا۔

"کیا اُنکو کوئی نفسیات کا مسئلہ ہے؟ کیا معاملہ زیادہ سنجیدہ ہے؟" اُسکے سوالات میں جو خدشات تھے اُنہوں نے ڈاکٹر ظفر وارثی کو چوکنا کر دیا۔

"یہ تو اُسکے ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔"اُنکے پہلو تہی کرتے انداز پر آیت یونہی اضطراب سے اُنکے کچھ سوچتے چہرے کو دیکھ کر آہستگی سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور پھر مرے مرے قدموں سے اُنکے آفس کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی پیچھے ڈاکٹر ظفر وارثی **'سُلطان خان'** کی ہسٹری فائیل نکال کر اَز سرِ نو پڑھ رہے تھے۔اُسکے باہر نکلتے ہی صدف تیزی سے اُس تک آئی اور اُسکے دونوں ہاتھ تھام کر چونکنے پر مجبور کر دیا۔آیت نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو پریشانی اور ناسمجھی سے اُسے دیکھ رہی تھی اور آیت کم اَز کم اُسکو اِس اُلجھی کیفیت سے آزاد کر دینا چاہتی تھی۔ناسمجھی، لاعلمی اور اُلجھن سے زیادہ بُری کیفیات کوئی نہیں ہو سکتیں۔

"میرے شوہر بیمار ہیں، صدف۔"اُس نے جب کہا تو لہجہ بے حد مدہم اور سوگوار تھا۔صدف نے کرنٹ کھا کر ششدر ہو کے اُسکو دیکھا جسکے چہرے کا حِزن، مزاق کے منافی تھی۔وہ تاثرات ہنسی مزاق میں نہیں طاری کیئے جا سکتے۔وہ دِل کے تاثرات تھے جِن میں کوئی کھوٹ نہیں تھا۔

"تم۔۔۔تم نے شادی۔۔۔"اُسکی بے یقینی اور صدمے کی کوئی حد نہیں تھی۔ بے یقینی سے کچھ کہا تک نہیں جا رہا تھا۔

"ابھی کوئی سوال مت کرنا صدف۔اِس وقت میں کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔میرا ذہن بالکل ماؤف ہو چُکا ہے۔"جلتی آنکھیں موند کر کہتے ہوئے اُس نے آگے بڑھ کر صدف کے شانے پر چہرہ رکھا جبکہ سب جھٹک کر صدف اُسکے گِرد بازو پھیلا کر اُسے آہستگی سے تھپکنے لگی۔راہداری سے نکل کر آتا ھُود ابراہیم ٹھٹک کر وہیں ٹھیرا اور پھِر واپس پلٹ گیا۔ ابھی آنے کا مُناسب وقت نہیں تھا۔

دروازے کے پاس، صدف کے شانے پر سَر رکھے چہرے کی بند آنکھوں سے کئی آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر صدف کے شانے میں جذب ہونے لگے۔وہ تھکن، وہ رائیگانی، وہ لاعلمی اُسکو اندر ہی اندر کچو کے لگا رہی تھی۔

✓کئی رَنج ہیں، رائیگانی بھی مگر اِسکے باوجود

حد ہے اعلیٰ ظرفی کی، ہم زندگی سے راضی ہیں۔۔۔

سر میں اُٹھتی تکلیف اِس قدر زیادہ تھی کہ پسینے سے شرابور ہوتے وجود کے ساتھ، سر اِدھر اُدھر پٹخنے کے بعد اُسکا وجود ساکت ہوا اور ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد اُس نے آنکھیں کھول کر غیر شناسا جگہ کا احساس ہونے پر اُٹھنا چاہا مگر ہاتھ میں لگی ڈرپس اور مُختلف تاروں پر ناسمجھی سے واپس تکیے پر سَر گِرا کر گہرا سانس لیا۔پورا وجود پھوڑے کی مانند دُکھ رہا تھا۔گہرا سانس لے کر وہ جیسے ہی اُٹھا عین اُسی

وقت ڈاکٹر وارثی اور ھُود ابراہیم اندر داخل ہوئے۔ اُسکو بامُشکل اُٹھنے کی کوشش میں ہلکان دیکھ کر ٹھہر کر حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"سُل۔۔۔"اُسکو کھڑے ہوتے دیکھ کر اِس سے پہلے وہ آگے بڑھتا، کچھ محسوس کر کے ڈاکٹر وارثی نے اُسکا بازو پکڑ کر، اُسکی مدہم پُکار کا گلہ گھونٹ دیا۔ چونکتے ھُود نے چہرہ پھیر کر اُنھیں دیکھا اور عین اُسی لمحے کسی چیز کے گرنے کی زور دار آواز کے ساتھ ھُود ابراہیم کی دُنیا ساکن ہو گئی۔ ڈاکٹر وارثی، ھُود کا ہاتھ چھوڑ کر تیزی سے اُس تک آئے جو آگے رکھے سِٹر سے ٹکرا کر نیچے کو گِر پڑا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" نیچے جُھک کر بیٹھتے ہوئے اُنہوں نے ساتھ گرے ڈرپ سٹینڈ کو کھڑا کر کے اُسکو سہارا دے کر اُٹھاتے ہوئے دوبارہ بیڈ تک لے کر آئے۔ ھُود نے آہستگی سے چہرہ پھیر کر وہاں دیکھا۔

"میں۔۔۔ یہاں کیا کر رہا ہوں؟" اُنکو ناسمجھی سے دیکھتے ہوئے سوال آیا۔ اُس آواز پر ھُود تیزی سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر وارثی کے برابر آ کھڑا ہوا۔ بغیر جواب دیئے ڈاکٹر وارثی نے ڈاکٹرز گاؤن کی اوپری جیب میں رکھی سیاہ چھوٹی سی لائیٹ نکال کر اُسکی آنکھوں میں ماری۔ سبز آنکھیں یوں اچانک سے تیز روشنی ماری جانے پر جھپک کر تیزی سے بند نہیں ہوئیں ہاں اُس نے چہرہ ضرور بروقت پیچھے کیا۔ اُنہوں نے سیدھا ہو کر ٹارچ بند کر کے چہرہ پھیر کر ششدر کھڑے ھُود کو نہیں دیکھا۔

"معارِج! کیسا محسوس کر رہے ہو؟" اُسکا کندھا تھپتھپا کر اُنہوں نے نرمی سے سوال کیا۔

"میں۔۔۔ ٹھیک ہوں مگر یہاں کیا کر رہا ہوں اور میں۔۔۔ وقت سے پہلے۔۔۔ کیسے جاگ گیا؟" اُسکے حیران، پریشان سوال جائز تھے۔ ھُود کے چہرے کے تاثرات اَب ناقابلِ فہم ہونے لگے۔

"سُلطان چلا گیا ہے، ہے نہ؟" اُنکے سوال میں کچھ اِیسا تھا کہ معارِج نے ٹھٹک کر چہرہ اُٹھایا۔ اُنکے سوال میں کوئی بے یقینی کی کیفیت تھی۔ یوں جیسے اُنھیں اعتبار نہ آ رہا ہو۔ اُنکو جواب دیئے بغیر اُس نے چہرہ جُھکا کر آنکھوں کی جانب ہاتھ لے جا کر باری باری سبز لینز اُتار کر چہرہ اُٹھا کے اُنکو دیکھا۔ وہ سبز، شریر، غیر سنجیدہ آنکھیں کہیں بھی نہیں تھیں۔ سیاہ آنکھوں کی پُتلیاں میں کہیں کہیں سفیدی گھلی ہوئی تھی۔ وہ بالکل صاف اور واضح نہیں دیکھ سکتا تھا کم اَز کم جاگنے کے بعد تو بالکل نہیں۔

"معارِج!" باہر سے آتی آوازوں اور قدموں کی آہٹ پر ھُود چونک کر آگے آیا۔

"جلدی۔۔۔۔"اُسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے دروازہ کُھلا اور سیف اندر داخل ہوا اور اُسکے پیچھے آیتِ تطہیر داخل ہوئی۔ اُس خاص قسم کی خوشبو کو کمرے میں دَر آتے محسوس کر کے اُس نے تیزی سے سبز لینز آنکھوں میں لگا کر چہرہ سیدھا کیا جبکہ اُسکی تیزی پر ھُود ابراہیم اُسے دیکھ کر رہ گیا۔ آیت تیز قدموں سے سیف کو سائیڈ پر کر کے آگے آئی۔

"تم ٹھیک ہو؟" اُسکے سامنے اچانک سے آتی آیت نے اُسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر چہرہ جُھکا کر اُن عین سبز آنکھوں میں دیکھتے ہوئے معارِج سکندر کی مکمل ہستی کو ساکن کر دیا۔ سبز آنکھیں اُس چہرے کے یوں اچانک سے قریب آنے پر اپنے حُجم سے پھیلیں۔ گہری دُھندلاہٹ سے اچانک وہ چہرہ ایک دَم جس طرح واضح ہوا، معارِج سکندر سانس نہیں لے سکا۔ آیت کے پُکارنے پر، تخاطب پر چونکتے ڈاکٹر وارثی، ٹھٹھک کر معارِج سکندر کے چہرے کے تاثرات کو دیکھنے لگے۔ کیا اُسے نظر آ رہا تھا تبھی وہ اِیسے تحیر اور بے یقینی سے اُسکو دیکھ رہا تھا جیسے بینائی مِلنے کے بعد نابینا شخص دُنیا کو دیکھتا ہے۔ سامنے کھڑی عورت اُس کے لیئے دُنیا ہی تو تھی۔

ڈاکٹر وارثی کی گہری کھوجتی نظروں سے بے نیاز اُسکا دِل اُس دلکش چہرے کو یوں نزدیک سے دیکھنے پر دھڑکنا بُھول کر اُس چہرے کا ایک ایک نقش حفظ کر رہا تھا اور وہ نظریں۔۔۔اُن یکسر بدلتی نظروں پر آیت کو لگا اُسکا دِل پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔وہ سُلطان خان کی نظر نہیں تھی۔اِیسی گہری، اُلفت بھری مہربان نظروں سے سُلطان نے اُسے آج تک نہیں دیکھا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اَب تمہاری؟" تیزی سے پیچھے ہو کر چہرے کے تاثرات بامُشکل بے تاثر رکھے اُس نے آہستگی سے سوال کرتے ہوئے معارِج سکندر کو چونکا دیا۔

"میں۔۔۔ٹھیک ہوں۔" نظریں پھیر کر اپنی جانب پریشانی سے دیکھتے خُود کو دیکھ کر کہا۔دوبارہ اُسکی نگاہ واپس اُس چہرے تک نہیں گئی جو زندگی کا حاصل تھا۔مزید متفکر اور اُلجھتی آیت نے پلٹ کر ڈاکٹر وارثی کو دیکھا جو سُلطان کو بے حد غور سے دیکھ رہے تھے۔

"یہ ٹھیک تو نہیں ہے۔"سنجیدہ چہرے کے ساتھ آیت نے کہہ کر ڈاکٹر وارثی کو خود کی جانب متوجہ کیا جبکہ معارِج نے اُس متفکر، اُلجھے لہجے پر چہرہ جُھکا لیا۔وہ فکر اور اپنائیت اُسکے لیئے نہیں تھی۔

"نہیں! یہ ٹھیک ہے بالکل۔"آیت کی سنجیدہ نظروں اور چہرے پر کچھ اِیسا تھا جسے محسوس کر کے ڈاکٹر وارثی نے کہتے ہوئے خُود کو چونکا دیا۔

"یہ سُلطان نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔"اُسکی اگلی بات اِس قدر غیر متوقع تھی کہ معارِج سکندر نے ایک جھٹکے سے چہرہ اُٹھایا جبکہ خُود نے ششدر ہو کر پھیلتی آنکھوں سے معارِج کو دیکھا۔ڈاکٹر وارثی یونہی آیت کو دیکھے گئے۔

"اور اگر یہ سُلطان ہے تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔" اپنی پُشت پر نظریں محسوس کرنے کے باوجود وہ پلٹی نہیں۔ تیزی سے دھڑکتا دِل کسی بھی لمحے پسلیاں توڑ کر باہر نکل سکتا تھا۔

"یہ نظریں سُلطان کی نہیں ہے۔ سُلطان نے اِن چند ہفتوں میں ایک بار بھی مُجھے اِس نظر سے نہیں دیکھا۔" بامُشکل اندر پھٹنے کو تیار لاوے کو دبائے اُسکا لہجہ بُلند ہوا جبکہ معارِج سکندر کی پلکیں لرز کر جُھکیں اور دِل دھڑکنا بُھول گیا۔ اُس نے کیسے لمحے کے ہزارویں حصّے میں اُسکی نظر کی بے اِختیاری، بدلتی نظر کا تاثر پہچان لیا تھا۔۔۔ یہ بے حد حیرت انگیز تھا تبھی ڈاکٹر وارثی کی دلچسپی بڑھنے لگی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں سُلطان ٹھیک نہیں ہے۔" ڈاکٹر وارثی کے تاثرات پر اُس نے پھر سے اپنی بات دُہرائی جبکہ معارِج سکندر کے پھیکے پڑتے چہرے کو دیکھ کر اُنھوں نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ میں کچھ دِن سُلطان کو اَبزرویشن میں رکھنا چاہوں گا۔" اُنکے جانے پر آیت نے بامُشکل اثبات میں سَر ہلایا اور پھر سُلطان خان کو مزید ایک نگاہ بھی دیکھے بغیر تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی۔ وہ ایک لمحے کے لیئے بھی یہاں کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔ اُن بدلتی نظروں نے اُسکی اندر کی دُنیا کو تہہ و بالا کر کے نیست و نابود کر دیا تھا۔ کانپتے، سَرد پڑتے ہاتھوں سے دروازے کا ہینڈل دھکیل کر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے باہر نکلی اور تیزی سے پیچھے دروازہ بند کر کے گہرا سانس لیا۔ وہ کب سے سانس روکے ہوئے تھی یا سانس لینا بُھول چکی تھی۔

"تمھیں کیا ہوا ہے؟" اُسکے اُڑے حواس اور سپید چہرے کو دیکھ کر بینچ سے اُٹھ کے صدف تیزی سے اُس تک آئی۔ چونک کر آیت نے اُسکو دیکھ کر نفی میں سَر ہلا کر اُس تک آئی اور بینچ پر بیٹھ گئی۔

صدف نے چہرہ جُھکا کر اُسکے دونوں لرزتے ہاتھوں کو دیکھا جنہیں لرزش سے بچانے کو وہ آپ میں جھکڑ رہی تھی۔

"سُلطان بھائی کیسے ہیں؟ مُجھے کب مِلوا رہی ہو؟" اُسکا دھیان بٹانے کو وہ تیزی سے اُسکے برابر آ کر بیٹھی۔

"جب ڈسچارج ہو گا۔ چلو گھر چلیں۔ تم سفر کی تھکی ہوئی آئی ہو اور یہاں خوار کروا رہی ہو میں تمہیں۔" جلتی آنکھوں کو چُھو کر اُس نے نرمی سے کہتے ہوئے صدف کو ٹھٹکا دیا۔ اُسکا لہجہ بے حد نارمل اور عام سا تھا مگر چہرے کے تاثرات، وہ سنجیدگی اور لرزاہٹ کسی صورت عام اور نارمل نہیں تھی۔ اُسکو اُٹھتے دیکھ کر کچھ پوچھے بغیر صدف بھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتی ہوئیں جیسے ہی پارکنگ لاٹ میں آئیں، سیل فون میں کسی سے باتوں میں محو سیف تیزی سے کال کاٹ کر اُن تک آیا۔

"گھر جا رہی ہیں آپ؟ آئیں میں ڈراپ کر آؤں۔" سیف کے کہے جانے پر آیت جو اُسے منع کرنے لگی تھی، نہیں کر سکی۔ اُس میں بحث کرنے، چلنے پِھرنے کی بالکل ہمت نہیں تھی وہ نظریں اُسکے چہرے پر، آنکھوں میں جیسے نقش ہو کر دِل میں حشر برپا کر رہی تھیں۔ اُسکے اندر غبار سَر اُٹھا رہا تھا جسے بامُشکل دبائے وہ صرف کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ گاڑی کے چلنے سے لے کر گھر آنے تک اُس نے کوی بات نہیں کی بس یونہی باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھتی رہی۔ پیچھے رہ جانے والے مناظر دِل پر اپنا گہرا اثر چھوڑ کر جا رہے تھے اور نئے آنے والے مناظر حزن میں مُبتلا کر رہے تھے۔

"سیف کچھ دِن گھر پر ساتھ رہے گا تمہارے۔"ھُود کے اندر آ کر اطلاع دیئے جانے پر اُس نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا اور پھر ہُڈ پہن کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ڈاکٹر وارثی نے اُسکو دوسرے دِن ہی ڈسچارج کر دیا تھا اور اَب اُسے گھر جانا تھا۔مسئلہ یہ تھا کہ غضنفر حویلی نہیں، سُلطان خان کے گھر۔

"بہت احتیاط کرنی ہو گی تمہیں۔"اُسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ھُود کو کہنا پڑا مگر وہ تو جیسے سارے زمانے سے اُکتایا بیٹھا تھا۔

"حویلی جانے میں کیا مسئلہ ہے؟"اُسکے جُھنجھلائے انداز پر ھُود اُسکے سامنے آیا۔

"تم سے مُجھے اِیسے بچگانہ سوال کی اُمید نہیں تھی۔تم غضنفر حویلی میں ہوئے اور سُلطان واپس آ گیا تو پھر۔تم اُسے ہینڈل کر سکتے ہو مگر وہ تمہیں ہینڈل نہیں کر سکتا۔"ھُود کی تمہید پر اُس نے بےزاری سے سَر جھٹکا۔چہرے پر تھکاوٹ کے باوجود تازگی تھی کیونکہ کافی عرصے بعد اُس نے رات کی نیند لی تھی۔نہ جانے یہ خوش آئند بات تھی یا نہیں؟ سارے ضروری پیپرز پہ سائن کر کے ڈاکٹر وارثی سے اُسکی ڈائیٹ اور دوائیوں کا معلوم کر کے وہ بےزار سے معارِج کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی کو ہاسپٹل پارکنگ سے نکال لے گیا۔

"کھانے اور دوائیوں کا خیال رکھنا ہے۔"ڈاکٹر وارثی گو ماہرِ نفسیات تھے اور ماہرِ نفسیات دوائیوں کے بجائے تھراپی اور سیلف ہیلنگ پر یقین رکھتے ہیں مگر اُسکے سَر درد اور دیگر مسائل جو ذہنی نہیں تھے، اُنکی دوائی دینی پڑتی تھی۔اُسکی خاموش پر ھُود نے پریشانی سے اُسکو دیکھا۔ظاہر ہے وہ اُسکی پریشانی اور اِضطراب سمجھ رہا تھا۔پہلے کی بات اور تھی۔اَب ہر منظر میں وہ لڑکی داخل ہو گئی تھی جسکا معارِج سکندر کی پوری ہستی پر اَجارہ تھا۔جو معارِج سکندر کے دِل پر کئی سالوں سے حکمرانی کر رہی تھی۔ھُود

نے دروازہ کھولے جانے پر گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے اُس نے معارِج کو دیکھا جو یونہی گاڑی میں بیٹھا رہا۔ سیف نے آگے بڑھ کر تیزی سے دروازہ کھول کر اُسکو دیکھا جسکا اُترنے کا بالکل کوئی اِرادہ نہیں لگ رہا تھا۔

"باس!" سیف کی مدہم پُکار پر، ھُود نے تلملا کر اُسکو دیکھا۔

"سُلطان ہے یہ۔"ھُود کے تیز لہجے پر سیف نے معذرت خواہانہ نظروں سے اُسکو دیکھ کر معارِج سکندر کو نیچے اُترنے میں مدد کی اور پھر اُسکو ایک ہاتھ سے تھامے اندر لے کر آیا جہاں ہال میں آیت بیٹھی صدف کے آنے کی مُنتظر تھی۔ اُسکو معلوم نہیں تھا کہ آج سُلطان کو ڈسچارج کر دیا جائے گا۔ دروازہ کھولے جانے کی آواز پر اُس نے چونک کر چہرہ پھیرا اور پھر سیف نے ساتھ اندر آتے سُلطان کو دیکھ کر تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"اسلام و علیکم!" ساری سوچیں جھٹک کر نرمی سے کہتے ہوئے آگے بڑھی اور پھر سیف کو پیچھے ہونے کا اِشارہ کیا۔

"طبیعت کیسی ہے اَب تمہاری؟" سیف جانتا تھا کہ سُلطان سے اُسکا کیسا دوستانہ تعلق ہے تبھی اُسکا ہاتھ چھوڑ کر پیچھے ہوا مگر معارِج سکندر کو اِس بات کا اندازہ نہیں تھا تبھی قبل اِسکے کہ وہ اُسکا بازو تھامتی، سبز آنکھیں تحیر سے پھیلا کر وہ تیزی سے پیچھے کو ہوا۔ آیت کے دِل کو شدت کا جھٹکا لگا مگر چہرے کے تاثرات میں صرف حیرانگی دوڑ رہی تھی۔

"میرے خیال سے سیف کے بجائے میں تمہارا خیال اچھے سے رکھتی ہوں۔" اُسکے پیچھے ہونے کو خاطر میں لائے بغیر، اُسکی جانب بڑھ کر آیت نے اُسکا مضبوط بازو نرمی مگر مضبوطی سے تھام لیا۔

"اِیسے گھور کیوں رہے ہو، چلو آگے۔۔" اُن پھیلتی، ششدر آنکھوں کو خفگی سے آنکھیں دِکھا کر اُس نے معارِج سکندر کو ہک دَق کر دیا۔ آگے بڑھتے ہوئے وہ خود پر ابھی تک حیران، ساکن، ششدر نظریں محسوس کر رہی تھی مگر اُسے جیسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اِیسے ہے تو بھئی اِیسے ہی سہی۔

"مُجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے بجائے آگے دیکھو۔ ساری خدمتیں جو تمہاری میں کرنے والی ہوں، ایک ایک واپس لوں گی۔" چہرہ پھیر کر اُن سبز، ٹھہری ساکن پُتلیوں میں دیکھ کر اِنتہائی طمانیت سے باور کروا گیا۔ لرزتے دِل کے ساتھ معارِج سکندر نے تیزی سے اپنا بازو اُس سے چُھڑوا کر آیت کو لڑکھڑا کر دُور ہونے پر مجبور کر دیا۔ کچن سے نکلتی صدف اور پیچھے چلتے سیف نے حیرانگی سے دیکھا جبکہ دیوار پر شور مچاتی گھڑی کی سوئیاں اور آیتِ تطہیر کی دھڑکنیں اُس ناگوار انداز پر اپنی روانگی بُھول کر آگے بڑھتے شخص کو دیکھے گئیں اور تبھی معارِج سکندر کے سَر میں ٹیس اُٹھی، آنکھوں کے آگے آتی دُھند اور اُن سیاہ ہیولوں کے ذہن میں چھاتے ہی وہ تیزی سے سَر کو تھام کر لڑکھڑایا اور قبل اِس کے کہ زمین بوس ہوتا، قیامت کے زیرِ اثر آیت نے تیزی سے خود کو چُھڑا کر اُسے ایک بار پھر مضبوطی سے تھام لیا۔ معارِج سکندر کے دِل نے لرز کر اُس لمس پر کروٹ بدلی۔

"تم ٹھیک ہو؟" آگے کو جُھک کر اُسکا پچھلا عمل بُھلائے، تشویش سے پوچھتی لڑکی نے اُسکا دِل ویران، بیابان صحرا کی مانند کر دیا۔ مُنتشر ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اُس نے ایک بار پھر چہرہ پھیرنے کی غلطی

کر دی۔ نہیں پھیرنا چاہیئے تھا۔اُن سبز دَشت کی مانند بے آب و گیا آنکھوں میں وہ چہرہ کسی سہمے ہوئے غزال کی مانند لہرایا۔

"سیف!" اَب کی بار نرمی سے آیتِ تطہیر سے ہاتھ چُھڑوایا گیا۔پیچھے چلتا سیف تیزی سے بوکھلا کر آگے آیا جبکہ آیت پیچھے رہ گئی۔

"میرے کمرے میں لے چلو مُجھے۔"اپنی جانب بڑھتے سیف کے ہاتھ کو تھام کر ساکن آیتِ تطہیر کو پیچھے چھوڑے وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

✓تُو نے دیکھا ہی نہیں آہو کا بے پرواہ خرام

ہم نے دیکھا، دیکھ ہم ویران ٹیلے ہو گئے۔۔۔

(قاسم شاہ)

اُسے کمرے میں لا کر آرام سے بیڈ پر بٹھانے کے بعد سیف نے تیزی سے دروازہ بند کیا اور بھاگ کر اُس تک آیا۔

"یہ آپ باہر خود کو ایکسپوز کرنا چاہ رہے تھے؟" سیف کے کڑے سوال پر سنبھل کر بیٹھتے معارِج نے ناسمجھی سے چہرہ اُٹھایا۔

"کیا فضول ہانک رہے ہو؟" دِل کی ابھی تک قابو نہ ہوتی دھڑکنوں پر اُس نے جُھنجھلا کر کہا۔

"یہ جِس طرح سے آپ مِس آیت کے ساتھ کر رہے تھے، یہ انداز سُلطان کا نہیں ہے۔"سیف کی بات پر وہ جو گھڑی کلائی سے اُتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ رہا تھا، ساکن ہوا۔

"تو کیا انداز ہیں سُلطان کے؟" اُس نے جس طرح جل کر سوال کیا سیف نے تعجب سے اُسکو دیکھا۔ کیا اُسے اِس بات پر اِتنا غصّہ آ رہا تھا کہ آیتِ تطہیر سُلطان کے ساتھ اِس قدر دوستانہ برتاؤ کرتی ہے یا پھر اِس بات پر کہ وہ اُسکی مُسلم موجودگی سے، اُسکے اِیسے ناز اور انداز سے اَب تک واقف نہیں ہوا تھا۔

"سُلطان اور اُنکے درمیان بہت اچھی اور گہری دوستی ہے۔وہ کبھی اُنکو اِیسے بُری طرح نہیں جھٹک سکتا جیسے آپ نے جھٹکا تھا۔" اُسکی اگلی بات میں کچھ اِیسا تھا کہ معارِج سکندر کا دِل ٹھہر گیا۔ کیا اُس نے بُری طرح؟؟ واقعی میں اُسکا طریقہ جائز نہیں تھا۔ اُسکے لیئے وہ معارِج سکندر نہیں بالکل اُسکا دوست اور اُسکا شوہر سُلطان خان تھا جسکے ساتھ اُسکا برتاؤ اور تعلق بہت دوستانہ تھا۔وہ تو اپنی زندگی میں معارِج سکندر نامی شخص کا باب پانچ سال پہلے ہی ختم کر چکی تھی پھر معارِج سکندر نے کیوں دِل کے ہاتھوں، جلن اور رقابت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اُسکو جھٹکا؟ وہ اِتنی چھوٹی سی حرکت کیسے کر گُزرا؟؟

"آپ آرام کریں۔میں جا کر اُنکو بتا دیتا ہوں کہ آپ کی طبیعت ابھی بھی سٹیبل نہیں ہوئی ہے۔" اُسکے چہرے کے مُضمحل اور خاموش ہوتے تاثرات پر اُسکو کہنا پڑا اور پھر وہ پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ معارِج سکندر نے گُھٹتے دِل کے ساتھ سَر بیڈ کراؤن سے ٹِکا لیا۔اُسے یاد رکھنا تھا کہ یہ جگہ اُسکی نہیں ہے۔وہ آیتِ تطہیر کے لیئے معارِج سکندر نہیں بن سکتا۔وہ سُلطان خان تھا، اُسے وہی رہنا ہو گا۔دُکھتے سَر کو تھپکتے ہوئے اُس نے آنکھیں موند کر گہرا سانس لیا۔سر د کی تکلیف کا اِس بار دِل میں اُٹھتے دَرد سے کوئی مُقابلہ نہیں تھا۔اُسے بس کچھ گھنٹے کی پُرسکون نیند لینی تھی اور لے کر چلے جانا تھا۔سُلطان بس کچھ گھنٹے میں واپس لوٹ آئے گا۔اُسے یقین تھا۔وہ معارِج سکندر ہو کر سُلطان

خان بننے کا ڈھونگ نہیں رچا سکتا، خود ابراہیم کو غلط لگتا تھا۔وہ آیتِ تطہیر کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

✓ تھی گُزشت اُنکی عجیب ہی، وہ جو جاں سے تھے گُزر گئے

ہے تمام شہر تحیّری، جو تیری گلی کے تھے، گھر گئے

شب و روز کا ہے معاملہ، نہ کوئی صِلہ، نہ کوئی گلِہ

وہ معاملہ دِل و جاں کا تھا، کبھی جی اُٹھے، کبھی مَر گئے

تمہیں اپنا حال سُنائیں کیا، تمہیں رَمز کوئی بتائیں کیا

وہ چلا گیا، تو چلا گیا، وہ جو آ گیا تو سنور گئے

نہیں مُجھ میں اَب کوئی دِلبری کہ نَفس نَفس ہے سِتم گری

میرے سارے رنگ اُتر گئے، میرے سارے خواب بِکھر گئے

کسی خواب کا ہو خیال کیا، کوئی خواب بھی نہیں دَرمیاں

کسی رنگ پہ کریں کیا نظر، کہ مژہ تو خُوں میں بَھر گئے۔۔۔

(سید جون ایلیاء)

"میں آخر کب مِلوں گی، سُلطان بھائی سے؟" کل کا پورا دِن آیت کے بجائے سیف ہی اُس کمرے میں دقعتاً فوقتاً جاتا رہا حالانکہ اُس نے آیت کو تسلی دے دی تھی کہ سُلطان کی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے۔اُسکو کچھ گھنٹوں کے لیئے اکیلا چھوڑ دیا جائے۔ بھرپور نیند لینے کے بعد سُلطان اپنی ڈگر پر واپس آ جائے گا۔وہ دوستانہ سا سُلطان جِس کو آیت جانتی ہے، جِس سے آیت نے نِکاح کیا تھا۔آیت اور صدف نا سمجھی سے سیف کو کہتے سُنتی رہیں اور پِھر ایک دوسرے کو حیرانگی سے دیکھ کر دونوں رات کے کھانے کے بعد کمرے میں آ گئی۔آیت کے لیئے اُس نے اپنے کمرے میں ہی اِنتظام کیا۔

"یعنی تمہاری شادی میرج آف کنونیس ہے؟" اُسکے بستر پر دھڑام سے گرنے سے قبل اُس نے سوالیہ کہا جبکہ اُسکا سامان الماری میں رکھتی آیت کا بس ایک پل کو ہاتھ تھما اور پِھر اثبات میں سَر ہلا کر اُسکی جانب آ کر چادر ڈالنے لگی تبھی صدف کے دوسرے فہمائشی سوال پر آیت نے چونک کر اُسکو دیکھا جس پر سفر کی تھکان سوار تھی مگر آیتِ تطہیر کے شوہر کو دیکھنے کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی۔ سُلطان کے اندر آتے وقت بھی اُس نے کچن سے اُسکی پُشت دیکھی تھی اور پِھر وہ تب کا گیا کمرے سے شام اور پِھر رات تک نہیں نِکلا۔

"صبح ناشتے کی میز پر مِل لینا۔"آیت نے تسلی دیتے ہوئے کہا اور پِھر اُسکے برابر آ کر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد صدف کے مدہم خراٹوں کی آواز پر آیت نے مُسکرا کر اُسکو دیکھا اور پِھر چہرہ سیدھا کر کے چھت پر نصب فانوس کو دیکھنے لگی۔عشاء کی نماز کے بعد اُس شخص سے شدید ناراضگی اور بے رُخی کے باوجود کتنی ہی دُعائیں اُسکے نام کر کے اُس نے اللہ کے حضور بھجوائیں تھیں۔وہ دُعائیں جو خالص دِل

اور نہایت اُلفت سے لاکھ اُلجھنوں، ناراضگی اور طیش کے باوجود بھیجی گئی تھیں نہ جانے قبولیت کی سند پانے کی ہمت رکھتی بھی تھیں یا نہیں؟

کیا سُلطان اور معارِج ایک ہی شخص تھے؟ یقیناً یہ دوسری شخصیت، دوسرا نام اُس پیشے کی وجہ سے تخلیق کی گئی ہو گی جِس سے وہ مُنسلک تھا مگر دو متضاد رویئے؟ وہ اُسے بے وقوف کیوں بنا رہا ہے؟ وہ کیوں اُسکی آنکھوں میں دُھول جُھونک رہا ہے؟ کیوں سُلطان بن کر اُس نے اُسے ہمیشہ بچایا، اُس سے ہمیشہ بے تکلف ہو کر ویسے بات کی جیسے اُس نے معارِج سکندر ہو کر کبھی نہیں کی؟؟ سوال اِتنے سَر اُٹھا رہے تھے کہ کوئی اَنت نہیں اور جواب ایک بھی مُیسر نہیں تھا۔

✓ایمان سے آگے ہے کہیں شِرک کی منزل

وہ دوسرا دیکھے جِسے پہلا نظر آئے۔۔۔

(سیّد مُبارک شاہ)

صبح اُسکی آنکھ کافی دیر سے کھلی تھی اُس تھکاوٹ کی وجہ سے جو اُسکے روم روم میں اُتری ہوئی تھی۔ کروٹ بدل کر ڈریسنگ ٹیبل سے لینسز کی ڈبیا اور سیاہ گلاسز نکال کر سیدھا ہوتے ہوئے اُس نے خود پر سے کمبل اُتار کر لینسز تبدیل کر کے سیاہ گلاسز آنکھوں پر لگائی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ دو دِن کی اُسکی غیر موجودگی سے غضنفر حویلی میں کوئی کہرام نہیں مچ سکتا تھا، اُسے خبر تھی لیکن یہاں سارے معاملات نہیں چھوڑے جا سکتے تھے۔ پاؤں زمین پر ٹِکا کر اُٹھنے سے قبل وہ چونک گیا۔ اُسکے کمرے میں

تو کارپٹ ہی بچھے ہوئے تھے یہ تو۔۔۔سَر جھٹک کر وہ تیزی سے کھڑا ہوا۔عموماً بیڈ کے پاس ہی اُسکی مخصوص سیاہ سِٹک ہوتی تھی مگر آج وہاں نہیں تھی۔یقیناً سیف صاحب نے عقل کا اِستعمال کرتے ہوئے جگہ تبدیل کی ہو گی۔چند قدم ہی آگے ہوا تھا دروازہ آہستگی سے کھولے جانے پر اُسکی نگاہ تیزی سے اُس جانب گئی اور پِھر آگے بڑھتے ہوئے سامنے پڑے سِٹر سے ٹکرا کر وہ بُری طرح نیچے کو گِرا۔اندر جھانکتی آیت اُسے یوں ٹکرا کر گِرتے دیکھ کر شل ہوئی اور پِھر بھاگ کر اُس تک آئی۔اُسکے قدموں کو قالین نے اپنے اندر مدغم کر لیا تھا تبھی کوئی چاپ پیدا نہیں ہو سکی۔وہیں ٹھہر کر آنکھیں پھیلائے وہ اُس شخص کو زمین پر گِرتی اپنی سیاہ گلاسز اُٹھاتے دیکھنے لگی اور پِھر چہرہ اُٹھا اور آیتِ تطہیر جو صِرف اِس بات پر ہی مست تھی کہ وہ شخص معارِج ہو یا سُلطان کوئی بھی ہو کم از کم یہ دُنیا اور اُسے دیکھ تو سکتا ہے، اندر تک ویران ہو گئی۔سبز آنکھیں اَب سفید تھیں۔ وہ آنکھیں جنہوں نے کل اُسے چاہت اور اُلفت سے مغلوب ہو کر دیکھا تھا، وہ۔۔۔کہیں بھی نہیں تھیں۔اُسکا دِل زخمی ہو کر مدہم رفتار سے دھڑکنے لگا۔۔۔اُسکی تاویلیں غلط تھیں۔وہ تسلیاں جو وہ اپنے دِل کو اُس فریب، اُس دھوکہ دہی پر دیتی آ رہی تھی وہ سب جُھوٹ تھا؟؟

"کون ہے؟" کسی کی مُسلم موجودگی محسوس کرنے کے باوجود، خاموشی طاری رہنے پر اُس نے آہستگی سے کہا۔

"عروج۔۔۔!" اُسکی غیر حاضری پر صِرف وہی آ کر خیریت پوچھ سکتی تھی مگر مُسلسل خاموشی پر اِس سے قبل اُٹھ کھڑا ہوتا، آیت لرزتے، پھٹتے دِل اور مُنہدم ہوتے وجود کے ساتھ تیزی سے پلٹ کر کُھلے دروازے سے باہر بھاگ گئی۔چند لمحے وہ یونہی ناسمجھی سے بیٹھا رہا۔

"باس!" تبھی کمرے کے کُھلے دروازے کو دیکھ کر اندر آتا سیف اُسکو نیچے گرے دیکھ کر بھاگ کر اُس تک آیا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟" اُسکو چونک کر کھڑا ہوتے دیکھ کر سیف نے حیرانگی سے سوال کیا۔

"تم گھر نہیں گئے؟" اُسکے سوال پر سیف نے تعجب سے اُسکو دیکھا۔

"ہم غضنفر حویلی نہیں سکندر ہاؤس میں ہیں۔"سیف کی اطلاع پر اُس نے جھٹکے سے پلٹ کر سیف کو دیکھا۔

"وہاٹ! تو سُلطان کہاں ہے؟" اُسکے حیران سوال پر سیف نے بھی نا سمجھی سے اُسے سَر تا پا دیکھا۔

"یہ سوال تو مُجھے آپ سے کرنا چاہیئے۔ آپ کیسے۔۔۔؟" اُسکے لہجے میں سخت تشویش اور پریشانی تھی۔ بوکھلا کر اُس نے تیزی سے جیب میں سے سیل فون نکالا اور پھر ڈاکٹر وارثی کا نمبر مِلا کر کان سے لگایا۔ دوسری بیل پر کال اُٹھا لی گئی۔

"سُلطان آج بھی واپس نہیں آیا، سَر۔"اُسکے سرسراتے لہجے پر دوسری جانب مصروف سے ڈاکٹر وارثی سب چھوڑ کر تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا کہہ رہے ہو؟ آج سُلطان کو واپس آنا تھا۔"اُنکے لہجے کی بے یقینی پر سیف نے حیران آنکھوں سے گلاسز اُتارتے معارِج سکندر کو دیکھا جو گہرا سانس لے کر بیٹھتے ہوئے دراز سے لینز کی ڈبیا نکال رہا تھا۔

"آج تیسرا دِن ہے اور سُلطان نہیں آیا۔"اُسکی بات پر ڈاکٹر وارثی نے پیشانی سہلا کر ٹیبل پر پڑے کیلنڈر کو کھسکا کر اپنے مقابل کیا۔

"تم معارِج کا دھیان رکھنا۔اُسکو سخت کیئر کی ضرورت ہو گی۔"اُنکی بات کا مطلب سمجھ کر سیف نے اثبات میں سَر ہلا کر کال مُنقطع کی اور پھر یونہی ساکن چہرے سے معارِج کے پاس آیا جس نے آنکھوں میں لگائے گئے لینز اُتار کر، ڈبیا میں رکھ کر چہرہ اُٹھایا۔وہی مخصوص سیاہ آنکھیں لوٹ آئیں تھیں۔اَب نہ آنکھوں کے آگے دُھندلاہٹ تھی، نہ سفیدی۔سیف نے گہرا سانس لے کر اُسکو دیکھا۔

"قَسم سے اِتنے رنگ گرگٹ نہیں بدلتا، جتنے آپ کی آنکھوں کے بدلتے ہیں۔"اُسکے یوں جَل کر کہے جانے پر معارِج سکندر کے سبز لینز اُٹھا کر آنکھوں کے قریب لے جاتے ہاتھ تھمے اور پھر اُس نے جِن خُشمگیں نظروں سے اُسے گُھورا، سیف تلملا کر رہ گیا۔

"آپ نے مِس آیت سے فرینڈلی ڈیل کرنا ہے۔کل کی طرح نخرے اور اِیٹیٹیوڈ دِکھایا تو۔۔۔"وہ جب لینز لگا کر کھڑا ہوا تو سیف کی زُبان ایک بار پھر چلنے لگی جسے بروقت بریک وہ لگا تو نہیں سکا مگر خیر۔۔۔

"تمہاری ہڈی لوک رہی ہے، ہے نہ؟" تصدیقی سوال پر سیف نے لَب بھینچ کر مُسکراہٹ دبا کر تیزی سے نفی میں سَر ہلایا۔

"آپ کے بَھلے کے لیئے کہہ رہا ہوں۔"ساتھ ہی اپنی پوزیشن واضح کی گئی۔اِس سے پہلے کہ وہ پھر کوئی کرارہ سا جواب دیتا، اُسی وقت بیل کی آواز پر دونوں نے چونک کر دروازہ کی جانب دیکھا۔

"میرے خیال سے حُود آیا ہے۔"تیزی سے کہہ کر سیف باہر بھاگا جبکہ معارِج نے سَر جھٹک کر ڈریس روم کا رُخ کیا۔اچھی طرح فریش ہو کر سیاہ رنگ کی دھاریوں والی ٹرٹل نیک سوئیٹر اور سیاہ ہی

ڈریس پینٹ پہن کر باہر نکلا۔ بال سکھا کر وہ جو پیچھے کی جانب بٹھانے لگا تھا یاد آنے پر گہرا سانس لیتے ہوئے ہیر ڈرائیر سے سکھا کر یونہی بے پرواہی سے ہاتھ چلا کر سیاہ گھنے بال پیچھے کیئے اور پھر شیشے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھا۔ سبز آنکھیں یونہی ساکن سی اُس چہرے کو دیکھتی رہیں جس کا آئینے میں عکس واضح تھا۔ وہ دو شیشے بٹا ہوا اُسکا عکس دِکھا رہے تھے بالکل اُسکی شخصیت کی طرح۔ سوئیٹر کے بازو قدرے پیچھے کر کے تیزی سے ڈریسنگ روم سے باہر نکلا اور پھر کمرے سے باہر نکلنے سے قبل اُس نے یوں گہرا سانس لے کر ہمت مُجتمع کی جیسے محاذِ جنگ پر جانے لگا ہو۔ آیتِ تطہیر کا سامنا یوں ہوش و خرد میں، جاگتی آنکھوں سے کرنا بے حد کَھٹن تھا۔ اُس عورت کا سحر ہر زمانے کی تفریق سے بے نیاز اُسکے دِل پر، اُسکی ہستی کے لیئے بے حد مُہلک تھا۔ بس دِل کی بے چینی اور اِضطراب کے لیئے یہ کافی تھا کہ تطہیر کے لیئے وہ معارِج سکندر نہیں، سُلطان خان تھا۔ وہ اُس سے یوں بے تکلف برتاؤ کبھی نہیں کر سکتی تھی۔ اُسکا کردار تو تطہیر کی زندگی سے آج سے پانچ سال قبل ہی رخصت ہو گیا تھا۔ وہ تو اُسکے دِل اور نگاہ میں کبھی ٹھہر ہی نہیں سکا تھا۔ یہ امتحان کِس قدر مُشکل تھا۔ یہ آزمائش روح چھلنی کر دینے والی تھی۔

✓بَس ایک گُماں ہے اپنے ہونے کا وگرنہ ہم تو

عُدو کے دِل میں نہیں، یار کی نظر میں نہیں۔۔۔

(شعیب بُخاری)

"اللہ! مُجھ سے مزید اِنتظار نہیں ہو رہا۔"جب سے سیف بتا کر گیا تھا کہ سُلطان فریش ہو کر ناشتہ کرنے آ رہا ہے تب سے صدف بار بار پلٹ کر بند دروازے کو دیکھتی جبکہ آیت اُسکی بے چینی اور دلچسپی سے بے نیاز چائے کے کپ پر نظریں جمائے نہ جانے کِن سوچوں میں غرق تھی۔گھڑی کو دیکھتی صدف اور کپ کی سطح پر ہاتھ پھیرتی آیت دونوں کو کمرے کا دروازہ کُھل کر بند ہونے کی آواز نہیں آ سکی۔دونوں چونکی تب جب عقب سے بھاری **"سلام"** کی آواز آئی۔صدف نے مُسکراہٹ دبا کر چونک کر سیدھی ہوتی آیت کو دیکھا اور پھر تیزی سے چہک کر کھڑی ہوئی۔تب تک بیرونی دروازے سے سیف کمال اور ھُود ابراہیم داخل ہو گئے تھے۔

"وعلیکم اسلام، سُلطان بھائی! قسم سے آپ تو عید کا چاند ہو گئے۔بالکل نہیں وہ بھی اِتنا اِنتظار نہیں کرواتا۔میں آپ کی بیگم کی اکلوتی۔۔۔"پلٹے بغیر اُس نے فراٹے سے چلاتی زُبان سے اُن سب کو ٹھٹکا دیا مگر سامنے آ کر ڈائیننگ ٹیبل کی کرسی کے ہتھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوتے شخص کو دیکھ کر اُسکی زُبان پر فالج گِر گیا۔پھیلتی آنکھوں اور پھیکے پڑتے چہرے سے اُس نے چہرہ جُھکا کر خاموش بیٹھی آیت کو دیکھ کر دوبارہ وہاں دیکھا مگر وہ شخص یونہی کھڑا رہا۔وہ اُسکا وہم نہیں حقیقت تھا جبکہ معارِج سکندر نے اُس لڑکی کو پہچاننے کے باوجود اپنے تاثرات انجان رکھے۔

"آ۔۔۔آپ۔۔۔آپ ی۔۔۔۔۔"بوکھلاہٹ اور بے یقینی سے اُس سے کچھ کہا تک نہیں گیا۔

"کیا ہے آپ میری بیگم کی اکلوتی۔۔۔؟"مُسکراتے استفسار اور کھنکھتے لہجے پر آیت کے دِل کی دھڑکن سُست ہوئی اور پھر اُس نے بے اِختیار نگاہیں اُٹھا کر چہرہ پھیرا۔اُسکے چہرے پر دَر آتے تاثرات سے انجان اور بے نیاز، سبز آنکھیں چمکتے ہوئے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ رہی تھیں۔

"آپ۔۔۔ آپ کا نا۔ نام۔۔۔ معارِج نہیں۔۔۔؟" صدف کو واقعی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی جبکہ اُس نام پر سبز آنکھوں والے شخص کی مُسکراہٹ تیزی سے سِمٹی جبکہ دروازے کے پاس کھڑا هُود تیز قدموں سے آگے بڑھا۔

"نہیں۔۔۔ یہ سُلطان خان ہے۔"کسی اور کی آواز پر صدف نے پلٹ کر نا سمجھی سے دیکھا اور پھر دھیان دیئے بغیر چہرہ پھیرا۔ نئے نئے لگنے والے دھچکے نے اُسکی عقل پر تالے لگا دیئے تھے۔

"آیت۔۔۔ یہ تو معارِج سکندر کا چہرہ۔۔۔"صدف نے اُسی بے یقینی سے اُنگلی اُٹھا کر ساکت کھڑے شخص کی جانب اُٹھائی۔ آیت نے اُس شخص کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر صدف کا ہاتھ کھینچ کر ایک جھٹکے سے اُسے بٹھایا۔

"نہیں۔۔۔ یہ سُلطان ہے۔۔۔"اُس نام کو زُبان پر لائے بغیر اِس سختی سے اُس نے یَک دَم سخت اور تیز لہجے میں تردید کی کہ اُن سب نے بیک وقت اُسکو دیکھا۔ معارِج سکندر نے خاموش ہو جاتے دِل سے اُسکو دیکھا جو بے تاثر چہرے کے ساتھ چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا چُکی تھی۔

"لیکن یہ۔۔۔"صدف کو ابھی بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"خبردار جو اَب کوئی فضول بکواس کی تو۔۔۔"اُسکا غصّے بھرا لہجہ یَک دَم جس طرح لرز کا کانپا، صدف نے کانوں کا ہاتھ رکھ کر اُسکو دیکھا جسکا بے تاثر چہرہ پتھر سے زیادہ سخت ہو رہا تھا۔

"اسلام و علیکم۔۔۔!"نظر اُٹھاتے ہی ہک دَق رہ جاتے سیف اور هُود کو دیکھ کر اُس نے آہستگی سے کہتے ہوئے سارے خاموش ہو کر ٹھہر جاتے ماحول کو حرکت عطا کر دی۔ معارِج گُھٹتے دِل سے بغور

اُسکو دیکھے گیا جو اطمینان سے کھڑی ہو کر یوں ھُود اور سیف سے حال چال پوچھ رہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"تم ابھی تک کھڑے ہو۔ تمہاری پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سُلطان۔" صدف کی ششدر، بے یقین نظروں کو بڑی خوش اسلوبی سے نظر انداز کیئے وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ چونکتے معارِج سکندر نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر اپنی جانب پریشانی سے دیکھتے ھُود اور سیف کو دیکھا کر کرسی پر بیٹھا۔

"میں خود۔۔۔" اُسکو اپنے سامنے ناشتے کے لوازمات رکھتے دیکھ کر وہ جو کچھ کہنے لگا تھا، تطہیر کی نظروں پر ساکن ہوا۔

"اُونہوں! بیماری میں تمہارے نخرے اُٹھائے جا سکتے ہیں مگر ٹھیک ہوتے ہی بُھول جانا کہ میں کبھی تمہارے کام آوٴں گی۔" اندر اُترتی قیامت کے اثرات اُسکے مُسکراتے چہرے پر کہیں نہیں تھے جبکہ معارِج اُس لہجے پر چونک کر اُسکو دیکھے گیا۔ کچھ تھا اُس لہجے، اُس انداز میں جسے وہ کوئی نام نہیں دے سکا۔ صدف آنکھیں پھاڑ کر آیت کے انداز مُلاحضہ کر رہی تھی اور خود پر جمی ھُود ابراہیم کی نظروں سے غافل تھی۔

"میں نے تو سُنا تھا کہ دوست دوستوں کے کام آتے ہیں مگر تم مُجھے ابھی سے ہری جھنڈی دِکھا رہی ہو۔" اَب انداز سُلطان والا تھا مگر اُس لہجے پر آیت کا کپ میں چائے ڈالتا ہاتھ لرزا۔

"وہ دوست اور ہوتے ہوں گے۔ مُجھ سے اِیسی کوئی اُمید مت رکھنا۔" تیزی سے ہاتھ پیچھے کر کے اُس نے چائے کا تھرماس ٹیبل پر رکھ کر کرسی سنبھالی۔

"تم پر مُشکل وقت آیا نہ تو سب سے پہلے میں تمہیں چھوڑ کر بھاگوں گی۔" اَب چہرہ اُٹھا کر براہِ راست اُن سبز آنکھوں میں سُنہری آنکھیں گاڑھ کر کہتے ہوئے اُس نے ہال میں بیٹھے تمام نفوس کا سانس روک دیا۔ ھُود اور سیف نے آنکھیں پھیلا کر بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ معارِج سکندر چہرہ اُٹھائے اُن سُنہری آنکھوں کو دیکھے گیا جِن کی کاٹ اِس قدر سخت تھی کہ وہ اندر باہر سے لہولہان ہو گیا۔ اِس عورت کی رفاقت تو سُلطان خان کو بھی مُیسر نہیں آنے والی تھی کیونکہ کچھ تھا چُبھتا ہوا، کچوکے لگاتا ہوا سا اُن سُنہری آنکھوں میں کہ معارِج سکندر کی چَھٹی حِس یک دَم چوکنا ہو گئی۔ بھید عیاں کر کے بھی سب چُھپاتی آنکھوں نے اُسے سُن کر دیا تھا۔

"میرے خیال سے یہ بہت سخت بات ہے۔" سیف نے کھنکھار کر ایک دوسرے کو پلک جَھپکے بغیر دیکھتے نفوس کا دھیان بھٹکانا چاہا۔ آیت نے چونکے بغیر چہرہ پھیر کر سیف کمال کو دیکھا اور دھیرے سے مُسکرا دی۔

"سخت بات تو ہے مگر قرینے سے سچ بتانے کا ہنر میرے پاس نہیں ہے۔" مُسکرا کر کہتی، تطہیر نے معارِج سکندر کی دھڑکنیں سُست کر کے پہلے سے مُنتشر وجود کو خالی کر دیا۔ کہیں اندر کے عمیق اندھیروں میں مدغم زندان میں آہنی زنجیروں سے جَھکڑے ہوش و خِرد سے بیگانہ شخص کے وجود میں لرزش ہوئی۔ دِل میں اُٹھتا درد دونوں جانب یکساں اثر کر رہا تھا مگر اُس شخص کی وجود کی لرزش لمحے بھر کی تھی۔ آہنی زنجیروں نے اُسکی مزحمت معدوم کر دی۔ چہرے پر بکھرے بالوں کے باوجود اُس

بے ہوش پڑے شخص کا چہرہ قابلِ شناخت لگ رہا تھا۔وہ زندان کے اندھیرے میں، آہنی زنجیروں کا اَسیر قیدی **'سُلطان خان'** تھا۔اُس زندان کی سرد، تنگ دیواریں جہاں جابجا پَر اور بے پَر تتلیاں، کسی کا خوبصورت، دِل کش چہرہ کوئلے کی راکھ سے بنائے گئے تھے۔وہ حبس زدہ ماحول اُس شخص کے وجود کی عادی معلول رہا تھا۔ایک سیاہ، ٹوٹی پھوٹی دیوار پر موجود روشن دان کے کچھ آہنی سِرے اندر موجود اَسیر کی مزاحمت کا مُنہ بولتا ثبوت تھے۔اِس بار وہ اَسیر قیدی اِن آہنی زنجیروں، اُس زندان کی سلاخوں کو پار کرنے میں ہمیشہ کی طرح کامیاب ہوتا ہے یا نہیں؟ اِس بات کا فیصلہ آنے والی وقت کا تھا یا اُس تنگ و تاریک زندان کے بےبس قیدی کا جسکا زِندان مَسکن تھا۔

✓کُچھ پرندے ہیں نہیں پیڑ کے عادی وہ بھی

چھوڑ جائیں گے کسی روز یہ وادی وہ بھی

خواب میں کچھ دَر و دِیوار بنا رکھے ہیں

جانے کیا سوچ کے تعمیر ِگرا دی وہ بھی

میرے گھر میں نئ تصویر تھی اُس چہرے کی

رنگ دِیوار کا بدلا تو ہٹا دی وہ بھی

میں نے کچھ پُھول بنائ تھے، مِٹا ڈالے ہیں

ایک تتلی بھی بنائی تھی، اُڑا دی وہ بھی

مُجھ کو جادو نہیں آتا تھا، پَری سے سیکھا

بَن گیا آپ بھی، پتھر کی پنا دی وہ بھی

میں نے اِک راہ نِکالی تھی زمانے سے الگ

تُو نے آتے ہی زمانے سے مِلا دی وہ بھی۔۔۔

(فیصل عجمی)

* * * * * * *

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَيْكُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئ۔ اگر کوئ غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چُوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ-----

"یہ ہو کیا رہا ہے، کچھ وضاحت نہیں کرنی مُجھے؟" اُسے کچن میں خاموشی سے برتن رکھتے دیکھ کر صدف تیزی سے اُٹھ کر اُسکی پیچھے لپکی جبکہ ھُود اور سیف نے پلٹ کر اُن دونوں کو دیکھنے کے بعد معارِج سکندر کو دیکھا جسے اُس ایک جملے نے خاموش کروا دیا تھا۔

"سُلطان!" ھُود کی قدرے اُونچی آواز پر بھی جب وہ نہیں چونکا تو اُس نے آگے کو ہو کر ٹیبل بجایا۔

معارِج نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"آفس مت ٹپک پڑنا۔دو دِن کے ریسٹ کے بعد گھر سے باہر نکلنا ہے۔"اُسکی سخت ہدایت پر معارِج نے بےزاری سے چہرہ پھیرا۔

"آپ نے کالج کے لیئے کب نکلنا ہے؟" یاد آنے پر سیف نے چہرہ پھیر کر اوپن کچن میں اپنی دوست سے مخاطب آیت کو چونکا دیا۔صدف کو خاموش تسلی دے کر برتن رکھ کر وہ آہستہ قدموں سے واپس اُن تک آئی اور کرسی کے دَستے پر ہاتھ رکھا۔

"میں نے کالج سے آف لیا ہے کچھ دِن کا۔"وہ کہتے ہوئے متوجہ بھی سیف کی طرف تھی مگر اپنے چہرے پر معارِج سکندر کی نظریں اُسے صاف محسوس ہو گئی تھیں۔چہرہ پھیر کر اُس نے معارِج کو دیکھا جِس نے اُن سُنہری نظروں پر گڑبڑا کر یوں نظریں پھیریں جیسے کوئی چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔آیت نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا اور پھر کرسی گھسیٹ کر اُسکے برابر آ بیٹھی۔

"یہ تم کیوں مُجھ سے اِتنا شرما رہے ہو؟" اُسکا بے پرواہ سوال اِس قدر غیر متوقع تھا کہ معارِج نے تحیر سے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جبکہ سیف اور ھُود کے چہروں کو مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔صدف وہیں سے لب بھینچ کر آیت اور معارِج کو دیکھتی رہی۔اُسکی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔صدف کی پریشانی سے بے نیاز آیتِ تطہیر کی لمحے بھر کو اُس فُسوں پھونکتی حیرانگی پر دھڑکنیں ساکن ہو گئیں۔اُن سبز آنکھوں کے پار سیاہ آنکھوں کی موجودگی نے اُسکو سَر تا پا سُن کر دیا تھا۔وہ اُسے ابھی دیکھ رہا تھا۔وہ اُسے واقعی میں دیکھ رہا تھا؟؟ مگر کیوں، کیسے؟؟

"میں اِن نظروں کی بات کر رہی تھی سُلطان خان۔یہ نظریں تمہاری نہیں ہیں۔"دِل پر سخت خول چڑھا کر بے نیازی سے آگے ہو کر کہتے ہوئے اُس نے معارِج سکندر کے چہرے کو رنگ بدلنے پر مجبور کر دیا۔آیتِ تطہیر کا یہ رُوپ، یہ انداز اور بے تکلفی اُس کے لیے یکسر نئی تھی تبھی اُسکا چہرہ تیزی سے سُرخ ہوا۔خفت سے نگاہیں پھیر لی گئیں۔جو دِل اُسکے پاس اِس وقت موجود تھا اُس کے ساتھ وہ اُن سُنہری آنکھوں میں زیادہ دیر تک نہیں دیکھ سکتا تھا۔اُن سبز آنکھوں میں اُس دلآویز چہرے کو دیکھ کر سِمٹ آتے جذبوں پر معارِج سکندر کا کوئی اِختیار نہیں تھا۔یہاں سُلطان خان با اِختیار تھا اور وہ بے بس اور مفلوج۔

"مجھے لگتا ہے تمہارے دماغ پہ چوٹ لگی ہے، ہے نہ؟ تبھی تو اِیسے ریکٹ کر رہے ہو۔"اُسکو چہرہ پھیرتے دیکھ کر نہ جانے کیوں، کیسے ایک دلکش مُسکراہٹ نے اُسکے چہرے کو چُھو لیا۔یکا یک پہلے کی کثافت اور اُلجھن بھک سے دِل و دماغ سے اُترنے لگی۔

"کیسے ایکٹ کر رہا ہوں میں؟" اُسے دیکھے بغیر آہستگی سے سوال آیا جبکہ ھُود اور سیف نے ایک دوسرے کو دیکھا، نظروں کا تبادلہ ہوا اور پھِر وہ یوں آہستگی سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ اُن دونوں کو خبر بھی نہیں ہو سکی۔وہ ایک دوسرے کی موجودگی میں محو تھے، خبردار کیسے رہتے۔

"سُلطان کی طرح ایکٹ نہیں کر رہے۔"مُسکراہٹ دبا کر بڑے مزے سے، بےپرواہی سے کہا گیا۔ اِیسے ہے تو اِیسے ہی سہی۔

"سُلطان کیسے ایکٹ کرتا تھا؟" اُس اگلے مدہم سوال پر آیت کی مُسکراہٹ سِمٹی۔سُنہری آنکھوں نے اُس جُھکے چہرے کو تفصیل سے دیکھنا چاہا مگر اُس نے بروقت چہرہ جُھکا لیا تھا۔

"یہ تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے اگر تم سُلطان ہو تو۔"لمحے کے توقف کے بعد اُسکے جُھکے سر کو دیکھ کر بغور کہتے ہوئے اُس نے معارِج سکندر کو چہرہ پھیر کر اپنی جانب دیکھنے پر مجبور کر دیا۔وہ اُسے دیکھتے ہوئے پلک نہیں جھپک رہا تھا، سانس تک نہیں لے رہا تھا مگر آیتِ تطہیر کے مُبہم انداز نے اُسکو چوکنا کر دیا۔

"تم سُلطان ہی ہو نہ؟" اُن دھڑکنوں کا انداز بدلتی نظروں پر وہ خود کو آہستگی سے یہ سوال کرنے سے نہیں روک سکی۔

"تم کیا چاہتی ہو؟" لمحے کے توقف کے بعد جو سوال کیا گیا وہ بے حد غیر متوقع تھا۔ آیت سَر تا پا ساکن ہو گئی۔ اُسے اِیسے سوال کی ہرگز اُمید نہیں تھی۔

"میری چاہت کہاں سے آ گئی بیچ میں؟" سَر جھٹک کر چہرہ پھیرتے ہوئے اُس نے کسی خواب سے بیدار ہو کر سوالیہ کہا۔ اُسے فریب میں رکھا جا رہا تھا، سو اُسے اپنی دھڑکنیں بُھلا کر محو نہیں ہونا تھا۔ وہ اُس پر آشکار نہیں ہو رہا تھا تو اُسکی دھڑکنوں کا یوں مُنتشر ہو جانا مُحبت کی رُو سے جائز نہیں تھا۔

اُس چہرے کے آنکھوں کے سامنے سے ہٹتے ہی معارِج سکندر حقیقت کے تپتے، بے آب و گیا صحرا میں آ کھڑا ہوا۔ اُسے اپنی حقیقت نہیں بُھولنی تھی، اُسے اپنے مقاصد نہیں پیچھے چھوڑنے تھے۔ کچھ کہے بغیر وہ کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میں کچھ دیر تک باہر۔۔۔" اپنی جانب متوجہ ہوتی آیت کو دیکھ اُس نے جیسے ہی جملہ مکمل کرنا چاہا، آیت تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"تمہیں ڈاکٹر اور تمہارے دوستوں نے آرام کرنے کا کہا ہے۔" نرم لہجہ ہر ممکن بے پرواہ رکھا گیا۔

"میں ٹھیک ہو بالکل۔ بس کچھ دیر۔۔۔" اُس نے کچھ کہنا چاہا مگر آیتِ تطہیر نے نفی میں سَر ہلایا۔

"بالکل بھی نہیں۔۔۔ آج کا دِن تو کم اَز کم تمہیں ریسٹ کرنا ہے۔ اُسکے بعد بے شک گھر میں نہ ٹِکنا۔" سختی سے کہہ کر جُھکتے ہوئے وہ ٹیبل سے برتن اُٹھا کر کچن کی جانب پلٹی۔ معارِج نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو سنجیدہ چہرے کے ساتھ شیلف پر برتن رکھتی جا رہی تھی۔ وہ آج نہیں آرام کر سکتا۔ اُسے آج

ہر حال میں یہ کام کرنا تھا۔کچھ معلوم نہیں تھا کہ سُلطان کب واپس آ جائے اُسکے آنے سے قبل وہ یہ اہم کام ضرور سَر انجام دینا چاہتا تھا۔

"میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔"قدرے اُونچی آواز میں کہہ کر اُسے دیکھے بغیر وہ تیز قدموں سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔آیت نے لمحے بھر کو چہرہ اُٹھایا اور پھر سَر جھٹک کر دھونے والے برتنوں کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"کہیں سے بھی اُس بدبخت کو ڈھونڈ کر لاؤ۔" ابھی تک مندمل نہ ہوتے زخموں کو سہلا کر اُس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے پیچھے کھڑے شخص کو قطعیت سے جواب دیا۔

"صاحب! وہ لڑکی ہاسٹل چھوڑ چکی ہے لیکن ہم اُسکو تلاش کر رہے ہیں۔"مؤدب کھڑے شخص کی اطلاع پر مُٹھیاں بھینچ کر وہ پیچھے کو پلٹا۔

"پچھلے دو دِن سے یہی بکواس سُن رہا ہوں۔پاتال سے ڈھونڈ کر لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگاؤ۔مُجھے وہ لڑکی ہر حال میں اپنے سامنے چاہیئے۔"مُٹھیاں بھینچ کر غُراتے ہوئے اُس نے اشارے سے ملازم کو دفعان ہونے کا اِشارہ کیا۔

"اَب تو تمہاری حفاظت کے لیئے کوئی مرد بھی نہیں ہے۔بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔"عیار چمکتی آنکھوں میں یک دَم سے روشنی پُھوٹی۔اُسے پے دَر پے ہونے والے اپنے مال کے نقصان کی پرواہ اِس وقت بالکل نہیں تھی۔فلحال وہ لڑکی اُسکے سامنے آ جائے اور وہ اُسکا اپنے ہاتھوں سے قتل کر

گُزرے۔ یہاں آیتِ تطہیر کے قتل کے منصوبے بناتے ہوئے وہ اِس حقیقت سے بے خبر تھا کہ کوئی اُسکی حویلی کی بلند و بالا دیوار پھلانگ کر دِن کے اُجالے میں اندر گُھس آیا ہے۔ سیاہ نقاب چہرے پر دُرست کر کے ہُڈ سَر پر گِراتے ہوئے وہ دبے قدموں یوں آگے بڑھ رہا تھا کہ کسی گارڈ کی نظروں میں نہ آئے۔ اُسکا کسی گارڈ کو بے ہوش کرنے کا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔ وہ یہاں نئے پلان کے ساتھ اُترا تھا کیونکہ وہ معارِج سکندر تھا اور معارِج سکندر، سُلطان خان کی طرح وقتی گھاؤ دینے کا حامی نہیں تھا۔ وہ اُنہیں اِیسی چوٹ پُہنچانے آیا تھا کہ وہ ساری عمر اپنے زخم چاٹتے رہیں گے، ایک دوسرے کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے۔ دُشمن کو ناقابلِ تلافی چوٹ پُہنچانے کے لیئے بے حد ضروری ہے کہ اُنکے اندر پُھوٹ اور بے اعتباری کا بیج بو کر اُنکو مُنتشر اور حواس باختہ کر دیا جائے اور پھِر اُن پر اِیسے وقت حملہ آور ہوا جائے جب وہ خود خطرے کو بھانپ کر چوکنا ہوں۔ یہی اُسکا اُصول تھا۔ غفلت میں حملہ کرنے میں وہ بات نہیں تھی۔

مُختلف راہداریوں اور گارڈز سے بچتے ہوئے وہ بے حد ہوشیاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اُسے کہاں جانا ہے۔ اندر ایک بند روشن ہال کمرے میں پُہنچ کر اُس نے ہاتھ میں تھامی گلاسز پہن کر چہرہ اُٹھایا اور پھِر اُس ہال کمرے میں جابجا نظر آتی سُرخ لیزر کو دیکھ کر اُس نے بے آواز سیٹی بجائی اور پھِر دونوں ہاتھوں کو آپس میں مِلا کر کڑاکے نکال کر وہ عجیب و غریب طریقے سے قلابازیاں اور چھلانگیں مارتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ روشن ہال کے بند دروازے کے پاس سے کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی تماش بین، حیران کُن کرتب دِکھا رہا ہے لیکن اگر اُس کرتب دِکھانے والی کی گلاسز پہن کر دیکھا جائے تو ہمیں اُس ہال میں جابجا سُرخ، مُہلک لیزر لائٹ نظر آئے

گی۔باہر اُس ہال میں کچھ بھی خطرناک نہیں تھا مگر یہ سینسر لیزر لائٹس کا بچھا جال یہ بتانے کو کافی تھا کہ بھرپور تیاری کے ساتھ سہی جگہ پُہنچا ہے۔وہ سینسر لیزر لائٹس کی بہت سی ہوریزونٹل اور وَرٹیکل قطاریں تھیں جِن میں سے کسی ایک کو بھی ہلکا سا چُھونے پر الارم بج سکتا تھا یا پِھر زہریلی سوئیاں اور تیر دیواروں سے برس سکتے تھے۔آخر میں پُہنچ کر اُس نے سامنے نظر آتے دیوار کو ٹٹولا اور پِھر جیب سے سفیر شہزاد کا تِھری-ڈی فنگر پرنٹ والا تھمب نکال کر دیوار کے درمیان میں رکھا۔سفیر شہزاد کے فِنگر پرنٹس اُن تصاویر سے اُس نے لیئے تھے جو اُسکی اور تطہیر کی پانچ سال پُرانی تصایر سفیر شہزاد اُسکے پاس چھوڑ کر گیا تھا۔

'کلک' کی مخصوص آواز کے ساتھ دیوار میں گڑگڑاہٹ ہوئی اور وہ اِتنی پیچھے ہوئی کہ ایک آدمی آسانی سے گُزر سکے۔اُس نے ایک نظر کلائی پر پہنی گھڑی کو دیکھا۔اُسکے پاس صرف پندرہ منٹ تھے۔پندرہ منٹ بعد اِس حویلی کے سارے کیمراز لائیو ریکارڈنگ کرنا شروع کر دینے والے تھے۔دِلاور نے ٹیمپر کی ہوئی اِیسی ویڈیوز اِس حویلی کے سیکورٹی سسٹم کی ایل-ای-ڈیز پر چلائی ہوئی تھیں جِن میں کسی ذی نفس کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔

گہرا سانس لے کر اندر جاتے ہوئے اُس نے تاسف سے ایک نظر سارے کمرے پر ڈالی جہاں کھلی الماری میں ڈالرز کی گڈیاں، سونے کی اینٹیں اور پیکٹس میں مہنگی ترین ڈرگز تھیں۔پورے کمرے کی تصاویر اور ویڈیوز لے کر اُس نے کندھے پر لٹکا رکھا بیگ نکالا اور سونے کی اینٹیں، ڈالرز اور ڈرگز نکال کر بیگ میں ڈالنے لگا۔سارا سامان مُنتقل کر کے اُس نے وہ بھاری بھرکم بیگ کندھے پر ڈالا اور تیزی سے باہر نکلا۔اُسکے پاس وقت کم تھا۔دیوار دھکیل کر اُس نے بیگ اُتار کر نیچے کو جُھکتے ہوئے

پوری قوت سے یوں دھکیلا کہ وہ لہراتا ہوا دروازے کے پاس موجود دیوار سے جا ٹکرایا۔اَب اِتنا بھاری بیگ پہن کر وہ پھر سے کرتب دکھانے سے تو رہا۔درازے پر پہنچ کر گلاسز اُتار کر جیب میں رکھتے ہوئے اُس نے پلٹ کر پیچھے، اُس صاف شفاف روشن کمرے کو دیکھا اور پھر نقاب سے جھانکتی سبز آنکھیں مُسکرا دیں۔اَب اصل میں سارا ہال صاف لگ رہا تھا۔مُسکراہٹ دبا کر وہ باہر نکلا اور ٹھیک بارہ منٹ بعد اُس حویلی کی دیوار اُسی طرح پھلانگ گیا، جیسے آیا تھا۔پیچھے سی-سی-ٹی-وی اپنی اصل ریکارڈنگ دِکھا رہے تھے جہاں اُس ہال میں کچھ بھی نہیں تھا۔اُس حویلی میں آج کے دِن کوئی کودا ہی نہیں تھا۔

"آگے کا کیا پلان ہے؟" ھُود نے ٹیبل پر بکھرے اُس سارے سامان کو دیکھتے ہوئے تاسف سے سوال کیا۔چاہے معارِج ہو یا سُلطان اُن سب کی جان یہ دونوں ہی سُولی پر لٹکائے رکھتے تھے۔

"سوچنے تو دو۔"نہایت اطمینان سے دونوں ہاتھ سَر کی پُشت پر باندھ کر، ٹیبل پر پاؤں قینچی کی صورت رکھتے ہوئے طمانیت سے کہا گیا۔سیف اور دِلاور نے ایک دوسرے کو مُسکرا کر دیکھا جبکہ ھُود نے دانت پیس لیئے۔اُن تینوں سے بے نیاز اُس نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے چونک کر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی اور پھر تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ساتھ ہی بیگ میں وہ سب تیزی سے ڈالا اور بیگ کندھے پر ڈال کر پلٹا۔

"تم دونوں ہی کمینے ہو۔"پیچھے سے ھُود کی رائے پر وہ چونک کر پلٹا اور پھر ڈھٹائی سے قہقہ لگا کے ہاتھ لہرا کر خدا حافظ کہتے ہوئے تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔اُسکے یہ سارا مال ٹھکانے لگا کر اپنے ٹھکانے جانا تھا۔

صدف کو بڑی مُشکل سے سمجھا کر وہ کمرے سے باہر نکلی۔سُلطان کی دوائیوں کا وقت ہو گیا تھا اور سیف ابھی تک نہیں آیا تھا۔ڈاکٹر وارثی نے اُسے خصوصی ہدایت نہ کی ہوتی تو شاید وہ خیال نہ کرتی مگر۔۔۔تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھ کر راہداری سے ہوتے ہوئے وہ اُس کمرے کے سامنے کھڑی ہوئی اور پھر دروازہ کھٹکایا۔جواب نہ آنے پر اُس نے پھِر سے دَستک دی اور پھِر متواتر دستک پر بھی جب جواب نہیں آیا تو آیتِ تطہیر کا ماتھا ٹھنکا۔۔۔

یقیناً وہ کمرے میں نہیں ہو گا۔گہرا سانس لے کر اُس نے ہینڈل گُھمایا اور پھِر آہستہ قدموں سے اندر آ کر دروازہ پیچھے بند کیا۔اندر کا سَرد اور خاموش ماحول یہ بتانے کو کافی تھا کہ وہ ایک بار پھِر آرام کرنے کا جُھوٹ کہہ کر نکل گیا تھا۔اُس دِن جب وہ کمرے میں آئی تھی تو اُسکے بعد سے کمرے کا دروازہ لاک رہتا تھا مگر آج پھِر سے اَن لاک تھا۔شاید وہ عُجلت میں لگانا بُھول گیا تھا۔

آج کمرہ بکھرا نہیں پڑا تھا۔نفاست سے دُرست کی گئی چادر اور سب کچھ جِس ترتیب سے پڑا تھا لمحے بَھر کو وہ چونک گئی۔سُلطان اِتنا آرگنائزڈ نہیں تھا اور آج کمرے سے جو نفاست اور ترتیب جھلک رہی تھی اُس نے آیت کو حیران کر دیا۔

دوائیوں کا شاپر سائیڈ ٹیبل سے اُٹھا کر لی جانے والی دوائیاں ٹیبل پر سامنے رکھنے لگی اور تبھی سلائڈنگ ونڈو آہستگی سے کُھلنے پر وہ جُھکی رہ گئی۔لمحے بَھر کو سُلطان کی جانب دھیان گیا مگر وہ اِتنی آہستگی سے چوروں کی طرح اپنے ہی گھر میں کیوں داخل ہو گا۔شاپر ٹیبل پر رکھ کر اُسکی نگاہ پھل کاٹنے والی چُھری تک گئی۔یقیناً سیف کمال اِسے کچن میں رکھنا بُھول گیا تھا۔خود کو ہر ممکن بے نیاز ظاہر کر کے وہ

سیدھی ہوئی۔سارا دھیان سفیر شہزاد تک گیا۔جانتی تھی کہ وہ اِس وقت زخمی ناگ کی طرح اُسکو ڈھونڈھتا پِھر رہا ہو گا۔قریب آتے قدموں پر اُسکی گرفت مضبوط ہوئی اور پِھر ہاتھ فضا میں لہرا کر وہ تیزی سے پلٹی۔چونکتے معارِج سکندر نے بروقت اُسکا ہاتھ تھام لیا۔دوسرے ہاتھ سے ہُڈ پیچھے ِگراتے ہوئے اُس نے اُن سُنہری آنکھوں کو تحیر سے پھیلا دیا۔لمحے بَھر کو وہ یونہی ساکن سی اُن لاپرواہی سے بکھرے گھنے سیاہ ہلکے سے خم دار بالوں اور سبز آنکھوں کو دیکھتی رہی۔

"یا اللہ! تم تو بہت مُہلک ہو۔"اُس سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر نرمی سے مُسکراتے ہوئے کہا گیا۔اُس وجیہہ چہرے کی نرم مُسکراہٹ پر آیتِ تطہیر کی پلکیں لرزیں، دِل کی رفتار سُست ہونے لگی اور پِھر اپنا ہاتھ تیزی سے چُھڑا کر وہ پیچھے ہوئی۔ذہن میں کئی سال پہلے کا منظر لمحے بَھر کو لہرایا۔

"آپ کا حملہ مُہلک ہے۔"لہجہ اور انداز اَب بھی وہی تھے۔اِن سالوں میں کچھ خاص نہیں تبدیل ہوا تھا۔نہ آیتِ تطہیر کا دِل بدلا، نہ وہ چہرہ، وہ نرمی، وہ مُسکراہٹ اور نہ ہی وہ وجاہت۔۔۔ہاں! مُقابل کی آنکھیں بدل گئی تھیں اور اُن بدلتی آنکھوں نے یک مُشت سارا منظر بدل دیا تبھی اُسکو سنبھل کر پیچھے ہونا پڑا۔

"اپنے گھر میں چوروں کی طرح کون آتا ہے۔"پچھلی متضاد کیفیت کے اثرات چہرے پر نہیں تھے تبھی اُس نے سنجیدگی سے کہا جبکہ معارِج نے بےساختہ گردن کی پُشت سہلائی۔

"تمہاری دوائیوں کا وقت ہو گیا ہے۔سیف بہت اچھا خیال رکھ رہا ہے تمہارا۔"پیچھے سائیڈ ٹیبل کی جانب اِشارہ کر کے اُس نے طنزیہ کہتے ہوئے معارِج سکندر کو ٹھٹکا دیا۔

"دورِ جاہلیت کے عربوں جیسی حرکتوں کے بجائے اہلِ ایمان کی طرح باہر جایا کرو۔"اُسکے ٹھنڈے ٹھار انداز پر معارِج نے ناسمجھی سے اُسکو دیکھا۔ سمجھ نہیں آئی کہ وہ کِس سِمت اِشارہ کر رہی ہے۔

"گھر سے باہر جانے کے لیئے دروازے کا اِنتخاب کرتے ہیں، کھڑکی کا نہیں۔میرے سے چُھپ کر کھڑکی سے باہر جانے کے بجائے قرآن کے احکام کے مُطابق دروازے کا اِستعمال کرنا اگلی بار۔"نہایت اطمینان اور سکون سے اپنی کہہ کر وہ اُسکو یونہی ساکن چھوڑ کر اُسکے برابر سے ہو کر نکلی۔

"ایم س۔۔۔سوری۔۔۔"وہ جو جانے لگی تھی اُس معذرت پر چونک کر تحیر سے پلٹی۔سُلطان کی عادت معافی مانگنے کی نہیں تھی۔وہ غلطی پر ڈھٹائی سے ڈَٹ جاتا۔کم اَز کم اُس نے سُلطان کو اِتنا ہی ابھی تک جانا تھا۔

"معذرت کِس بات کی کر رہے ہو؟ ہمیں ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی۔تم میرے آگے جواب دہ نہیں ہو کہیں بھی آنے، جانے سے پہلے لیکن کھڑکی سے اپنے گھر میں داخل نہیں ہوتے سُلطان۔اِسکی مُمانعت تو قرآن پاک میں زائرینِ کعبہ تک کو کی گئی ہے۔"نرمی سے اُسکو سمجھا کر بہت کچھ اُس پر واضح کرتے ہوئے ہوئے وہ معارِج سکندر کی دھڑکنیں ایک بار پھر اپنے ساتھ باندھ کر لے جا رہی تھی اور ہمیشہ کی طرح انجان تھی، بے خبر تھی۔یعنی اُسے سُلطان کا راتوں کو گھر سے باہر رہنے کی سب خبر تھی۔اُسے عِلم تھا کہ سُلطان کھڑکی ٹاپ کر روز رات کو گھر واپس آتا ہے۔۔۔۔

"کہیں باہر چلیں؟" وہ جو دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ چُکی تھی، اُس پُکار، اُس سوال، اُس اِستدعا پر برف ہو گئی۔کبھی سوچا جو نہیں تھا کہ اُسکی دِل کی دھڑکنوں میں نہاں شخص یوں اچانک سے اُسکے

روبرو، اُسکی زندگی میں آ جائے گا، اہم جُزو بن جائے گا اور وہ۔۔۔وہ اُسکو اپنے ساتھ چلنے کا کہے گا۔ یہ سب خوابوں اور خواہشوں کی باتیں تھی جِن کا حقیقت سے ابھی تک رابطہ نہیں بَن رہا تھا مگر اُسکو پلٹنا پڑا۔اُس پُکار، اُس لہجے پر وہ عمر کے کسی مقام پر بھی سب تیاگ کر، سارے سُود و زیاں بُھول کر پلٹ کے دیکھ سکتی تھی۔

√اِیسا بھی کیا فریب کہ اَن بَن کے باوجود

اُس نے کہا کہ دیکھ، مُجھے دیکھنا پڑا۔۔۔

(خنساء غزال)

"تم کہیں بَھول تو نہیں گئے؟" وہ ساری کیفیت اندر مدغم کر کے سنجیدہ چہرے اور تیز قدموں سے اُس تک آئی اور معارِج سکندر بوکھلا کر تیزی سے پیچھے کو ہوا۔اُسکے چہرے کی بوکھلاہٹ اور سبز آنکھوں کا بوکھلا جانا آیتِ تطہیر کے لیئے نیا تجربہ تھا۔

"ک۔۔کیا؟" اُن اندر تک اُترنے کو تیار سُنہری آنکھوں پر اُس نے بامُشکل پوچھا۔

"یہی کہ سفیر شہزاد میرے ہاتھوں مرتے مرتے بچا ہے اور یقیناً میری تاک میں ہو گا۔"اُسکے بے حد آرام سے کہے جانے پر معارِج کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں اور اُس بے یقینی پر آیتِ تطہیر کا دِل کسی انہونی کے خدشے سے ڈوب کر اُبھرا۔

"کیا واقعی؟ کیسے؟ کب؟؟؟" وہ واقعی لا علم تھا لیکن کیوں؟؟ آیت نے اُسے بتایا تھا نہ تبھی تو وہ اُسکے گھر، اُسکے نِکاح میں تھی۔ کیا وہ مکر کر رہا تھا؟ کیا یہ بے یقین، بے رِیا، دِل کی دھڑکنیں مُنتشر کرتے چہرے کے تاثرات فریب تھے؟؟

"کچھ غلط پوچھ۔۔۔لیا میں نے؟" وہ سبز آنکھیں اُسے اِیسے ٹھہر کر دیکھتے ہوئے اپنا ایک بار پِھر اَسیر کر رہی تھیں۔ وہ سُلطان خان نہیں تھا جو اَسیر نہ ہوتا۔وہ معارِج سکندر تھا، دِل جِس عورت کا پہلے سے اَسیر اور مداح تھا وہ یوں آنکھ بَھر کر دیکھتی رہے گی تو اُسکے ہوا میں تحلیل ہو جانے کے امکانات زیادہ تھے۔وہ دِل کی حکمران عورت تھی اور مَن پسند عورت کی ایک مکمل نگاہ اَسیر مَرد کو عمر بَھر کے لیئے پابندِ سلاسل کرنے کا ہنر رکھتی ہے، راکھ بنا کر ہوا میں اُڑا سکتی ہے۔وہ بھی اَسیر مَرد تھا، زخم کھایا ہوا، رَد ہوا مَرد اور سامنے مَن پسند عورت تھی۔دِل کی سلطنت کی اجارہ دار۔

"تم شاید بُھول گئے ہو مگر ہمارے نِکاح سے ایک دِن پہلے ہی میں اُسکا سَر پھاڑ کر آئی تھی، سُلطان۔" اُس نرمی میں بھی کچھ اِیسا تھا کہ معارِج سکندر کا چہرہ پھیکا پڑا اور اُس نے تیزی سے نگاہیں پھیر لیں۔

"تم جنت نظیر وادی میں ہو اور میں نہیں چاہتا کہ تم وہ حُسن نہ دیکھو جسکے پیچھے لوگ اپنی عمر خرچ کر دیتے ہیں۔" اُسکی اگلی بات پر آیت نے اُسکے نیم رُخ کو دیکھا اور اُسکے دیکھتے ہی دیکھتے معارِج سکندر پلٹ کر عین اُسکے مُقابل آیا۔فاصلہ سِمٹ کر دو گام بھی نہیں رہا تھا۔اُسکے یوں قریب آ جانے پر سُنہری آنکھیں لرز کر پھیلیں۔

"میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، تطہیر۔" مدہم لہجے اور جُھکے چہرے کے ساتھ کہتے ہوئے اُس نے اُٹھی سُنہری آنکھوں میں اپنے کانچ کی مانند دھمکتے عکس کو جِھلملانے پر مجبور کر دیا۔رُک جاتی دھڑکن

سے معارِج سکندر نے اپنی زندگی کا سب سے دِل فریب مگر گھائل کر دینے والا منظر دیکھا۔سُنہری آنکھوں میں اچانک سے جمع ہوتے آنسو چھلک کر رُخساروں پر پھِسل گئے۔

✓جانے وہ جھونکا کِدھر سے آیا تھا جس نے جمال

حَبس کے عَالم میں بھی جی کو ترو تازہ رکھا۔۔۔

(جمال احسانی)

معارِج نے بے اِختیار ہاتھ آگے بڑھا کر پھر سے بے مول ہونے کو بے تاب آنسو کو پوروں پر سمیٹ لیا۔اُس کے برف ہوئے چہرے سے وہ مضبوط پُرحدت انگلیاں جیسے ہی ٹکرائیں، آیتِ تطہیر کے چہرے کا رنگ بدلا۔سارا خون چہرے پر سِمٹ آنے لگا۔بھیگی پلکیں لرز کر جُھکیں اور تحیر سے اُٹھیں۔

"چلنا ہے کہ میں نہ ہی سمجھوں۔"اُسکا انداز اِیسا تھا کہ سب کچھ فراموش کر کے آیتِ تطہیر بےساختہ ہنس دی۔بھیگتی آنکھوں کے ساتھ ہنستے ہوئے وہ کوئی ماورائی سا منظر پیش کر رہی تھا اِیسا منظر جیسے دیکھتے رہنے کے لیئے عمر تیاگ دی جا سکتی تھی۔

"سفیر شہزاد آیا نہ تو تمہاری خیر نہیں ہے۔"ساری کثافت ہوا ہوتے محسوس کر کے اُس نے مُسکرا کر تنبیہہ کر کے اُسکے بازو پر ہلکا سا تھپڑ مارا اور پھر اُسکے برابر سے ہو کر نکل گئی۔اِس بار معارِج سکندر اُسے روک نہیں سکا کیونکہ وہ خود سَر تا پا نمک کا مُجسمہ بن گیا تھا۔

"ہم جا کہاں رہے ہیں؟" جب سے وہ تیار ہو کر گاڑی میں بیٹھی تھی، اُس نے چہرہ پھیر کر ایک بار بھی اُسے نہ دیکھا تھا نہ بتایا تھا کہ جا کہاں رہے ہیں۔ آیت نے اُسکو سنجیدگی سے ونڈو سکرین سے پار دیکھتے ہوئے آخرکار دبیز ہوتی خاموشی کو تار کیا۔ سوال پر معارِج سکندر یوں چونکا جیسے وہ یہاں ہو کر بھی نہیں تھا البتہ چہرہ پھیر کر اپنے برابر بیٹھی تطہیر کو نہیں دیکھا۔

"یہاں ایک بہت خوبصورت جگہ ہے، وہیں۔" مُختصراً کہہ کر اُس نے جیپ کا رُخ سرسبز شاداب راستے کی جانب بدلا۔

"نام کیا ہے جگہ کا؟" اِردگرد سِحر طاری کرتے مُظفرآباد کے خوبصورت مناظر کو آنکھ بَھر کر دیکھتے ہوئے اُس نے بے حد اِشتیاق سے پوچھا۔ اُسکے لہجے کے اِشتیاق پر معارِج نے بےاِختیار چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھنا چاہا مگر وہ رُخ پھیرے کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر ٹھنڈی ہواؤں کو محسوس کر رہی تھی۔

"لالہ زار!" نگاہ پھیر کر جگہ کا نام بتایا گیا اور آیت چونک گئی۔ اُس نے لالہ زار کا نام بہت بار سُن رکھا تھا۔ آزاد کشمیر جیسی جنت نظیر جگہ دُنیا میں کہیں نہیں ہے۔ جابجا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قدرت نے سِحر پُھونک دیا ہو۔ آزاد کشمیر کا دِل، مظفرآباد کی تو پھر بات ہی الگ ہے۔ سرسبز و شاداب خوبصورت وادیاں، اونچے پربت، بہتے چشمے اور اُنکی آواز ماحول میں سِحر اور ساز بکھیرتے رہتے ہیں۔ یہاں سے واپس لوٹ کر جانے والے مُسافر اپنے وجود کا کچھ حصّہ یہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور ساری زندگی تلاشتے رہنے پر بھی وہ حصّہ نہیں مِلتا جو اُنہوں نے یہاں کھویا ہو۔

"میرا دِل کر رہا ہے یہاں گھر خرید لوں۔" سبزے سے ڈھکے خوبصورت لالہ زار کو دیکھتے ہوئے اُس نے خواب ناک لہجے میں کہا جبکہ گاڑی روکتے معارج سکندر نے مُسکراہٹ دبائی۔

"میں خرید دوں؟" اُس سوال پر آیت نے تعجب سے چہرہ پھیرا اور پھر تیزی سے نفی میں سَر ہلایا۔

"میں اپنے پیسوں سے خریدنے کی بات کر رہی ہوں۔" چہرے پر پڑتی ٹھنڈی ہوا اِیسی تھی کہ اِنسان اپنے سارے غم، ہر خسارے کو بُھول جائے۔

"پھر تم نہیں خرید سکتی۔" نہایت اطمینان سے مُسکراہٹ دبا کر اطلاع دی گئی۔ سب جانتی آیتِ تطہیر کا دماغ اُس صاف انکار پر اُلٹا اور چہرہ پِھر سے پھیر کر خفگی سے اُسے دیکھا جِسکی سبز آنکھیں مُسکراتے ہوئے اُسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"کیوں نہیں خرید سکتی۔ آپ نے بھی تو خریدا ہوا ہے۔" یہاں بات دراصل پیسوں کی نہیں ہو رہی تھی اِس لیئے چمک کر کہا گیا۔

"یہ میں نہیں کہہ رہا، پاکستان کا آئین کہتا ہے۔" اُن خفا سُنہری آنکھوں اور خفگی سے پُھولے سُرخ گالوں کو مسحور نظروں سے دیکھ کر اصل بات یاد دِلائی گئی۔

"پِھر آپ نے کیسے خریدا؟" دماغ کی بتی اُس آئین پر ایک دَم روشن ہوئی جبکہ معارِج نے مُسکراہٹ چُھپانے کو چہرہ پھیر کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔

"کیونکہ میں کشمیری پٹھان ہوں، تطہیر۔" اُسکی مُسکراتی وضاحت پر آیت نے سمجھ کر سَر ہلایا۔

"یعنی اگر آپ صِرف پٹھان ہوتے تو نہیں خرید سکتے تھے؟" اُسکی سُوئی تو جیسے اِس بات پر اَڑ گئی تھی۔

"ظاہر سی بات ہے تطہیر۔ کوئی پاکستانی نہیں خرید سکتا۔ اَب چلیں۔ لالہ زار آگیا ہے۔" نرمی سے کہہ کر گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا تو چونک کر آیت نے بھی تیزی سے دروازہ کھولا۔ باہر اِس قدر

خوبصورت اور دلکش نظارہ تھا کہ آیتِ تطہیر سانس نہیں لے سکی۔اُسے پاکستان کے آئین کی سمجھ اَب آئی تھی۔

"یا اللہ!" بامُشکل سانس لے کر اُس نے چاروں جانب گھُومتے ہوئے ششدر ہو کر آہستگی سے اللہ پاک کو پُکارا۔وہ آنکھوں پر سِحر طاری کرتے نظارے اللہ پاک کی عظیم ہستی کی شدت سے یاد دِلا رہے تھے۔معارِج نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو حیرانگی سے آنکھیں پھیلائے سب کچھ اِیسے دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

"تم مُظفر آباد پہلی بار آئی ہو؟" معارِج کے سوال پر اُسکے گھومنے میں ٹھہراؤ آیا۔

"میں سمجھتی تھی صِرف اسلام آباد ہی قدرتی طور پر حسین ہے مگر یہ سب۔۔۔یہ سب ماورائے گُمان ہے۔کوئی اِتنی خوبصورت دُنیا کیسے تخلیق کر سکتا ہے۔"چہرہ آسمان کی جانب کر کے مُسکراتے ہوئے اُس نے آنکھیں موند لیں۔اُسے اللہ پاک پر بے تحاشہ پیار آ رہا تھا۔معارِج یونہی چہرہ پھیرے اُسے دیکھے گیا۔اُسکے لیئے دلکشی اور خوبصورتی کے معانی مُختلف تھے۔

"اِیسے لگ رہا ہے جیسے دُنیا میں کوئی غم نہیں ہے۔"سُنہری چمکتی آنکھوں سے پلٹ کر اُس نے معارِج کو دیکھا اور پھِر اُسکے سامنے آ کر مُسکراتے لہجے میں کہہ کر اُس نے معارِج سکندر کی دھڑکنیں روک دیں۔

"دُنیا میں کوئی غم نہیں ہے۔"اُس چہرے کو دیکھتے ہوئے اُس نے گُم ہو چُکی دھڑکنوں کے ساتھ سرگوشی کی مگر وہ سرگوشی باآسانی آیتِ تطہیر کی سماعتوں تک پُہنچ گئی۔

"واقعی!" ہنس کر جیسے تصدیق چاہی گئی۔وہ جیسے ہی پیچھے ہونے لگی پتھر سے پاؤں رپٹے جانے پر اِس سے قبل پیچھے کو گرتی، معارِج سکندر نے بروقت آگے ہو کر اُسکی پُشت پر بازو کا حصار باندھتے ہوتے اُسے اپنے روبرو کر لیا۔سُنہری آنکھیں اُس قریب آ چکے چہرے کو پھیل کر دیکھتے ہوئے لرزنے لگیں۔وہ پلکوں کا اِرتعاش اِس قدر دِل رُبا تھا کہ سبز آنکھیں ساکن ہو گئیں۔لالہ زار کے سارے دلکش نظارے، وسیع و عریض پربت تحیر سے ٹکٹکی باندھے اُن دو نفوس کو دیکھنے لگے جو اُنکے سِحر سے نکل کر ایک دوسرے کو یوں تحیر سے دیکھ رہے تھے جیسے اُنکے گِرد کچھ بھی حسین اور قابلِ توجہ نہ رہا ہو۔لالہ زار کی دِلوں کو تسخیر کرتی خوبصورتی اپنا سا مُنہ لے کر خفگی سے اُنکو دیکھنے لگی جِنکی نظریں ایک دوسرے کے چہرے سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

"تمہارے ہوتے اِس دُنیا میں کوئی غم کیسے ہو سکتا ہے۔"اُس پر جُھکے چہرے نے اِس قدر آہستگی سے مخمور ہو کر بے اِختیاری میں کہا کہ آیتِ تطہیر کی تھرکتی پلکیں لرز کر ساکن رہ گئیں۔دِل کی دھڑکنیں اپنی روانی فراموش کر کے اُس وجیہہ شخص کو دیکھے گئیں جسکے ہاتھ دِل کے تمام موسموں کا اِختیار تھا۔ لالہ زار نے نروٹھی نظروں سے اپنے لحیم شحیم، دلکش پہاڑوں کو دیکھا۔اُنہیں پہلی بار عدم کیا جا رہا تھا۔کوئی پہلی بار اُن میں آ کر اُنکی دلکشی سے غافل بس ایک چہرے پر قربان جا رہا تھا۔اُنکے پُھونکے گئے سِحر کی نفی کرنے کی جُرأت پہلی بار کی گئی تھی۔

✓اُوپر بادل، نیچے پَربت، بیچ میں خواب غزالاں کا

دیکھو میں نے حرف جَما کے نگر بنایا جاناں کا

پاگل پَنچھی بعد میں چہکے، پہلے میں نے دیکھا تھا

اُن آنکھوں کی شِکنوں میں ہَلکا سا رنگ بہاراں کا

ہم اِملاک پرست نہیں ہیں پر یوں ہے تو یونہی سہی

اِک تیرے دِل میں گھر ہے اپنا، باقی مُلک سُلیماں(ع) کا

بَستی یونہی بیچ میں آئی اصل تو جنگ تو مُجھ سے تھی

جب تک میرے باغ نہ ڈُوبے، زور نہ ٹوٹا طُوفاں کا۔۔۔

(رئیس فروغ)

ہال کمرے سے ہو کر اُس مخصوص دیوار پر اپنا انگوٹھا رکھ کر دیوار سائیڈ کر ہوتے ہی وہ جیسے ہی اندر آیا، خالی کمرے کو دیکھ کر ایک پل کو ساکن ہوا اور دوسرے ہی پَل بے یقینی سے آنکھیں مَسلیں۔ منظر نہیں بدلا۔تیزی سے پلٹ کر وہ باہر نکلا اور پھر اُسکی دھاڑ پر تمام ملازمین بھاگنے بھاگ وہاں جمع ہونے لگے۔

"کون آیا تھا اِس ہال کی جانب؟" اُن سب کو کینہ توز نظروں سے گھورتے ہوئے وہ پوچھ نہیں رہا تھا، پھنکار رہا تھا۔سب چہرہ جُھکا کر کانپنے لگے۔جانتے تھے کہ چہرہ اُٹھانے پر جو عزت افزائی اور مار پیٹ اُنکے نصیب میں آنی تھی اُس کو کچھ دیر کے لیئے ملتوی کرنے کا یہی واحد طریقہ تھا

"صاحب!" اُسکے خاص آدمی نے کسی سوچ سے چونک کر تیزی سے آگے ہوتے اُسکو پُکارا۔

"بکو؟" سفیر شہزاد جانتا تھا کہ اُسکا خاص آدمی کبھی بھی اُسکو طیش دِلانے والی بے مقصد بات نہیں کر سکتا۔

"کل جب ہاشم اور کاشف صاحب آپ کے ساتھ رات کا کھانا کھانے آئے تھے تو میں نے ہاشم صاحب۔۔۔"وہ جو کہہ رہا تھا، سفیر شہزاد کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھ کر ساکن ہوا۔

"مگر صاحب وہ خالی ہاتھ۔۔۔"اُسکی بات میں وزن تھا مگر جو گھنٹی سفیر شہزاد کے دماغ میں بجنے لگی تھی اُسکا سدِ باب ہونا بہت ضروری تھا۔

"سامان میں ٹریسر ہے۔ٹریس کر کے لوکیشن معلوم کرو، فوراً۔"یاد آنے پر اپنے خاص مُلازم یاسر کو کہہ کر اُس نے باقی سب کو ہاتھ کے اِشارے سے دفعان ہونے کا اِشارہ کیا۔یاسر سَر جُھکا کر تیزی سے باہر نکل جبکہ سفیر شہزاد تھوڑی سہلاتے ہوئے کسی گہری سوچ میں گُم اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔اُسکا نقصان ناقابلِ تلافی تھا۔جِس کسی کی بھی یہ حرکت تھی وہ سفیر شہزاد کے ہاتھوں بچنے والا نہیں تھا۔وہ سب کچھ برداشت کر سکتا تھا مگر اپنے مال میں شراکت نہیں، چھینا جھپٹی نہیں۔

"صاحب!" کچھ ہی دیر بعد بوکھلاتا ہوا سا یاسر اندر بھاگ کر آیا۔سفیر شہزاد کے قدموں کی حرکت تھمی۔

"آپ کا مال غضنفر حویلی میں۔۔۔"ہاتھ میں تھاما ٹیب اُسکے سامنے کرتے ہوئے اُس نے سفیر شہزاد کو ششدر کر دیا۔اُسکا مال، غضنفر حویلی میں کیسے؟ اِیسا آخر ہو کیسے سکتا ہے؟ اور کیوں؟ وہ لوگ تو اُسکے ماتحت کام کر کے کروڑوں کما رہے تھے تو اُنہوں نے کیوں اُسکی پیٹھ پیچھے خنجر گھونپا؟

"معلوم کرو کون ہے غضنفر حویلی میں اِس سب کے پیچھے۔"وہ اندھیرے میں تیر نہیں چلا سکتا تھا۔آخر کئی سالوں کا تعلق تھا اور جیسا تعلق تھا اُسکے برباد ہونے سے دونوں کا ناقابلِ تلافی اور معافی نقصان ہو سکتا تھا۔اِسی لیئے وہ یقین سے چڑھائی کرئے گا جِس نے بھی اُسکے گھر اور مال پر نقب لگائی ہے۔

"لالہ زار مجُھے ہمیشہ یاد رہے گا۔"سرسبز و شاداب پہاڑوں کو دیکھتے ہوئے آیتِ تطہیر نے کہہ کر گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگا کر کھڑے معارِج کو چونکا دیا۔اُس نے چہرہ پھیر کر تطہیر کو دیکھا جو آنکھیں موند کر چہرہ اُٹھائے ہوئے تھی۔چہرے پر پڑنے والی سُبک ٹھنڈی ہوا اُسکے چہرے کو مُسکراہٹ سے نواز رہی تھی اور وہی مُسکراہٹ معارِج سکندر کے سینے میں موجود دِل کے گہرے عمیق اندھیروں میں روشنی کا موجب بن رہی تھی۔اُس اندھیرے سے پھُوٹتی روشنی پر اُس زندان کے باسی نے دُھکتی آنکھیں کھول کر چہرہ اُٹھایا مگر اوپر سے آتی تیز روشنی جیسے ہی چہرے سے ٹکرائی اُسکو آنکھیں موند کر اپنا بےبس وجود گھسیٹ کر سائیڈ پہ کرنا پڑا۔اُسکی جدوجہد سے غافل معارِج سکندر یونہی چہرہ پھیرے کھڑا رہا۔ہر منظر اپنی پہلی سی دلکشی کھو رہے تھے۔لالہ زار کا سارا حُسن اُس ایک چہرے میں سِمٹ آیا تھا۔

"شاید مجُھے یاد نہ رہے۔"کوئی اِحساس دِل کے نہاں خانوں میں موجود قیدی کی موجودگی سے دِل میں اُٹھا تھا تبھی اُس نے آہستگی سے بڑبڑا کر کہا۔مقصد صِرف خود کو باور کروانے کا تھا مگر اُسکا بے حد مدہم لہجہ آیت کی سماعتوں تک بھی پُہنچ گیا۔مُسکراہٹ تیزی سے معدوم ہوئی۔چہرہ سیدھا کر کے اُس

نے آہستگی سے آنکھیں کھول لیں مگر چہرہ نہیں پھیرا۔لالہ زار کی ساری خوبصورتی دُھندلانے لگی تھی۔

"لالہ زار کو کوئی کیسے بُھول سکتا ہے۔"یونہی اونچے پربتوں کو دیکھتے ہوئے اُس نے اِسرار میں لپٹے لہجے میں کہا۔لالہ زار کے گھنے شجر بھی اِس بات کی تائید میں اپنے سر خم کرنے لگے۔

"اِنسان کا دِل بہت عجیب شے ہے، تطہیر۔یہ یاد رکھنے کے قابل باتیں بُھلا دیتا ہے اور نہ یاد رکھنے کی اہل باتوں کو ایک عُمر سینے سے لگائے شہروں شہروں، مُلکوں مُلکوں گُھوم لیتا ہے۔"کچھ تھا اُس آواز میں کہ آیتِ تطہیر کو چہرہ پھیرنا پڑا۔وہ لہجہ سُلطان کے جیسا نہیں تھا۔وہ دھڑکن چھین لینے والا لہجہ کسی اور کا تھا۔

"ہو سکتا ہے آپ سہی ہوں لیکن میں نے تو یہ دیکھا ہے جو منظر آنکھ بُھول جاتی ہے اُسے دِل یاد رکھ لیتا ہے۔ہمارے دِل کو معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ کے لیئے سب آنکھ اوجھل، پہاڑ اوجھل ہے اِسی لیئے دِل ہر منظر کو پہاڑ اوجھل نہیں ہونے دیتا۔آپ لالہ زار کو دِل کی آنکھ سے دیکھیں۔"اُسکے لیئے دِل کی اہمیت کچھ اور تھی اور معارِج سکندر کے لیئے کچھ اور۔اُسکے لیئے دِل ایک فریب تھا جبکہ آیتِ تطہیر کے لیئے دِل کے علاوہ باقی سب فریب۔۔۔لیکن معارِج سکندر کے دِل کی تان **"آپ"** پر جا کر ٹوٹ رہی تھی۔

"میرے خیال سے گھر چلنا چاہیئے۔"سَر میں اُٹھتی تکلیف کو جھٹک کر اُس نے کہا۔آیت نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا اور پھر اثبات میں سَر ہلا کر پسنجر سیٹ کی جانب بڑھی۔معارِج سکندر نے گہرا سانس لے کر ایک الوداعی نظر لالہ زار کو دیکھا۔معارج سکندر کے جانے کا وقت ہونے والا تھا۔سَر جھٹک کر اُس

نے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور پھر اُنکی گاڑی لالہ زار کے تمام دلکش اور سحر پھونکتے مناظر کو پیچھے، بہت پیچھے چھوڑتے ہوئے اُس گھر کی جانب بڑھ رہی تھی جو ایک اور جنگلات اور پہاڑوں کے خوبصورت ملاپ کے عین وسط میں تعمیر کیا گیا تھا۔

آج وہ ٹھیک دو دِن بعد کالج جا رہی تھی۔کل لالہ زار سے واپسی کے۔بعد رات کا کھانا سیف اُسکا کمرے میں ہی لے گیا تھا اُسکو دوائیاں دے کر واپس جاتے ہوئے وہ آیت کو یقین دہانی کروا گیا تھا کہ سُلطان اَب بالکل ٹھیک ہے۔سُلطان کی جانب سے تسلی ہوتے ہی اُس نے صدف کو کل سارے سوالات کے تسلی بخش جواب دینے ہی تھے۔ناشتہ بناتے ہوئے وہ سارے الفاظ ترتیب دے رہی تھی جِس سے اُس نے صدف کو ساری بات بتا کر اُسکی پریشانی اور اُلجھن رفع کرنی تھی۔ٹیبل پر ناشتہ لگا کر گھڑی پر وقت دیکھنے کے بعد وہ راہداری کی جانب بڑھی اور اِس سے پہلے کہ دروازہ کھٹکاتی، اندر سے کھولے جانے پر بروقت پیچھے ہوئی۔ہنستا مُسکراتا خوشبوئیں بکھیرتا سُلطان خان اُسکے سامنے تھا۔ہلکے نم خم دار بال بے فکری سے پیچھے کرتے ہوئے اُس نے ٹھہر جاتی آیت کو مُسکراتی آنکھوں سے دیکھا۔وہ مُسکراہٹ لوٹ آئی تھی جو اُن سبز آنکھوں کو بھی روشن رکھتی تھی۔یکا یک کسی اِحساس سے آیت کے دِل کی دھڑکنیں تھمنے لگیں۔

"ناشتہ۔۔۔"اُسکے لبوں سے آہستگی سے پھِسلا۔

"اِسی لیئے آ رہا تھا تاکہ تم میرے ناشتہ کو لے کر مشکوک نہ ہو۔"مُسکرا کر کہتے ہوئے وہ اُسکے برابر سے ہو کر نکل گیا جبکہ آیت کتنی ہی دیر وہیں کھڑی رہی اور پھر سَر جھٹک کر اپنا وہم گردانتے ہوئے

اُسکے پیچھے بڑھی۔ہال کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اُس نے ہال میں داخل ہوتی صدف کو کچھ نا سمجھی سے دیکھ کر آگے آتی آیت کو دیکھا۔

"اسلام و علیکم! سُلطان بھائی۔کیسی طبیعت ہے آپ کی اَب؟" سامنے کرسی سنبھالتے ہوئے صدف نے مُسکرا کر سوال کیا جبکہ سُلطان چند لمحے اُسے یونہی دیکھتا رہا۔

"وعلیکم اسلام! آپ یقیناً تطہیر کی دوست ہیں۔"چائے کا تھرماس لاتی آیت اُس تصدیق پر ٹھٹکی۔صدف نہیں ٹھٹکی کیونکہ ظاہر ہے پہلی بار سُلطان کے دونوں دوستوں کی غیر موجودگی میں اُسکی باضابطہ مُلاقات ہو رہی تھی۔

"جی!" صدف جو کچھ اور بھی کہنے والی تھی آیت کی تنبیہی نظروں پر ناشتے کی جانب متوجہ ہو گئی۔ ناشتے کرتے ہوئے بھی آیت کا سارا دھیان ناشتے کے بجائے سُلطان خان پر تھا۔وہ پہلے کی طرح اُس کی نظریں خود پر محسوس نہیں کر رہی تھی۔وہ پوری توجہ سے بغیر اِدھر اُدھر دھیان دیئے رغبت سے ناشتے کی جانب متوجہ تھا۔تبھی کمرے میں رکھا صدف کا فون بجا، صدف تیزی سے اُٹھ کھر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"کیسی طبیعت ہے اَب تمہاری؟" آیت کو خود ہی پہل کرنی پڑی۔سُلطان نے چونک کر چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا۔

"ٹھیک ہوں بالکل، تم۔۔۔کیسی ہو؟" لمحے کے توقف کے بعد اُسکی خیریت پوچھ کر اُس نے آیت کو حیران کر دیا۔

"پوچھ تو اِیسے رہے ہو جیسے نہ جانے کب سے نہیں پوچھا۔میں ٹھیک ہو تم بیمار تھے۔"آیت کی لمبی وضاحت پر سُلطان نے مُسکرا کر اثبات میں سَر ہلایا۔

"پِھر کیسا ہے لالہ زار؟" مُسکراہٹ دبا کر اُس نے نرمی سے سوال کیا جبکہ سُلطان کی سبز آنکھیں ناسمجھی سے اُٹھیں۔

"لالہ زار کہاں سے یاد آ گیا؟" اُسکے سوال پر آیت کا چائے میں چمچ ہلایا ہاتھ ٹھہرا۔چہرہ آہستگی سے اُٹھا کر اُسکو دیکھا جِسکی گھنی سیاہ بھنویں اَچُھنبے سے اکھٹی ہوئی تھیں۔

"تم سے پوچھ رہی ہوں۔۔۔"اُسے اپنی آواز کسی گہرے کھائی سے آتی محسوس ہونے لگی۔

"تمہیں عجیب لگے گا مگر مُظفر آباد میں رہنے کے باوجود میں کبھی لالہ زار نہیں دیکھ سکا۔"اُسکی اگلی بات پر آیتِ تطہیر ساکن سی چہرہ اُٹھائے اُن سبز آنکھوں اور بے خبر چہرے کو دیکھے گئی۔لمحے کے ہزارویں حصّے میں اُسے شدت سے اِحساس ہوا تھا کہ وہ بَن نہیں رہا، وہ اُس سے مَکر نہیں کر رہا۔اُس محبوب چہرے پر جو بے خبری اور بے رِیائی تھی اُس نے آیتِ تطہیر کا سارا وجود اندر سے ویران کر دیا۔

"لالہ زار مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔" اُسکو اپنی مسحور کُن آواز سُنائی دے رہی تھی۔

"شاید مجھے یاد نہ رہے۔"وہ نڈھال، مُضمحل سی مدھم پُکار۔وہ لہجہ کا دُکھ جو تب اُسکو سمجھ نہیں آ سکا تھا اَب اُسکے دِل کو چھلنی کر گیا۔

"لالہ زار کو کوئی کیسے بھول سکتا ہے؟" اُسکے لبوں سے بامُشکل، بے حد آہستگی سے نکلا جبکہ اُن سُنہری آنکھوں میں چمکتے پانی اور اُس لہجے پر سُلطان خان کا چونک اُٹھنا فطری تھا۔

"کیا ہوا تطہیر؟" اُسے اچانک سے کوئی اِحساس ہوا تھا۔بے خبری میں بھی خبردار ہو جانے کا اِحساس۔ آیت بغیر کچھ کہے یونہی اُس چہرے کو خالی نظروں سے دیکھتی رہی۔دِل میں اُٹھتا دَرد پورے وجود کو جکڑ کر مفلوج کر رہا تھا۔پھیکے پڑتے چہرے سے وہ سُلطان خان نے مُتفکر چہرے کو پلک جھپکے بغیر دیکھے گئی۔

"ایک ہی مدار میں اِتنے سالوں سے گُھومتے رہنے کے باوجود ہمارے درمیان مُجھے کوئی خلا سا محسوس ہو رہا ہے۔یوں لگ رہا ہے جیسے ہم **'میری گو راؤنڈ'** جُھولے پر ہیں، سُلطان۔"وہ جب بولی تو اُسکا لہجہ بے حد مدہم اور گلوگیر تھا۔سُلطان کی سبز آنکھوں میں ناسمجھی لہرائی۔وہ بات اِیسی نہیں تھی کہ اُسے نظرانداز کیا جاتا۔وہ یہاں اپنے اور اُسکے درمیان سالوں کی بات کر رہی تھی۔سُلطان خان کے گلے میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی۔

"Merry go round"

کھنکھار کر اُس نے جیسے تصدیق چاہی مگر آیتِ تطہیر نے اُسے کوئی تصدیق پیش نہیں کی۔وہ یونہی سفید پڑتے چہرے اور نمکین سُنہری آنکھوں سے اُسکو دیکھتی رہی اور اچانک سے ہی سُلطان خان پر آگاہی کا دَر وَا ہو گیا۔تو یعنی وہ اور اُسکی حقیقت بےنقاب ہو گئی تھی۔وہ دونوں دو الگ لوگ نہیں ہیں۔ آیتِ تطہیر جان گئی تھی کہ سُلطان خان ہی دراصل معارِج سکندر ہے۔اور یہ آگہی سُلطان خان کے

لیئے جان لیوا تھی۔ بعض خدشات، خواہشات اگر حقیقت کا روپ دھار لیں تو وہ لمحے بھر کے لیئے مکمل جیتے جاگتے انسان کو بے جان کر دیتے ہیں۔ جیسے آیتِ تطہیر اور معارِج سکندر کو کر دیا تھا۔

✓ہم اُداس لوگوں سے بُھول کر بھی اے لوگو!

گُفتگو نہیں کرنا زِندگی کے بارے میں

ایک بار آ جاؤ، مِلنے اے خُدائے دشت!

کُچھ سوال کرنے ہیں تِشنگی کے بارے میں

ہم سے پُوچھ سکتے ہو جو سمجھ نہیں آیا

وحشتوں کے بارے میں، چاندنی کے بارے میں

اُن کی آنکھ سے شوزب راز سارے پائے ہیں

قُربتوں کے بارے میں، بےخودی کے بارے میں۔۔۔

(شوزب حکیم)

****

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چُوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں ۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں ۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name **@zoyatalib77**)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: **Novelskiduniya77)**

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(**پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو**) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں۔۔۔شکریہ۔۔۔۔۔

✓ مُحبّت کرنے والے کم نہ ہوں گے

تیری محفل میں لیکن ہم نہ ہوں گے

میں اکثر سوچتا ہوں پھول کب تلک

شریک گریہ شبنم نہ ہوں گے

ذرا دیر آشنا چشم کرم ہے

سِتم ہی عشق میں پیہم نہ ہوں گے

دِلوں کی اُلجھنیں بڑھتی رہیں گی

اگر کچھ مشورے باہم نہ ہوں گے

زمانے بھر کے غم یا اِک تیرا غم

یہ غم ہو گا تو کتنے غم نہ ہوں گے

ہمارے دِل میں سیلِ گریہ ہو گا

اگر با دیدہِ پُرنم نہ ہوں گے

اگر تُو اِتفاقاً مِل بھی جائے

تِیری فُرقت کے صدمے کم نہ ہوں گے

حفیظ اُن سے میں جتنا بد گُماں ہوں

وہ مُجھ سے اِس قدر برہم نہ ہوں گے۔۔۔

(حفیظ ہوشیار پوری)

"تم لالہ زار کو کیسے بُھول گئے؟" اُسے قدرے اُونچی آواز میں یہ سوال کرنا چاہیئے تھا مگر وہ کر نہیں سکی۔ سُلطان خان کو اُن بہت کچھ بھانپ لینے کا تاثر دیتی آنکھوں نے ٹھٹکا دیا۔کچھ کہے بغیر، کچھ پُوچھے بغیر اُس نے ہاتھ نیچے لے جا کر پینٹ کی پاکٹ سے سیل فون نکالا۔چند لمحے وہ یونہی سیاہ سکرین کو گھُورتا رہا اور پھر سکرین کو آہستگی سے چُھوا۔سیل فون کی سکرین پر چار دِن بعد کی تاریخ درج تھی۔ یونہی چہرہ جھکائے اُس نے بےاِختیار آنکھیں موند کر گہرا سانس لیا۔اُسے جاگتے ساتھ تاریخ دیکھنی چاہیئے تھی۔یہ بےوقوفی اُس سے کیسے سَر زرد ہو گئی۔سیل واپس جیب میں ڈال کر اُس نے چہرے پر زبردستی مُسکراہٹ کھینچی اور پھر چہرہ اُٹھایا۔

"میں لالہ زار کو کیسے بُھول سکتا ہوں، یار۔تم تو بالکل ہی۔۔۔"مُسکراہٹ دبا کر اُس نے لہجہ شریر بنا کر کہتے ہوئے آیت کو چونکا دیا۔

"مطلب تم۔۔۔"یک دَم اُسکے ذہن میں خیال سا کُوندا۔

"مطلب مزاق کر رہا تھا۔تم تو بالکل سنجیدہ ہو گئیں۔"اُس شرارتی لہجے پر وہ اُن چمکتی شریر آنکھوں کو کتنے ہی پَل خاموشی سے دیکھے گئی۔اِس سے پہلے کہ وہ مزید اُسے یونہی دیکھتی رہتی یا پھر کوئی سوال کر کے مُشکل میں ڈالتی، وہ کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑا ہوا۔اُسکو پلٹتے دیکھ کر آیت نے چہرہ اُٹھایا۔

"سُلطان!" وہ جو پلٹ کر آگے قدم اُٹھانے لگا تھا، ٹھہر گیا مگر پلٹ نہیں سکا۔اُس پُکار میں کچھ دِل کی دُنیا کو تہہ و بالا کر دینے والا بھید پنہاں تھا۔اُسکو پلٹنے کو تیار نہ دیکھ کر آیت کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور پھر آہستہ قدموں سے اُسکے عین سامنے آ رُکی۔سُلطان خان کو چہرہ اور آنکھیں جُھکا کر دیکھنا پڑا مگر وہ زیادہ دیر تک اُن سُنہری آنکھوں میں دیکھ نہیں سکا اور یہیں آیت تطہیر کو چونکنا پڑا۔

"تم۔۔۔میری طرف کیوں نہیں دیکھ رہے؟" کچھ لمحے گُزر جانے کے باوجود بھی جب اُس نے نہیں دیکھا تو آیت کو کہنا پڑا۔وہ یہ واقعی میں کہنا چاہتی تھی۔سُلطان نے چہرہ پھیر کر سَر کو خم کیا اور آیتِ تطہیر کی دُنیا ٹھہر گئی۔اُسکے چہرے کو یوں یک دَم پھیکا پڑتے دیکھ کر سُلطان نے سوالیہ اَبرو اُٹھائی۔

"کیا؟" اُس مُختصر سوال پر آیت کسی خیال سے چونکی۔

"میں کہاں چلی گئی؟" وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔

"ہاں!" تعجب سے تصدیق چاہی گئی۔

"میں۔۔۔نہیں ہوں۔"وہ جیسے خود سے محوِ گفتگو تھی۔

"کہاں؟" وہ جیسے واقعی نہیں سمجھا تھا۔اُس سوال پر آیت نے چونک کر اُسکو دیکھا اور پھر بےاِختیار سَر جھٹک کر پیچھے ہوئی۔

"کہیں نہیں۔تم باہر جا رہے ہو؟" اُسکے سوال بدلنے پر سُلطان چند پل اُسکو دیکھنے پر مجبور رہا۔

"ہمم! قبرستان۔"مُختصراً کہہ کر قبل اِسکے کہ وہ اُسکے برابر سے گُزرتا، آیت نے اُسکے دائیں بازو کا کَف جھکڑ لیا۔چونکتے سُلطان کی نگاہ اپنے کَف سے لے کر اُس ہاتھ تک گئی جِس نے اُسے روک لیا تھا اور پھر اُٹھتے ہوئے اُس چہرے تک گئی جو اُسکی جانب ہی متوجہ تھا۔

"میں چل سکتی ہوں؟" اُسکے سوال پر چند پل اُس نے کچھ سوچا اور پھر اثبات میں سَر ہلایا۔مثبت جواب پر آیت نے آہستگی سے اُسکا کَف چھوڑ دیا۔کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ گھر سے نکل کر ہمقدم جنگلات کے درمیان بنے اُس تنگ مگر خوبصورت راستے سے گُزر رہے تھے۔اُسکے

والدین کی قبریں شاید شہر کے قبرستان کے بجائے یہیں جنگلات میں تھیں تبھی تو وہ پیدل نکلے تھے اور متبادل راستہ اِختیار کیا ہوا تھا۔دونوں کے درمیان دبیز خاموشی تھی جسے پاٹنے کی کوشش دونوں جانب سے ہی نہیں کی گئی۔کچھ دیر ہی گُزری تھی کہ ایک پہاڑ سے ِگرتے خوبصورت چشمے اور سبزے کے درمیان آیت کو دو قبریں نظر آئیں۔قریب آنے پر دونوں کُتبے پڑھ کر کر اُس نے چونکتے ہوئے چہرہ پھیر کر سُلطان کو دیکھا جو خاموشی سے آنکھیں موند کر دونوں ہاتھ پُشت پر باندھ کے چہرہ جُھکائے کھڑا ہوا تھا۔اُس نے دوبارہ سے چہرہ پھیر کر کُتبے کو دیکھا جہاں سیاہ تختی پر سفیدی سے **'سکندر احمد خان'** اور دوسری پر **'زوباریہ سکندر خان'** لکھا تھا۔تاریخِ وفات کے مطابق اُس وقت سُلطان اور معارِج کی عُمر لگ بھگ آٹھ سال ہو گی۔اُسکی آنکھوں میں اُداسی چھانے لگی۔ماں، باپ کے بغیر زندگی کیسی ہوتی ہے، وہ اُس بےبس اور پُرمَلال کیفیت کو جانتی تھی مگر کم اَز کم اُس نے ایک طویل عُمر اپنے ماں، باپ کے ساتھ گُزاری تھی۔اُس نے تب اپنے ماں، باپ کو کھویا تھا جب اُسے موت کی اٹل حقیقیت کی خبر تھی مگر معارِج سکندر نے اپنے والدین تب کھوئے تھے جب بچے کو نہیں معلوم ہوتا ہے کہ موت جیسی بھی کوئی حقیقت اُنکی دُنیا میں منڈلا رہی ہے۔اِیسی حقیقت جو آکر ایک جیتے جاگتے انسان کو یوں دبوچ کر لے جاتی ہے کہ وہ پِھر واپس اپنے پیاروں کے لیئے نہیں لوٹ کر آتا۔ یونہی آنکھوں میں چمکتے آنسو کے ساتھ سُلطان کی جانب پلٹی۔اُسے ایڑیوں کے بَل اُونچا نہیں ہونا پڑا کیونکہ سُلطان چہرہ جُھکائے کھڑا تھا۔ہاتھ آگے بڑھا کر اُس نے اُسکے سیاہ گھنے خم دار بالوں پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے سہلایا۔سُلطان کی بند آنکھیں تیزی سے کھلیں مگر وہ چہرہ نہیں اُٹھا سکا۔آیت نے ہاتھ پیچھے کر کے اُسکے مضبوط شانے پر ہاتھ رکھ کر بےحد اُلفت اور اپنائیت سے تھپتھپایا۔نہ جانے کتنے

عرصے سے سَرد پڑا دِل، یَک دَم تیزی سے دَھڑک اُٹھا اور پھر سُلطان خان نے چہرہ پھیرا۔اُسکے دیکھنے پر آیت نرمی سے مُسکرا دی مگر ہاتھ پیچھے نہیں کیا۔وہ یونہی اُسکا شانہ تھپکتی رہی۔

"اِتنی کمر عمری میں ماں، باپ کو کھونے کے باوجود بھی تم اِس قدر اچھے، ہمدرد اور مہربان اِنسان بنے ہو۔یقیناً تمہارے والدین کو تم پر فخر ہو گا۔وہ تمہاری اُٹھان اور شخصیت پر ناز کرتے ہوں گے۔"اُسکی پُشت پر اَب کی بار ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس نے اِس قدر خلوص سے کہا کہ سُلطان خان کی اُسکو دیکھتی پلکیں لرزنے لگیں۔

"تمہیں معلوم ہے وفات پا جانے والے ہمارے پیارے ہمیشہ کہاں رہتے ہیں؟" وہ اُسکو تھپکتے ہوئے تھک نہیں رہی تھی۔

"جنت میں۔۔۔؟" اُن سوال مانگتی دلکش سُنہری آنکھوں کی نرمی پر اُس نے بامُشکل سوالیہ پوچھا یوں جیسے اُسے معلوم نہ ہو۔

"جنت میں تو وہ اپنے لیئے، اپنے اعمال کی بدولت جا کر رہتے ہیں مگر ہماری لیئے وہ ہمیشہ، عُمر بھر یہاں۔۔۔"اُسکی پُشت تھپکنا چھوڑ کر وہ اُسکے عین روبرو آ کر کھڑی ہوئی اور کہنے میں وقفہ دے کر اُس نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے سُلطان خان کے تیزی سے دھڑکتے دِل پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ہمارے دِل میں رہتے ہیں۔"جملہ مکمل کر کے اُس نے چہرہ اُٹھا کر اُن تحیر سے پھیلی مُسکراتی آنکھوں کو دیکھا اور پھر۔۔۔بے ساختہ مُسکرا دی۔اُسے اپنا آپ واپس مِل گیا تھا۔وہ اَب موجود تھی۔اُسکا وہ

عکس جو کچھ گھنٹے پہلے وہاں موجود نہیں تھا، دوبارہ سے لوٹ آیا تھا۔ اُسکے مُسکرا دینے کو، خوش ہو جانے کو یہ وجہ کافی تھی۔

"چلو فاتحہ پڑھ لیں۔ رُوح کو ایصالِ ثواب چاہیے ہوتا ہے۔" اپنا ہاتھ واپس ہٹا کر وہ پھر سے اُسکے برابر کھڑی ہوئی۔ سُلطان نے کانوں میں دھڑکتے دِل کے ساتھ چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو دونوں ہاتھ چہرے کے قریب دُعائیہ کھول کر، آنکھیں موندے محوِ دُعا ہو گئی تھی۔ سُلطان خان کو ابھی، اِسی وقت یہ اِحساس ایک بار پھر شدت سے ہوا کہ معارِج سکندر کیوں اِس عورت کے اِنکار کے باوجود اُسکو اپنے دِل اور سوچوں سے نہیں جھٹک سکا۔ وہ جو ہمیشہ معارِج پر مُحبت کے ذکر پہ یوں ٹھہرتا دیکھ کر ہنستا تھا، اَب جا کر سمجھا کہ معارِج کی بے وقوفی اور عزتِ نفس کی کمی وہ وجہ نہیں تھی جِس نے اُسے مُحبت بُھولنے نہیں دی۔ وہ کئی سالوں بعد معارِج سکندر کی بے بسی اور مجبوری کو سمجھا تھا۔

اُن گھنی لانبی پلکوں، نرم تاثرات، بند آنکھوں اور خواب ناک چہرے کو تھم جاتی سانس کے ساتھ دیکھتے ہوئے اُسے اِحساس ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ کیوں ساری عُمر مُحبت نہیں بُھولتے کیونکہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے جذبے غلط شخص پر خرچ نہیں کیئے۔ غلط شخص سے مُحبت کا اِدراک ہو جانے والے لوگ مُحبت سے جلدی دستبردار ہو جاتے ہیں۔

"دُعا مانگو!" بند آنکھوں کے ساتھ اُس نے سُلطان خان کو اپنی سوچوں کی دھاروں میں بہنے سے، ڈوب جانے سے بچا لیا۔ چہرہ واپس پھیر کر اُس نے اُن قبروں کو دیکھا جِس میں مدفون نفوس اُسکے دِل میں آج بھی زندہ تھے۔ اُسکی آنکھوں کی سُرخی میں اِضافہ ہونے لگا۔ آیت نے آہستگی سے آنکھیں کھول کر چہرہ پھیرا اور پھر سُلطان خان کے سپید پڑتے چہرے پر زخمی تاثرات دیکھ کر چونک گئی۔

"اِن کی وفات کیسے ہوئی، سُلطان؟" اُس سوال پر سُلطان کے چہرے کا ہر تاثر بدلا اور پھر گلے میں گلٹی سے اُبھر کر معدوم ہوئی۔

"قتل سے۔"وہ جواب بے حد دِقت سے دیا گیا۔یہ کہنا ایک بار پھر دِل کو چھلنی کر کے لہو لہان کر گیا تھا۔آیت کی آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں۔

"قتل معارِج کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا لیکن اُسے اَب یاد نہیں اور میں۔۔۔میں اُس مَنظر کو بُھول نہیں سکا۔"جب وہ بولا تو اُسکے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں تھیں۔آیتِ تطہیر ششدر ہو کر پھٹتے دِل سے اُسکو ضبط سے سُرخ پڑتے چہرے کو دیکھتی رہی۔وہ یہ سوال کر کے پَچھتا رہی تھی۔اُسے سُلطان کے جواب اور تاثرات نے ویران کر دیا تھا۔

"اور اُسی دِن میں اِس دُنیا میں آیا تھا۔"وہ جانتا تھا کہ آیت کو خبر ہو چُکی ہے، وہ اَب تک جان چُکی ہے اِسی لیئے وہ اُس اَشکار کر کے اُسے اُلجھن اور پریشانی سے نکالنا چاہتا تھا۔اُن آنکھوں نے اُسے سچ کہنے پر مجبور کر دیا تھا۔وہ سچ جو چُھپائے نہیں چُھپ سکتا تھا۔آیتِ تطہیر کے لیئے مگر وہ بات اِنکشاف نہیں رہی تھی۔اُسے یہ اندازہ ہو چُکا تھا کہ معارِج سکندر اُس نفسیاتی عارضے کا شکار ہے جِس میں کسی بڑے غم، کسی اعصاب پر بھاری پڑتے حادثے کے بعد انسان کا شعور اُسکے اعصاب کو پاگل ہونے سے بچانے کے لیئے لاشعور سے کوئی کردار تراش کر منظر پر لے آتا ہے۔یوں اُس اعصاب شِکن حادثے کی ساری یاداشت تراشے گئے کردار کی ہو جاتی ہیں اور اصل اِنسان کی یاداشت سے سب معدوم ہو جاتا ہے۔اِس نفسیاتی عارضے کو نفسیات کی زُبان میں ڈی-آئی-ڈی یعنی Dissociative Identity Disorder کہا جاتا ہے۔اِس عارضے میں اِنسان کا اُسکی اصل شخصیت پر کوئی اِختیار

نہیں رہتا۔وہ جب سوتا ہے تو اُسکے لاشعور کا تراشا گیا کردار جاگ اُٹھتا ہے اور زندگی کے سارے معمالات سنبھال لیتا ہے لیکن دونوں ایک دوسرے کی نقل و حرکت سے قطعی انجان رہتے ہیں۔اِس عارضے کا سب سے بڑا نقصان نیند کی شدید کمی ہے جو کہ بے حد مُہلک ہوتی ہے۔ایک کے بعد ایک کردار جاگتا رہتا ہے اور یوں جسم کو کسی پل آرام نہیں مِلتا، نیند پوری نہیں ہو پاتی اور دوسرا نقصان یہ کہ سارے کردار ایک دوسرے کے اعمال سے ناواقف ہوتے ہیں اور یوں معاشرتی اور سماجی زندگی انتشار کا شکار رہتی ہے۔کوئی بھی ذہنی مسئلہ تب تک نفسیاتی عارضہ نہیں کہلاتا جب تک وہ کسی شخص کی معاشرتی اور سماجی زندگی کو مُتاثر نہیں کرتا جب وہ مُتاثر کرنے لگتا ہے تو یوں ایک سنجیدہ اور قابلِ غور نفسیات کا معاملہ بَن جاتا ہے کیونکہ اِنسان کا لاشعور دُنیا کی حیرت انگیز، نہ سمجھ میں آنے والی چیزوں میں سے ایک ہے۔لاشعور اگر اِنسان کو قابو کرنے لگے تو یہ ایک خطرناک صورتحال ہو جاتی ہے اِسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اَب شعور کا دورانیہ گھٹتا جائے گا اور لاشعور کا بڑھتا جائے گا ابھی معارِج سکندر اُس سطح پر نہیں پُہنچا تھا۔

"تمھیں حیرت نہیں ہوئی؟" واپسی پر آیت کو یونہی بغیر کسی حیرت کے خاموش دیکھ کر سُلطان نے چہرہ پھیر کر سوال کیا جبکہ آیت نے بے اِختیار نفی میں سَر ہلایا۔

"میں شروع سے جانتی تھی۔" اُسکے مطمئن جواب پر سُلطان کے قدم تھمے۔وہ جو اُسے حیران کرنا چاہتا تھا، خود ششدر رہ گیا۔

"یعنی تم۔۔۔" اُسکی حیرت بہت زیادہ تھی۔

"تو تمہیں کیا لگا میں یونہی کسی بھی مَرد کو پروپوز کر سکتی ہوں؟" تیوری چڑھا کر اُس نے جِس انداز میں سوال کیا، سُلطان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ساری کثافت لمحوں میں زائل ہونے لگی۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اُن گھورتی نظروں پر پھِر سے چلتے ہوئے اُس نے سوال کیا۔اُسکو واقعی بے حد حیرانگی ہو رہی تھی۔

"تمہارے بازو پر سنائپر کا اور ہاتھ پر جو چاقو کا نشان ہے اُسکی وجہ سے۔"اُس نے یونہی نرمی سے کہا۔ سُلطان سے بات کرنا بے حد آسان تھا۔اُسکے ساتھ دوستانہ انداز رکھا جا سکتا تھا کیونکہ اُن سبز آنکھوں میں وہ تاثر نہیں ہوتا تھا جو اُسکی قوتِ گویائی سَلب کر لے۔

"پہلے جانتے ہو مُجھے کیا لگا تھا؟" کچھ یاد آنے پر اُس نے سُلطان کو دیکھا جِس نے سوالیہ اَبرو اُٹھائی۔

"کہ شاید تم نے اپنے پروفیشن کی وجہ سے۔۔۔"اُس نے بات یونہی مُختصراً چھوڑ دی۔

"لیکن تم لالہ زار کو بھُول گئے تو مُجھے یقین ہو گیا کہ تم مَکر نہیں کر رہے۔"اُسکی اگلی بات پر سُلطان کی دھڑکن تھم گئی۔

"تم معارِج۔۔کے ساتھ لالہ زار گئی تھی؟" وہ یہ سوال کرنا چاہتا تھا مگر کر نہیں سکا۔

"تمہیں لگ رہا تھا کہ معارِج تمہارے ساتھ مَکر کر رہا ہے؟" اُسکے سوال پر آیت جو ساتھ چلتے ہوئے چہرہ پھیر کر اُسے مُسکرا کر دیکھ رہی تھی، نظروں کا زاویہ بدل گئی۔اُس پھیکی پڑتی مُسکراہٹ کو سُلطان نے بہت توجہ سے دیکھا۔

"وہی چہرہ، وہی انداز، وہی لہجہ، وہی زخم سب کچھ وہی تھا تو فریب اور مکر سمجھنا میرا حق تھا، سُلطان۔" اُسکا موقف مضبوط تھا۔ اختلاف کا کوئی پہلو نہیں بنتا۔

"لیکن جانتے ہو تم دونوں میں مُختلف کیا ہے؟" خوبصورت مگر تنگ راہ گُزر کے اطراف کھڑے لمبے چنار کے درخت دَم سادھے اپنے سامنے سے آہستگی سے گُزرتے نفوس کو سُن رہے تھے۔

"کیا؟" وہ واقعی جاننا چاہتا تھا۔

"آنکھیں!" آیت نے سامنے سے نظر ہٹا کر ایک بار پِھر اُسکو دیکھا اور سُلطان بے ساختہ مُسکرا دیا۔

"یہ لینز ہیں۔" کہنے کے ساتھ ہی اُس نے دونوں آنکھوں سے چہرہ جُھکا کر لینز اُتارے اور آیت ٹھہر گئی۔ سُلطان نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا اور ایک بار پِھر وہ گہری رات سے زیادہ سیاہ، دلکش آنکھیں اُسکے سامنے تھیں۔ آیتِ تطہیر لمحے بَھر کو سانس نہیں لی سکی۔

"میں رنگ کی نہیں تاثر کی بات کر رہی تھی۔" اُسکی اگلی بات پر سُلطان کی سیاہ گھنی بھنویں اکھٹی ہوئیں۔ سیاہ آنکھیں سُکیڑ کر اُسکو دیکھا جو عین اُسکی سیاہ آنکھوں میں بغیر کسی جھجھک کے دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری آنکھوں میں دیکھنا سہل ہے۔" وہ جب بولی تو اُسکا لہجہ بے حد مدہم تھا۔ سُلطان کے دِل کی دھڑکنیں اُس بات پر تھم کر اعتدال پر آنے لگیں۔ اُس مدہم لہجے کے اندر گہرا مطلب پُوشیدہ تھا اِیسا مطلب جو صِرف مُحبت والوں کے لہجوں میں چُھپا ہوتا ہے۔

"معارِج کی آنکھوں میں دیکھنا مُشکل ہے؟" اُسکے مُسکراتے اَستفسار پر آیت نے مُسکرا کر چہرہ پھیر اور پھر آگے چلنے لگی۔ سُلطان وہیں ٹھہر کر اُسکو دیکھے گیا جِس نے جواب نہیں دیا تھا اور پھر سَر جھٹک کر آگے بڑھ کر اُسکے ہمقدم ہوا۔

"معارِج کو معلوم ہے کہ تم جانتی ہو؟" کچھ دیر یونہی ساتھ چلتے سُلطان نے کچھ سوچ کر سوال پوچھا۔ آیت نے بے اِختیار نفی میں سَر ہلایا اور کچھ یاد آنے پر بے ساختہ ہنس دی۔

"کیا ہوا؟" سُلطان کو اُسکی مسحور کُن مُسکراہٹ نے حیران کر دیا تھا۔ یہ پہلی بار تھا جب وہ یوں بے فکری سے ہنسی تھی۔

"تم دونوں کی شخصیت میں واقعی زمین آسمان کا فرق ہے لیکن جِس طرح تمہاری نقل کرنے کی کوشش کی گئی، اُس پر ہنسی آ رہی ہے۔" اُس نے معارِج سکندر کا نام لینے سے ہر ممکن احتراز برتا۔ سُلطان نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو خاموشی سے چلتے ہوئے خود ہی بغیر وجہ کے مُسکرائے جا رہی تھی۔

✓ دِیکھنا اہلِ جُنوں، ساعتِ جہد آ پہنچی

اَب کے توہینِ لبِ دَار نہ ہونے پائے

اَب کے کُھل جائیں خزانے نفَسِ سوزاں کے

اَب کے محرومیِ اِظہار نہ ہونے پائے

اِیسے زخموں کی جراحت سے مُحبّت سیکھو

جِن کو مَرہم سے سَروکار نہ ہونے پائے۔۔۔

(مُصطفیٰ زیدی)

"کہاں غائب تھے اِتنے دِن سے؟" وہ جو ابھی باہر سے آیا تھا، پیچھے سے جراح کرتے سوال پر ناگواری سے بغیر رُکے آگے بڑھ گیا۔ سیف نے چہرہ پھیر کر اَسمارہ کو دیکھا جِسکا چہرہ احساسِ توہین سے سُرخ ہونے لگا تھا۔ تیز قدموں سے وہ سیف کے برابر سے ہو کر معارِج کے کمرے کی جانب بڑھی جبکہ سیف بوکھلا کر پیچھے لپکا۔ دروازہ بدتمیزی سے کھولے جانے پر وہ جو سِٹک رکھ کر دیوان پر بیٹھ گیا تھا، چہرہ پھیر کر آواز کی سِمت دیکھا۔ جانتا تھا کہ یہ بدتہذیب حرکت کِس کی ہو گی۔

"میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے؟" اُسکے اونچے لہجے پر معارِج نے بغیر ردِ عمل دیئے چہرہ پھیرا۔

"معارِج سکندر! تم مُجھے اِیسے کیسے نظرانداز کر سکتے ہو؟" اُسے واقعی سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ اِس قدر مُستقل مزاجی سے اُسے عدم کیسے کر لیتا ہے۔

"جو بات کہنے آئی ہو، کہو اور نکلنے کی کرو۔" اُس نے سنجیدگی سے جو کہا اُس پر اَسمارہ کی آنکھیں ضبط سے سُرخ پڑیں۔

"وہ لڑکی جو یہاں کچھ دِن رہنے کے لیئے آئی تھی، تم اُسے جانتے ہو نہ؟" اُسکی اگلی بات پر معارِج سکندر کی سماعتیں متوجہ ہوئیں جبکہ اَسمارہ مُبین اُس توجہ پر جَل کر راکھ ہونے لگی۔

"تم نفی نہیں کر سکتے معارِج کیونکہ اُسکا نام سُنتے ہی تم جِس طرح میری جان لینے کے دَرپے آ گئے تھے، وہ انداز نارمل نہیں تھا۔"اُس نے چبا چبا کر جیسے پہلے ہی باز رہنے کو کہا۔معارِج گہرا سانس لے کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اپنی اولین مُحبت کی کوئی کیسے نفی کر سکتا ہے۔"اُسکے مدہم، فُسوں خیز لہجے پر اَسارہ کا چہرہ پھیکا پڑا۔وہ اُلفت جو معارِج سکندر کے پتھر جیسے چہرے پر اِس وقت سِمٹ آئی تھی اُسکا کہیں کوئی متبادل نہیں تھا۔وہ جذبے جو اُن بے رنگ آنکھوں میں تیرنے لگے تھے، وہ کسی اور نام کے تھے۔

"مُجھے لگا تم نفی کرو گے۔"وہ جب بولی تو آواز بے حد کُھردری تھی۔

"میں تم سے آخری بار بہت عزت سے کہہ رہا ہوں اَسارہ مبین کہ میرے معاملات میں دوبارہ مت بولنا۔"اُسکا چہرہ لمحے بھَر میں پھِر پتھر کا ہو گیا۔اَسارہ مُبین یونہی اُس چہرے کو دیکھتی رہی جو بے حد خوبصورت تھا۔وہ صِرف خوبصورت ہوتا تو شاید وہ اُس کو بُھول کر آگے بڑھ جاتی مگر۔۔۔

"تم کیوں مُجھ سے اِتنی عزت سے پیش آتے ہو۔تمہاری اِسی عزت دینے نے میرے دِل کا دماغ خراب کیا ہے۔"یک دَم وہ پوری قوت سے اِس طرح چیخی کہ دروازے کے باہر کھڑا، سیف بوکھلا کر اندر بھاگ کر آیا۔معارِج کے چہرے پر نرمی چھانے لگی۔

"میں تمہاری ہی نہیں ہر عورت کی بہت عزت کرتا ہوں اَسارہ۔"اُسکا انداز اِس قدر مدلل تھا کہ اَسارہ مُبین کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔وہ سہی ہی تو کہہ رہا تھا مگر وہ پرسوں لالہ زار کا منظر۔۔۔وہ ذہن کے

پردے سے جانے کو تیار نہیں تھا۔وہ سب کی عزت کرتا تھا مگر اُس عورت سے عزت سے بڑھ کر، آگے کا کوئی معاملہ کیوں تھا؟

"لیکن وہ عورت کیا لگتی ہے تمہاری؟" اُسکے سوال مانگتے لہجے پر معارِج کی پیشانی پر ناگوار شِکنوں کا جال بچھنے لگا۔

"آئیندہ مُجھ سے سوال کرنے کی کوشش بھی مت کرنا اَسمارہ مُبین۔میں بُھول جاؤں گا کہ تمہاری عزت کرتا ہوں میں۔"ایک ایک لفظ پر گرفت مضبوط کر کے کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔یہاں کھڑے رہ کر اِس لڑکی سے بحث کرنا فضول تھا۔وہ جیسے ہی اُسکے برابر سے گُزرنے لگا، اَسمارہ مُبین کے اندر کوئی جوار بھاٹا سا اُٹھنے لگا۔

"وہ بے حیار عورت تمہارے گھیرے میں۔۔۔۔"اَسمارہ کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا گیا۔جِس طرح معارِج سکندر چہرے پر غضب لیئے پلٹا، اَسمارہ باقی کے الفاظ بُھول کر تیزی سے پیچھے کو ہوئی۔

"دوبارہ تم نے اِیسی بکواس کی تو تمہارا قتل میں اپنے ہاتھوں سے کروں گا۔"مدہم لہجے میں اِیسی کاٹ تھی کہ اَسمارہ سُن رہ گئی۔وہ عزت دینے پر آتا تھا تو سَر سب کے قدموں میں رکھ دیتا مگر یہ ایک بات، اُس عورت کا ہلکا سا ذکر اُسکو یوں باغی کر دیتا تھا کہ اَسمارہ مُبین کا چہرہ اپنا پہلی سی رنگت کھونے لگا۔

"مُجھے اِیسے لفظ بولنے پر مجبور مت کرنا اَسمارہ مُبین جو میری فطرت اور تربیت میں نہیں ہیں۔"آہستگی سے ایک بار پِھر نرمی سے کہہ کر اُس نے دیوان کے پاس پڑی سِٹک تھامی اور مضبوط قدموں سے

کمرے کا دروازہ پار کر گیا۔وہ اُس سے جاتے جاتے بھی نرم لہجے میں باز پُرس کر کے گیا تھا۔وہی جو اُس سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا مگر اَسارہ مُبین اپنے دِل کو کیسے سمجھاتی جو اُس شخص کا طلب گار بن کر سُود و زیاں کو بُھلانے کے دَرپے تھا۔کیا وہ اُس شخص کو یوں کسی اور کا ہوتے دیکھ سکے گی؟ نہیں! اِس سوال کا صِرف ناں ہی جواب تھا۔تیز قدموں سے وہ سب ٹھان کر باہر نِکلی۔اُسے یہ دیکھنا تھا کہ معارِج سکندر اُس سے کتنا اور کب تک بھاگ سکتا ہے۔

وہ عموماً اُن سب کے ساتھ ناشتہ اور کھانا نہیں کھاتا تھا مگر ملازمہ نے جب اُسکو بتایا کہ مُبین اور متین صاحب آپکو کھانے کی میز پر بُلا رہے ہیں تو وہ حیران نہیں ہوا۔اُسکو معلوم تھا کہ سفیر شہزاد نے اُسکے حصّے کی چال چلنا شروع کر دی ہے۔کچھ بھی کیئے بغیر وہ اُن سب کو ایک دوسرے کے خلاف کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔گلاسز پہن کر اُٹھتے ہوئے اُس نے سِٹک تھامی اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ راہداری میں سے نکلتے ہی اُسکو دیکھ کر سیف تیزی سے اُس تک آیا۔

"آپ کو معلوم ہے یہاں کیا کھچڑی پک رہی ہے؟" سیف کی سرگوشی پر اُسکا چونک اُٹھنا فطری تھا۔کیا کچھ اور ہوا تھا؟ اُس نے ناسمجھی سے چہرہ پھیرا اِس سے پہلے کہ وہ سوال کرتا سامنے سے آتے ہاشم کو دیکھ کر سیف تیزی سے پیچھے ہوا۔

"آ جاؤ یار! کبھی تو ہمارے ساتھ بھی مِل بیٹھا کرو۔"عقب سے آتی پُکار پر معارِج آہستگی سے پلٹا اور قریب آتے ہاشم نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکا کندھا تھپکا۔

"سب خیریت ہے نہ؟" وہ سب جانتے تھے کہ معارِج اُن میں گھلتا مِلتا نہیں اور اِسی واسطے اُن لوگوں نے کبھی کوشش بھی نہیں کی مگر یوں اچانک سے اُسکو دوپہر کے کھانے پر بُلانے نے اُسکے اندر خطرے کی گھنٹی بجا دی۔

"ہاں، چلو تو سہی۔ تمہارے لیئے ایک سرپرائز تیار کیا ہے۔" ہاشم کے لہجے کی خوشی چُھپائے نہیں چُھپ رہی تھی۔ سیف نے اُسے مشکوک نظروں سے دیکھا جبکہ معارِج بے تاثر چہرے کے ساتھ بھی خود کو چوکنا ہونے سے بعض نہیں رکھ سکا۔ کچھ کہے بغیر وہ آگے بڑھا۔ ہاشم نے آگے بڑھنے سے قبل سیف کو دیکھا اور اُسے وہیں رُکنے کا اِشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ سیف نے پیچھے سے تلملا کر اُسکو دیکھا اور پھِر واپس پلٹ گیا۔

معارِج سکندر کے ہال میں داخل ہوتے ہی خاموشی طاری ہو گئی۔ سب باتیں ترک کر کے اُسکو دیکھنے لگے جو بے تاثر چہرے کے ساتھ چلتا ہوا آگے آیا تھا اور پھِر ہاشم نے اُسکے لیئے خالی کرسی گھسیٹ کر جیسے اُسے بتایا کہ کہاں بیٹھنا ہے۔ بغیر اُسکا شکریہ ادا کیئے وہ جیسے ہی بیٹھا کاشف نے ناگواری سے اُسکو دیکھا۔

"اسلام و علیکم!" طویل ہوتی خاموشی پر اُس نے آہستگی سے کہا اور پھِر دُور کھڑے مُلازم کو اِشارہ کیا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہاں کھانے کے دوران ہر وقت ایک ملازم کھڑا رہتا ہے۔

"جی صاحب!" اُس نے آگے آ کر مؤدبانہ کہا۔ متین اور مُبین صاحب اُسکو بغور دیکھنے لگے۔

"سیف سے کہو میرا کھانا بھجوا دے۔"اُسکے کہے جانے پر سب کو حیرت نہیں ہوئی کیونکہ سب جانتے تھے کہ وہ کسی اور کے ہاتھ کا کھانا پسند نہیں کرتا۔ ملازم سَر ہلا کر پلٹ کر چلا گیا۔

"تم نے آگے کا کیا سوچا ہے، برخوردار؟" مُتین صاحب نے کھنکار کر بات کا آغاز کیا۔ معارِج نے چہرہ اُٹھا کر آواز کی سِمت دیکھا۔

"مطلب؟" وہ جانتا تھا کہ اِس سوال کا مقصد ہرگز اُسکے خواب اور آنبیشن جاننا نہیں ہے۔ اُسکا تعلق اِس فیملی سے اِیسا نہیں تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اُسکے لیئے اُن سب کے دِلوں میں کِس قدر زہر اور نفرت ہے۔

"مطلب شادی اور گھر بسانے کا؟" اُنکے اگلے سوال پر اُسکا ماتھا ٹھنکا۔ جیسے اُسکے چہرے کے تاثرات بدلے، اُسکو بغور دیکھتے وہ سب چونک اُٹھے۔

"آپ جو کہنا چاہ رہے ہیں، وہ بات کریں۔"اُسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر یہ لوگ چاہ کیا رہے ہیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہمارے درمیان یہ جو خلیج ہے اِسکو ختم کر دیا جائے اور یہ تبھی ممکن ہے جب تماری شادی اَسارہ سے ہو جائے۔"اُنکی بات مکمل ہوتے ہی اُسکے چہرے پر جو ناگواری چھانے لگی تھی اُس پر اَسارہ کا چہرہ پھیکا پڑا۔

"ہمارے درمیان جو خلیج ہے یہ کبھی ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ میں آپکے ساتھ تو کیا سب لوگوں کے ساتھ گُھلنا مِلنا پسند نہیں کرتا۔ چاہے وہ اِس گھر کے افراد ہوں یا باہر کے۔" مدلل لہجے میں اُنکو واضح

جواب دے کر وہ کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑا ہوا۔اَسمارہ نے بے چینی سے چہرہ پھیر کر اپنی ماں رفعت مُبین کو دیکھا جو آنکھوں میں ڈھیروں طیش لیئے اُس شخص کو دیکھ رہی تھیں جو اندھا ہونے کے باوجود دوسری بار اُنکی بیٹی کو رَد کر رہا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری موجودہ صورتِ حال میں کوئی تمہیں اپنی بیٹی دینا پسند کرے گا؟" جمیلہ متین کا سوالیہ لہجہ چُبھتا ہوا تھا جِسکا کم اَز کم معارِج پر قطعی اَثر نہیں ہوا۔

"یہ آپ کا دردِ سر نہیں ہے۔"طمانیت سے کہہ کر وہ جیسے ہی پلٹنے لگا، ہاشم کی پُکار پر ٹھہر گیا۔

"تعلقات میں بگاڑ کوئی بھی نہیں چاہتا معارِج۔ہم سب بس چاہتے ہیں کہ تم نارمل ہو کر ہم سب کے ساتھ رہنے لگو۔"ہاشم کی تمہید پر معارِج کو ہنسی آنے لگی۔وہ اچھی طرح اُنکو سمجھ رہا تھا۔

"میں تب تک اِس گھر میں نارمل ہو کر نہیں رہ سکتا جب تک میں اپنے ماں، باپ کے قاتلوں کی کھوج نہ نکالوں۔"اُسکی اگلی بات دھماکہ تھی۔سب نے ہی چہرہ پھیر کر ایک دوسرے کو حیرانگی سے دیکھا کیونکہ یہ پہلی بار تھا کہ معارِج سکندر نے اُن سب کے سامنے اپنے والدین کے قتل کا ذکر کیا تھا۔متین اور مُبین احمد نے غیر آرام دِہ نظر ایک دوسرے پر ڈالی۔

"وہ ایک۔۔۔"مُبین صاحب نے کچھ کہنا چاہا۔

"وہ ایک حادثہ نہیں تھا۔میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں رہا جو آپ اَب بھی مُجھے وہی لولی پاپ کھلاتے رہیں گے۔"اُس نے جِس سختی اور تُندہی سے اُنکی بات قطع کی سب ششدر رہ گئے۔

"اِسی لیئے مجھے کوئی مَت چھیڑے۔"وہ اُن سب کو بعض رہنے کو کہہ رہا تھا اور وہ بھی بابانگِ دہل۔کئی سالوں کی خاموشی ٹوٹی بھی تو کیسے۔

"تمھیں مُو آن کرنے کی ضرورت ہے اور اِس کے لیئے اِسمارہ بہترین چوائس ہے۔" ہاشم نے پھر سے ایک بار لقمہ دیا۔اُسکی سُوئی جیسے ایک جگہ جا کر اَٹک رہی تھی۔معارِج سکندر کے ذہن میں جمع تفریق چلی۔کچھ تھا جو اچانک سے اُسکے سُوجھا تو یعنی وہ سب۔۔۔۔۔۔بے اِختیار اُسکے چہرے کو مُسکراہٹ نے چُھوا۔

"اگر اِیسی بات ہے تو میں تیار ہوں لیکن صِرف منگنی۔"اُسکے وہ الفاظ نہیں تھے بلکہ اَسمارہ مُبین کے لیئے زندگی کی نوید تھے۔وہ خوشی سے مغلوب ہو کر شل سی اُسکے دیکھے گئی جبکہ باقی سب بڑوں نے تحیر سے اُس اُونٹ کو دیکھا جو اِتنی آسانی سے پہاڑ کے نیچے آ گیا تھا۔ہاشم کے چہرے کو بے ساختہ مُسکراہٹ چُھو گئی۔سب کچھ اُنکی مرضی اور پلان کے مُطابق ہونے والا تھا۔

"شادی کیوں نہیں؟" کاشف نے پہلی بار مُنہ کھولا اور خُدا گواہ ہے وہ جب بھی مُنہ کھولتا معارِج سکندر کا حلق تک کڑوا کر جاتا۔ناگواری چہرے پر لانے سے روکنے کی بالکل بھی کوشش نہیں کی گئی جبکہ کاشف محظوظ نظروں سے اُسکے دیکھتا رہا۔

"کیونکہ میرا نہیں خیال کہ شادی کی نوبت آئے گی۔"اُسکے یوں صاف کیئے جانے کی اُمید کسی کو بھی نہیں تھی۔اَسمارہ کا چہرہ پھیکا پڑا جبکہ رفعت اور جمیلہ بیگم تِلملا کر رہ گئیں۔عُروج البتہ بے حد تفکر سے معارِج کو دیکھ رہی تھی۔اُسے معلوم تھا کہ معارِج کو اَسمارہ سخت ناپسند ہے تو وہ اِیسا فیصلہ کر بھی کیسے سکتا ہے؟

"تو ہم پھر تمہیں اپنی بہن کیوں دیں جب تمہیں صِرف منگنی رکھنی ہے؟" کاشف اُسکو طیش دِلانا چاہ رہا تھا مگر نہیں جانتا تھا کہ اَسارہ مُبین ایک اِیسا موضوع ہے جِس پر اُسکے دِل میں کوئی جذبہ نہیں اُبھر سکتا تھا۔چاہے وہ مثبت ہو یا منفی۔

"تو مت دو۔میں نے تو تقاضا کیا بھی نہیں۔"اُسکے ٹھنڈے ٹھار لہجے پر اَسارہ نے دونوں ہاتھ کی مُٹھیاں بھینچ لیں۔وہ جانتی تھی وہ اُسے ہرگز پسند نہیں کرتا مگر پھر اُسے معارِج سکندر کی زندگی میں گُھسنے کہ کوئی نہیں روک سکتا۔یہ اُسکا خیال تھا جِسے وہ ہر قیمت پر تکمیل پہ پُہنچانے والی تھی۔

"نہیں! منگنی ہی سہی تم کرو گے۔"اُسکے کہے جانے پر معارِج سکندر نے اپنی مُسکراہٹ کو بامُشکل قابو کیا۔اُسکا کام آسان ہونے والا تھا۔

"ڈَن!" نرمی سے کہہ کر وہ تیزی سے یوں پلٹا جیسے کوئی بزنس ڈیل طے ہو گئی ہو جبکہ مُتین اور مُبین صاحب کے بیچ پُرسوچ نظروں کا تبادلہ ہوا۔معارِج سکندر کو مضبوط قدموں سے جاتے دیکھ کر اَسارہ کی آنکھیں کسی خیال سے چمکنے لگیں۔وہ لالہ زار کا منظر دُھند آلود ہونے لگا تھا۔مُحبت اِیسا ہی تو خود فریب جذبہ ہے، کیا نہیں ہے؟

وہ جو تیز قدموں سے سیڑھیاں اُتر کر لکڑی کا دروزی کھولنے لگی تھی، دوسری جانب سے کھولے جانے پر تیزی سے پیچھے ہوئی اور پھر اندر آتے شخص کو دیکھ کر اُسکی تیوری چڑھی۔اُسے اِن سب لڑکوں پر

غصہ چڑھا ہوا تھا جو سُلطان خان سے مُنسلک تھے۔ھُود جو اُسکو دیکھتے ہی نظروں کا زاویہ بدلنے لگا تھا، اُن کڑی نظروں پر ٹھہر گیا۔

"ہٹیں سامنے سے۔"نخوت سے جِس طرح وہ کہہ کر اُسکے برابر سے گُزرنے لگی، ھُود ابرائیم کے چہرے پر ناگواری چھائی۔

"ایکسکیوز می، مُحترمہ!" آگے سے ہٹے بغیر اُس نے کڑے لہجے میں تصدیق چاہی جبکہ صدف جو اُسکے ہٹنے کی مُنتظر تھی، چونک گئی۔

"ایکسکیوزڈ!" اُسکا انداز ابھی بھی نہیں بدلا تھا۔

"یہ کونسا طریقہ ہے بات کرنے کا؟" وہ کم گو تھا مگر لمبے مکالمے بولنے پڑ جاتے تھے۔

"میں نے تو آپ سے بات نہیں کی۔"دوسری جانب اُسکے ناگوار تاثرات پر کمالِ بے نیازی سے جتایا گیا۔ھُود کا چہرہ سُرخ ہوا۔وہ بس ٹرمینل والی اپنی خواری بُھولا نہیں تھا۔

"اِتنی حقارت سے ہٹنے کو کہا جاتا ہے؟" وہ اپنی اَزلی سنجیدگی سے اُس پر چڑھ دوڑا۔صدف کا چہرہ ایک پل کو ہونق ہوا۔اُسے مُقابل سے اِتنی سختی کی اُمید نہیں تھی۔

"حقارت۔۔۔"اُسے تو وہ بھاری بھَرکم لفظ ہضم ہی نہیں ہوا۔۔

"دیکھیں! مجھے نہ آپ سب چیلوں پر بہت غصّہ ہے تو ہٹیں میرے راستے سے۔"اَب کے اُس نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"ایک سکینڈ، کِس کے چیلے؟" وہ واقعی سمجھا نہیں تھا جبکہ صدف کو نئے سِرے سے تپ چڑھنے لگی۔

"معارِج سکندر کے چیلے۔"اُسکی وضاحت پر ھُود ابراہیم کے چہرے کا رنگ بدلا جو یقیناً صدف مُجیب کی نظروں سے مُخفی نہیں رہا۔

"آیت اِس بات پر بےوقوف بن سکتی ہے، میں نہیں۔ٹوائنس؟ واؤ۔۔۔"اُسکی اگلی بات پر ھُود نے بغور اُسکا طیش سے تمتماتا چہرہ دیکھا، نہیں دیکھنا چاہیئے تھا۔

"آپ سب مل کر میری دوست کو بےوقوف بنا رہے ہیں اور وہ معارِج سکندر۔۔۔اُنکو لگتا ہے کہ آیت کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے تو۔۔۔"وہ جو ناگواری سے اپنی کہے جا رہی تھی، ھُود کی نظروں پر ٹھہر گئی۔

"میں آیت کو بتا دوں گی کہ سُلطان خان اور معارِج سکندر ایک ہی ہیں۔"صدف کے دیکھنے پر بھی وہ جو نہیں چونکا تھا، اُس بات پر چونک کر چہرہ بے ساختہ پھیرا۔اُس سے کیسی خطا سَرزد ہونے لگی تھی، یا اللہ!

"بتا سکتی ہیں آپ؟" سنبھل کر اُس نے جِس سنجیدگی سے کہا، صدف تلملا گئی۔اِس شخص نے اُسکے یہاں رہنے تک اُسکا سارا خون جَلا دینا تھا۔

"اُو! تو آپ مجھے چیلنج کر رہے ہیں۔"اُسکو جیسے ساری بات سمجھ آ گئی تھی۔

"میں آپکو کیوں چیلنج کروں گا، مُحترمہ لیکن جیسا آپ سمجھ رہی ہیں ویسا کچھ نہیں ہے۔"اُس نے نہایت تحمل سے کہا مگر دوسری جانب صدف کو جیسے آگ لگ گئی۔

"کیا ویسا کچھ نہیں ہے, ہاں۔میں آنکھیں بند کر کے بھی بتا سکتی ہوں کہ معارِج سکندر اور سُلطان خان ایک ہیں تو پھر آپ لوگ کیسے میری دوست کو بے وقوف بنا سکتے ہیں؟" اُسکا اصل غم یہی تھا۔ھُود ابراہیم کے چہرے کے تاثرات اُس فکر پر بدلنے لگے۔وہ بھی تو یونہی معارِج اور سُلطان کے لیئے پریشان رہتا تھا۔آنکھوں کے سامنے ہاسپٹل کی راہداری میں اپنی دوست کو سینے سے لگائے متفکر سی لڑکی کا چہرہ جگمگایا تو اُس نے سَر جھٹک کر نرمی سے اُسکو دیکھا۔

"آپ کی دوست کو کوئی بے وقوف نہیں بنا رہا، صدف۔اگر آپ آنکھیں بند کر کے بتا سکتی ہیں تو کیا آیت کو نہیں معلوم؟" اُسکا انداز اِیسا نرم اور مائل کر لینے والا تھا کہ صدف سارا طیش اور خفگی بُھول کر نا سمجھی سے اُسے دیکھنے لگی۔

"آپ کی دوست بھی اِس حقیقت سے واقف ہیں لیکن اُن کو کوئی دھوکہ نہیں دیا جا رہا۔"اُس نے ایک بار پھر طویل وضاحت کی۔یہاں دِلاور اور سیف ہوتے تو اُسکا خوب ریکارڈ لگا کر اُسکے سارے اِمیج کی اِیسی کی تیسی کر دیتے مگر شُکر ہے وہ یہاں نہیں تھے۔

"میں آپکی پریشانی سمجھ رہا ہوں لیکن یقین مانیں یہاں کوئی بھی آیت کے ساتھ غداری اور دھوکہ بازی نہیں کر رہا۔سب کچھ مُناسب وقت آنے پر اُنکو معلوم ہو جائے گا۔"وہ واقعی چاہتا تھا کہ آیت اور اُسکی یہ دوست معارِج کے بارے میں کوئی منفی رائے نہ قائم کریں۔صدف چند لمحے اُسکے سنجیدہ اور پُرخلوص تاثرات کو دیکھتی رہی اور پھر اثبات میں سَر ہلایا۔

"ٹھیک ہے، مان لیا۔"اُسکی اگلی بات پر ھُود نے تشکر بَھرا سانس لیا۔وہ پہلی بار کسی سے اِتنی مغزماری کر رہا تھا۔وہ جیسے ہی سائیڈ پر ہوا، صدف بھی باہر جانے کو سائیڈ پر ہوئی۔اگر وہ بروقت نہ رُکتا تو یقیناً

اُن دونوں کا تصادم ہو جاتا۔ سِٹپٹا کر صدف بائیں جانب ہوئی اور عین اُسے لمحے ھُود بھی بائیں جانب ہوا۔ بیک وقت مُقابل آ جاتے اُن دونوں کی آنکھیں اُٹھیں اور صدف بے ساختہ مُسکرا دی۔ وہ مُسکراہٹ اِیسی تھی کہ ھُود چند لمحے کے لیئے بالکل ساکن رہ گیا۔ صدف مُسکرا کر اُسکے برابر سے ہو کر چلی گئی تھی مگر ھُود ابراہیم جیسا شخص جو کبھی، کہیں نہیں ٹھہرا تھا وہاں، اُس لمحے کتنی ہی دیر تک کے لیئے ٹھہرا، کھڑا رہ گیا۔

"تمہارے بابا آ جائیں نہ پھر مِل کر باربی-کیو کریں گے۔" اُسکا گال تھتھپا کر وہ شفیق اور اِنتہائی خوبصورت عورت اُسکے برابر آ کر بیٹھ گئی۔ اُس عورت کے اِرد گرد اِس قدر روشنی تھی کہ اُسکی آنکھیں دُھند لانے لگیں مگر وہ اِس چہرے کو دیکھتے رہنا چاہتا تھا۔ وہ چہرہ جِس نے اُسے مُحبت کے معنی بہت کم عُمری میں سمجھائے تھے، اُسکی ماں کا حسین اور پاکیزہ چہرہ۔

"بابا کب تک آئیں گے؟" آٹھ سال کے بچے نے ٹیبل پر سَر رکھتے ہوئے اُداسی سے سوال کیا۔ اُس عورت نے جُھک کر نرمی سے اُسکے بال سہلائے اور اِیسا مُسکرائی کہ سارا منظر روشن ہو گیا۔

"بس آنے والے ہیں۔ تم نے بابا کو کوئی سرپرائز نہیں دینا تھا؟" یاد آنے پر اُس خوبصورت عورت نے جُوش سے پوچھا اور یَک دَم اُس آٹھ سالہ بچے کی سیاہ آنکھیں جگمگانے لگیں۔

"مُجھے بابا کے آنے سے پہلے کہیں چُھپنا ہو گا۔" اپنی اول آنے والی ٹرافی احتیاط سے ٹیبل سے اُٹھاتے ہوئے اُس نے اِرد گرد دیکھا جبکہ اُسکی ماں کو اُسکے تاثرات بے حد انوکھی خوشی سے نواز رہے تھے۔

"ہمم! اِس کاؤنٹر کے پیچھے چُھپ جاؤ۔" اُوپن کچن کے کاؤنٹر کے پار اِشارہ کرتے ہوئے جیسے اُس معصوم ذہن کی مُشکل کو آسان کیا گیا۔ وہ بچہ مُسکرا کر اُٹھا اور پھر بلی کی چال چلتا ہوا کاؤنٹر کے پیچھے چُھپ گیا۔ اُسکی ماں نے بے ساختہ مُسکراہٹ دبائی۔ آہستگی سے اُس بچے نے ذرا سا سَر اُونچا کیا اور اُس عورت کی ہنسی اُس ہال میں گونج اُٹھی۔ مُسکراہٹ ضبط کر کے وہ کرسی سے اُٹھی اور قدم قدم چلتی ہوئی اُس بچے کے پاس آ کر گُھٹنوں کے بل اُسکے سامنے بیٹھی اور اُسکا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ ماں کی مُحبت پر اُس بچے نے چمکتی آنکھوں سے اپنی ماں کے خوبصورت چہرے اور سبز آنکھوں کو محویت سے دیکھا۔ اُسکو اپنے باپ کی طرح اپنی ماں کی سبز آنکھیں بے حد محبوب تھیں۔ اُن آنکھوں پر وہ اِس عُمر میں بھی سب کچھ قربان کر دینے کا اہل تھا۔

"چُھپنے کا سب سے پہلا اُصول جانتے ہو کیا ہے؟" اُسکے سیاہ خم دار بالوں کو نفاست سے سنوار کر سوال کیا گیا جبکہ بچے نے نفی میں سَر ہلایا۔

"خود کو اپنی بھی نظروں سے چُھپا کر چُھپنا۔ تب تک باہر نہیں نکلتے جب تک اعتبار کا شخص نہیں پُکار لیتا۔" وہ الفاظ اُس آٹھ سال کے بچے کے ذہن و دِل پر اپنا اَن مِٹ اثر چھوڑ رہے تھے۔ اِس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی، باہر کے مین گیٹ کُھلنے کی آواز پر اُس عورت نے چہرہ پھیر کر پیچھے دیکھا۔

"لگتا ہے تمہارے بابا آ گئے ہیں۔ جلدی سے چُھپ جاؤ۔" کچھ تھا جسے محسوس کر کے اُس عورت نے تیزی سے بیٹے کو پیچھے کر کے کہا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ سکندر ہارن دے کر گھر آتے تھے۔ یوں مین گیٹ کھول کر وہ آج سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ ایک نظر اُس نے گھڑی پر آٹھ بجاتی سوئیوں کو دیکھا اور پھر بھاگ کر لکڑی کا آبنوسی دروازے کا تالا لگا کر کھڑکی سے پردہ سرکایا۔ پردہ سرکانے پر جو منظر

باہر دیکھنے کو مِلا اُس پر وہ عورت ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر تیزی سے پیچھے ہوئی۔اِتنے سارے نقاب پوش لوگ اُنکے گھر کی چھت پھلانگ کر اندر آئے تھے اور شاید اُن میں سے ہی کسی نے دروازے کھولا تھا باقی سب کے لیئے۔سپید پڑتے چہرے کے ساتھ اُس نے پلٹ کر کاؤنٹر کی جانب دیکھا جہاں اُسکا اکلوتا لاڈلا بیٹا چُھپا ہوا تھا۔اُن سبز آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے مگر وہ ایک ماں تھی، اُسے اِیسے مُشکل حالات میں سیسہ پلائی دیوار کی طرح مضبوط کھڑا ہونے کی طاقت قدرت نے دان کی تھی۔

"سُلطان!" اُسکی کانپتے لہجے نے آہستگی سے اپنے بیٹے کو پُکارا۔

"مما! کیا نِکل آؤں؟" اُس بے چین، پُرجوش آواز پر اُس عورت نے اپنی ہچکیوں کا گلا بامُشکل گھونٹا اور خود کو گھسیٹ کر ٹیبل پر پڑے سیل فون تک لائی۔

"نہیں بیٹا! جب تک اعتبار کا کوئی شخص نہ پُکارے باہر مت نکلنا۔" مدھم لہجے میں کہہ کر اُس نے تیزی سے اپنے شوہر کا نمبر ڈائل کیا۔دوسری جانب فون بند ملنے پر اُس نے کانپتے ہاتھوں سے ایک اور نمبر مِلایا۔

"بھائی صاحب! سکندر فون نہیں اُٹھا رہے اور کچھ۔۔۔کچھ لوگ ہمارے گھر میں گُھس آئے ہیں۔۔۔" کال اُٹھائے جانے پر اُس نے کانپتے مدھم لہجے میں بامُشکل بات مکمل کی جبکہ کاؤنٹر کے پیچھے اُس آٹھ سالہ بچے کی تمام حسیات چوکنا ہوئیں۔

"خُدارا! آپ جلدی آ جائیں۔" دروازے دَھڑھڑائے جانے پر اُس نے عُجلت میں سیل فون بند کر کے مُٹھی میں دبایا اور کچن کاؤنٹر سے دُور ہونے لگی۔دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازے کھولے جانے نے

کاؤنٹر کے پیچھے چُھپے بچے کو دہلا دیا۔اپنے شیشے کی ٹرافی مضبوطی سے ہاتھوں میں جھٹکر کر وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔

"کِدھر ہے تیرا شوہر؟" اُن عجیب ہٹے کٹے مردوں کو دیکھ کر اُس عورت نے سَر پر اُوڑھی گرم چادر سے اپنا چہرہ چُھپایا۔

"وہ۔۔۔وہ گھر پر نہیں ہیں۔۔ک۔۔کون ہیں۔۔آپ لوگ اور یوں۔۔۔۔اندر کی۔۔۔کیسے۔۔۔"خوف اور لرزاہٹ سے جملہ بھی مکمل نہیں کیا جا رہا تھا۔گن ہاتھ میں تھامے ایک لحیم شحیم شخص نے قدم اُسکی جانب بڑھائے تو وہ عورت تیز قدموں سے پیچھے ہوتی گئی۔

"ہمارا واسطہ تیرے شوہر سے ہے۔بتا کِدھر رکھ کر گیا ہے کاغذات؟" اُس شخص کی اگلی بات پر اُن سبز آنکھوں میں آنسو ٹھٹھر گئے۔اُسکے سُن پڑتے ذہن میں کوئی سوچ لہرائی جِس نے اُسکے رونگھٹے کھڑے کر دیئے۔

"میرا شوہر کہاں ہے؟" یَک دَم وہ جِس طرح ہذیانی ہو کر اُس شخص پر جھپٹی، لمحے بَھر کے لیئے وہ شخص تک گڑبڑا گیا۔وہ تو یہاں چڑھائی کرنے اور دباؤ ڈالنے والے تھے۔

"اُو بی بی! ہٹ پرے۔۔۔"اُس بندے نے پوری قوت سے اُس عورت کو دِھکا دیا۔کراہ کر وہ پیچھے کانچ کے ٹیبل سے بُری طرح ٹکرائی۔

"تیرا شوہر مَر چُکا ہے اِسی لیئے اَب شرافت سے بتا کاغذات کہاں ہیں؟" ٹوٹے کانچ کی چُبھن اِتنی زیادہ نہیں تھی، جتنی اُن الفاظ کی تھی۔ پھٹتے دِل اور ششدر آنکھوں سے اُس نے چہرہ اُٹھا کر اُن سفاک اور ظالم لوگوں کو دیکھا۔

"لگتا ہے اِیسے زُبان نہیں کھولے گی یہ۔" پیچھے رائفل تھام کر کھڑے شخص نے نخوت سے کہا مگر اُس عورت کے وجود میں کوئی جُنبش نہیں ہوئی۔ وہ یونہی شل سی اُن الفاظ کی بازگشت کے ساتھ بیٹھی تھی۔ کیا واقعی اُسکا سکندر۔۔۔۔

"میرا شوہر۔۔۔ کہاں ہیں وہ۔۔؟" جب وہ بولی تو اُسکی آواز بے حد گھٹی ہوئی تھی۔ ایک آدمی نے اُکتا کر سیل فون جیب سے نکالا اور پھِر کسی کو کال مِلا کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ شاید جلدی میں لگتا تھا۔ اُسے یہاں سے جلد اَز جلد اَز کام نمپٹا کر بھاری رقم لے کر فرار ہونا تھا۔ اِس سے پہلے کہ وہ کچھ جواب میں پھِر سے دِل کو چھلنی والا کہتا، اُسی وقت دروازے ہر آہٹ ہوئی اور نو وارد کو دیکھ کر اُس عورت کے مُردہ ہوتے وجود میں نئے سِرے سے جان آ گئی۔

"بھ۔۔۔ بھائی صاحب۔۔۔!" وہ ایک مان، ایک یقین سے اُٹھنے کی سعی کرنے لگی۔

"بھائی! یہ لوگ میرے سکندر۔۔۔ کے بارے میں۔۔۔" ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے کہہ کر وہ بامُشکل کھڑی ہوئی۔

"سکندر کی لاش تو ٹھکانہ لگ گئی ہے لگتا ہے اِس کا وقت ہے۔ کاغذات کا نہیں بتاتی تو ٹھوک دو اِسکو بھی۔" اُس شخص کے کرخت، بے حس لہجے نے اُس عورت کے قدموں سے زمین کھینچ دی وہی عورت

جِس کا نام زوباریہ سکندر خان تھا۔بے دم ہو کر بے یقینی سے وہ ایک بار پِھر لڑکھڑا کر اُن لاتعداد بکھرے کانچ کے ٹکڑوں پر گِر گئی۔

"ب۔۔۔بھائی ص۔۔۔صاحب۔۔۔"بے یقین نے اُسکے سارے حواس اور الفاظ کو سَلب کر لیا تھا۔

"آپ کیسے۔۔۔۔میرے سکندر۔۔۔۔"گلے میں جیسے کوئی پھندا سا اٹک گیا تھا۔وہ بے یقینی بھری قیامت بے حد بھاری اور اعصاب شِکن تھی۔

"اگر یہ کاغذات کا نہیں بتاتی تو اِسکے بیٹے کی کنپٹی پر بندوق رکھو۔"اُس بلکتی، ششدر عورت کو تحقیر سے دیکھ کر اُس نے کہتے ہوئے زوباریہ سکندر کے رونگھٹے کھڑے کر دیئے۔کرائیت اور نفرت کا کوئی طوفان تھا جو اُسکے پورے وجود کو لپیٹ میں لینے لگا تھا۔

"میرا بیٹا گھر پر نہیں ہے۔۔۔"وہ اِس قدر اُونچا چیخی کے کاؤنٹر کے پار چُھپ کر بیٹھا اُسکا آٹھ سالہ بیٹا، لرزنے لگا۔

"تو پِھر اِس کو بھی اِسکے شوہر کے پاس پُہنچا دو۔"اُس شخص کی سَرد آواز پر اُس بچے نے اپنی ٹرافی کانپتے ہاتھوں سے سائیڈ پر رکھی اور آہستگی سے کھڑا ہوا۔اُسکا قد اِتنا تھا کہ وہ ایڑھیاں اُونچی کر کے دیکھ سکتا تھا مگر دُور سے اُسکی صرف سیاہ آنکھیں واضح تھیں۔

"آپ سکندر کے ساتھ کیسے۔۔۔اُنہوں نے آپ پر بھروسہ کیا تھا۔"اُس عورت کی رُندھی ہوئی آواز میں ٹوٹے اعتبار کی کرچیاں تھیں۔وہ اُن سب کا دھیان اپنے بیٹے پر نہیں جانے دے سکتی تھی۔

"یُوسف کو اپنے بھائیوں پر اعتبار نے ہی اندھے کنویں تک پُہنچایا تھا، زوباریہ۔میں نے تو تمہارے شوہر کو یُوسُف علیہ سلام جیسی سخت زندگی، نیلامی اور قید و بند کی صعوبت سے بچایا ہے۔"اُس شخص کی اگلی وضاحت اِیسی تھی کہ زوباریہ سکندر کا پورا وجود نفرت سے نیلا پڑنے لگا۔

"اُسی یُوسُف کے رَب نے اُنھیں مِصر کا سُلطان بنایا تھا اور وہی رَب آپکی رسی اِیسے شخص سے کھنچوائے گا جِسکا آپ نے کبھی تصور تک نہیں کیا ہو گا۔"بیٹے کی فکر اُس عورت کو شوہر کے عظیم صدمے سے سنبھالے ہوئے تھی۔

"دیکھتے ہیں۔"کہہ کر اُس نے پلٹتے ہوئے دو اُنگلیوں سے پیچھے کھڑے شخص کو اِشارہ کیا جو اُس چھپ کر جھانکتے بچے کی نگاہوں سے مُخفی نہیں رہا تھا۔زوباریہ سکندر نے چہرہ پھیر کر کچن کاؤنٹر کی جانب دیکھا اور وہاں اُن سیاہ، خوف سے پھیلی آنکھوں کو دیکھ کر بھیگتی سبز آنکھوں کے ساتھ اُس نے نامحسوس انداز میں نفی میں سَر ہلاتے ہوئے جیسے بیٹے سے یونہی چُھپے رہنے کی خاموش اِستدعا کی اور عین اُسی وقت اُس نقاب پوش سے نوک دار چاقو لے کر وہ شخص تیزی سے پلٹا اور پھِر اُس نے چاقو زوباریہ سکندر کے حلق پر پھیر دیا۔خون کا ایک فُوارہ پھُوٹا، کراہ کر اُس نے تیزی سے اپنی گردن پر ہاتھ رکھا مگر بَھل بَھل نکلتے خون کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔اُس آٹھ سال کے بچے نے پھٹتے دِل سے اپنی خوبصورت ماں کے چہرے اور ہاتھوں کو خون سے بھرتے دیکھا اور پھر وہ کٹے شہتیر کی طرح زمین بوس ہو گئی۔اُسکے اِرد گرد گاڑھا خون تیزی سے پھیلنے لگا۔

"بچے کو ڈھونڈو۔۔۔۔کاغذات اُسکے پاس ہیں۔"اُس شخص نے پلک تک جھپکے بغیر اُن لوگوں کو نیا حکم صادر کیا اور پھر وہ سب تیز قدموں سے باہر بھاگ گئے۔اُن سب کے جاتے ہی اُس شخص نے پلٹ

کر دیوار پر نصب بڑی سی پورٹریٹ کو دیکھا اور پھر چلتا ہوا اُس تک آیا۔وہ ایک مکمل خوبصورت اور بے حد آسودہ خاندان کی تصویر تھی۔صوفے پر گریس فُل، وجیہہ مَرد سکندر احمد خان تھا جِسکی گود میں خوبصورت صحت مند سا بچہ تھا جو اپنی سیاہ چمکتی آنکھوں سے چہرہ پھیر کر اپنے باپ کے مضبوط بازو کے گھیرے میں بیٹھی اپنی دلکش ماں کو دیکھ رہا تھا جو سبز آنکھوں سے کیمرے کو دیکھتے ہوئے مُسکرا رہی تھی۔طنز سے مُسکرا کر اُس نے خون والے چاقو سے اُن ہنستے، مُسکراتے مَرد اور عورت کے چہرے پر کراس کا نشان لگایا اور پھِر تیز قدموں سے پلٹ کر باہر چلا گیا۔کاؤنٹر کے پاس سے دیکھتا بچہ یونہی شل اور ساکن سا چُھپ کر کھڑا اپنی ماں کے بے جان، سَرد ہوتے وجود کو ناجانے اگلے کتنے گھنٹوں تک دیکھتا رہا۔اُسکی ماں نے اُسے چُھپے رہنے کا کہا تھا اور اگلے دو دِن اُس گھر میں اپنی ماں کی سَرد پڑی لاش کو دیکھتا وہ بچا کسی اعتبار کے شخص کی آواز کا مُنتظر ہی رہا۔

✓دِل میں بَرسات ہی رہتی ہے خِزاں ہو کہ بَہار

اَب یہ موسم میرے اندر سے نکلنے کا نہیں۔۔۔

(فیصل عجمی)

"تم رات پھِر گھر پہ نہیں تھے۔"اُسکو ٹیرس میں کھڑے ہو کر محویت سے گھنے جنگلات کو دیکھتے ہوئے پا کر آیت کچھ سوچ کر اُس تک آئی۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر آیا تھا اور اُس سے سلام، دُعا کیئے

بغیر اِدھر آ کھڑا ہوا تھا یقیناً کچھ تھا جِس نے اُسے یوں اِرد گرد سے بیگانہ کر رکھا تھا تبھی تو اُسکو نہ آیت کے آنے کی خبر ہوئی اور نہ ہی اُسکی آواز سُنائی دی۔

"سُلطان!" ہاتھ آگے بڑھا کر آیت نے نرمی سے اُسکے شانے پر ہاتھ رکھا۔ سُلطان نے جِس طرح گھبرا کر چہرہ پھیرا۔ آیت چند پل اُسکا خوف سے سپید پڑتا چہرہ دیکھے گئی۔

"کیا بات ہے؟ سب ٹھیک ہے نہ؟" اُس کے لہجے کی حلاوت پر سُلطان نے سنبھل کر چہرہ پھیرا جبکہ آیت نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔

"ہمم!" اُس مُختصر جواب میں اِس قدر لاتعلقی اور سوگواری تھی کہ آیت کا دِل دُکھنے لگا۔

"تم مُجھ سے شیئر کر سکتے ہو۔ کسے یاد کر رہے ہو؟" وہ جانتی تھی کہ معارِج سکندر کا ٹراما اُسکے والدین کی موت ہو گا تبھی وہ چاہتی تھی کہ سُلطان اِس بارے میں کوئی بات کرے۔ کوئی سِرا اُسکے ہاتھ لگے۔

"امی جان کو۔" چہرہ جھکا کر اُس نے جنگلات کے تمام خوبصورت مناظر سے مُنہ موڑ لیا۔ وہ غم اِیسا تھا کہ اُسکے سامنے دُنیا کی ہر خوبصورتی ہیچ تھی۔

"تم کچھ بتاؤ گے مُجھے اپنی امی جان کے بارے میں؟" وہ واقعی جاننا چاہتی تھی۔ سُلطان نے سپید پڑتے چہرے کے ساتھ ریلنگ پر رکھے اپنے ہاتھوں کو باہم سختی سے مِلایا۔ وہ اپنی ماں کے بارے میں کسی سے بات نہیں کرتا تھا یہاں تک کے ڈاکٹر ظفر وارثی سے بھی نہیں۔

"میری ام۔۔۔ امی جان۔۔۔ وہ اِس دُنیا کی نہیں تھیں۔" خاموشی کا وقفہ اِس قدر طویل ہو گیا کہ آیت کو معلوم ہو گیا وہ اُس کے سامنے اپنی ماں کا ذکر نہیں کرنا چاہتا۔ وہ زخم وقت کی تیز رفتار بھر نہیں سکا

تھا تو اُسے کُرید کر اُسے تکلیف نہیں دینی چاہیئے مگر وہ جب بولا تو اُسکے لہجے میں لرزش محسوس کر کے آیت نے آگے بڑھ کر اُسکے بندھے ہاتھوں پر نرمی سے اپنا ہاتھ رکھ کر سہلایا۔

"وہ اِس قدر خوبصورت اور حسین تھیں کہ بابا جان اور میں ایک عُمر حیران رہے۔میرے بابا جان آنکھ بھر کر امی کو نہیں دیکھتے تھے۔اُن کو لگتا تھا امی جان کو اُنکی نظر لگ جائے گی اور میں اُنھیں دھڑلے سے، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھنٹوں دیکھتا رہتا تھا اور آخر میں میری نظر لگ گئی اُنکو۔"آخر میں اُسکا لہجہ لرز کر گلوگیر ہو گیا۔

"اُنہیں اُس بھیانک صورتِ حال میں بھی میری فِکر تھی۔بابا جان کے قتل کا سُن کر بھی وہ میرے لیئے جم کر کھڑی رہیں مگر اُس ظالم نے۔۔۔"کہتے ہی وہ جِس طرح بے دم ہو کر نیچے بیٹھ کر بچوں کی طرح بِلک بِلک کر رونے لگا تھا، آیت ششدر سی چہرہ جُھکائے اُسکو دیکھنے لگی۔

"میری ماں کی شہ رَگ اُس۔۔۔ظالم نے ایک وار میں کاٹ دی۔اُنکا قیمتی خون کیسے فرش پر ضائع ہوتا رہا۔۔۔"سَر دونوں ہاتھوں میں چُھپا کر ہذیانی انداز میں روتے ہوئے وہ اپنی ماں کی اذیت نئے سِرے سے محسوس کر رہا تھا۔آیت نے لرز کر اپنے ہونٹوں پر دونوں ہاتھ رکھ لیئے۔

"اُن۔۔انہوں نے مُجھے چُھپے رہنے کو کہا تھا اور می۔۔۔میں بُزدل دو دِن تک۔۔۔اپنی ماں کی ٹھنڈی، بے جان لاش کو چُھپ کر دیکھتا رہا۔۔۔"اُسکی اگلی بات پر آیت کے کلیجے پر ہاتھ پڑا۔پھٹتے دِل کے ساتھ وہ تیزی سے اُسکے سامنے بیٹھی۔سُنہری آنکھوں اُس اُونچے لمبے مَرد کو یوں بچوں کی طرح بِلک بِلک کر روتے دیکھ کے پانی جما ہونے لگا۔اِس وقت کوئی تسلی نہیں دی جانی چاہیئے۔یہ وقت صِرف دِل پر برسوں سے دَھری بھاری سِل کر ہٹانے کا وقت تھا۔آیت نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکا سَر اپنے

کندھے سے لگا لیا۔ بعض اُوقات دو لفظ، نرم دِلاسہ اور کسی اپنے کا اپنائیت بَھرا حصار غم کی شدت کو کم کرنے کے لیئے کافی ہوتے ہیں۔

"تم چھوٹے تھے۔ اپنی ماں کی قربانی کو یہ سوچ کر رائیگاں مت کرنا۔"اُن الفاظ میں کچھ اِیسا تھا کہ سُلطان خان کا وجود ایک پل کو ساکت ہوا اور پھر وہ اِیسے اُونچی آواز میں رویا کہ آیتِ تطہیر کا دِل پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اُس شخص کے غم سے بڑا اِس دُنیا میں اُس وقت کسی کا غم نہیں تھا۔ اُس شخص کا روگ جان کا لاگو تھا۔ تیزی سے بہتی آنکھوں کے ساتھ وہ اُس مرد کو بچوں کی طرح تھپک رہی تھی کیونکہ جانتی تھی اُس غم میں وہ ابھی بھی آٹھ سال کا بچہ ہی ہے جِسکی حفاظت کے لیئے اُسکی ماں نے اُسکی آنکھوں کے عین سامنے جان گنوائی تھی۔ خون کے تالاب میں ماں کے ٹھنڈے، بے جان پڑے وجود کو چند قدم دُور سے چُھپ کر دیکھتا بچہ معارِج سکندر کے اندر سے کبھی نہیں جا سکا تھا۔

✓ مُجھ کو جو مُیسر تھا، سَنگ لے گیا ہے تُو

یعنی میرے جیون سے رَنگ لے گیا ہے تُو۔۔۔

وہ ابھی تک چُھپ کر بیٹھا کسی اعتبار کے قابل شخص کی پُکار کے انتظار میں تھا کہ کوئی آئے اُسے پُکارے اور وہ اپنی محبوب ماں کے بے جان وجود کی جانب بھاگ کر جائے اور ماں سے لپٹ کر جان دے دے۔ جان جو گنوانا آسان نہیں ہوتا، جو دے دینا سہل نہیں ہوتا مگر مُحبت والوں کے لیئے اُسے لٹا دینا گویا بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے اِسی لیئے تو محبوب شخص کی موت کا غم اِنسان کے اندر بَس جاتا ہے۔ اندر ہی پَل کر جوان ہوتا ہے اور اپنی جڑیں مضبوط کر لیتا ہے۔ یہ وہی غم ہے جِس کی بدولت

سرکارِ دو عالم(ﷺ) کربلا کی اطلاع ملتے ہی مِنبر پر غَش کھا کر گِرے تھے۔ محبوب لوگوں کی جان کے لاگو غم کی شروعات وہیں سے ہوئی تھی۔پہلے کَرب و بَلا تھی بعد میں کربلا دَر کربلا ہوا۔

✓اُصولاً ختم ہونی چاہیئے تھی

یہ دُنیا کربلا ہونے سے پہلے۔۔۔

"آپ کرنا کیا چاہ رہے ہیں؟" سیف نے اُسکو کرسی پر اطمینان سے بیٹھتے دیکھ کر جَل کر پوچھا۔معارِج کے البتہ اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا یونہی مُسکراتے ہوئے وہ نہ جانے کِن خوش کن خیالوں میں محو تھا۔

"تمہیں وہ پھندہ نظر نہیں آ رہا، سیف جو میں اُن سب کی گردنوں کے گِرد مضبوط کر رہا ہوں۔"سَر جھٹک کر کہتے ہوئے اُس نے سیف کو چونکا دیا۔

"کیا مطلب؟" وہ واقعی سمجھ نہیں رہا تھا کہ اَسارہ مُبین سے سخت خار کھانے والا شخص یوں پَلک جھپکتے کیسے مان گیا۔

"مطلب یہ میرے دوست کہ میں بڑی بساط بِچھا چُکا ہوں لیکن اِس میں جیت ہار نہیں بلکہ زندگی موت کا فیصلہ ہو گا۔"اُسکا جواب اَب بھی واضح نہیں تھا۔

"مت بھولیں کے آپ اَب شادی شُدہ ہیں۔"سیف نے یوں جَل کر برجستہ کہا کہ معارِج سکندر کا بےساختہ قہقہ اُس ویئر ہاؤس میں گونج اُٹھا۔اندر آتے ھُود نے تعجب سے اُس بےفِکر قہقے کو سُنا اور تیز قدموں سے اُن دونوں کی جانب بڑھا۔

"یہ اِتنے ٹھٹھے کیوں لگ رہے ہیں؟" ھُود کے اِستفسار پر معارِج نے چہرہ پھیر کر قریب آ چُکے ھُود کو دیکھا اور پھِر سلام کے لیئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ھُود جو جُھکنے لگا تھا، اُسکے چہرے کو دیکھ کر چونک کر سیدھا ہوا۔

"تم ہنس رہے تھے یا روتے رہے ہو؟" ھُود کے پریشان سوال پر سیف نے بھی چونک کر اُسکو دیکھا جِس نے بروقت آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھ کر جُھکتے ہوئے سیاہ گلاسز پہن لیں۔

"میں پاگل تھوڑی ہوں۔"اُسکے جھینپتے تاثرات پر ھُود اور سیف نے ایک دوسرے کو مُسکراتی نظروں سے دیکھا۔

"تو پھِر سُلطان پاگل ہے۔سچ سچ بتا کِس کے کندھے پر سَر رکھ کر آنسو بہاتا رہا ہے؟" ھُود کَف اُلٹ کر جیسے ہی مصنوعی جَلن سے کہہ کر اُسکے قریب ہوا، معارِج سکندر تیزی سے کرسی چھوڑ کر اُٹھتے ہوئے اُسکی پُہنچ سے دُور بھاگا۔

"واللہ عالم! مُجھے کیا معلوم؟" یَک دَم جِس طرح اُسکا چہرہ سُرخ ہوا ھُود اور سیف کی ہنسی بےساختہ تھی۔

"ڈونٹ ٹیل مِی کہ تم مِس آیت کے کندھے پر۔۔۔"سیف نے مُسکراہٹ دبا کر جیسے ہی کہا، معارِج کی گھورتی نظروں پر تیزی سے زُبان دانتوں تلے دبائی۔

"کچھ تو معلوم ہے بیٹا تجھے۔یاروں سے پردہ داری۔"ھُود کے کہے جانے پر وہ مُسکراہٹ کو چہرے پر بامُشکل لانے سے روک کر کونے میں بنے بیسمنٹ روم کی جانب تیز قدموں سے لپکا۔ھُود اور سیف نے پہلے حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھِر مُسکرا دیئے۔

بیسمنٹ کی سیڑھیاں اُتر کر نیچے آتے ہوئے درمیان میں پڑے صوفے پر بے دم ہو کر بیٹھتے ہوئے اُس نے جیسے ہی آنکھیں موندیں، کوئی منظر اُسکی آنکھوں کے پار پھِر سے روش ہونے لگا۔کوئی اِیسا دلکش منظر جِس نے اُسکے ہر وقت سخت رہتے چہرے کو موم کی مانند نرم کر دیا۔اُسکا ذہن پھِر سے کل شام کا منظر کھوجنے لگا جب اچانک آنکھ کُھلنے پر وہ جو تیزی سے اُٹھنے لگا تھا، شانے پر بوجھ محسوس کر کے تھم گیا۔چہرہ اُٹھا کر اُس نے اِرد گرد گہری ہوتی شام کو تعجب سے دیکھا۔ وہ ٹیرس پہ کیا کر رہا ہے؟ کیا وہ پھِر جلدی جاگ گیا ہے سُلطان کے گھر میں، یا اللہ! پلیز نہیں۔

اُس نے جیسے ہی چہرہ جُھکا کر پھیرا، اپنے شانے پر سَر رکھ کر سوتے چہرے کو دیکھ کر اُسکا دِل ٹھہر گیا۔تیزی سے چہرہ سامنے پھیر کر آہستگی سے یقین دہانی کی اور پھِر سے چہرہ پھیرا۔تیز ہوتی دھڑکنوں نے اُسکے خیال کی تصدیق کر دی۔ایک بار پھِر چہرہ پھیر کر اُس نے مدھم ہو چکے آسمان کو دیکھ کر گہرا سانس لیا۔شاید سُلطان اور وہ یہاں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے مگر اُسکی آنکھیں میں اِتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے؟؟ سَر جھٹک کر چند گہرے سانس لے کر اُس نے اپنی شور مچاتی دھڑکنوں کو تھمنے کا عندیا دیا اور آہستگی سے چہرہ پھیرا۔اپنی ماں کے چہرے کے بعد یہ وہ واحد چہرہ تھا جِس نے اُسکو بُری طرح

گھائل کر کے اپنی جانب پوری قوت سے کھینچا تھا۔وہ معصومیت اور بے خبر بے ریائی اُسکو بس اِسی چہرے میں نظر آئی تھی تبھی تو عُمر بُھر کے لیئے اُسکا دِل اور دھڑکنیں تھم گئیں تھی۔چہرہ جُھکا کر وہ محویت سے اُس چہرے کے تمام نقوش اَز سَر نو حفظ کرنے لگا۔بند آنکھوں اور گُلاب ہوتے گالوں پر لانبی سیاہ پلکوں کا سایہ اُسکو مسحور کر رہا تھا۔وہ اپنے چہرے پر دَر آنے والی مُسکراہٹ سے قطعی غافل مُحبت سے اُسکو دیکھے گیا۔اپنے جلدی جاگ جانے پر اُسے آج سے پہلے کبھی اِتنا پیار نہیں آیا تھا۔اُسکے چہرے کو دیکھنے میں خلل انداز ہوتی لِٹ کو شہادت کی اُنگلی کی مدد سے نرمی کے ساتھ پیچھے کیا گیا۔

✓یار! وہ جو ہے میرا مسیحائے جان و دِل

بے حد عزیز ہے مُجھے، اچھا کیئے بغیر۔۔۔

اُسکی محویت میں دراڑ اُن پلکوں میں ہوتی جُنبش پر اُسکی محویت میں دَراڑ آئی۔آیت آنکھیں مَسَل کر آہستگی سے سیدھی ہوئی مگر سَر اُسکے شانے سے نہیں ہٹایا۔

"دیکھو ذرا! جگا نہیں سکتے تھے مُجھے۔"خفگی سے کہہ کر اُس نے چہرہ پھیر کر سُلطان کو دیکھا جبکہ اُن سُنہری آنکھوں میں نیند کی سُرخی تیرتے دیکھ کر اُس نے کھنکھار کر چہرہ پھیرا اور پِھر اُن آنکھوں کے تاثر پر چونک گئی۔

"شرمندہ ہو رہے ہو؟" وہ جیسے نیند کے غلبے کی وجہ سے یہی سمجھی۔

"رونا کوئی بُری بات تو نہیں۔"ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکتے ہوئے اُس نے سادگی سے کہا جبکہ معارِج سکندر نے دانت پیس لیئے۔یہ سُلطان اُسکے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔

"کہہ رہی ہوں نہ شرمندہ ہونے والی کوئی بات نہیں۔"اُسکو یونہی نظریں چُراتے دیکھ کر اُس نے دونوں ہاتھوں میں اُسکا چہرہ تھام کر اپنے مُقابل کیا۔اُسکے عمل پر معارِج سکندر کا دِل ٹھہر گیا جبکہ اُن سبز آنکھوں میں اُتر آتے جذبے دیکھ کر آیتِ تطہیر کا دِل لرز کر دھڑکا۔اُس صحت مند، وجیہہ چہرے کے گِرد رکھے ہاتھ بےساختہ ٹھنڈے پڑنے لگے۔

"معارِج!" اور پھِر اُسکے ہونٹوں سے وہ نام بےساختگی میں دھڑک کر پھِسلا جبکہ سبز آنکھوں میں اچانک سے چونک جانے کا تاثر جاگا۔کیا اُس نے سہی سُنا؟ تطہیر نے اُسکو پہچان کر کیا اُسکے نام سے پُکارا تھا؟ تبھی آیتِ تطہیر کی آنکھوں میں آنسو ستارے کی مانند چمکا اور گالوں پر پھِسلتا چلا گیا۔اُسے معارِج سکندر کے غم یاد آ گئے تھے۔وہ غم جنہوں نے اُسکو تقسیم کر کے رکھ دیا تھا جبکہ معارِج سکندر حیراں سا اپنے اندھیر پڑے گھر کو اُن سُنہری آنکھوں کی نمی سے چمکتے دیکھ کر ششدر تھا۔

✓یاد کو ساتھ لیا،ہاتھ پہ صحرا رکھا

یوں قدم ہم نے تیرے ہجر میں پہلا رکھا

دینے والے تیری تقسیم کے صدقے تُو نے

روشنی دے کے میرے خواب کو اندھا رکھا

کِس نے مانگی ہے میرے دوست محبت مُجھ سے

کِس نے گِرتی ہوئی دِیوار پہ کاسہ رکھا

دھوپ کمرے میں اُسے ڈھونڈ رہی ہے جِس نے

شام ہوتے ہی میرے صحن میں سایہ رکھا

مانگ سکتا ہے کسی وقت بھی دینے والا

اِس لیئے میں نے ہر اِک زخم کو تازہ رکھا

آسماں قہر میں جِس طرح ستارے توڑے

میں نے بھی دِل کو تیری یاد میں ویسا رکھا

جب اندھیرا میرے اطراف میں رقصاں تھا عدیم

چشمِ پرُنم نے میرے گھر میں اُجالا رکھا۔۔۔

(ندیم اجمل عدیم)

****

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

السلامُ علیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوُک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name **@zoyatalib77**)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: **Novelskiduniya77)**

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(**پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو**) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے-- لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں---شکریہ------

"ہاں!" اپنا نام سُن کر بھی جیسے اُسے یقین نہیں آیا۔ظاہر ہے وہ اُسکا نام آخر لے گی ہی کیوں۔اُسکو تو معلوم بھی نہیں ہو گا تو پھر وہ کیسے---

"تم نے ڈرا دیا مجھے۔" اپنے سرد ہوتے ہاتھ پیچھے کھینچ کر کہتے ہوئے وہ تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔چہرہ پھیر کر اُس شخص کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی جبکہ معارج کچھ کہہ نہیں سکا۔

"میں ناشتہ لگاتی ہوں، آ جانا۔" پلٹے بغیر کہہ کر وہ سلائیڈنگ ونڈو کھول کر اندر چلی گئی جبکہ معارِج چند لمحے یونہی بیٹھا رہا اور پھر دُکھتے کندھے کو سہلا کر جیسے ہی کھڑا ہوا تبھی اُسکی گود میں موجود کوئی چیز زمین پر گری۔ چہرہ جُھکا کر اُس نے نیچے دیکھا اور پھر بے اِختیار ایک گُھٹنا موڑ کر زمین پر بیٹھا۔ وہ پُھول کے ڈیزائن کا بنا چھوٹا سا آویزہ تھا۔ اِسکی پہچان تھی اُسے تبھی تو رُکتی دھڑکن کے ساتھ چہرہ جُھکا کر دو انگلیوں میں آویزہ گُھماتے ہوئے معارِج سکندر کسی اور ہی دُنیا میں تھا۔ یہ آویزہ اُس نے آج سے کئی سال پہلے آیتِ تطہیر کے کان سے بازار میں گِرتے دیکھ کر اُٹھایا تھا، اُسی دِن جب اُسکو یقین آ گیا تھا کہ وہ مریضِ مُحبت ہو گیا ہے۔ مُحبت اُسکے دِل اور رُوح میں سرائیت کر گئی ہے اور نکالے نہیں نکلنے والی۔

"سُلطان!" اُسکی محویت آیت کی آواز نے توڑی۔ تیزی سے اُس نے وہ آویزہ ہُڈ کی جیب میں ڈالا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا دیکھ رہے تھے؟" آیت سے اُسکی پُھرتی اور تیزی چُھپی نہیں رہی تھی۔ معارِج گہرا سانس لے کر پلٹا اور خاموش قدموں سے اُسکی جانب بڑھا جو سلائیڈنگ ونڈو کے پار کھڑی سادگی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ یوں اُسکو گھریلو سے حُلیے میں، آرام دہ دیکھ کر اُسکی نظر ٹھہرنے لگی۔ یہ سب اُس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ دِل کی تکلیف کے عمل کو سہنا نہیں چاہتا تھا مگر یہ سب۔۔۔خواب سے بڑھ کر حسین اور دلکش تھا۔ حقیقت اِتنی خوبصورت کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اُس شخص کی حقیقت جو صدا کا بدنصیب اور بد بخت تھا۔

"تمہیں!" اِرد گرد پھیلتے اُس فسوں سے بچنا آسان نہیں تھا۔وہ دِل پر گہرا اثر رکھتی تھی۔اُس سے پہلو بچانا اُسکے بَس میں نہیں تھا جبکہ آیتِ تطہیر کی سُنہری آنکھیں اُس صاف گوئی پر تحیر سے پھیلیں۔ اُسے معارِج سکندر سے اِیسے کسی لفظ کی اُمید نہیں تھی۔وہ بے اِختیار نہیں ہوتا تھا۔

"ہاں!" اُسکے ہونق تاثرات پر معارِج کے چہرے کو مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔اِیسی مُسکراہٹ جو ہر غم کو دھکیل کر سامنے لائی جاتی ہے۔وہ مُسکراہٹ جو لمحاتی نہیں ہوتی۔

"میں فریش ہو آؤں۔"اُسکی حیرت کی تشفی کروائے بغیر اُسکے پاس سے وہ جِس تیزی سے گُزرا، آیت نے چہرہ پھیر کر حیرانگی سے اُسکو دیکھا۔وہ واقعی معارِج سکندر تھا۔سُلطان اُس سے یوں پہلو تہی نہیں کرتا اِتنا تو وہ جان ہی گئی تھی۔سَر جھٹک کر کمرے سے نکل کر کچن کی جانب بڑھ گئی جہاں صدف ناشتے کی تیاری کرتے ہوئے کسی گہری سوچ میں مگن تھی۔

"یا اللہ! کِس سوچ میں گُم ہو لڑکی؟" تیزی سے چولہا بند کرتے ہوئے اُس نے اِس قدر تیز آواز میں کہا کہ لکڑی کا آبنوسی دروازہ کھول کر اندر آتا ھُود ابراہیم تیز قدموں سے اوپن کچن کی جانب آیا۔

"کیا اِتنی گہرائی سے سوچ رہی تھی؟" اُسکا چونکنا محسوس کر کے اُس نے پریشانی سے پوچھا۔کل سے صدف اُسے خاموش خاموش لگ رہی تھی۔

"سب خیریت ہے، آیت؟" ھُود کی پُکار پر آیت اور اُس نے بیک وقت سائیڈ پر دیکھا۔صدف کے دیکھنے پر اُس نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"اسلام و علیکم, ھُود! سب ٹھیک ہے بس اِن مُحترمہ کا آج دماغ جگہ پر نہیں ہے۔" آیت کے بتائے جانے پر ھُود نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو اُداسی سے آیت کو دیکھ رہی تھی۔یقیناً اُسے ھُود کی بات سمجھ آ گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟ اَب اِیسے کیا دیکھ رہی ہو؟؟" اُسکی آنکھوں میں اِتنی اُداسی تھی کہ آیت کو پریشانی گھیرنے لگی۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ اِنسان مُحبت کے ہاتھوں کہاں کہاں اور کیسے کیسے خوار ہوتا ہے۔"جب وہ بولی تو اُسکا لہجہ بے حد مدہم تھا۔آیت نے ناسمجھی سے چہرہ پھیر کر ھُود کو دیکھا جو سنجیدہ نظروں سے صدف کو دیکھ رہا تھا۔

"کِس کو خوار ہوتے دیکھ لیا ہے، بہن؟" اُسے واقعی صدف کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔صدف کی بات پر راہداری سے نکل کر ہال میں آتے معارِج کے قدم تھم گئے۔

"تمہیں۔"صدف کی آنکھوں میں اَب نمکین پانی جمع ہونے لگا جبکہ ھُود کی بلا اِرادہ نظر ہال کے داخلی حصّے تک گئی اور پھر اُسکے تاثرات بدلے۔

"میں۔۔۔کہاں خوار ہو رہی ہوں۔۔۔میرے پاس اَب گھر ہے میرا، شوہر ہے، تحفظ ہے۔کیسی خواری؟" وہ واقعی صدف کی بات نہیں سمجھی تھی یا سمجھنا نہیں چاہتی تھی ظاہر ہے صدف بھی کوئی بچی تو تھی نہیں جو معارِج سکندر اور سُلطان خان کے اصل کو نہ سمجھتی مگر اُن الفاظ نے معارِج سکندر کو سُن کر دیا۔وہ خوش تھی، مگر کیوں اور کیسے؟ اُسکو خوش کرنے کو معارِج نے تو کوئی اِقدام نہیں

اُٹھائے تھے تو کیا سُلطان؟؟ معارِج سکندر اُسکے لیئے عدم ہو گیا تھا یا شاید ازل سے ہی عدم تھا؟ اُسکی جگہ یہاں کہیں نہیں تھی۔ سُلطان نے سارے خلا بَھر دیئے تھے اور اُسے خبر بھی نہیں ہو سکی۔ اِس سے پہلے کہ صدف کا مُنہ مزید کُھلتا، ھُود ابراہیم بُوکھلا کر تیزی سے اُسکی جانب بڑھا اور پھر اُسکو بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لے گیا جبکہ آیت نے دونوں کو جاتے دیکھنے کے لیئے چہرہ پھیرا، نگاہ شیشے کے دروازے کے پاس اِیستادہ معارِج سکندر تک گئی اور پھر وہ اُسی تیزی سے نگاہیں پھیر کر ناشتے کو ٹیبل پر لگانے لگی۔

"صدف۔۔۔کو کیا ہوا؟" کھنکھار کر کاونٹر کے پاس رکھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اُس نے آہستگی سے پوچھا جبکہ سنبھل کر اُسکے سامنے ناشتہ رکھتی آیت نے اُسکو دیکھا جو آیت کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ اُس کو یوں نظرانداز کرنے میں کمال صِرف معارِج سکندر کو ہی حاصل تھا۔

"اُسکو ابھی تک دُکھ ہے کہ میں اُسکی بھابھی نہیں بَن سکی۔" اُس نے تو اِیسی ہی بے پَر کی اُڑائی مگر جس تیزی سے معارِج کے چہرے کا رنگ بدلا، اُس پر آیتِ تطہیر نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا۔

"اِس میں دُکھ کرنے کی کیا بات ہے۔ نہیں ہونی تھی تبھی نہیں ہوئی نہ۔" چمک کر اُس نے جِس تیزی سے کہا آیت نے چہرہ پیچھے کر کے اُس چہرے کو دلچسپی کے ساتھ تفصیل سے دیکھا۔ وہ اندر تک جَل بُھن گیا تھا۔ اُس چہرے کے تاثرات نے اُسکی مُضمحل روح کو گُدگُدا کر معطر کر دیا۔

"اَسفر بہت اچھا اِنسان ہے۔ مُجھے دُکھ ہوتا ہے تو اُسکا دُکھ تو جائز ہے۔" مُسکراہٹ دبا کر اُس نے جِس بے چارگی سے کہا، معارِج سکندر کا مُنہ حیرت کی زیادتی سے کُھل گیا۔

"واہ! اُس گھونچو سے اَسفر کا تمہیں دُکھ ہے۔۔۔اَن بلیوایبل۔"اُسے واقعی جیسے یقین نہیں آیا تھا۔ آیت نے بامُشکل اپنا چہرہ سنجیدہ اور غمزدہ رکھا۔

"تم نے اُسے بس ایک بار دیکھا ہو گا تبھی ورنہ تم اِیسے نہ کہتے۔"اِیسے ناز سے اُسے رَد کیا گیا کہ معارِج سکندر اندر تک تلملا گیا۔

"اللہ کی بندی، شُکر کرو اللہ کا۔"جلتے بُھنتے چہرے کے ساتھ کہتے ہوئے وہ آیت کو بے حد پیارا لگا۔ سُنہری آنکھوں کی چمک بڑھنے لگی۔

"کِس بات پر؟" آنکھیں پٹپٹا کر نہایت معصومیت سے سوال آیا۔معارِج نے بڑی مُشکل پیش آئی ضبط کرنے کے چکر میں۔

"اِس بات کا کہ تمہیں اِتنا ہینڈسم شوہر مِلا ہے۔"جِس طرح اُس نے کہا آیت کی ہنسی بےساختہ تھی اور یقیناً اُس ہنسی نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

"کونسا ہینڈسم شوہر؟" کیا ہی اندازِ بے نیازی تھی۔اُسے بہت مزہ آ رہا تھا کیونکہ سُلطان ہوتا تو اِیسا ردِ عمل کبھی نہ دیتا۔

"میں۔۔۔!"اُس نے جِسطرح برجستگی سے اپنے سینے پر اُنگلی سے دستک دے کر پُرزور کہا، آیت کی دھڑکن ٹھہر گئی۔

"پھر میں تمہیں کیسے مِلتا، ہاں۔۔" اُس مان بَھرے انداز پر آیتِ تطہیر کی ساری مزاحمت دم توڑ گئی۔وہ واقعی غور طلب اِصرار تھا۔وہ اِصرار جو وہ واقعی معارِج سے سُننا چاہتی تھی۔

"تم تو کسی بھی طرح مِل ہی جاتے کیونکہ دوست ہو نہ۔ دوست مِل جاتے ہیں، شوہر نہیں مِلتے آجکل کے زمانے میں۔" خود کو ڈپٹ کر ساحر کے پھونکے گئے سحر سے نکلتے ہی اُس نے چمک کر کہا جبکہ معارِج نے دانت پیس لیئے۔ آہ سُلطان! آہ!

"میں تمہارا دوست بھی ہوں، شوہر بھی۔ مت بھولو، نکاح میں ہو تم میرے۔" جِس نرمی سے آگے ہو کر اُن سُنہری آنکھوں میں دیکھ کر یاد دہانی کروائی گئی، آیتِ تطہیر دوسرا سانس نہیں لے سکی۔ وہ یاد دہانی دِل کی دُنیا تہہ و بالا کر دینے والی تھی۔ وہ اعتراف روح جکڑنے کی قدرت رکھتا تھا۔

"تب تو بڑا کہہ رہے تھے۔۔۔ ہم۔ دوست ہیں۔۔۔" نظریں چُرا کر اُسکی جِس طرح نقل اُتاری گئی، معارِج سکندر کی آنکھیں مُسکرانے لگیں۔ وہ کِس قدر اُسے پیاری تھی، کاش وہ اُسے یہ کبھی بتا سکے۔

"بکواس کر رہا تھا۔ تم میری بیوی ہو اِس خیال سے زیادہ خوبصورت اِس دُنیا میں کچھ بھی نہیں۔" اُسکی اگلی بات نے آیتِ تطہیر کے پہلے سے اَسیر دِل کو مزید آہنی زنجیروں میں جھکڑ کر خود سے عمر بھر کے لیئے باندھ لیا۔ کچھ کہے بغیر ساکن دھڑکن کے ساتھ اُٹھ کر گھوم کے وہ اُسکے برابر آئی۔ معارِج نے چہرہ پھیر کر مُنتشر، لرزتے دِل سے اُس چہرے کو قریب براجمان ہوتے دیکھا اور معارِج کے دیکھتے ہی اُس نے آگے ہو کر اُسکو سونگھا۔ چھوٹی سی ناک چِڑھا کر اُس نے سانس روک کر بیٹھے معارِج کو دیکھا۔

"نشہ تو نہیں کرنے لگے نہ؟" اُسکے مشکوک سوال پر معارِج کی آنکھوں میں ناسمجھی اُتری اور پھِر خفگی سے اُسکو دیکھا جو مُسکرا کر پیچھے ہو گئی۔

"میں سنجیدہ ہوں۔"اُسے جیسے یوں کہا جانا بُرا لگا تھا۔

"کِس بارے میں؟" وہ بھی جان بوجھ کر اُسے زِچ کر رہی تھی۔

"تمہارے بارے میں۔"معارِج کے مُنہ سے بےاِختیار نکلا۔اپنے الفاظ سماعتوں تک جاتے ہی اُس نے جِس طرح بوکھلا کر آیت کو دیکھا، آیت کو لگا وہ عُمر بَھر اِس ایک لمحے کی قید سے کبھی نہیں نکل سکے گی۔

"پاگل!" نگاہوں کا زاویہ بدل کر معارِج کے شانے پر آہستگی سے تھپڑ مار کر تیزی سے اُٹھ کر چولہے کی جانب بڑھ گئی جبکہ معارِج سکندر چہرہ بائیں ہاتھ پر ٹکائے اُسکو دیکھنے لگا جو اُس سے خود کو بیگانہ کرنے کی کوشش میں غیر ضروری کاموں میں خود کو مصروف کر رہی تھی۔بےساختہ اُسکے چہرے کو مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔وہ مُسکراہٹ زندگی کی جانب واپس لوٹ کر آنے والی مُسکراہٹ تھی مگر اُس مُسکراکٹ کے پیچھے بھی گہرا دُکھ اور مَلال بول رہا تھا۔

✓تڑپ نہ دیکھے مگر دِل کی بےبسی دیکھے

اُسے کہو میرے جذبوں کی سادگی دیکھے

فراق و ہجر کے بےفیض موسموں کی خیر

تُو شاخِ غم میری ہر حال میں ہری دیکھے

سِمٹ کے ساری اُداسی لبوں پہ آ جائے

وہ میری غم سے نبرد آزما ہنسی دیکھے

یہ کیا خلا ہے، یہ کہاں دِل سفر میں آ پُہنچا

کہ اَب یہ چاروں طرف دَستِ خاموشی دیکھے

وفورِ شوق نے چاہا تھا مُدعا، اُسے کہنا

وہ زُود رنج کہیں دِل کی سِمت بھی دیکھے

چِراغِ عِشق دَرِ آرازو پہ رکھا ہے

ہوا کے ہاتھ میں اَب اپنی زندگی دیکھے

متاعِ دَرد لیئے دِل جہاں جہاں جائے

صلیبِ عِشق اُسی راہ میں گڑی دیکھے۔۔۔

"تمہارا دماغ جگہ پر ہے؟" دالان میں لا کر اُسکا بازو نرمی سے چھوڑتے ھُود ابراہیم نے سنجیدگی سے کہہ کر چہرہ پھیر کے اُسکو دیکھا جبکہ صدف نے خفگی سے ھُود کو دیکھا اور پھِر اُسے جیسے رونے کا بہانہ چاہیئے تھا۔یک دَم نیچے بیٹھ کر جِس طرح وہ اُونچی آواز میں رونے لگی، ھُود ابراہیم ہق دَق رہ گیا۔ بوکھلا کر اُس نے اِردگرد دیکھا اور پھر تیزی سے اُسکے سامنے جُھک کر بیٹھا۔

"ایم سوری! میرا مقصد آپ سے بدتمیزی کرنا نہیں تھا۔"وہ اُسکے رونے کا سبب ھُود کا ہاتھ پکڑنا سمجھا تبھی اُس نے ندامت سے کہا جبکہ اُسکو جواب دینے کے بجائے صدف یونہی اونچا اونچا روتی گئی۔

"صدف!" اُسکو کئی آواز پر بھی جب اُس نے چہرہ نہیں اُٹھایا تو ھُود نے اُسکی کہنی پر اُنگلی سے دَستک دے کر متوجہ کرنا چاہ۔ بھیگتی آنکھوں سے اُس نے چہرہ اُٹھا کر ھُود ابراھیم کے دِل کی دُنیا تہہ و بالا کر کے رکھ دی مگر خود بے خبر تھی۔

"مُجھے اپنی دوست کے لیئے دُکھ ہو رہا ہے۔" بَھرائے لہجے میں کہتے ہوئے اُس نے ھُود کو چونکا دیا۔ گہرا سانس لے کر اُس نے صدف کو ترحم سے دیکھا۔

"دُکھ مُجھے بھی ہوتا ہے اپنے دوست کو یوں تقسیم ہوا، بٹا ہوا دیکھ کر لیکن قِسمت میں لکھے جانے والے غم کی تلافی کیسے کی جا سکتی ہے، صدف۔" اُسکا لہجہ اِتنا نرم تھا کہ صدف کا دِل گُداز ہونے لگا۔

"معارِج بھائی اِیسے کیوں ہیں؟ میرا مطلب۔۔۔" ھُود کو چونکتے دیکھ کر اُس نے بات سنبھالنی چاہی۔

"میں سمجھ گیا ہوں تمہارا مطلب۔" نرمی سے اُسکی بات مُنقطع کرتے ہوئے وہیں اُسکے سامنے گُھٹنے کے بَل بیٹھے بیٹھے اُس نے معارِج سکندر اور سُلطان خان کے بارے میں صِرف وہ باتیں صدف کو بتا دیں جو آیت کی دوست کی حیثیت سے اُسکے لیئے جاننا ضروری تھیں۔

"پلیز! معارِج کے سامنے مت ظاہر کر دینا۔" بات کے اِختتام پر اُن بے یقینی اور صدمے سے پھیلی آنکھوں میں دیکھ کر اُس نے اِستدعا کی جبکہ صدف نے جِس تابعداری سے سَر ہلایا، ھُود کے چہرے کو بے حد ہلکی سے مُسکراہٹ چُھو گئی اور صدف رُکتی دَھڑکن سے اُس چہرے کو دیکھنے لگی جو مُسکراتے ہوئے اور بھی مائل کر رہا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ سفیر شہزاد کو اچانک سے ہوا کیا ہے؟" عاصِم کو گہری سوچ میں مگن دیکھ کر کاشف اُسکے برابر بیٹھتے ہوئے بولا جبکہ عاصِم نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا اور پھِر چونک گیا۔

"تمہارے چہرے کو کیا ہوا ہے؟" اُسکے پھٹے ہونٹ کو دیکھ کر اُس نے سب بُھول کر حیرانگی سے پوچھا جبکہ کاشف کو نئے سِرے سے تپ چڑھنے لگی۔

"سُلطان سے ہاتھا پائی ہو گئی تھی۔" آنکھ کے پاس بنے نیل کو سہلاتے ہوئے اُس نے نخوت سے کہا جبکہ عاصِم تیزی سے سیدھا ہوا۔

"لڑائی یا صِرف تم نے ہی۔۔۔" کاشف کی نظروں پر اُس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کیوں اُس سے پنگے لیتے ہو۔ وہ معارِج کی طرح نابینا نہیں ہے۔" وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ جب نابینا معارِج تمہارا لحاظ نہیں کرتا تو وہ آنکھیں رکھنے والا شخص کیسے رکھے گا مگر وہ صورتِ حال کو کشیدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"یہ دونوں میرے ہی ہاتھوں قتل ہوں گے۔ اللہ جانے کیا شوق ہے سارے گاوں کی لڑکیوں کے رکھوالے بننے کا؟" اُسکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ سُلطان خان کا قیمہ بنا دیتا۔

"تم نے پھِر کسی لڑکی کو تنگ کیا ہے؟" عاصِم سنجیدگی سے سیدھا ہوا جبکہ کاشف کے کان پر جُوں تک نہیں رینگی۔

"سُدھر جاؤ، کاشی! ابھی حالات تمہارے سامنے ہیں۔کوئی بھی اِیسی حرکت مت کرنا جِسکا بُھگتان پورے خاندان کو بَھرنا پڑے۔"اُسکا کندھا تھپک کر اُس نے پُرخلوص نصیحت کی مگر جانتا تھا کہ کاشف پر کسی چیز کا اثر نہیں ہو سکتا۔

"ویسے یہ سُلطان خان دِکھنے میں کیسا ہے؟" عاصِم کے پُرسوچ سوال پر کاشف نے چونک کر اُسکو دیکھا ظاہر ہے آج سے پہلے عاصِم نے کبھی دلچسپی جو نہیں لی تھی۔

"معلوم نہیں۔"اُسکے انداز میں بے پروائی تھی۔

"تو معلوم کرو ہو سکتا ہے ہم اُسے معارِج کے مُخالف اِستعمال کر سکیں۔ایک نامعلوم شخص سے پِٹتے ہوئے شرم نہیں آتی۔"اُسکی اگلی بات پر کاشف اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

"مُجھے لگتا تھا اِس گھر میں میری سب سے زیادہ نہیں بنتی معارِج سے مگر تم۔۔۔اُسکے سامنے اچھے بن کر پیچھے سے کتنی نفرت کرتے ہو اُس سے۔"کاشف کے لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ عاصِم نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا۔

"کہنا کیا چاہ رہے ہو؟" بغیر اثر لیئے سوال کیا گیا۔

"یہی کہ تم بہت خطرناک ہو۔"کندھے اَچکا کر کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔اِس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا بوکھلایا، گھبرایا سا مُلازم بھاگتا ہوا اندر آیا۔

"صاحب! باہر پولیس آئی ہے؟" مُلازم کی بوکھلاہٹ پر دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا اور پھِر عاصِم تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"پولیس کیوں؟" کاشف کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگی جبکہ عاصِم اطمینان سے اُسکا کندھا تھپک کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ پیچھے کاشف متین نے اِضطراری انداز میں ناخن ہونٹ سے چبائے تبھی متین اور مُبین صاحب کسی قدر پریشانی سے ہال کمرے میں آئے اور کاشف کی اِضطراری دیکھ کر سارا معاملہ سمجھ گئے۔

"تم نے پھر کچھ کیا ہے؟" مُتین صاحب نے اُسکو کڑی نظروں سے دیکھ کر بازپُرس کی تو اُس نے چونک کر اُنکو دیکھا۔

"ضروری نہیں ہے میرے لیئے آئی ہو۔" نخوت سے سر جھٹک کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ متین اور مُبین صاحب ایک دوسرے کو دیکھ کر باہر کی جانب بڑھے۔ پریشانی کی بات نہیں تھی۔ کاشف کا آئے روز تھانے کچہری میں چکر لگتا رہتا تھا اور اُنکے کافی جاننے والے تھانے میں لوگ تھے تبھی تو کاشف کچھ گھنٹے میں ہی بَری ہوتا آیا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ دونوں جیسے ہی باہر آئے، عاصِم کی ناسمجھی بھری حیرت پر تیزی سے اُس تک آئے۔

"کیا ہوا بیٹا؟" متین صاحب کے سوال پر اُس نے چہرہ پھیرا جبکہ اُسکے چہرے پر جو پریشانی تھی اُس پر وہ دونوں بھی ٹھٹک گئے۔

"یہ۔۔۔لوگ گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔" ساتھ پولیس کے دو بڑے آفسر تھے تو یقیناً معاملا سنگین تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔جانتے ہیں نہ کِس کے گھر میں ہیں؟" مُبین صاحب نے بھڑک کر کہا مگر اُنکے غصّے اور ناگواری کا سامنے والوں پر بالکل اثر نہیں ہوا۔

"ہمارے پاس سَرچ وارنٹ ہے اِس لیئے سائیڈ پر ہٹیں۔"اے-ایس-آئی نے آگے بڑھ کر اپنے اہلکاروں کو اشارے سے آگے بڑھنے کا کہا جبکہ اِیس-پی وہیں کھڑا اُن سب کے بوکھلائے، حیران چہروں کو دیکھنے لگا۔

"کِس ضمن میں وارنٹ جاری کیا گیا ہے؟" عاصِم نے سنبھل کر سنجیدگی سے سوال کیا۔

"آپ یہ وارنٹ پڑھیں اِس پر ساری معلومات درج ہے تب تک ہم سرچ کر کے آتے ہیں۔"ایس-پی مُبین صاحب کے ہاتھ میں سرچ وارنٹ تھما کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔اُن دونوں بھائیوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔کچھ تھا جو غلط تھا ورنہ پولیس کی اِتنی مجال تھی کہ سب جانتے ہوئے بھی اُس حویلی کی جانب آنکھ اُٹھا کر دیکھتی۔عاصِم تیز قدموں سے جیسے ہی اندر آیا، سامنے راہداری سے آتے معارِج کو دیکھ کر چونکا۔

"یہ شور شرابا کیسا ہے؟"اپنی سِٹک پر گرفت مضبوط کر کے اُس نے آہستگی سے سوال کیا۔

"تم اپنے کمرے میں جاؤ اور پریشان مت ہو سب ٹھیک ہے۔"عاصِم نے اُسکا کندھا تھپتھپایا تب تک متین اور مُبین صاحب بھی اندر آ چُکے تھے جبکہ پولیس والوں کو داخل ہوتے دیکھ کر گھر کی عورتیں سب اُنکی ہی ہدایت پر ہال میں جمع ہو گئیں۔

"پولیس کیا کر رہی ہے ہمارے گھر؟" جمیلہ بیگم نے چمک کر حیرانگی سے اپنے شوہر کو دیکھ کر سوال کیا۔

"آپ ہمارے کمروں کی تلاشی نہیں لے سکتے۔"عاصِم اُن سب کو کمروں کی جانب بڑھتے دیکھ کر تیزی سے آگے آنے لگا مگر معارِج نے آگے آ کر اُسکی کوشش ناکام بنا دی۔

"ہو سکتا ہے غلط اطلاع مِلی ہو۔ہم نے کچھ نہیں کیا تو ہماری مزاحمت بےکار ہے، عاصِم۔پولیس کو اپنا کام کرنے دو۔"اطمینان سے کہہ کر اُسکے سامنے سے ہٹتے ہوئے وہ دیوان پر جا کر بیٹھ گیا۔یہ شو ٹائم تھا اور اُسے اِس سب کو انجوائے کرنا تھا۔

"تم کیوں اِتنے اطمینان سے بیٹھے ہو؟" کاشف نے تپتی نظروں سے اُسکے پُرسکون چہرے کو دیکھ کر کہا۔

"کیونکہ میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔تم نے کیا ہے کچھ غلط؟" اُسکے سوال پر کاشف نے گڑبڑا کر نفی میں سَر ہلایا۔

"نہیں!" یاد آیا کہ وہ نابینا ہے تبھی طنزیہ جواب دیا۔

"تو پھر تم بھی اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔بےاطمینان وہ ہو جِس کو اپنے دِل کا چور پکڑے جانے کا دَھڑکا ہو۔"نہایت ہی فصاحت سے کہا گیا۔متین اور مُبین صاحب نے غیر آرام دِہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔اِس سے پہلے کہ کاشف کچھ کہتا، ایک پولیس والا ہال میں اُن سب کی جانب آیا۔

"سیڑھیوں کے پاس والا کمرہ کِس کا ہے؟" اُس سوال پر عاصِم آگے بڑھا۔

"میرا، کیوں؟" اُسکے انداز پر پولیس والے نے اُسے ہاتھ کے اِشارے سے چلنے کا کہا۔

"لاکر کھول کر دو۔" سیاہ وردی میں ملبوس اہلکار کی اگلی بات پر عاصِم کا رنگ معدوم ہوا۔ سب نے چہرہ پھیر کر بیک وقت عاصِم کو دیکھا ظاہر ہے کوئی نہیں جانتا تھا کہ عاصم کے کمرے میں کوئی لاکر بھی ہے۔

"کون سا لاکر؟" صنوبر نے ناسمجھی سے عاصِم کو ریکھ کر سوال کیا۔

"چلیں!" پچھلی بے یقینی سے نکل کر وہ اُس پولیس والے کے ساتھ آگے بڑھ گیا جبکہ معارِج نے مُسکراہٹ دبائی۔ اِس سارے منظر میں شُکر ہے ہاشم نہیں تھا۔ کم اَز کم وہ اپنی جنگ میں عورتوں اور بچوں کا اِستعمال کر کے اُنکی شخصیت مسخ نہیں کرنا چاہتا تھا تبھی اُس نے اِیسا دِن مُنتخب کیا تھا جب ہاشم اپنی خالہ کے گھر تھا۔ اُسکی سوچوں کو اگلے منظر نے جامد کر دیا۔ اطمینان سے چہرہ اُٹھا کر اُس نے سیڑھیاں اُتر کر راہداری سے آتے پولیس اہلکاروں اور اُنکے نرغے میں حیران پریشان، سفید پڑتے چہرے کے ساتھ آتے عاصِم کو دیکھا۔ جمیلہ بیگم اپنے بیٹے کے ہاتھوں میں ہتھکڑی دیکھ کر چیخ کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئیں جبکہ متین اور مُبین صاحب نے ششدر ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ کاشف اگر اِیسے گھسیٹ کر ہتھکڑیوں میں لایا جاتا تو حیرت نہ ہوتی مگر عاصِم۔۔۔ زُوباریہ، عُروج اور اَسمارہ نے متفکر نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"میرا۔۔۔ بیٹا۔۔۔ یہ۔۔ کیوں ہتھکڑی میں۔۔۔" جمیلہ بیگم نے آگے بڑھ کر پولیس والے کا گریبان پکڑنا چاہا جبکہ بروقت اپنی جگہ سے اُٹھتے معارِج نے اُنکی کلائی سختی سے جکڑ کر اُنکو شل کر دیا۔ چہرہ

پھیر کر بے یقینی سے اُسکو اور پھر درد کے احساس پر چہرہ جُھکا کر اپنی کلائی کو دیکھا۔یوں لگا رہا تھا جیسے ساری ہڈیاں چٹخ گئی ہوں۔

"حوصلہ رکھیں! کیا اپنے بیٹے کے ساتھ آپ نے بھی تھانے جانا ہے۔"اُنکا ہاتھ بُری طرح نخوت سے جھٹک کر اُس نے سب کو حیران کر دیا۔سُن رہ جاتی جمیلہ بیگم کتنی دیر تک حیرت سے اُسے دیکھتی رہیں۔

"اسلام و علیکم سَر!" پیچھے سے آتے ایس-پی کی جیسے ہی معارِج تک نظر گئی اُس نے ادب سے کہہ کر تیزی سے سلیوٹ مارا جبکہ سب گھر والوں نے ناسمجھی سے اُس منظر کو دیکھا۔

"وعلیکم اسلام! کیسے ہو، جواد؟" اُس نے اپنا ہاتھ جیسے ہی آگے بڑھایا جواد نے جُوش سے ہاتھ تھام کر زور سے ہلایا۔متین اور مُبین صاحب کے درمیان خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"سَر! مجُھے معلوم نہیں تھا کہ یہ آپکا گھر ہے ورنہ اطلاع کر کے آتا۔"وہ معارِج سکندر کی اکیڈمی کے دِنوں سے بہت عزت کرتا تھا۔

"اُونہوں! قانون سب کے لیئے برابر ہونا چاہیئے۔"معارِج کے اطمینان پر عاصِم نے چونک کر اُسکو دیکھا جبکہ معارِج نے اُسکی نظریں خود پر محسوس کر لی تھیں۔

"معاملہ کیا ہے جواد؟" اُسکے اگلے سوال پر جواد نے پیچھے کھڑے اہلکار کے ہاتھ سے بیگ لیا اور پھر سارا سامان نیچے کارپٹ پر اُلٹ دیا۔اُن سب نے چہرہ پھیر کر نیچے دیکھا سوائے معارِج کے اور اُن سب کی آنکھیں پھٹ کر باہر اُبل آئیں۔عاصِم نے پھیکے پڑتے چہرے سے باپ اور چچا کو دیکھا۔

"یہ۔۔۔یہ سب میرا نہیں ہے۔۔۔"عاصِم نے بوکھلا کر کہنا چاہا۔حیرت اور پریشانی نے اُسکو بالکل بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

"یہ تو تھانے جا کر تفتیش سے معلوم ہو گا کیونکہ تمہارے خلاف بڑی پکی گواہی ہے۔"جواد نے عاصِم کے سامنے آ کر کہتے ہوئے اُن سب کے قدموں کے نیچے سے زمین کھینچ کر نکال دی۔

"اِس کو ہمیں لازمی لے کر جانا ہو گا سَر۔وارنٹ کے بعد ڈرگز اور کالا پیسہ رکھنے کے جُرم میں۔"جواد نے معارِج کو بتانا ضروری سمجھا۔کچھ سوچتے معارِج نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔"اُسکے جواب پر جمیلہ بیگم نے خون آشام نظروں سے اُسکو دیکھا۔ہاتھ کی شدید تکلیف بہت زیادہ تھی۔

"ہم وکیل کو لے کر تھانے پہنچتے ہیں اور عاصِم تمfifth plead ۔"ایس-پی کو کہہ کر اُس نے آگے بڑھ کر گھبرائے ہوئے عاصِم کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔عاصِم فطرتاً بہادر تھا تبھی تو کم عُمری میں بھی سفیر شہزاد جیسے شخص کے ساتھ کامیاب ڈیلز اور بزنس چلا رہا تھا مگر ڈرگز، کالا پیسہ، تھانا، جیل یہ اِیسی چیزیں ہیں جو مضبوط سے مضبوط اعصاب کے شخص کو انسان سے سہا ہوا میمنا بنا دیتی ہیں۔بے گُناہ کو تو پھر تسلی ہوتی ہے مگر گناہ گار کِس بھروسہ خود کو تسلی دے۔پکڑے جانے کا خوف سب سے بڑا ہوتا ہے۔عاصِم نے اُسے دیکھ کر اثبات میں سَر ہلایا اور پھِر پولیس کی ساری نفری عاصِم کو لے کر جِس تیزی سے آئی تھی اُسی تیزی سے نکل گئی۔جمیلہ بیگم بے دم ہو کر صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"میرا بچہ۔۔۔!آپ نے اُسے جانے کیوں دیا؟" کچھ سوچتے پریشان سے مُبین صاحب نے چونک کر نڈھال ہوتی اپنی بیگم کو دیکھا کر معارِج کو دیکھا جِسکا رُخ اُنکی جانب تھا۔

"معارِج نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔اِیسے معاملات ضد سے نہیں عقل سے سُلجھائے جاتے ہیں۔"اُنکی بات پر معارِج نے چہرہ پھیر کر سنجیدگی سے اُنکو دیکھا اور پھِر باہر کی جانب بڑھا۔اُسکو جاتا دیکھ کر متین اور مُبین صاحب بھی تیز قدموں سے اُسکے پیچھے ہو لیئے جبکہ باقی سب پریشان چہروں اور نڈھال ہوتے اعصاب کے ساتھ وہیں صوفے پر بیٹھ گئے۔اُنکی واپسی تک سب نے یونہی سُولی پر لٹک کر وات گُزارنا تھا۔

شام کے سائے گہرے ہوتے ہی عشاء کی نماز کے بعد وہ جو قرآن پڑھ کر اُٹھنے لگی تھی، دروازے پر ہوتی دستک سے چونک گئی۔چہرہ پھیر کر اندر آتے معارِج کو دیکھا جِس کی لمحے بَھر کو نظر ٹھہر گئی۔

"کیا ہوا؟" اُسکی محویت پر آیت کو اُسکو متوجہ کرنا پڑا۔نگاہوں کا زاویہ بدل کر وہ چلتے ہوئے قد آدم کھڑکی کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔کھڑے کے پردے برابر تھے تبھی باہر اُترتی رات کا منظر یہاں واضح نہیں تھا۔

"باہر چلیں؟" اُسکی بات پر قرآن پاک غلاف میں لپیٹ کر ریک پر رکھتی آیت نے تعجب سے اُسکو یوں دیکھا جیسے یقین نہیں آیا ہو اور پھِر اُسکی نگاہ گھڑی تک گئی جہاں دس:پندرہ ہو رہے تھے۔

"اِس وقت؟" چہرہ دوبارہ پھیر کر تصدیق چاہی۔

"ہمم! اِس وقت۔" اُسکے لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ آیت اِنکار نہیں کر سکی۔

"کہاں؟" اُسکے مان جاتے انداز پر وہ مُسکرا کر اُس تک آیا اور پِھر ہاتھ آگے بڑھا کر اُسکے دوپٹے میں سے نکلنے کو بے قرار چند لٹوں کو نرمی سے پیچھے کیا اور پِھر خود بھی پیچھے ہوا۔ اُسکی برجستگی پر آیتِ تطہیر کو سانس تک لینا یاد نہیں رہا۔

"ایک جگہ ہے۔ وہاں جا کر معلوم ہو جائے گا۔ چادر اُوڑھ کر پورچ میں آ جانا۔" نرمی سے کہہ کر وہ تیز قدموں سے کُھلے دروازے سے باہر نِکل گیا۔ چند لمحے وہ یونہی نا سمجھی سے کھڑی رہی اور پِھر سَر جھٹک کر سَر پر پہنا دوپٹہ کھول کر گردن پر لپیٹ کے صوفے پر پڑی مہرون رنگ کی شیشوں والی شال اُٹھا کر سَر پر اچھی طرح اوڑھ کے، مہرون سنیکرز پہن کر باہر آئی اور پورچ میں اُسکی سوچ کے عین مُطابق وہ جیپ کے بونٹ سے ٹیک لگائے اُسکے انتظار میں تھا۔ دروازہ کُھلنے کی آواز پر وہاں دیکھا اور پِھر مُسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے اُسکے لیئے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اُس بے رِیا مُسکراہٹ سے نظریں چُرا کر چادر سنبھالتے ہوئے وہ دروازے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے معارج نے جیپ سٹارٹ کرتے ہوئے چونک کر اُسکو دیکھا جو شیشے سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" اُسکو یوں غیر آرام دِہ ہو کر بیٹھے دیکھ کر وہ اِس سوال سے خود کو باز نہیں رکھ سکا۔

"ک۔۔۔کچھ نہیں۔" اُسکو دیکھے بغیر کہہ کر اُس نے سیٹ بیلٹ باندھی، معارِج چند لمحے اُسے دیکھے گیا اور پِھر سَر جھٹک کر جیپ گھر سے نکال کر پیچھے مین گیٹ کا لاک لگایا اور پِھر جیپ اُس رات کی خاموشی میں جنگل کے اونچے لمبے درختوں کے درمیان سے گُزرتے ہوئے اپنی مخصوص منزل کی جانب دوڑ رہی تھی۔ اُن کا گھر قدرے نیچے رہ گیا تھا۔ ڈھلان سے اوپر آ کر اُس نے ایک سائیڈ پر

جیپ روکی۔ آیت نے جیپ سے اُتر کے چہرہ پھیر کر چاند کی مدہم روشنی میں نظر آتے اُس رعب طاری کرتے جبل کو دیکھا جو ایک شان سے سَر اُٹھائے اللہ پاک کی کبریائی بیان کر رہا تھا۔

"ماشاءاللہ!" اُسکے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا۔

"اصل خوبصورتی تو تم ابھی دیکھو گی۔" دوسرے پہاڑ پر چڑھ کر اُس نے پلٹتے ہوئے آیت کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ آیت جو پتھر پر قدم رکھنے لگی تھی، ٹھٹک گئی۔ ایک نگاہ اپنے رُوبرو پھیلے ہاتھ کو دیکھا اور دوسری نگاہ اُس مُنتظر چہرے تک گئی۔ وہ چہرہ، وہ ہاتھ دونوں ہی اُسکی خواہش تھے تبھی ہچکچا کر اُس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ اُس مضبوط ہاتھ کے سُپرد کر دیا۔ یہ ہچکچاہٹ نہ ہوتی اگر جو وہ سُلطان ہوتا۔

"وہ دیکھو!" قدرے بلندی پر آ کر معارِج نے پیچھے کی جانب اُسکی توجہ دِلائی اور پلٹتی آیت ساکن رہ گئی۔ وہ منظر سارے حساس سَلب کر لینے والے تھا۔ گہری ہو چکی رات میں روشنی کا واحد ذریعہ جو چاند تھا وہ چودھویں شب کا ہِلال تھا۔ چاند کا ہالہ، ٹمٹماتے ستارے، بلند و بالا پہاڑ، مدہم چلتی ہوا اور سرو قد درختوں کی سرسراہٹ ماحول کو اِس قدر خوابناک بنا رہے تھے کہ حد نہیں۔ قدرت کی منظر کشی کمال تھی تبھی تو وہ سانس روکے اُس فُسوں پھُونکتے منظر کو دیکھتی رہی۔

"خوبصورت ہے نہ؟" اُسکی محویت محسوس کر کے معارِج نے مُسکراتے لہجے میں سوال کیا۔ چہرہ پھیر کر آیت نے اُسی بے یقینی سے اُسکو دیکھا۔

"سب کچھ ماورائی ہے۔" اُسکے مدہم لہجے پر معارِج کے چہرے کو مُسکراہٹ چھُو گئی۔

"تمہارے چہرے پر بالکل وہی تاثرات ہیں جو یہاں پہلی بار آنے پر میرے تھے۔"اُسکی اگلی بات پر آیت نے دوبارہ سے چہرہ پھیر کر ہِلال کو دیکھا جو آنکھوں کو حیران کر رہا تھا۔اِیسے ہی تو شاعر اور مجنون لوگ پاگل نہیں ہوئے پِھرتے۔اِیسے ہی تو حسان بِن ثابت(رض)، فرذدَک، سعدی شیزاری، رومی اور جامی جیسے شاعر نہیں بن جاتے جن کی شاعری ہر زمانے کے لیئے لافانی ہوتی ہے۔وہ اُس منظر میں محو ہو رہی تھی اور معارِج سکندر اُن تمام مناظر سے حسین اُس چہرے میں جسے دیکھتے اُسکی محویت جیسے ہی گہری ہوئی، اَدراک کا تمانچہ اُسکے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔

✓کبھی تمنا کے راستوں پر نِکل پڑو تو

خیال رکھنا!

ہوائیں، بادل، فضائیں، موسم، خیال

چہرے بدل بدل کر تمہیں ملیں گے

تو لمحہ لمحہ بدلتے رنگوں کے شوخ دھوکے میں آ نہ جانا

کبھی جو چادوں طرف تمہارے

کِرن کِرن اپنا خواب آساں بدن سنوارے

زمیں پر اُترے

تو دُھندلکوں میں سَما نہ جانا

کبھی جو آنکھوں میں چاند ہنس ہنس کے چاندنی کا خُمار بھر دے

تو اپنی آنکھیں کہیں خلا میں گنوا نہ آنا

کہ یہ نہ ہو پھِر جو خواب ٹوٹے

دَھنک دَھنک کا سَراب ٹوٹے

کہ جِسم و جاں پر عذاب ٹوٹے

اور تم بامُشکل لرزتے ہاتھوں سے کرچی کرچی بدن سنبھالے

کہیں بلندی پہ چڑھ کے رَستی ہوئی نگاہوں سے

واپسی کے نشان ڈھونڈو

اُجڑ گیا جو جہان ڈھونڈو

کبھی تمنا کے راستوں پر نِکل پڑو تو خیال رکھنا

کہیں سے خالی پلٹ کے آنا بہت کٹھن ہے۔۔۔

(اَمجد اِسلام اَمجد)

"مُجھے سب سے زیادہ ماہِ کامِل پسند ہے لیکن ہلال ہو یا ماہِ کامِل، چاند اپنے سارے ادوار، ہر شکل میں دِلفریب ہوتا ہے۔" معارِج کی جانب سے طویل ہوتی خاموشی پر اُس نے ہلال کو دیکھتے دیکھتے سادگی سے کہا۔ معارِج نے بے اِختیار نگاہیں پھیر کر فلک پر ٹکے ہِلال کو دیکھا۔

"اگر چاندنی رات نہ ہوتی تو بُھول جانا آسان ہوتا۔" لمحے کے توقف کے بعد معارِج کی الگ، مُختلف سی بات پر آیتِ تطہیر کو چہرہ پھیرنا پڑا۔وہ اُسکی سوالیہ نظریں اپنے چہرے پر محسوس کر رہا تھا مگر چہرہ پھیر کر اَب اُس حیسن نظارے کو دیکھنے کا یارا نہیں تھا۔

"میں نے طارق بلوچ صحرائی صاحب کی ایک بات پڑھی تھی اور اِس منظر کو دیکھتے ہی آج اُسکا قائل ہو گیا۔" ہِلال اُن سبز آنکھوں کے آگے دُھندلانے لگا۔

"کیا بات؟" اُسکے لہجے کے اُتار میں کچھ اِیسا تھا کہ آیت اِسرار سے خود کو روک نہیں سکی۔

"قدرت نہیں چاہتی کوئی کسی کو بُھول جائے اِسی لیئے تو اُس نے چاندنی رات کو تخلیق کیا ہے۔" اُسکے سوگوار لہجے نے ہِلال کی مدہم روشنی کو مزید ماند کر دیا۔ آیت یونہی اُسکو دیکھتی رہی۔کیا وہ کسی اور سے مُحبت کرتا تھا اور پانچ سال پہلے اُسے شادی کا کہنا آیت کو پریشانی اور مُصیبت سے نکالنے کا حل تھا؟

"آپ نے کبھی کسی سے مُحبت کی؟ کسی اِیسے سے جسے بُھلانا آسان نہ ہو؟" وہ خود نہیں جانتی تھی کہ اُسکے اندر اِتنی ہمت کہاں سے آ گئی تھی جبکہ معارِج نے بے یقینی سے چہرہ پھیرا۔اُسکا دھیان **'آپ'** پر نہیں جا سکا تھا۔لمحے بھر میں کچھ دیر پہلے کی ساری کثافت، سارے اَدراک کی تاویلیں بھَاپ بَن کر اُڑنے لگی۔آیت نے خاموشی پر چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جِسکی سبز آنکھوں میں اِس قدر بے یقینی تھی کہ حد نہیں۔اُسے واقعی آیت سے اِیسے سوال کی اُمید نہیں تھی۔

"مُحبت!" چہرہ پھیر کر اُس نے سانس لینے کی کوشش میں دھیرے سے کہا۔ مودت کا جذبہ اُسکے لیئے بے حد بھاری تھا۔

"وہی جذبہ جِس میں اِنسان کا دِل کسی چہرے کو دیکھ کر دَھڑکنے میں حد سے زیادہ تجاوز کر جاتا ہے؟" چہرہ پھیرے بغیر جیسے اُس سے یقین دہانی چاہی کہ آیا یہی موضوع ہے۔ آیت نے آہستگی سے اثبات میں سَر ہلایا حالانکہ جانتی تھی وہ اُسکی جانب متوجہ نہیں ہے۔

"یاد نہیں! شاید کبھی، کسی دور میں لیکن اَب تو دِل کو دھڑکے ایک زمانہ گُزر چُکا ہے۔" اُسکا انداز لمحے بوجھل کر دینے والا تھا۔ ہِلال نے اپنی چمک معدوم ہوتے دیکھ کر افسردگی سے ماحول پر طاری ہوتے جمود کو دیکھا اور پھر۔۔ آیتِ تطہیر کچھ کہے بغیر آہستہ قدموں سے معارِج سکندر کے عین سامنے آ کھڑی ہوئی۔ معارِج کو سوچنے، کچھ کہنے کا موقعہ دیئے بغیر اُس نے اپنا دائیاں ہاتھ اُٹھا کر اُسکے دِل کے مقام پر رکھا جسکے پار موجود دِل اُس چہرے کو لمحوں میں یوں قریب آتے دیکھ کر سَرپٹ دوڑنے لگا تھا۔ سبز آنکھیں ششدر ہو کر پھیلیں جبکہ سُنہری آنکھیں دِل کی اُس رفتار پر لرزنے لگیں۔

"ابھی بھی تو دھڑکنے میں حد سے زیادہ تجاوز کر رہا ہے۔" اُس نے مدہم لہجے میں کہا جبکہ معارِج سکندر چہرہ جُھکائے حیرانگی سے جُھکی پلکوں کو دیکھنے لگا جِن میں اُسکی نگاہ کے اِرتکاز پر اِرتعاش پیدا ہو رہا تھا اور اُسکے دیکھتے ہی دیکھتے سُنہری آنکھیں لرز کر اُٹھیں۔

"خود سے غلط بیانی نہیں کرتے، معارِج!" اُسکی عین آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ کر اُس نے معارِج سکندر کی زخم کھائی ہوئی، تقسیم ہوئی رُوح کھینچ لی۔ کہیں اندر زندان کے قیدی نے قفس کی آہنی سلاخوں سے سر کو ٹکا کر اپنے چہرے پر دَر آنے والی زخمی مگر بھرپور مُسکراہٹ کو روپوش نہیں کیا۔ وہ

جو کتنے سالوں سے ڈھونڈ لیئے جانے، پہچان لیئے جانے کا مُنتظر تھا آسودگی سے مُسکرانے لگا۔تکلیف دِہ یادوں سے قُفل کُھلنے کا وقت قریب آ لگا تھا۔

✓صلیبِ غم پہ جو سَرسبز خواب جُھول گئے

ہیرے درخت بھی اَب موسموں کو بُھول گئے

ہَوائے شام کی زَد میں رہا گُلِ لَرزاں

سفیرِ صُبح بھی آئے مگر مَلُول گئے

نظر نہ آئی کہیں بھی بہار بے آثار

گُزشتہ دَورِ خِزاں کار تک تو پُھول گئے

پھر ایک بار یہی پُوچھنا پڑا خُود سے

ہم اُن کے سامنے کیوں توڑ کر اُصول گئے

تیری پسند کی چیزیں خریدنے والے

تیری پسند کی چیزوں کے نام بُھول گئے

اُسی کو ڈُھونڈ رہے ہیں، اُسی سے چُھپ چُھپ کر

وہ ایک شخص کہ ہم جِس کی شکل بُھول گئے۔۔۔

(غلام محمد قاصر)

تفتیش میں وہ سارا وقت خاموش رہا۔اُسے جیسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اُسکے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ ساری زندگی پُھونک پُھونک کر اپنا کام کرنے والا شخص اپنے نہیں کسی اور کے کھاتے میں مات کھا رہا تھا۔بے چینی سے وکیل کا اِنتظار کرتے ہوئے اُس نے تفتیشی کمرے کا دروازہ کُھلنے پر چہرہ پھیرا اور وہاں سے وہی اے-ایس-آئی اندر آیا جِس نے اُسے ہتھکڑیاں پہنائی تھیں۔

"تمہیں یہاں اِس حالت میں دیکھنا نہ جانے کتنوں کا خواب ہو گا۔"اِنتہائی اطمینان سے کہہ کر فائیل ٹیبل پر پھینک کر وہ اُسکے سامنے والی کرسی پر براجمان ہو گیا۔

"تو پچھلے کئی گھنٹے سے تم نے چُپ کا روزہ رکھا ہوا ہے؟" وہ اے-ایس-آئی مزے سے پوچھ رہا تھا اور عاصِم نے کینہ توز نظروں سے اُسے دیکھا۔جانتا تھا کہ کیسے وہ کئی عرصے سے اُسکے پیچھے لگا کوئی ایک ثبوت، کسی ایک غلطی کی تلاش میں تھا جِسکا آج تک عاصِم نے اُسے موقعہ نہیں دیا مگر یہ۔۔۔

"ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ سارا مال تم نے کہاں سے چُرایا ہے۔"اَب کے نئی بات پر عاصِم چونک گیا۔

"سفیر شہزاد کا مال ہے جِسکی بُو وہ کُتوں کی طرح سُونگھتا پِھر رہا تھا۔"اُس اگلی معلومات پر عاصِم کی بھنویں پریشانی سے اکھٹی ہوئیں اور پِھر ذہن میں جمع تفریق کے چلتے ہی اُسکا چہرہ پھیکا پڑا۔اُسکے تاثرات اَب پہلے کی طرح بے نیاز اور بے پرواہ نہیں رہے تھے۔اے-ایس-ائی جو بغور اُسکو کی حرکات و سکنات کو دیکھ رہا تھا بے اِختیار مُسکرا دیا۔

"سفیر شہزاد کا سامان میرے گھر کیوں ہو گا اور میں کیا اِتنا کچا کھلاڑی ہوں کہ اپنے کمرے کے لا کر میں رکھ دوں گا۔" عاصِم نے جُھنجُھلا کر کہا۔اُسکا چُپ کا روز ٹوٹ چُکا تھا۔

"کھلاڑی تو تم بڑے پکے تھے لیکن بعض اوقات اپنے زوال کے لیئے اِنسان خود ہی گڑھا کھودتا ہے۔" اُسکی حالت سے حظ اُٹھا کر کہتے ہوئے اے-ایس-آئی نے اُسے تپا دیا۔ایک جھٹکے سے عاصِم مُبین آگے ہوا اور پولیس والے کو گریبان سے پکڑ لیا جبکہ پولیس والے نے اپنا گریبان چُھڑوانے کی بالکل کوشش نہیں کی۔شیشے سے دیکھتے دو چار اہلکار بھاگ کر اندر آئے تو عاصِم نے چہرہ پھیر کر اُنکو اور پھر مُسکراتے اے-ایس-ائی کو دیکھ کر تیزی سے گریبان چھوڑ دیا۔

"آن ڈیوٹی آفسر پر حملہ کرنے کا بھی ڈالو اِسکے کھاتے میں۔" اپنا گریبان دُرست کر کے کہتے ہوئے اُس نے عاصِم کے چہرے کی ہوائیاں اُڑا دیں۔وہ پولیس والا جان بُوجھ کر اُسکو اُکسا رہا تھا۔کاش وہ خاموش ہی رہتا، کاش وہ معارِج کی بات پر عمل کرتے ہوئے۔۔۔

"کچھ دیر کے لیئے حوالات کی سیر کرواؤ تا کہ مُحترم کا دماغ جگہ پر آئے۔" فائیل اُٹھا کر کہتے ہوئے وہ خود باہر چلا گیا جبکہ عاصِم نے بوکھلا کر اُن اہلکاروں کو دیکھا جنہوں نے آگے بڑھ کر اُسکے ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنائیں اور پِھر اُسے زبردستی گھسیٹتے ہوئے تفتیشی روم سے نکال کر حوالات کی جانب لے جانے لگے۔حوالات میں کئی موٹے تازے، غنڈے قید دیکھ کر اُسکا حلق خُشک ہونے لگا۔کہاں رہ گئے تھے اُسکا وکیل اور گھر والے؟؟

"مُجھے اکیلے لاک اَپ۔۔۔" اُس نے سلاخیں مضبوطی سے پکڑ کر کہنا چاہا۔

"خالہ جی کا گھر نہیں تھانہ ہے یہ۔۔۔"اُسکو یاددہانی کرواکر کالر سے پکڑتے ہوئے لاک اَپ کا دروازہ کھول کر اُسے اندر دھکا دے دیا گیا۔طیش سے تلملا کر اُس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا اور پھر اُسکا دماغ اُلٹا اور وہ مغلظات بکنے لگا۔

"تم نے۔۔۔"وہ جِس تیزی سے پیچھے ہوا، آیتِ تطہیر کا ہاتھ پہلو میں آ گِرا۔ وہ اِس قدر بے یقینی سے دیکھ رہا تھا کہ حد نہیں۔

"کیا ہوا؟" وہ جیسے چاہتی تھی کہ خود اُسے بتائے مگر معارِج سکندر کا شاید اِیسا کوئی اِرادہ نہیں لگتا تھا۔

"آپ کو کم اَز کم مجھے بتانا چاہیئے تھا۔"اُسکو یونہی ساکن، بے یقین سا دیکھ کر آیت اُسکی جانب بڑھی اور اُسی تیزی سے معارِج سکندر مزید پیچھے ہوا۔البتہ اُس دلگیر اصرار پر معارِج سکندر کی آنکھوں میں اچھنبا اور حیرت لہرانے لگی۔

"کیا؟" بےساختہ آہستگی سے اُسکے ہونٹوں سے پھسلا۔

"یہی کہ آپ۔۔۔معارِج ہیں۔"اُن انکھوں کے گہرے اِرتکاز پر اُسکو اپنا جملہ مکمل کرنے میں دِقت پیش آئی جبکہ معارِج سکندر کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔وہ یہیں اپنی ہستی گنوا بیٹھے گا۔

"تم۔۔۔تمہیں غلط۔۔۔"بے یقینی نے اُسے جملہ تک مکمل نہیں کرنے دیا جبکہ آیتِ تطہیر بالکل اُسکے سامنے آ کھڑی ہوئی یوں کہ معارِج سکندر کو پیچھے ہٹنے کا خیال تک نہ رہا۔

"مُجھے غلط کیسے لگ سکتا ہے۔ میں آپ کو پہچانتی ہوں، معارِج۔" وہ جب بولی تو اُسکا لہجہ دِل مائل کر لینے والا تھا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی کہ سُلطان نہیں ہے، وہ ہے مگر اِس وقت وہ نہیں، آپ ہیں۔" اُن سبز آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اُس نے ٹھہر ٹھہر کر کہتے ہوئے معارِج کے دِل کی دھڑکنیں گھائل کر دیں۔ اُسکی وہ حیرانگی بہت زیادہ تھی۔

"ابھی بھی نفی کریں گے؟" اُسکو یونہی خاموش دیکھ کر اُس نے بجھتے دِل سے سوال کیا جبکہ معارِج نے چونک کر پلکیں جھپک کر گہرا سانس لیا۔ وہ اِتنی دیر سے پلکیں جھپکنا اور سانس لینا بُھولا ہوا تھا۔

"تم۔۔۔ کیسے۔۔۔" اُسکی سُوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"اپنی ہتھیلی میرے سامنے کریں۔" اُسکے جواب کے بجائے اگلی سی بات پر معارِج نے اپنے ہاتھ کو دیکھے بغیر ہتھیلی اُسکے سامنے پھیلائی۔

"یہ نشان! وہی ہے نہ جو آپ کو مُجھے بچاتے ہوئے لگا تھا۔" اُسکے یقین پر معارِج کی نظریں تیزی سے اپنی ہتھیلی تک گئیں اور وہاں وہ چاقو کا گہرا نشان دیکھ کر اُس نے بوکھلا کر ہتھیلی تیزی سے پیچھے کر لی۔

"سُلطان کو اِس نشان کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔" آیت کی اگلی بات پر معارِج کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا۔

"اور یہاں یہاں بازو پر سنائپر کا نِشان۔۔۔"

"کیا کر رہی ہو؟" جس تیزی سے اُس نے ہاتھ آگے بڑھائے معارِج بوکھلا کر جس طرح ہاتھ ہُڈ کے دونوں کُھلے حصّوں پر رکھ کر پیچھے ہوا، آیت پہلے ہونق ہوئی اور پھر اُسکی ہنسی کی آواز، سرسراتی رات میں بہت دُور تک گئی۔ معارِج نے رُکتی دھڑکنوں سے اُسکے بے فکری سے ہنستے چہرے کو دیکھا۔ وہاں اُسکی حقیقت کو لے کر کوئی خوف، کوئی رنجش اور ایک بھی شکایت درج نہیں تھی۔ اُسکا زخمایا ہوا دِل ڈھارس پانے لگا۔

"یا اللہ! آپ نے مُجھے اِیسا سمجھا ہوا ہے۔" اپنی ہنسی پر قابو پا کر اُس نے معارِج کو دیکھا جو محویت سے اُسے ہی دیکھنے میں مگن تھا۔ اُسکے دیکھتے ہی اُس نے نگاہیں تیزی سے پھیر لیں۔

"واہ۔۔۔" اُسکو ہُڈ کی زِپ تیزی سے بند کرتے دیکھ کر اُسکو پھر سے ہنسی آنے لگی۔

"معذرت۔۔۔" لمحے کی خاموشی کے بعد معارِج نے چہرہ جُھکا کر آہستگی سے کہا۔ آیت نے بغور اُسکے جُھکے چہرے کو دیکھا۔

"آپ مُجھے بےوقوف بنا رہے تھے؟" اُسکے سنجیدہ سوال پر معارِج نے کرنٹ کھا کر چہرہ اُٹھایا اور پھر گھبرا کر جِس طرح دونوں ہاتھ مفاہمتی انداز میں اُٹھا کر نفی میں سَر ہلایا، آیت کا دِل گُداز ہونے لگا۔

"تو پھر معافی کیوں مانگ رہے ہیں۔" اُس نرم، سب سمجھتے اپنائیت سے پُر لہجے پر معارِج سکندر نے گہرا سانس لیا اور پھر چہرہ جُھکا کر وہ سبز لیز آنکھوں سے اُتار کر چہرہ اُٹھایا۔ دھڑکنیں اور سانس کی روانگی کا ٹھہرنا اَب آیتِ تطہیر کے لیئے تھا۔ اُن سیاہ، دُنیا کی جانب بُلاتی آنکھوں پر آیتِ تطہیر کا دِل اُسکے غم میں ایڑیاں رگڑ کر گُرلانے لگا۔ اِن آنکھوں کے لیئے اُس نے کتنا طویل سفر طے کیا تھا۔ اُن سُنہری

آنکھوں میں نمکین پانی جمع ہونے لگا اور معارِج سکندر کی حیران آنکھوں کے سامنے اُن سے آنسو موتیوں کی طرح ٹوٹ کر بکھرنے لگے۔

"روکیوں رہی ہو، یار۔۔۔"اُسے جیسے واقعی سمجھ نہیں آئی تھی یا کسی بھی عورت کو یوں روتے دیکھ کر چُپ کروانے کا تجربہ نہیں تھا تبھی بوکھلاہٹ اور پریشانی سے اُسکے ہاتھ پھیر پھولنے لگے۔

"تطہیر!" نرمی سے کہہ کر آگے بڑھتے ہوئے اُس نے آیتِ تطہیر کو اپنے حصار میں لے لیا۔اُسکے شانے پر سَر رکھتے ہی وہ مزید شدت سے رونے لگی۔دِل کی تکلیف حد سے سوا تھی۔گہرا سانس لے کر معارِج سکندر نرمی اور محبوبیت سے اُسکی پُشت تھپکنے لگا۔وہ حصار میں کیا آئی تھی زندگی بھر کے سارے غموں اور اذیت کا مداوا ہو گیا تھا۔

✓اُداسی کے اُفق پر جب تمہاری یاد کے جگنو چمکتے ہیں

تو میری رُوح پر رکھا ہوا یہ ہِجر کا پتھر

چمکتی بَرف کی صورت پِگھلتا ہے

اگرچہ یوں پِگھلنے سے یہ پتھر

سَنگ ریزہ تو نہیں بَنتا

مگر اِک حوصلہ سا دِل کو ہوتا ہے

کہ جیسے سَرسبز تاریک شَب میں بھی

اگر اِک زَرد رو، سہما ہوا تارا نِکل آئے

تو قاتل رات کا بےاِسم جادو ٹوٹ جاتا ہے

مُسافر کے سفر کا راستہ تو کم نہیں ہوتا

مگر تارے کی چِلمن سے

کوئی بُھولا ہوا مَنظر اچانک جگمگاتا ہے

سُلگتے پاؤں میں اِک آبلہ سا پُھوٹ جاتا ہے۔۔۔

(اَمجد اِسلام اَمجد)

"اَب کیا کریں گے؟" مُبین صاحب نے پریشانی سے گاڑی کی پسنجر سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ماتھا سہلایا۔ اُنکے برابر ڈرائیونگ سیٹ متین صاحب نے سنبھالی ہوئی تھی۔عاصِم اُنکے ساتھ نہیں آ سکا کیونکہ آن ڈیوٹی آفسر پر ہاتھ اُٹھانے کی وجہ سے اُسکی ضمانت منسوخ ہو گئی تھی۔

"میں نے اُسے کچھ بھی نہ کہنے کا کہا بھی تھا۔"معارِج کی سنجیدہ بات پر مُبین صاحب نے سَر جھٹکا۔اُس گدھے سے اُن کو اِس بےوقوفی کی اُمید نہیں تھی۔

"اور یہ سفیر شہزاد کا کیا قصّہ ہے؟" یاد آنے پر معارِج نے پوچھا جبکہ متین اور مُبین صاحب کے درمیان خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"تم فکر نہ کرو۔اُس سے ایک آدھ بار میٹنگ میں ملاقات ہوئی تھی۔"متین صاحب نے مُسکرا کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔اُس جیسے کرپٹ، ڈرگ ڈیلر اور فراڈ شخص سے کسی بھی قِسم کا ذاتی اور کاروباری تعلق نہیں ہونا چاہیئے ورنہ یہ عاصِم کے خلاف بات جا سکتی تھی۔"اُسکے اطمینان سے کہے جانے پر اُن دونوں نے بوکھلا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"تم۔۔۔اِیسے کیوں کہہ رہے ہو؟" مُبین صاحب کے سنبھلے ہوئے سوال پر معارِج یونہی کھڑکی کی جانب چہرہ پھیر کر بیٹھا رہا۔اُس اُن دونوں بھائیوں کے درمیان ہوتے خاموش تبادلوں کی خوب خبر تھی۔

"کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ وہ کتنے عرصے سے اَنسدادِ منشیات والوں کو مطلوب ہے؟ اِیسے میں اگر عاصِم کی سلام دُعا بھی اُس سے نِکل آئی تو پانچ سال کی جیل تو کہیں نہیں گئی۔"اطمینان سے کہتے ہوئے اُس نے اُن دونوں بھائیوں کے اعصاب پر دھماکہ کر دیا۔چہرہ پھیر کر دونوں نے ایک دوسرے کو ششدر نظروں سے دیکھا۔

"کاشف کو بھی کہیں کہ ذرا لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے۔ابھی ہم پولیس کی نظروں میں ہیں۔" اُسکے خبردار کیئے جانے پر مُبین صاحب نے تھوک نگل کر چہرہ کھڑکی کی جانب پھیر لیا۔اُنھیں نئے سِرے سے پریشانی گھیرنے لگی۔جلد اَز جلد سفیر سے بات کر کے یہ معاملہ حل کرنا تھا اور کوئی مفاہمت کی راہ نکالنی تھی اور یہ سب کچھ معارِج سکندر کے عِلم میں لائے بغیر کرنا تھا کیونکہ ابھی وہی سارے کاروبار اور جائیداد کا لیگل اونر تھا۔گھر کے پورچ میں گاڑی رُکنے کی آواز پر سارے تیزی سے بھاگ کر باہر نکلے مگر صِرف اُن تینوں کو گاڑی سے نکلتے دیکھ کر رفعت بیگم کے کلیجے کو ہاتھ پڑا۔

"عاصِم کہاں ہے؟" مُبین صاحب کے پاس وہ تیزی سے آئیں۔وہ جو پہلے ہی اُلجھے اور پریشان تھے، مزید متفکر ہونے لگے۔

"بھابھی! کچھ دِن میں آ جائے گا۔"متین صاحب کی وضاحت بھری تسلی پر سب ہق دَق رہ گئے۔ صنوبر نے آگے بڑھ کر نڈھال ہوتیں رفعت بیگم کو سہارا دیا۔

"ہائے، میرا بیٹا! کیوں چھوڑ کر آ گئے آپ اُسکو؟" رفعت بیگم نے صنوبر کو ایک جھٹکے سے پیچھے کر کے آگے بڑھتے ہوئے مُبین صاحب کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا۔

"تو کیا کرتا۔اُس گدھے کو کہا بھی تھا معارِج نے کہ اپنا مُنہ بند رکھنا مگر اُس عقل کے جانی دُشمنی نے نہ صرف بکواس کی ہے بلکہ آن ڈیوٹی آفسر پر ہاتھ بھی اُٹھایا ہے۔" جُھنجھلا کر اُنکو جھٹک کر قدرے تیز آواز میں جواب آیا۔

"پہلے ہی دماغ خراب ہے میرا، مزید مت کرو۔"نخوت سے کہہ کر وہ اندر کی جانب بڑھ گئے جبکہ پیچھے سب نے ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھا جبکہ معارِج اُن سب کی پریشانی سب بے نیاز برابر سے ہو کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔اپنی پُشت پر وہ سب کی کینہ توز نظریں بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔

واپس آ کر معارِج سونے کو چلا گیا جبکہ صدف اُسے ٹی-وی لاونج میں گھیر کر بیٹھ گئی۔

"کہاں تھے تم دونوں؟" اُسکے انداز پر آیت نے مُسکراہٹ ضبط کر کے اُسکو دیکھا۔

"یہیں تھوڑی دُور واک کے لیئے۔" صدف کے ہاتھ میں موجود باؤل سے چپس لیتے ہوئے اُس نے گُھما کر کہا جبکہ صدف نے بغور اُسکا چمکتا چہرہ دیکھا۔

"لشکارے تو اِیسے مارے جا رہے ہیں جیسے مُحبت کا اِظہار ہو گیا ہو۔" صدف کے شریر لہجے پر چپس اُسکے حلق میں اَٹکا۔ آگے ہو کر صدف نے مُسکراتی نظروں سے اُسکی پُشت تھپکی۔

"جی نہیں! میں نے معارِج کو بتا دیا ہے کہ مُجھے اُسکے اور سُلطان کے ایک ہونے کا معلوم ہے۔" آیت کی اطلاع پر صدف کی ساری شوخی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ یہ معاملہ اِیسا نہیں تھا کہ اِسکو ہنسی مزاق میں اُڑایا جاتا۔

"پھر کیا کہا معارِج بھائی نے؟" اُسکی سنجیدگی پر آیت آہستگی سے مُسکرا دی۔

"حیران رہ گئے تھے لیکن خیر اُنکو بھی شاید معلوم ہو گا کہ یہ بات مُجھ سے کب تک چُھپی رہ سکتی ہے۔" اُسکے اطمینان پر صدف نے اُسکو بے حد غور سے دیکھا۔

"تمہیں ڈر نہیں لگتا معارِج بھائی سے؟" دروازہ کھول کر باہر نکلتا معارِج اُس سوال پر ٹھہر گیا۔

"مُجھے کیوں ڈر لگے گا؟" وہ جیسے واقعی صدف کے سوال پر حیران تھی یا اُسے صدف سے اِیسے سوال کی اُمید نہیں تھی۔

"یعنی اُنکی دونوں شخصیات جو ایک دوسرے سے قطعی مُختلف ہیں۔ وہ ہر بار سب بُھول جاتے ہوں گے تو کیا یہ اُداس کر دینے کے ساتھ خوفزدہ کر دینے والی بات نہیں؟" صدف نے واضع انداز میں کہا۔

"بالکل بھی نہیں۔ میرے لیئے اُنکی دونوں شخصیات قابلِ احترام ہیں۔ میں اُنکے تضاد، اُنکے مسائل اور شخصیت کی اِس تقسیم کو سمجھ سکتی ہوں تبھی میں نے اُنکو پہلی بار میں پہچان لیا تھا۔ہاں میں سوگوار ہوں، اُداس بھی ہوں مگر خوفزدہ نہیں۔ جانتی ہو کیوں؟" اُسکے لہجے کی تابناکی ساکن کھڑے معارِج سکندر کے دِل کے آہنی قفل کھولنے کے درپے تھی۔

"کیوں؟" صدف نے اُسکو محبت سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کیونکہ وہ معارِج ہیں۔ وہی جنہوں نے مُشکل وقت میں میری مدد کی، میرے لیئے ڈھال بن کر کھڑے رہے، مُجھے ہمیشہ عزت اور مان دیا۔ میرے لیئے سُلطان اور معارِج ایک ہی ہیں۔ میرے دِل میں دونوں کا مقام ایک سا ہے بغیر کسی تفریق اور تقسیم کے۔"وہ اِس بات میں کسی غلط فہمی یا اُلجھن کا شکار نہیں تھی۔ معارِج سکندر کا دِل اُن خوبصورت الفاظ پر گُداز ہونے لگا۔

"بلکہ مُجھے سُلطان اور معارِج دونوں پر فخر ہے۔ اِتنا کچھ سہنے اور برداشت کرنے کے باوجود دونوں عورت کی عزت کرنے والے، تحفظ دینے والے، قدر دان لوگ ہیں۔ اُنہوں نے اپنی والدین کی تربیت کو رائیگاں نہیں جانے دیا۔"اُسے معارِج سکندر ہر خوبی اور ہر خامی کے ساتھ پیارا تھا۔ چمکتی آنکھوں اور ہلکے پھُلکے اعصاب کے ساتھ معارِج باہر آنے کے بجائے واپس پلٹ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اندر آ کر وہ ڈریسنگ روم میں آیا جہاں اُس نے ایک ریک کا دراز کھولا۔ وہاں آیتِ تطہیر کا دیا گیا رومال اور وہی پھول کی شکل کا آویزہ جگمگا رہا تھا۔ چند پل وہ یونہی اُنکو دیکھتا رہا۔ دِل میں اُس عورت کے لیئے موجزن محبت کے سمندر میں طُغیانی آنے لگی تھی۔ وہ جو برسوں سے اُسے چاہتا آ رہا تھا، اَب چاہے جانے کا طلبگار ہو رہا تھا مگر ظاہر ہے یہ ایک دیوانے کے خواب سے زیادہ کچھ بھی نہیں تھا تبھی

مُسکرا کر سَر جھٹکتے ہوئے وہ ڈریسنگ روم سے نکل کر اپنے کمرے میں آیا۔بستر پر بیٹھ کر چند لمحے وہ یونہی خالی الذہنی سے کچھ سوچتا رہا اور پھر جُھک کر سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولا۔اُس کُھلے دراز کو کھولنے کی ہمت اُس نے آٹھ سال بعد کی تھی۔یک دم اندر گھٹن کا شدید احساس بڑھنے لگا۔اُس پیلے رنگ کی ٹرافی پر ابھی تک جما ہوا خون لگا تھا۔معارِج سکندر کو لگا کوئی چیز اندر سے اُسکا گلا گھونٹ کر اُسکو ختم کرنے لگی ہے۔چہرہ شدتِ تکلیف سے سُرخ پڑنے لگا، سر میں دھماکے ہونے لگے مگر اُس اذیت کے باجود اُس نے جُھک کر اُس ٹرافی کو اُٹھا کر آنکھوں کے سامنے کیا۔نیچے دراز میں وہی بڑی سے فیملی فوٹو تھی۔ٹرافی اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گِر گئی مگر قالین نے وہ آواز خود میں جذب کر لی تھی۔لرزتے، کانپتے وجود کے ساتھ اُس نے جُھک کر وہ فوٹو فریم نکال کر اپنی گود میں رکھا۔اُسکے ہنستے، مُسکراتے بے فکر چہرے پر کراس کا نشان لگا تھا جبکہ اُن خوبصورت عورت اور مرد جو اُسکا گھرانہ تھے، اُسکی شناخت، اُنکے چہروں پر ابھی بھی مِٹا مِٹا سا خون موجود تھا۔سُرخ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اُس تصویر پر گِرے اور پھر وہ اُس تصویر کو سینے سے لگا کر بچوں کی طرح سِسک سِسک کر رونے لگا۔ دِل تھا کہ پھٹ جانے کو بے چین تھا۔

کسی اِحساس سے چونک کر آیت نے چہرہ پھیر کر راہداری کو دیکھ کر صدف کی جانب دیکھا جو ڈرامے کی جانب متوجہ تھی۔

"آواز بند کرنا صدف۔۔۔"اُسکی گھٹی آواز پر چونکتی صدف نے آواز کے بجائے ٹی-وی بند کیا اور اُن مدہم سسکیوں پر دونوں نے پھیلتی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر آیتِ تطہیر اُٹھ کر بھاگتے ہوئے راہداری کی جانب گئی۔صدف وہیں پریشان سی بیٹھی رہ گئی۔دروازہ کھول کر اُس نے جیسے

ہی اندر قدم رکھا، اندر کے منظر نے اُسکا دِل مُٹھی میں لے کر مَسل کر رکھ دیا۔ نہیں! معارِج اور سُلطان ایک جیسے ہی تھے کیونکہ اُنکا غم ایک تھا۔بے جان قدموں سے وہ اُس تک آئی جو چہرہ جُھکا کر سینے سے لگا رکھی تصویر کو سختی سے بھینچے بِلک رہا تھا۔آہستگی سے وہ اُسکے برابر بیٹھ کر بھیگتی آنکھوں سے اُسکو دیکھتی رہی اور پھر اُس نے ہاتھ آگے بڑھا کر جُھک کر بیٹھے معارِج کی پُشت نرمی سے تھپکنی شروع کر دی۔سسکیوں میں ٹھہراؤ آیا اور پھر وہ مزید تیزی سے، اُونچی آواز میں رونے لگا۔آیت نے آگے ہو کر تصویر سمیت اُسکو اپنے حصار میں لے لیا۔بغیر کوئی تسلی کا لفظ کہے وہ اُسے خاموشی سے تھپکتی رہی مگر معارِج سکندر کے آنسو تھمنے میں نہیں آ رہے تھے۔اُسکے غم کا مداوا تمام عُمر نہیں ہو سکتا تھا۔کوئی اُسکے پیارے اُسے واپس نہیں لوٹا سکتا تھا۔

✓مِصرعِ دل کو سَجانے کی اِجازت نہیں ہے

عِشق میں عین گرانے کی اِجازت نہیں ہے

خال و خد اُس کے جِھلکتے ہیں میرے چہرے سے

جِس کی تصویر بنانے کی اِجازت نہیں ہے

یعنی خُوش بُو سے گُریزاں ہیں تیرے شہر کے لوگ

یعنی لُوبان جَلانے کی اِجازت نہیں ہے

کیا تیرے وَصل کو تشہیر نہیں کر سکتا

کیا مجُھے خواب سُنانے کی اِجازت نہیں ہے

شوق ہے مُجھ کو بہُت خاک اُڑانے کا مگر

کیا کروں خاک اُڑانے کی اِجازت نہیں ہے

بے سبب شور سماعت پہ گِراں گزرے گا

آسماں سَر پہ اُٹھانے کی اِجازت نہیں ہے

آنکھ اِک اُتھلا سمُندر ہے سو اُس سے تم کو

کوئی طوفان اُٹھانے کی اِجازت نہیں ہے

وقت اَثر رکھتا ہے مرہم سے زیادہ آزرؔ!

وقت سے زَخم چُھپانے کی اِجازت نہیں ہے

(دِلاور علی آزرؔ)

"صبر کریں معارِج۔ صبر مومن کا بہترین ہتھیار ہوتا ہے۔" اُسکو بالآخر خاموشی توڑ کر نرمی سے کہنا پڑا۔ معارِج آہستگی سے پیچھے ہوا، ایک ہاتھ سے فریم تھامے دوسرے ہاتھ سے آنسو صاف کر کے آیت کو دیکھا جو اُسکو بے حد اُلفت سے دیکھ رہی تھی۔ اُن سُنہری آنکھوں میں اُسکے غم سے آشنائی اور گہری واقفیت کی چھاپ دھڑکن چھین لینے والی تھی۔

"ازل سے صبر ہی تو کرتا آ رہا ہوں۔" اُسکے شکایتی لہجے پر آیت نے چہرہ جُھکا کر اُسکو دیکھا جو اُس فریم پر آہستگی سے ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"تو آپ کا صبر افضل ہے معارِج کیونکہ صبر وہی ہوتا ہے جو غم کے آغاز میں کیا جائے۔"اُسکے مدلل لہجے پر معارِج کی گردش کرتی اُنگلیاں تھم گئیں۔

"مُجھے لگتا ہے میں سب بُھول گیا ہوں لیکن جانتا ہوں میرا لاشعور کچھ نہیں بُھولا۔سوتے جاگتے میں اَب بھی اُس منحوس ساعت میں قید ہوں جِس دِن میں نے اپنے پیاروں کو کھویا تھا۔"اُسکے لہجے میں روح زخمی کر دینے والی اذیت تھی۔

"میں نے کہیں پڑھا تھا کہ یاداشت میں صرف وہی سب رہ جاتا ہے جسے ہم بُھلانا چاہتے ہیں، ٹھیک پڑھا تھا۔"اُسکے مدھم انداز پر آیت نے غم گُسار نظروں سے اُسکو دیکھا۔

"بُھلانے کی ضرورت ہی کیا ہے معارِج۔کچھ زخم اور غم اللہ پاک صِرف زمانوں تک یاد رکھوانے کے لیئے دیتے ہیں ورنہ کربلا ہم تک کیسے پُہنچتی؟" اُسکا دِلکش لہجہ سوالیہ تھا مگر معارِج گنگ ہو گیا۔کربلا کے سامنے اُسکے غم کی حیثیت ہی کیا تھی جو کوئی مکالمہ بولتا۔کربلا اپنے سمجھنے اور محسوس کرنے والوں کو اِیسے ہی خاموش کروا دیتی ہے جیسے اُس لمحے معارِج سکندر کو کروا دیا تھا۔

"میں اُس عظیم غم کی طرح تشہیر نہیں چاہتا بلکہ میں تو بدلے کے اِس چکر سے بھاگنا چاہتا تھا۔میں نہیں چاہتا کہ اِنتقام میرے دِل کو پتھر کر دے۔مُجھے اِیسا بنا دے کہ میں اپنی صورت تک نہ پہچان سکوں۔"اُسکے اپنے خوف اور خدشات تھے۔آیت نے ہاتھ آگے بڑھا کر ایک بار پھر نرمی سے اُسکی پُشت پھیلائی۔معارِج نے بےاِختیار چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو سخت وقت کو سہل کر دینے پر قادِر تھی۔جسے اللہ پاک نے غم کی ترسیل کے بجائے تریاق کے لیئے اُتارا تھا۔

✓وہ دیکھے گا میری سمت اور دیکھ لینا تم

غموں کے سائے بہت تیزی سے گھٹنے لگیں گے۔۔۔

آیت کے کالج اور معارِج سکندر کے حویلی جاتے ہی وہ بوریت سے بیزار ہو کر باہر نکل گئی۔اونچے لمبے، سرو قامت درخت اور ٹھنڈی ہوا اُسکے اعصاب کو ایک عجیب طرح کی تقویت پُہنچا رہے تھے۔ کچھ دیر پہلے کی کثافت اور بےزاری ہوا ہونے لگی۔کچھ دیر پہلے اُسکی اماں نے اُسکو واپس آنے کا کہا تھا کیونکہ کچھ ضروری مہمانوں نے آنا تھا جِن کا اللہ جانے صدف سے مِلنا کیوں ضروری تھا مگر اُسکا یہاں سے جانے کا ہرگز دِل نہیں کر رہا تھا اور یہ بات اُسکی سمجھ سے باہر تھی۔ظاہر ہے وہ یہاں آیت کے پاس کچھ دِن رہنے کے لیئے آئی تھی اور جانتی تھی کہ اُسے واپس جانا ہے مگر مہینہ ہونے کے باجود اُسکا واپس جانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔اَسفر نے وجہ بھی پوچھی تو وہ اُسکو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکی تھی۔اِنہیں سوچوں میں غلطاں وہ آگے بڑھتی جا رہی تھی تبھی اُسکی نظر دُور کھڑے لکڑ بھگے تک گئی۔آیت نے اُسکو بتایا تھا کہ یہاں جنگلی جانور ہیں۔بیڑا غرق ہو اُس خیال کا جسکے تحت وہ ہوا خوری کو نکل آئی تھی۔دبے قدموں وہ تیزی سے پلٹی اور پھر اُسکے پاوں میں پہیئے لگ گئے۔گھر کو قریب دیکھ کر سُکھ کی سانس لیتے ہوئے وہ جیسے ہی آگے بڑھی، سامنے سے آتے شخص سے اُسکا زبردست تصادم ہوا۔کراہ کر اُس نے اپنا کندھا تھاما۔

"مُحترمہ۔۔۔۔آپ۔۔۔"وہ جو گھبرا گیا تھا، صدف کے چہرہ اُٹھانے پر ٹھہر گیا۔

"صدف۔۔۔تم۔۔۔ٹھیک ہو؟" پریشانی میں وہ آپ سے تم پر آ گیا تھا اور دونوں کو خبر نہیں ہو سکی۔ سامنے کھڑے ھُود ابراھیم کو دیکھ کر اُسکے وجدان نے کہیں اندر اُسکو واپس نہ جانے کی وجہ سے آہستگی سے آگاہ کر کے سُن کر دیا۔ اپنا کندھا سہلانا بھُول کر وہ بے یقینی سے سامنے کھڑے ھُود ابراھیم کا سنجیدہ اور پریشان چہرہ دیکھے گئی۔

"بہت معذرت! ایم شیور بہت زور سے لگی ہے۔" ندامت سے کہتے ہوئے اُس نے صدف کو چونکا دیا۔

"ن۔۔۔نہیں کوئی بات نہیں۔" سنبھل کر اُسکو کہنا پڑا۔ لگی بھی تھی تو مقابل کیا کر سکتا تھا۔

"کہاں بھاگی جا رہی تھیں؟" اُسکے پوچھے جانے پر صدف نے چونک کر پیچھے دیکھا اور اُس لگڑ بھگے کو دیکھ کر خوف سے پھیلتی آنکھوں سے بھاگ کر ہکا بکا رہ جاتے ھُود کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔

"آپ ڈرتی بھی ہیں؟" لگڑ بھگے کو دیکھ کر جیسے اُسے صدف کی پھُرتی کی سمجھ آ گئی تھی تبھی مُسکرا کر قدرے ہلکا سا چہرہ پھیرا۔ صدف کی بے ساختہ نگاہ اُس تک گئی اور اُن نظروں کے تبادلے پر لمحے بھر کو وہ دونوں اپنے اِردگرد کو فراموش کر گئے اور یہی شاید لگڑ بھگے کو بُرا لگا تھا تبھی غُرا کر وہ آگے بڑھا جبکہ صدف نے چیخ کر ھُود کا دائیاں شانہ مضبوطی سے پکڑ کر اُسکو کھینچ کر سائیڈ پر کیا۔

"مُجھ پر ہنسنے کے بجائے، کچھ کریں اِسکا۔" اُسکے خوفزدہ آواز پر وہ جو جیب سے پستول نکالنے لگا تھا، ٹھٹک گیا۔ کچھ یاد جو آ گیا تھا۔

"کیا کروں اِسکا؟" مُسکراہٹ ضبط کر کے اُس نے دُور کھڑے لگڑ بھگے کو دیکھ کر صدف کو تلملانے پر مجبور کر دیا۔

"اچار ڈالیں۔ اللہ اکبر! اِتنے سُست ہیں آپ سمجھنے میں۔" ہاتھ آگے کر کے لگڑ بھگے کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے اُسکو گھور کر جواب دیا۔ فلحال اُسے تنگ کرنے کا یہ وقت مُناسب نہیں تھا۔ اِس سے پہلے کہ لگڑ بھگا چھلانگ لگاتا، اُس نے تیزی کے ساتھ جیب سے سائلنسر والا پستول نکال کر فائر کر دیا۔ گولی عین لگڑ بھگے کی پیشانی میں جا کر لگی اور بغیر شور مچائے بے دم ہو کر وہ نیچے گر گیا جبکہ ششدر رہ جاتی صدف نے بے یقینی سے لگڑ بھگے اور پھر اُسکے ہاتھ میں موجود پستول کو دیکھا۔

"مارنے کی کیا ضرورت تھی؟" اُسکے شانے پر تھپڑ مار کر تیز لہجے میں کہہ کر وہ سامنے آئی جبکہ پستول جیب میں رکھتے ھُود نے اپنا کان سہلایا۔

"مُحترمہ! یہ بے ضرر جانور نہیں ہے۔ کئی راہ گیروں کو بُری طرح زخمی کر چُکے ہیں۔" بڑے تحمل سے اُسے تسلی دی گئی مگر صدف یونہی اُسے خفگی سے گُھورتی رہی۔ دونوں ہاتھ مفاہمتی انداز میں اُٹھا کر وہ ہنس دیا اور صدف اِس سے زیادہ اُسے گُھور نہیں سکتی تھی تبھی تیزی سے پلٹی۔ اُسکو دروازے کی جانب بڑھتے دیکھ کر ھُود کی مُسکراہٹ معدوم ہوئی۔ وہ سامنے رہتی تھی تو نا معلوم کیسے مُسکراہٹ اُسکے چہرے کا پیچھا نہیں چھوڑتی تھی، اُسکو تنگ کر کے، اُسکے خفگی سے پُھولتے چہرے کو دیکھ کر دِل کا گُداز ہونا بڑا انوکھا اور مُختلف سا تجربہ تھا ھُود ابراھیم کے لیئے۔

"آیت بتا رہی تھی کہ آپ کو کچھ دِن میں واپس جانا ہے؟" اُس نے خود کو بے اِختیار یہ سوال کرنے پر مجبور پایا جبکہ دروازہ کھولتے صدف کے ہاتھ ٹھہرے۔ چونک کر اُس نے حیرت سے اُسکو دیکھا جو سنجیدگی سے اُسکی جانب ہی متوجہ تھا۔

"ظاہر ہے! یہاں ہمیشہ تھوڑی رہنے کے لیئے آئی تھی۔"دِل جو بھی چاہے چمک کر کہتے ہوئے اُس نے ھُود کو ٹھٹکا دیا۔

"یعنی آپ پورے مُظفر آباد کو اُداس کر دیں گی؟" اُسکے اگلے سوال پر صدف نے نا سمجھی سے اُسکو دیکھا اور اُس نا سمجھی پر ھُود ابراھیم کے دِل کی رفتار مدھم ہوئی۔

"مُظفر آباد کیوں اُداس ہو گا؟" وہ جیسے واقعی نہیں سمجھی تھی۔ گُھما پھِرا کر کی جانے والی بات کو فوراً پکڑ لینے والی لڑکی کو سادہ سی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"آپ جو جا رہی ہیں۔"ایک پل کو صدف ہونق ہوئی اور دوسرے ہی پل اُسکے چہرے کا رنگ بدلا۔ اُسے اِس خاموش شخص سے اِیسی صاف گُوئی کی اُمید نہیں تھی۔

"آپ رُک۔۔۔سکتی ہیں، کچھ دِن اور؟" اَب کے کچھ جِھجھک کر سوال کیا گیا۔

"کِس لیئے؟" برجستہ جِس طرح کڑے لہجے میں پوچھا گیا، ھُود کو سنبھلنا پڑا۔

"آیت کے لیئے۔وہ یہاں اکیلی ہیں تو آپ کا ہونا۔۔۔"

"نہیں!" اُسکی بات مکمل ہونے سے قبل ہی تڑخ کر صفا چٹ اِنکار مارا۔ھُود نے ٹھہر کر اُسکے چہرے کو دیکھا۔

"تو پھر کوئی اور وجہ ڈھونڈ لیں۔"نہ جانے اُس میں اِتنی ہمت کہاں سے آ گئی تھی۔اُسکی بات پر صدف نے اُچھنبے سے اُسکو دیکھا۔

"کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟ صاف صاف بات کریں۔" وہ بات گھما پھرا کر کرنے کو پسند نہیں کرتی تھی۔ ھُود ابراھیم کے چہرے کا رنگ بدلا۔چند لمحے کو کچھ سوچا اور پھر فیصلہ ہو گیا۔

"کیا آپ۔۔۔مُجھ سے شادی کریں گی؟" کھنکھار کر جو سوال کیا گیا اُس پر صدف کا مُنہ کُھل گیا۔ ششدر ہو کر بے یقینی سے وہ اُسکو دیکھنے لگی جو اُسکی نگاہوں سے خجل ہو رہا تھا جبکہ اُسکی بات ہضم کرنے میں صدف کو کئی لمحے لگ گئے اور ھُود ابراھیم خاموشی سے سَر جُھکا کر اُسکے جواب کا اِنتظار کرنے لگا۔

"کِس لیئے؟" چند پل وہ یونہی اُسکا معائنہ کرتی رہی اور پھر سوال داغا۔اُسکے سوال پر ھُود نے گڑبڑا کر اُسکو دیکھا۔وہ واقعی حد سے زیادہ صاف گو تھی تبھی تو اُس جیسے شخص کا خون خُشک کر دیتی تھی۔

"آپ یہاں سے جانا نہیں چاہتی تو۔۔۔" اُسکی بات پر صدف نے تمسخر سے اُسکو دیکھا۔

"میں بالکل جانا چاہتی ہوں۔آپ سے کِس نے یہ بکواس کی ہے؟ خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کر دیا۔" تیز لہجے میں کہہ کر پیر پٹخ کر وہ تیزی سے پلٹی جبکہ اُسکو یوں آگ بگولا ہوتے دیکھتا ھُود لمحے بھر کے لیئے سُن رہ گیا۔

"م۔۔۔مُجھے آپ پسند ہیں۔" عقب سے آتی بوکھلاتی پُکار پر اُسکے قدم لرز کر تھم گئے۔دِل کی دھڑکنوں نے کروٹ بدلی جبکہ چہرے کا رنگ تیزی سے سُرخ ہوا۔

"مُحبت نہیں؟" پلٹے بغیر آہستگی سے پوچھا گیا۔یہ سوال وہ پلٹ کر اُن سنجیدہ، گہری آنکھوں میں دیکھ کر نہیں کر سکتی تھی مگر یہ دِل کا سوال تھا۔

"محبت تو بہت طویل وقت لیتی ہے اپنی جڑیں مضبوط کرنے کے لیئے اور ہمیں ایک دوسرے کو جانے عرصہ ہی کتنا ہوا ہے ہاں البتہ میں آپکو دیکھ کر چونک گیا تھا، آپ کی جانب متوجہ ہو گیا ہوں اور یہی عناصر مُجھے مجبور کر رہے ہیں یہ کہنے کے لیئے کہ آپ۔۔اچھی لگتی ہیں مُجھے۔"اُسکی اِتنی لمبی تمہید پر صدف سُرخ چہرے کے ساتھ پلٹی۔دِل کی دھڑکنیں یوں تیزی سے دوڑ پڑی تھیں کہ حد نہیں حالانکہ ابھی تو مُحبت کی بات ہوئی بھی نہیں تھی۔

"کیا میرے بارے میں سوچنے کے لیئے اِتنا کافی نہیں ہے؟" اُسکو یوں خاموش، گم صُم دیکھ کر آہستگی سے کہا جبکہ صدف چونک گئی۔

"کافی تو نہیں ہے لیکن ابھی کے لیئے چلے گا۔"اُسکے برجستہ انداز پر ھُود ابراھیم ہونق ہوا اور پھر بات پلے پڑتے ہی اُسکے ہر وقت سنجیدہ رہتے چہرے کو مُسکراہٹ نے چھُو لیا۔اُس چہرے پر مُسکراہٹ دیکھنا ایک بڑا بَھلا اور انوکھا سا تجُربہ تھا۔

"مُسکراتے رہا کریں۔اچھے لگتے ہیں مُسکراتے ہوئے۔"اُسکے یوں بَرجستہ کہے جانے پر جھینپ جانتے ھُود ابراھیم کی مُسکراہٹ گہری ہوئی۔

"آج سے مُسکراتا رہوں گا۔"اُسکا انداز بھی برجستہ تھا جبکہ صدف بےاِختیار ہنستی چلی گئی۔اُسے ھُود سے اِس قدر تابعداری کی اُمید نہیں تھی جبکہ ھُود ابراھیم اپنے دِل کی دغا بازی پر ششدر اُس چہرے کو محویت سے تکنے لگا جِس نے ایک ہی ڈگر پر چلتی زندگی کی سمت کا تعین ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔

کالج سے واپسی پر وہ صدف کے لیئے کچھ لینے کے لیئے اُس نے بازار کا رُخ کیا۔صدف واپس اسلام آباد جانے لگی تھی تو وہ اُسکے لیئے کوئی اچھا سا تحفہ خریدنا چاہتی تھی۔اُسکو شاپنگ کرنے کا کبھی اِتنا شوق نہیں رہا۔ہمیشہ اُس نے صدف کے ساتھ ہی بازاروں کے چکر لگائے تھے اور صدف صاحبہ اُسکو پورے بازار یا مال میں ایک چیز کے لیئے گُھما پھِرا کر اَدھ مویا کر دیتی تھی۔مطلقہ دُکان میں داخل ہونے سے قبل اُس نے دروازہ کھولا تو وِنڈ چائم کی مخصوص آواز پر اُس نے مُسکرا کر چہرہ اُٹھایا اور پھر اندر آ گئی۔اُس دُکان میں لاتعداد وِنڈ چائمز، ڈریم کیچرز، اِینٹیک گھڑیاں، خوبصورت لیمپس اور نہ جانے کیا کچھ نفاست اور خوبصورتی سے سجا تھا۔صدف کے لیئے اُسکے شوق کے مطابق اِینٹیک گھڑیال لے کر پیک کرواتے ہوئے اُسکی نگاہ ایک بے حد خوبصورت سیاہ چمکیلے رنگ کے ڈریم کیچر سے ٹکرائی۔چند لمحے وہ یونہی اُسکو دیکھتی رہی اور پھر سیلز مین سے اُسکو بھی پیک کروانے کا کہہ کر اپنے چہرے پر دَر آنے والی مُسکراہٹ ضبط کی۔اُسکو یہ معارِج کو دے کر حیران کر دینا تھا۔اِتنے سالوں سے وہی اُس سے کچھ نہ کچھ لیتی آئی تھی۔

"ہم کہیں اور سے کچھ کیوں نہیں لے رہے؟" عقب سے آتی قدرے تیز اور جُھنجھلائی آواز پر آیت نے بے اِختیار چہرہ پھیر کر پیچھے سرسری سا دیکھا مگر اندر آتے چہروں کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیئے ٹھٹک گئی۔دو لڑکیاں آگے پیچھے اندر داخل ہوئیں۔ایک لڑکی اُکتائی ہوئی اور بےزار سی تھی جبکہ دوسری چادر میں ہونے کے باوجود طرحدار سی معلوم ہو رہی تھی۔آیت نے اُن دونوں کو ایک لمحے میں پہچان لیا تھا۔وہ دونوں عُروج اور اَسماره تھیں، غضنفر حویلی کی مکین۔

"کِس کے لیئے مُجھے اِتنا خوار کروا رہی ہو، میری ماں؟" عُروج دَھپ سے صوفے پر بیٹھ کر اُس سے سوال کر رہی تھی جبکہ آیت نے چہرہ واپس پھیر کر سامنے دیکھا جہاں اُسکا سامان پیک ہو رہا تھا۔

"معارِج کے لیئے۔تم جانتی ہو نہ اُسکو وِنڈ چائمز کتنے پسند ہیں۔"اُس اگلی بات پر بے نیاز ہوتی آیتِ تطہیر کی ساری حسیں جاگ گئیں۔

"اور معارِج نے وہی وِنڈ چائم تمہارے مُنہ پر دے مارنا ہے۔"عُروج نے بغیر مروت کے اُسکے جُوش کو ٹُھس کرنا چاہا مگر مُقابل بھی اَسارہ مُبین تھی۔

"بندہ بات تو اچھی کر لیتا ہے۔اِیسا کچھ نہیں ہونے والا۔دیکھنا عاصِم کے گھر آتے ہی میری اور معارِج کی اِتنی شاندار دُعائے خیر ہو گی کہ دیکھنے والے جَل کر خاک ہو جائیں گے۔" اَسارہ تو گھر میں چلتی شدید ٹینشن کے باوجود ہواؤں میں اُڑ رہی تھی۔عُروج نے تاسف سے اُسکی غلط فہمیوں کے بلند مینار کو دیکھ کر نفی میں سَر ہلایا جبکہ آیتِ تطہیر کی دُنیا ساکن ہو گئی۔

"مُجھے نہیں لگتا کہ اِن حالات میں تمہاری دُعائے خیر ہونے والی ہے۔فاتحہ پڑھ لو اپنے اَرمانوں پر۔" عُروج کے مُخلصانہ مشورے پر ریک میں لگے وِنڈ چائم دیکھتی اَسارہ نے ناک چِڑھا کر اُسکو دیکھا۔

"اِیسی ہی پڑھ لوں فاتحہ۔اِتنے عرصے بعد تو اُس پتھر میں دارڑ آئی ہے۔معارِج نے مُجھے مثبت جواب دیا ہے۔اُسے نہ کرنی ہوتی تو وہ کبھی ہاں نہ کہتا۔"اُسکے ناز سے کہے جانے پر عُروج کا جی چاہا اپنا یا پھر اُس اندھی کا سر پیٹ دے جسے سامنے کی بات اَب تک نظر نہیں آ رہی تھی۔آیت کو لگا وہ یہیں کھڑے کھڑے مُنہدم ہو جائے گی۔سیلزمین نے اُسکا سامان شاپر میں ڈال کر اُسکے سامنے رکھ کر آواز

دی تو بروقت عُروج اور اَسمارہ کی نگاہ اُس تک گئی۔ عُروج تو پھر سے اپنے سیل فون کی جانب متوجہ ہو گئی جبکہ اَسمارہ ٹھٹک کر اُس تک گئی جو اپنا سامان لے کر پلٹنے لگی تھی۔

"تم تو وہی ہو نہ جسے معارِج نے ہماری حویلی میں پناہ دی تھی؟" اُس تمسخرانہ سوالیہ انداز پر جہاں آیت تھمی وہیں عُروج نے چونک کر سَر اُٹھایا۔ آیت نے بس پلٹ کر خاموشی سے اُسکو دیکھا۔

"یہاں کیا کرنے آئی ہو؟" اُسکے نخوت ذدہ سوال پر عُروج کو اپنی جگہ سے اُٹھنا پڑا کیونکہ اَسمارہ مُبین مُقابل شخص کا لحاظ کبھی نہیں کرتی تھی۔

"لوگ یہاں کِس لیئے آتے ہیں؟" جواب کے بجائے جِس سنجیدگی سے سوال کیا گیا، اَسمارہ کا مُنہ کُھل گیا۔

"تمہارے تو مُنہ میں زُبان ہے۔"اُسکے لہجے پر آیت نے بامُشکل ضبط کیا۔ بغیر مزید کچھ کہے وہ پلٹنے لگی۔

"تو یہاں کِس کے لیئے تحفہ خریدنے آئی ہو؟" دوسرا سوال اِیسے طنز سے آیا کہ آیت کا ضبط رُخصت ہونے لگا۔

"جہاں تک مُجھے یاد ہے ہم ایک دوسرے سے اِتنے فرینک نہیں ہیں کہ اِتنے ذاتی سوال کریں۔"اُسکے جواب پر عُروج نے مُسکراہٹ دبائی جبکہ اَسمارہ کا چہرہ سُرخ ہوا۔

"تمہیں تمیز نہیں ہے اپنے مُحسن سے بات کرنے کی؟" تڑخ کر اُس نے اِس قدر اُونچا کہا کہ آس پاس کے کئی خریداروں نے چہرہ پھیر کر اُنکو دیکھا۔

"وہ کہتے ہیں نہ کہ جِس پر احسان کرو، اُسکے شر سے بچو تو وہ سہی کہتے ہیں۔"نرمی اور آہستگی سے کہہ کر اپنے سامان پر گرفت مضبوط کر کے وہ دروازہ دھکیل کر باہر کی جانب بڑھ گئی جبکہ پیچھے اَسمارہ مُبین کا چہرہ اہانت سے سُرخ ہوا۔پیر پٹخ کر اُس نے چہرہ پھیر کر کَھی کَھی کرتی عُروج کو گُھورا اور پِھر اپنی خریداری کرنے لگی۔سارا مُوڈ غارت کر کے رکھ دیا تھا اُس منحوس لڑکی نے جبکہ بازار سے باہر نکلتی آیتِ تطہیر کی آنکھوں میں ضبط کے باوجود آنسو اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہونے لگے۔اُس نے کیوں بغیر کسی اُمید اور آس کے خود کو پِھر سے خواب دیکھنے پر مجبور کیا؟ وہ کیوں وقت کے ظالم چکر سے غافل ایک بار پِھر خواب بُننے لگی تھی؟؟

✓وقت ہے دوست اِسے دھیان سے رکھ، کام میں لا

خواب ویران جزیوں پر اُتر آتے ہیں

اُس کی وحدت نے مُجھے اپنی طرف کھینچا تھا

ورنہ راستے میں تو کتنے ہی شجر آتے ہیں

ہر کوئی چاند سا چہرہ نہیں ہوتا سچا

آبشاروں کی تہوں میں بھی کھنڈر آتے ہیں

میں کہ حیران ہوں اِس رَبط پہ ہم دونوں کے

لے کے ہر بار عُدو تیری خبر آتے ہیں۔۔۔

"عاصِم کی ضمانت ہونا ناممکن ہے۔"معارِج کے سنجیدگی سے کہے جانے پر مُبین احمد نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"کوئی راستہ نہیں ہے؟" اُنکی متفکر آواز پر معارِج نے گہرا سانس لیا اور سیدھا ہو بیٹھا۔

"میں نے اُسکو کہا تھا کہ خاموش رہے۔اُس نے آن ڈیوٹی آفسر پر ہاتھ تک اُٹھا لیا اَب ایک ہی راستہ عدالت میں پیشی کے بعد بچتا ہے۔"اُسکے مدلل انداز پر مُبین احمد تیزی سے آگے ہوئے۔

"کونسا راستہ؟ تمہارے اِتنے کنکشنز ہیں معارِج پولیس، اَنسدادِ مَنشایت اور پروسیکیوشن میں۔تم ہی اُسکے لیئے کچھ کر سکتے ہو۔"اُنکے کہے جانے پر معارِج کو کوفت ہونے لگی۔

"وہ کنیکشنز اِس لیئے نہیں بنائے کہ وقت پڑنے پر اُنکا غلط اِستعمال کروں۔"اُسکے صاف ٹھنڈے ٹھار انداز پر وہ اندر تک تلملا کر رہ گئے مگر اِس اندھے سے اُنہیں بنا کر رکھنی تھی۔

"تو پھر کِس لیئے بنائے ہیں کنیکشنز؟ "دروازہ کھول کر اندر آتے کاشف کے سوال پر مُبین صاحب نے چونک کر معارِج کو دیکھا۔

"آف کورس! سہی اِستعمال کے لیئے۔"اُسکے اِطمینان میں کوئی فرق نہ آتے دیکھ کر کاشف نے دانت کچکچائے۔

"تو پھر کام آئے ہیں کبھی؟" اُسکے تپے تپے انداز پر معارِج اندر تک محضوظ ہوا۔

"آ تو رہے ہیں۔" ہنوزِ شانِ بے نیازی قائم تھی۔ کاشف نے تپتی نظروں سے مُبین صاحب کو دیکھا جنھوں نے خاموشی سے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اُسکو دھیرج رہنے کا اِشارہ کیا۔ بنایا بنایا کھیل یوں بگاڑا نہیں جا سکتا تھا۔

"مُجھے لگتا ہے کہ تم عاصِم کو نکلوانا ہی نہیں چاہتے۔" اَب کی بار کاشف کے پُریقین لہجے پر معارِج نے ٹھٹک کر آواز کا تعین کر کے اُس سمت دیکھا۔ کچھ کہے بغیر معارِج نے جیب سے اپنا سیل فون نکالا اور پھر کسی کو کال مِلا کر کان سے لگا لیا جبکہ اُن دونوں نے ایک دوسرے کو مُسکراتی نظروں سے دیکھا۔

"وعلیکم اسلام غوری! تم اِس کیس سے بیک آف ہو جاؤ۔ نہیں! مُبین صاحب اپنے کسی قابلِ اعتبار وکیل کو ہائیر کرنا چاہ رہے ہیں۔" اُسکی اگلی بات پر تسلی سے بیٹھے کاشف متین اور مُبین احمد بوکھلا کر سیدھے ہوئے۔ مُسکراہٹ تیزی سے اُڑنچھو ہوئی۔

"کیا کر رہے ہو تم؟" مُبین صاحب کی پھنسی ہوئی آواز بامُشکل نکلی۔ وہ اِس وکیل کو نہیں کھو سکتے تھے۔ معارِج نے اُنھیں عاصِم کے لیئے پاکستان کا سب سے مُنجھا ہوا اور مہنگا ترین وکیل کر کے دیا تھا۔ سارے اکاؤنٹس معارِج کے اَنڈر تھے۔ وہ لوگ کبھی بھی اِتنی بھاری فیس ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اُنکی دہائیاں نظر انداز کر کے اُس نے کال مُقطع کر کے کاشف کی جانب چہرہ پھیرا۔

"اَب مُجھے پوری اُمید ہے عاصِم مُعین کی بیل ہو جائے گی۔" سنجیدگی سے کہہ کر اپنی سِٹک تھام کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر اُسی وقار سے پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ دونوں جِن کی جاتے ہوئے معارِج سکند کی جانب پُشت تھی وہ مُسکراہٹ نہیں دیکھ سکے تھے جو کسی اِیسے شخص کے چہرے پر دَر آتی ہے جسکا پلان اُسکی عین مرضی کے مطابق ہو رہا ہو جبکہ پیچھے رہ جاتے مُبین صاحب کا چہرہ لٹھے

کی مانند سفید ہونے لگا۔اُنھوں نے چہرہ پھیر کر خون آشام نظروں سے بوکھلائے، گھبرائے سے کاشف کو دیکھ کر ایک زوردار لات سامنے پڑے ٹیبل پر ماری۔کوٹ کچہری کی بھاری فیس جو معارِج ادا کر رہا تھا وہ اَب اُنکو کرنی تھی مگر کیسے؟؟؟ اُنھوں نے تو اِتنا کیش پہلے ہی ریڈ ہونے والے سامان کی وجہ سے کھو دیا تھا۔کچھ سوچ کر اُنھوں نے جیب سے سیل فون نکال کر سفیر شہزاد کو کال کی۔ہر بار مُسلسل بَجتی بیل یہ بتانے کو کافی تھی کہ اُنکو دوسری جانب سے شٹ آپ کال دی جا رہی ہے۔مُبین صاحب کا سُرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر کاشف تیزی سے اُٹھا اور پھِر خاموش قدموں سے کھسک کر باہر نِکل گیا۔

"آگے کیا کرنا ہے؟" اُسکو بیک ویو مِرر سے چہرہ جُھکا کر لینز بدلتے دیکھ کر سیف نے پوچھا تو اُس نے چونک کر چہرہ اُٹھایا۔سیاہ آنکھیں آہستگی سے مُسکرائیں۔

"کرنا کیا ہے۔دِلاور کی وکالت کی ڈگری کب کام آئے گی۔"اُسکے مطمئن انداز پر سیف چونکا اور پھِر ناسمجھی سے اُسکو دیکھا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" وہ واقعی سمجھا نہیں تھا۔

"مطلب کہ اَب ہمارا دِلاور ڈیفینڈینٹ کو اپنے مُخلصانہ مشوروں سے ڈیفینڈ کرے گا۔"اُسکے محظوظ انداز پر سمجھ آتے ہی سیف کمال کے چہرے کو مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔

"تو یعنی آپ اپنا مَن پسند بیانیہ دِلوانے کے لیئے تیار ہیں۔" سیف کے پُرجوش لہجے پر اُسکے چہرے کو بڑے عرصے بعد آسودہ اور دِلکش مُسکراہٹ چُھو گئی۔

"Bingo!"

چُٹکی بجا کر کہتے ہوئے اُس نے سیف کو شاد کر دیا۔ کتنے عرصے بعد وہ معارِج کو اِیسے خوش اور پُرجوش دیکھ رہا تھا۔

"ویسے ہم مُبین احمد کے بجائے عاصِم مُبین کو کیوں ٹارگٹ کر رہے ہیں؟" وہ واقعی یہ سوال جاننا چاہتا تھا۔ معارِج سکندر کی مُسکراہٹ تیزی سے سِمٹی۔

"کیونکہ اِس دُنیا میں اولاد کو کھو دینے سے بڑا خوف کوئی نہیں ہو سکتا۔" آہستگی سے کہتے ہوئے اُسکی آنکھوں کے سامنے یَک دَم اپنی ماں کی بھیگتی، خوف سے پھیلی آنکھیں لہرائیں جِن میں اپنی اولاد کو محفوظ رکھنے کے لیئے خود کو فنا کر دینے کا عَظم تھا۔ اُسکے پِھر سے اُن ہی تاثرات پر سیف نے تاسف سے اُسکو دیکھ کر سَر جھٹکا۔ گھر کے سامنے گاڑی رُوک کر اُس نے خیالوں میں محو معارِج کو چونکا دیا۔ سنبھل کر گاڑی سے نکلنے سے قبل اُس نے ہمیشہ کی طرح آگے ہو کر سیف کا شانہ نرمی سے تھپتھپایا اور نیچے اُتر گیا۔

"میں پِھر دِلاور کو **'اوکے'** کا سگنل دیتا ہوں۔" شیشہ نیچے کر کے اُس نے جُوش سے کہتے ہوئے معارِج کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔ ہاتھ ہلا کر اُسکو بھیج کر مین گیٹ کھول کر اندر آیا۔ شام کے سائے باہر تیزی سے گہرے ہو رہے تھے تبھی صدف باہر آئی۔

"اسلام و علیکم! معارِج بھائی۔"اُسکو یوں پریشانی اور عُجلت میں باہر آتا دیکھا کر معارِج چونکا۔

"وعلیکم اسلام! کیسی ہو؟" اُسکے آگے ہو کر سَر جُھکانے پر معارِج نے نرمی سے اُسکا سَر تھپتھپا کر پوچھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں مگر آپ کی بیگم ٹھیک نہیں ہے۔"اُسکے تیزی سے کہے جانے پر معارِج نے چونک کر لکڑی کے آبنوسی دروازے کو دیکھا۔

"آپ دونوں کی لڑائی ہوئی ہے؟" اُسکو یوں پریشان اور خاموش دیکھ کر کہتے ہوئے اُس نے جِس مشکوک انداز میں کہا، معارِج سنبھل کر مُسکرایا۔

"نہیں! ھُود سہی کہتا ہے تم بڑا خطرناک گُھورتی ہو۔"اُسکی بات پر جِس طرح صدف یَک دَم گلابی ہو کر مُسکرائی، معارِج مُسکراہٹ دبا کر آگے بڑھا۔

"میں دیکھتا ہوں، خُدا خیر کرے۔" تفکر سے کہہ کر وہ لکڑی کا دروازہ پار کر کے اندر اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا مگر پھِر سر جھٹک کر اُس روم کی جانب لپکا جہاں آیت اور صدف کا ٹھہراؤ تھا۔چند پل وہ یونہی اُس بند دروازے کو گھورتا رہا اور پھِر بےاِختیار آہستگی سے ناک کیا۔

"مت تنگ کرو مجُھے صدف۔"آیت کی مدھم آواز پر معارِج سکندر کی دھڑکن تھمی۔وہ لہجے سے ہی مُضطرب اور مُرجھائی ہوئی لگ رہی تھی۔کچھ کہے بغیر اُس نے ایک بار پھِر سے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"کُھلا ہوا ہے میری ماں۔" جُھنجُھلا کر کہے جانے پہ معارِج آہستگی سے ہینڈل گُھما کر جیسے ہی اندر آیا۔ مُنہ پر پڑتے خوشبودار کپڑے پر وہیں ٹھٹک کر ٹھہر گیا جبکہ آیت صدف کے بجائے معارِج کو دیکھ کر بوکھلا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"اللہ!" اُسکی بلند چیخ پر معارِج نے وہ کپڑا ہٹا کر ایک نظر ندامت سے چُور ششدر کھڑی آیت کو اور دوسری نظر اُس دوپٹے کو دیکھا جو یقیناً اُسکا ہی تھا۔ کُھلے، بے ترتیب بال کندھوں پر بکھرائے، اولول جُلول حُلیے میں بھی وہ اُسکے دِل کو مُسکرانے پر مجبور کر گئی۔ معارِج کی مُسکراتی نظروں پر خفت سے جھینپ کر وہ تیزی سے رُخ پھیر گئی۔

"صدف بتا رہی ہے کہ آج موسم اَبر آلود ہے۔" قریب آتے قدموں کی آواز اور اُس مدھم لہجے پر تیز ہوتی دھڑکنوں پر آیت کو خود پر بے تحاشہ تپ چڑھنے لگی۔ عقب سے آگے ہو کر دو مہربان ہاتھوں نے اُسکے سر اور شانوں پر نرمی سے دُوپٹہ پھیلایا۔ اچھی طرح بال پیچھے کر کے وہ تیزی سے پلٹی۔

"ایم سوری، جزاک اللہ!" خود کو کوس کر اُس نے کہتے ہوئے معارِج سکندر کی سیاہ آنکھوں میں ستارے روشن کر دیئے۔

"موسم کیوں آج اَبر آلود ہے؟" آگے کو جُھک کر اُن خفا آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اُس نے کہتے ہوئے آیتِ تطہیر کی آنکھیں پانیوں سے بَھر دیں۔ سیاہ آنکھوں میں یک دَم تعجب اور اِضطراب سِمٹ آیا اُن سُنہری، دُنیا سے پیاری آنکھوں میں غم اُترتے دیکھ کر۔

✓بے سبب رونے میں تکلیف بہت ہوتی تھی

میری تکلیف کو آسان کیا ہے اُس نے۔۔۔

(عمیر مُشتاق)

"کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟" اُسکے اپنائیت سے لبریز سوال پر آیت تطہیر نے تیزی سے نفی میں سَر ہلایا۔

"تو پھر صدف کے جانے کی وجہ سے اُداس ہو؟" ایک اور سوال آیا۔بغیر نفی میں سَر ہلائے آیت اُسے یونہی دیکھتی رہی۔

"بے فکر رہو! میرے جگری یار نے تمہاری دوست کو ہمیشہ کے لیئے یہاں روکنے کا۔۔۔"اُسکی بات مکمل ہونے سے قبل ہی تیزی سے نفی میں سَر ہلایا۔

"تو پھر میری وجہ۔۔۔"اُلجھے، ٹوٹے لہجے میں خدشات کو آیت کے اثبات میں ہلتے سَر نے دوام بخش دیا۔بے یقینی سے اُس نے اُن آنکھوں میں تیرتے آنسوؤں کو بند ہوتے دِل سے دیکھا اور آیت اُن نظروں کی حدت پر تیزی سے رُخ بدل کر کُھلی کھڑکی کی جانب چلی گئی۔جُھکے کھڑے رہ جاتے معارِج نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو کھڑکی سے نظر آتے پہاڑوں کو دیکھ رہی تھی۔

"واللہ میرے نہیں خیال سے میں نے اِیسا۔۔۔"وہ جو سنبھل کر اُسکی جانب بڑھتے ہوئے ہلکے پُھلکے انداز میں کہنے لگا تھا، آیت کے پلٹ کر کھا جاتی نظروں سے دیکھ کر دونوں ہاتھ مفاہمتی انداز میں اُٹھا کر پیچھے ہوا۔

"میں سوچتا ہوں کہ میں نے کیا کر دیا ہے۔"آہستگی سے کہہ کر اپنی غلطی مانتے ہوئے وہ چند قدم پیچھے ہوا۔آیت دوبارہ سے چہرہ پھیر کر باہر دیکھنے لگی۔بے ترتیب پڑے کمرے میں اُسکی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے گفٹ پیک تک گئی اور پھر آیت تک۔یقیناً کالج سے واپسی پر وہ بازار گئی اور وہاں ضرور

کوئی۔۔۔اُسکی سوچوں کو لگام بجتے سیل فون نے لگائی۔چونک کر سیل جیب سے نکال کر سکرین پر جگمگاتے عُروج کے نام کو دیکھ کر اُس نے کال ریسیو کرتے ہوئے آیت کی سماعتوں کو بھی چوکنا کر دیا۔

"وعلیکم اسلام، عُروج!" اُسکے سلام پر دوسری جانب عُروج شروع ہو چکی تھی۔وہ اُسے اَسمارہ مُبین کی غلط فہمیوں کا علاج کرنے کا کہنے کے ساتھ بازار میں اُس لڑکی سے ہونے والے ٹکراؤ کا بھی بتا رہی تھی جبکہ معارِج نے چونک کر تفکر سے اُسکو دیکھا جِس نے دوبارہ پلٹ کر اُسکو نہیں دیکھا۔کچھ کہے بغیر معارِج نے سیل فون سپیکر پر ڈال دیا۔

"اُسکو غلط فہمیوں سے نکالو معارِج۔میں اچھی طرح جانتی ہوں تم نے کاشف کی باتیں سُن کر وہ نیم رضامندی ظاہر کی تھی۔وہ مُحترمہ پوری دُنیا کو تمہاری اور اُسکی کبھی نہ ہونے والی دُعائے خیر کی اطلاع دے کر خود کو ہی شرمندہ کروائے گی۔"عُروج جیسے عاجز آ کر کہے جا رہی تھی۔ آیت کی سماعتیں چوکنا ہوئیں اور پھر اُسکے چہرے پر پہلے والی خفگی اور دُکھ کے بجائے ناسمجھی چھانے لگی۔

"عقل ٹھکانے لگانی پڑے گی مُحترمہ کی۔بھائی جیل میں ہے اور اِسکو ہری ہری سُوجھ رہی ہے۔"سنجیدگی سے کہتے ہوئے اُس نے عُروج کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

"اور میں جانتی ہوں تم اُسکو ہی نظرانداز کرنے کے لیئے گھر زیادہ نہیں رہتے۔احترام اور ادب میں وہ اُلٹا تمہارے ہی سر چڑھے گی۔"معارِج اچھی طرح جانتا تھا کہ عُروج اُسکے بھلے کے لیئے کہہ رہی ہے۔ غضنفر حویلی میں ایک وہی اُسکے ساتھ مُخلص تھی، کاشف متین کی بہن ہونے کے باوجود۔

"جزاک اللہ، عُروج۔ کل اِس معاملے کو دیکھتا ہوں۔" نرمی سے کہہ کر اُس نے کال مُنقطع کی۔ ساری پریشانی اور اِضطراب کا بوجھ اُسکے کندھوں سے چٹکی بجاتے ہی جیسے غائب ہو گیا۔ مُسکراہٹ دبا کر سیل جیب میں رکھ کر وہ اُسکی جانب بڑھا۔

"ہمم! تو یہ بات تھی، ہاں؟" اُس مدہم، گھمبیر لہجے پر آیت کی دھڑکنیں سُست پڑنے لگیں۔ دونوں ہاتھ بے چینی سے مَسل کر اُس نے خود کو کوسا کہ کیا ضرورت تھی اِتنا جذباتی ہونے کی۔ وہ اُسکے بارے میں کیا سوچے گا۔

"تو تم جیلس ہو رہی تھی، ہاں؟" اُسکی خاموشی پر اُسکے برابر کھڑے ہوتے ہوئے اسرار بھرے لہجے میں کہہ کر اُس نے جُھک کر اُسکے کندھے سے کندھا ٹکرایا۔ آیت کو مزید خجالت ہونے لگی۔

"ہاہ! میں کیوں جیلس ہوں گی۔ مُجھے تو بس یہ تھا کہ آپ نے مجھے نہیں بتایا۔" سنبھل کے چمک کر کہتے ہوئے اُس نے معارِج کے چہرے کے سارے تاثرات موم کر دیئے۔ وجیہہ نقوش میں محبوبیت گُھلنے لگی۔

"اچھا! میں تمہاری جگہ ہوتا تو ضرور جیلس ہوتا۔" اُسکے لہجے میں کسی جذبے کی آمیزش سِمٹ آئی۔ آیت نے مدغم ہوتی دَھڑکنوں سے چہرہ پھیرا۔ حیران پُرکشش سُنہری آنکھوں کا سحر انگیز چمکتی سیاہ آنکھوں سے تصادم ہوا اور زمان و مکاں کی ہر حرکت ساکن ہو گئی۔ اُفق کے پردوں سے نکلتا چاند جو اَب ہلال نہیں رہا تھا بلکہ ماہِ کامِل ہونے کو تیزی سے اپنی منزلیں طے کرتا آگے بڑھ رہا تھا، اُس کُھلی کھڑکی کے عین سامنے ٹھہر کر ایک دوسرے کو محویت سے دیکھتے، مُحبت جیسے لازوال سحر میں مُبتلا لوگوں کو دیکھے گیا۔

✓چاند آ بیٹھا ہے پہلو میں، ستارو ! تخلیہ

اب ہمیں دَرکار ہے خلوت سو یارو ! تخلیہ

دیکھنے والا تھا مَنظر جب کہا دَرویش نے

کَج کُلاہو ! بادشاہو ! تاجدارو ! تخلیہ

اپنے اَندر کی خِزاں سے مُجھ کو فُرصت ہی نہیں

چار جانب پُھول بَرساتی بہارو ! تخلیہ

اُن کی آنکھیں تک رہا ہوں اپنی دو آنکھوں سے میں

تخلیہ ! دُنیا کے باقی سب نظارو ! تخلیہ

یہاں کے غُل میں سکُوں کی ایک ہی ترکیب ہے

اپنے پورے زور سے فارس پکارو ! تخلیہ۔۔۔

(رحمان فارس)

✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

اَلسَلامُ عَلَیکُم احباب۔۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کرکے ہی پبلش کیا جاتا ہے چُوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائیٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرسکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کرکے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہوسکا آپکی تحریر پوسٹ ہوجائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- Novels ki duniya

(user name @zoyatalib77)

Facebook group :- Novels ki duniya

Instagram Page:- Zoya Talib (UserName: Novelskiduniya77)

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیج کے نیچے Blue الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کرلیں---شکریہ-----

"پولیس وہ لوگ بھی عدالت میں پیش کر رہی ہے جو ریڈ میں اُنہوں نے گرفتار کیئے ہیں۔" بوکھلائے ہوئے سے اندر آتے متین احمد نے کسی گہرے خیال میں ڈوبے مُبین احمد کو چونکا دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" اُنکو جیسے اپنی سماعتوں پر یقین ہی نہیں آیا تھا۔

"بھائی صاحب! عاصِم کو باہر نکلوانا مُشکل ہوتا جا رہا ہے۔" اُن کی اگلی بات پر مُبین احمد کے کلیجے پر ہاتھ پڑا۔ بِلبلا کر وہ ایک جھٹکے سے سیدھے ہوئے۔

"میں اُسکا باپ ہوں۔ جو کر سکتا ہوں کروں گا اپنی اولاد کے لیئے مگر تمہیں نحوست نہیں پھیلانی چاہیئے۔" تیز لہجے میں کہہ کر اُنکو مزید کسی بھی قِسم کی منحوس رائے دینے سے بعض رکھا گیا۔ متین صاحب اُنکے سفید پڑتے متفکر چہرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ وہ سخت مُشکل سے مُشکل حالات میں بھی اِیسا ردِ عمل نہیں ظاہر کرتے تھے مگر یہاں بات اُنکی لاڈلی اولاد کی ہو رہی تھی۔

"نیا وکیل کیا ہے میں نے۔ دیکھتے ہیں آج وہ کیا پروگریس دیتا ہے۔" اُنکے آہستگی سے کہے جانے پر متین احمد نے چونک کر اُنکو دیکھا۔

"مُجھے آپ نئے وکیل سے خوش نہیں لگ رہے۔" متین صاحب کی اگلی بات پر اُنہوں نے گہرا سانس لیا۔

"ہمم! معارِج کے وکیل سے کسی کا مُقابلہ نہیں۔ کاش کاشف اُسکو نہیں اُکساتا تو وہ بغیر غرض کے ہماری مدد کرتا رہتا۔" اُنکی بات میں کچھ اِیسا تاسف تھا کہ متین صاحب اُنکو بغور دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔

"آپ کو لگتا ہے کاشف نے اُسکو اُکسایا ہے؟" متین احمد کے سوال میں اِیسا شک تھا کہ مُبین احمد کی سوچوں میں دراڑ آئی۔اُنہوں نے چہرہ پھیر کر متین احمد کو دیکھا۔

"تم کہنا کیا چاہ رہے ہو؟" اُنکے کڑے سوال پر متین احمد کو اپنے الفاظ سوچ کر کہنے تھے۔

"مُجھے اِیسا لگتا ہے اُس نے کاشف کو اُکسایا ہے۔"اُنکی بات پر مُبین احمد نے تاسف سے نفی میں سَر ہلایا۔

"میں بھی وہیں موجود تھا اُس وقت۔مجھے تو اِیسا کچھ نہیں لگا۔"اُنکے سنجیدگی سے کہے جانے پر متین صاحب نے شانے اُچکا دیئے۔

"مُجھے لگتا ہے آپ اُس پر حد سے زیادہ بھروسہ کر رہے ہیں۔مت بُھولیں کہ وہ سوتیلا ہے اور ہمارا مقصد کیا ہے اُسکو زندہ رکھنے کے پیچھے۔"متین احمد کی یاددہانی پر اُنکے چہرے پر سختی چھانے لگی۔

"مُجھے سب یاد ہے۔بُھول جانا ہوتا تو اُس دُشمنی کا کبھی آغاز نہیں کرتا۔مُجھے معلوم ہے معارِج کو کہاں، کب اور کیسے ہینڈل کرنا ہے۔ابھی سب کچھ اُسکے اِختیار میں ہے متین۔اور تم سوچو اِتنے سال سے نابینا ہونے کے باوجود ہم سب کچھ کیوں اُس سے ہتھیا نہیں سکے؟" اُنکی بات کے آخر میں کیئے جانے والے سوال پر متین احمد کا ٹھٹکنا بنتا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ جیسے واقعی نہیں سمجھے۔

"یہ تو حال ہے تمہاری سمجھ کا اور مُجھے سمجھا رہے تھے۔"اُنکے طنز پر متین صاحب کھسیانا سا ہنس دیئے۔

"عاصِم کو وہ باہر نکلوا دے تو پھر مجھے معلوم ہے اُسکو کیسے دودھ میں سے مکھی کی طرح باہر پھینکنا ہے۔"مُبہم بات کہتے ہوئے اُنہوں نے متین احمد کے سارے خدشات رفع کر دیئے۔کم اَز کم وہ اپنے اصل پلان سے پیچھے نہیں ہٹے تھے۔

"سفیر کو نئے مال کا بتانا ہے؟" اُٹھتے متین احمد نے یاد آنے پر پلٹ کر سوال کیا۔

"ہرگز نہیں! جِس قدر رازداری سے ہو سکے مال اَن لوڈ کروانا۔ہمارا سارا سرمایہ اُس میں اِنویسٹڈ ہے۔سفیر نے تو جو میری اولاد کے ساتھ کیا ہے اُس پر میں اُسکو بخشنے نہیں والا۔"مُبین احمد کے نخوت زدہ لہجے پر متین احمد نے اُنکو بہت غور سے دیکھا۔کئی برسوں بعد اُنکو جیسے وہی مُبین احمد نظر آ رہا تھا جِس نے ایک بڑا جُرم بغیر پلک جھپکتے کیا تھا۔

"ٹھیک ہے! میں پھر اطلاع پُہنچا کر آتا ہوں نئے اڈے پر۔"اُنکے کہے جانے پر مُبین صاحب نے اثبات میں سَر ہلایا تو وہ اُٹھ کر کمرے سے باہر نِکل گئے جبکہ پیچھے مُبین احمد کو پریشانی گھیرنے لگی۔مال اَن لوڈ کروانے کا سارا کام جِس جانفشانی اور رازداری سے عاصِم کرتا تھا، ویسے کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن تب بھی اُنکے مال پر چار ریڈز پڑ چُکی تھی اور اَب تو عاصِم موجود ہی نہیں تھا تو اُنکے کروڑوں کے مال کی حفاظت کیسے ہو گی؟ اُنکے بندے بے شک اِس کام کے مُنجھے ہوئے کھلاڑی تھے مگر اُنکے سَر پر کسی کا ہونا ضروری تھا۔مال آنے سے پہلے اُنہیں جلد اَز جلد عاصِم کی رہائی کو یقینی بنانا تھا ورنہ اُن سب کو سڑک پر آنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

"آپ کیوں جیلس ہوئے تھے؟" اُن سیاہ آنکھوں میں اِیسی حِدت تھی کہ اُس نے تیزی سے نظریں پھیر کر چاند کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے سوال کیا جبکہ معارِج نے کھنکھار کر نظریں پھیر لیں۔

"میں کب؟ کل اَسفر کے ذکر سے؟" اُسکے سوال پر آیت نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو اُسے دیکھنے کے بجائے اِب فرصت کے ساتھ کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

"ظاہر ہے تم میرے نِکاح میں ہو تو جیلس ہونا تو بنتا ہے۔" آیت کے جواب نہ دینے پر اُس نے کیا ہی شانِ بے نیازی سے وضاحت کی۔

"میں کل کی بات نہیں کر رہی۔" آیت کی تردید پر بھی اُس نے چہرہ نہیں پھیرا۔

"میں کئی سال پہلے کی بات کر رہی ہوں۔ بازار میں۔ جِس دِن میرا نکاح ہونے والا تھا سعد سے۔" اُسکی تفصیلی یاد دہانی پر معارِج کو چونک کر اُسکو دیکھنا ہی پڑا۔

"آپ اُس دِن اَسفر سے جیلس ہو رہے تھے حالانکہ تب تو میں آپ کی کچھ لگتی بھی نہیں تھی۔" آیت کے معصومیت سے کہے جانے پر معارِج کے چہرے کا رنگ بدلا۔

"ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں ن۔۔ نہیں۔۔۔ وہ تو اُس نے بکواس ہی اِیسی کی تھی کہ بس مجُھے بُرا لگ گیا۔" اُسکو ہکلاتے، گھبراتے دیکھنا ایک بڑا دلچسپ تجُربہ ہوتا تھا تبھی وہ مُسکراہٹ دبا کر اُسے سنجیدگی سے دیکھے گئی۔

"یعنی یاد ہے آپ کو۔۔۔؟" مُسکراہٹ دبا کر پوچھے جانے والے سوال پر معارِج نے اُسکو دیکھا جِسکی سُنہری آنکھیں مُسکرا رہی تھیں۔

"گھبرا کیوں رہے ہیں۔ بس کہہ دیتے جیلس نہیں پریشان ہوا تھا۔"مُسکراہٹ دبا کر اُس نے جیسے معارِج کی مُشکل کم کرنا چاہی جبکہ معارِج کا چہرہ یک دَم سنجیدہ ہوا۔اُسے یہ مشورہ کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا شاید۔

"نہیں! میں جیلس ہوا تھا۔"لمحے کے توقف کے بعد چہرہ سامنے کیئے چاند کی جانب توجہ سے دیکھتی آیتِ تطہیر کی سماعتوں میں اُسکا مدہم، سنجیدہ، پُرفُسوں لہجہ گونجا تو تیز دِھڑکنوں کے ساتھ اُس نے آہستگی سے اُسکو دیکھا جِسکی آنکھوں میں کوئی جذبہ دبے قدموں آکر ٹھہرتے ہوئے خیمہ زن ہو گیا تھا۔

"کیوں؟" وہ یہ سوال کر نہیں سکتی تھی مگر نہ جانے اُن سیاہ آنکھوں میں اِیسا کیا تھا کہ وہ اپنے دِل کو بے اِختیار ہونے سے روک نہیں سکی مگر دوسری جانب معارِج سکندر کے جیسے ہونٹوں کو تالا لگ گیا۔ اُن سُنہری سوال مانگتی نظروں کو جواب دینا سہل نہیں تھا۔وہ اپنی تیز سے تیز تَر ہوتی دَھڑکنیں کانوں میں سُن سکتا تھا۔

"اِتنا مُشکل سوال ہے کہ آپ کو سوچنا پڑ رہا ہے۔"گہرا سانس لے کر اُس نے اپنی مُنتظر نظروں کا رُخ بدل لیا جبکہ معارِج نے دائیں ہاتھ سے دِل کو تھپک کر جیسے تھم جانے کا عندیا دیا مگر دَھڑکنیں اُسکے اِختیار میں نہیں تھیں۔

"جواب دیا تو تم مُجھے ایک تھپڑ لگا دو گی۔"اُسکی ناقابلِ فہم سی بات پر آیت تحیر سے سب بُھول کر پلٹی۔

"آپ کو میں اِتنی بدتمیز لگتی ہوں۔" اُسکو جیسے حقیقتاً صدمہ لگا تھا۔ اُسکے تاثرات پر معارِج نے برجستگی سے نفی میں سَر ہلایا۔

"تو پھر؟" اِس بار کڑے تیوروں سے بازپُرس کی گئی۔ یعنی جواب دیئے بغیر کوئی چارہ، کوئی راہِ فرار نہیں تھا۔ معارِج نے خفا سُنہری آنکھوں کو دیکھ کر حلق تَر کر کے دَھڑکنوں کے شور کو نظرانداز کیا اور پھر اُسکی جانب پلٹ کر اُسکے دونوں ہاتھ اپنی مضبوط، پُرحدت گرفت میں تھامتے ہوئے آیت کو گڑبڑانے پر مجبور کر دیا۔

"کیا کر رہے ہیں؟" سُرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اُس نے اپنے ہاتھ چُھڑانے چاہے مگر گرفت مضبوط تھی۔

"حفظِ ماتقدم کے طور پر۔" اُس کی وضاحت پر مُسکرا اُٹھتی آیت کی ساری مزاحمت دم توڑ گئی۔

"تم جاننا چاہتی ہو کہ میں جیلس کیوں ہو رہا تھا، ہاں؟" جُھک کر اپنی جانب اُٹھی، اُن سُنہری آنکھوں میں دیکھ کر آہستگی سے سوال کیا گیا جبکہ آیت نے مُسکرا کر اثبات میں سَر ہلایا جبکہ معارِج سکندر کا اُس معصوم بےخبری پر دِل ٹھہرنے لگا۔

"تم کچھ۔۔۔ نہیں جانتی؟" اُس معصومیت کو نہارتے لہجے نے بڑے چاہ سے سوال کیا اور اَب کی بار آیت کو نفی میں سَر ہلانا پڑا۔

"تو پھر میں بتاؤں تمہیں؟" مدھم پُرفسوں لہجے میں کچھ اِیسا اِسرار تھا کہ آیت کی مُسکراہٹ سمِٹی اور معارِج سکندر کی گرفت اُن ہاتھوں پر مضبوط ہوئی۔

✓ہمیں ہی عِشق کی تشہیر چاہیے وگرنہ

پتہ نہ لگنے دیا جائے تو پتہ نہ لگے۔۔۔

(جواد شیخ)

"کیونکہ میں تمہیں دیکھتے ہی اِک مرض میں مُبتلا ہو گیا تھا۔"اُسکی بات پر سُنہری آنکھیں انکھیں تعجب سے چھوٹی ہوئیں۔

"یا اللہ! کیسے مرض میں؟" اُسکے ششدر رہ جاتے انداز پر معارِج اُسے دیکھ کر رہ گیا اور پھر چہرہ جُھکا کر اُسکو ہنس دینا پڑا۔

"اور اُس مرض کی سب سے بڑی علامت یہی ہے کہ میں تمہارے اِردگرد موجود ہر مَرد سے رقابت محسوس کروں۔"اُن الفاظ اور سیاہ آنکھوں کے شوق پر سُنہری آنکھوں میں لرزاہٹ اُترنے لگی اور پھر منوں بوجھ محسوس کر کے گلابی ہوتے عارضوں پر جُھکتی چلی گئیں۔ معارِج سکندر کی آنکھوں کی چمک میں ہر آن اضافہ ہونے لگا۔

"پوچھو گی نہیں اِیسا کونسا مرض لاحق ہو گیا مُجھے؟" تھا اور ہے کا صیغہ لگائے بغیر جُھکی آنکھوں اور لرزتی پلکوں کے اِرتعاش کو دیکھتے ہوئے مُسکراتے لہجے میں پوچھ کر سَرد پڑتے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کی اور اُس گرفت پر آیتِ تطہیر کی جُھکی پلکیں لرز کر اُٹھیں جبکہ اُن شفاف آنکھوں میں دیکھتے معارِج سکندر کا دِل آنکھوں میں آ کر دھڑکنے لگا۔وہی دِل جو سامنے کھڑی عورت کا مریض تھا۔

"وہی مرض جو لاعلاج ہے۔ مرضِ مُحبت۔" ٹھہر کر کہتے ہوئے اُن الفاظ نے آیت کی روح تک کو ششدر کر دیا۔

"کوئی جواب نہیں دینا؟" طویل ہوتی خاموشی پر معارِج نے بُجھتے دِل اور مدہم پڑتی دھڑکن سے کہا۔

"کِس کا؟" اُس نے ہونق ہو کر ایک بار سوال اُٹھایا۔

"میری مُحبت کا جو میں تم سے کرتا ہوں۔" اَب کے اِس قدر واضح، ببانگ دِہل کہا گیا کہ کوئی غلط فہمی اور نا سمجھی کی گُنجائش ہی نہیں باقی بچتی تھی۔ آیتِ تطہیر نے لرزتے دِل کے ساتھ آنکھیں پھیلا کر اُسکو دیکھا جسکے چہرے پر گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ کے بجائے دلکش، سحر طاری کرتی مُسکراہٹ تھی۔

"آ۔۔۔ آپ۔۔۔ مُجھ سے۔۔۔؟" ہق دَق رہ جاتے ہوئے ہکلاہٹ سے اُس سے جملہ تک مکمل نہیں کیا گیا۔ وہ ناقابلِ رسائی سا شخص کب اور کیسے اُس سے تسخیر ہو گیا؟ اور۔۔۔ اور اُسے کیونکر خبر نہیں ہو سکی؟؟

"ہاں! میں تم سے مُحبت میں مُبتلا ہوں۔" بغیر کسی جھجھک کے ایک بار پھر اُسی اصرار، اُسی مدہم پُرفسوں انداز میں اِسم پھُونکا گیا اور پھر معارِج سکندر نے اپنی زندگی کے تینتیس سالوں کا سب سے دِل موہ لینے والا منظر دیکھا۔ سامنے کھڑی عورت کے چہرے کو پہلے حیرت، پھر خفت اور پھر شرم و حیا کے تاثرات نے چھُو کر گُلابی کرتے ہوئے معارِج سکندر کی دھڑکن چھین لی۔

✓ آمدِ دوست کی نوید کوئے وفا میں گرم تھی

میں نے بھی اِک چراغ سا دِل، سرِ شام رکھ دیا

اُس نے نظر نظر میں ہی اِیسے بَھلے سُخن کہے

میں نے تو اُس کے پاؤں میں سارا کلام رکھ دیا

دیکھو یہ میرے خواب تھے، دیکھو یہ میرے زخم ہیں

میں نے تو سب حسابِ جاں برسرِ عام رکھ دیا۔۔۔

(احمد فراز)

"کچھ کہو گی نہیں؟" اُسکے دونوں ہاتھوں پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے ُس نے مدہم سا اِصرار کیا۔

"کیا؟" ٹھنڈے پڑتے ہاتھ اور گُلابی ہوتے چہرے کے ساتھ اُس نے بامُشکل کہا۔وہ اپنی چہرے پر دَر آتی دلکش مُسکراہٹ سے بے خبر تھی۔

"کچھ بھی، خوبصورت سا۔"اُسکی سماعتیں جیسے مُنتظر تھیں۔کچھ دِل پسند سا سُننے کو بے تاب۔

"میں ن۔۔۔نے آپ سے کچھ پوچھنا تھا؟" لمحے بَھر کو ٹھہر کر سوال کیا۔نظریں اُٹھا کر اُن پُر شوق آنکھوں میں دیکھنے کا یارا نہیں تھا۔

"تم کچھ بھی پوچھ سکتی ہو۔"اُسکے قربان جاتے انداز پر آیتِ تطہیر کو لگا اُسکا دِل ہوا میں اُڑنے لگا ہے۔وہ شخص جو اُسکی آنکھوں میں اُترنے والا پہلا خواب تھا، وہ یعنی آیتِ تطہیر اُسکی مُحبت، اُسکی چاہت ہے۔یہ اِنکشاف عمر بَھر کی ساری تھکن سمیٹ کر ہر غم سے آزاد کر دینے والا تھا۔

"آپ۔۔۔آپ کی آنکھیں ٹھیک ہیں؟ یعنی آپ واقعی میں دیکھ سکتے ہیں نہ؟" اُسکے اُلجھے، جھجکے سوال پر معارِج نے اپنی مُسکراہٹ دبائی۔

"ہاں! دیکھ سکتا ہوں تبھی تو ابھی اِس دُنیا کا سب سے خوبصورت نظارا دیکھ رہا ہوں۔"اُسکے مُسکراتے لہجے پر آیت کی نظریں جھجھک کر اُٹھیں اور سیاہ آنکھوں سے ٹکرائیں۔

"تو پھِر اُس دِن آپ۔۔۔آپ کی آنکھیں سفید تھیں اور آپ نے واقعی مُجھے نہیں دیکھا تھا۔"اُسکے انداز پر معارِج کی مُسکراہٹ سِمٹی۔اُن ہاتھوں پر اُسکی گرفت کمزور ہوئی جسے محسوس کر کے آیت کی دھڑکنیں مدغم ہونے لگیں۔

"وہ۔۔۔سفید لینز تھے۔اِیسے لینز جِن کو لگا کر واقعی کچھ نظر نہیں آتا۔" اُسکے بےپرواہ جواب پر آیت کا دِل دَھک سے رہ گیا۔معارِج نے اُسکے ہاتھ آہستگی سے آزاد کر دیئے۔وہ اَب آیت کو نہیں دیکھ رہا تھا جبکہ آیتِ تطہیر کی آنکھوں میں طیش اور تکلیف غبار کی طرح اُٹھنے لگا۔آگے ہو کر معارِج سکندر کے شانے پر مکہ مارتے ہوئے اُس نے بےپروائی سے کھڑے معارِج کو لڑکھڑا کر پیچھے ہونے پر مجبور کر دیا۔ وہ جو اِس حملہ کی نہ توقع کر رہا تھا، نہ تیار تھا جھٹکا کھا کر اُسکو دیکھا جو خفگی سے، زخمی نظروں سے اُسکو دیکھ رہی تھی۔معارِج کے دیکھتے ہی دیکھتے اُن آنکھوں میں آنسو سِمٹنے لگے اور پھِر آگے ہو کر وہ پے دَر پے اُسکے شانے اور سینے پر ضربیں مارنے لگی۔

"میرے دیکھ سکنے پر رو رہی ہو یا تم سے چُھپایا اِس بات پر؟" اُسکے مدہم، کمزور سوال پر آیت کے آنسوؤں کی روانگی میں تیزی آنے لگی۔

"دونوں باتوں پر۔" ہچکی بھر کر جس طرح کہا معارِج گردن پیچھے کو کیے بے ساختہ ہنس دیا۔

"تم بہت ظالم ہو۔" ہنسی روک کر اُس نے اُن خفا آنکھوں میں دیکھ کر کہا اور آیت نے جن خون آشام نظروں سے اُسکو دیکھا، معارج نے مفاہمتی ہاتھ اُٹھا دیئے۔

"تم پر سب جائز ہے۔" نرمی سے کہہ کر اُسکے آنسو سمیٹنے چاہے مگر آیت نے ایک بار پھر اُسکو ضربیں مارنے کا کام جاری کر دیا۔اَب کی بار اُسکی بُلند ہوتی ہچکیوں نے معارِج سکندر کو ہق دَق کر دیا۔اُسے آیت کے اِس طرح پھُوٹ پھُوٹ کر رو دینے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آئی۔

"آپ کو۔۔۔معلوم بھی ہے۔۔۔میں کتنا روئی تھی۔۔مُجھے کتنا دُکھ دیا تھا اِس اِنکشاف نے کہ آپ۔۔۔آپ دیکھ نہیں سکتے۔۔۔" وہ جو اُسکو ناسمجھی سے روکنے لگا تھا، ساکن رہ گیا۔ہچکیاں بھرتے وجود کے ساتھ اُسکی ضربوں میں تیزی آ رہی تھی۔

"میں نے اللہ سے کتنی لڑائی کی آپ کے لیئے۔۔۔آپ کیسے۔۔۔۔مُجھے لگا تھا میری ساری دُعائیں میرے مُنہ پر مار دی گئی ہیں۔۔۔" اُسکا غم کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔معارِج کے مفاہمت کے لیئے اُٹھے ہاتھ بے دَم ہو کر پہلو میں آ گِرے۔وہ چہرہ اُٹھا کر یونہی خاموشی سے کھڑا اُسکی ضربیں کھاتا رہا جِسکا دُکھ اُسکی سمجھ سے باہر تھا۔وہ اُسکی وجہ سے کیوں اللہ سے لڑتی رہی، وہ کیوں اُسکی وجہ سے تکلیف میں تھی، اُسے کیوں حزن نے گھیر رکھا تھا؟ سوال اِتنے معارِج سکندر کے گِرد منڈلا رہے تھے کہ حد نہیں۔اُس نے دونوں ہاتھ آہستگی سے اُٹھا کر، آیت کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے اُسکو اپنے حصار میں لینا چاہا مگر آیت نے اُسے پوری قوت سے پیچھے دھکیل دیا۔ہلکا سا پیچھے ہو کر اُس نے ایک بار پھر اُسی عظم سے تطہیر کی جانب قدم بڑھائے اور اَب کی بار اُسکی مزاحمت کو خاطر میں لائے بغیر

اُسکو اپنے حصار میں لے لیا۔ آیتِ تطہیر کے آنسو ٹھٹھر گئے اور پھر اُس نے تھک ضربیں مارنے کو تیار کانپتا ہاتھ معارِج سکندر کے مضمحل سے دھڑکتے دِل کے مقام پر رکھ دیا۔

✓تم میرا دُکھ بانٹ رہی ہو، میں دِل میں شرمندہ ہوں

اپنے جُھوٹے دُکھ سے تم کو کب تک دُکھ پُہنچاؤں گا

تم تو وفا میں سرگرداں ہو، شوق میں رقصاں رہتی ہو

مُجھ کو زوالِ شوق کا غم ہے، میں پاگل ہو جاؤں گا

جیت کے مُجھ کو خوش مت ہوتا، میں تو اِک پچھتاوا ہوں

کھوؤں گا، کُڑھتا ہی رہوں گا، پاؤں گا، پچھتاؤں گا

عہدِ رفاقت ٹھیک ہے لیکن مُجھ کو اِیسا لگتا ہے

تم تو میرے ساتھ رہو گی، میں تنہا رہ جاؤں گا

شام کو اکثر بیٹھے بیٹھے، دِل کچھ ڈوبنے لگتا ہے

تم مُجھ کو اِتنا مت چاہو، شاید میں مَر جاوں گا۔۔۔

(سید جون ایلیا)

..-----------------------

"سُنا ہے تمہارا لڑکا اندر ہے؟" سفیر شہزاد نے نہ جانے کتنے گھنٹے اِنتظار کے بعد مُبین احمد کو اندر آنے کی اِجازت دی تھی۔ اندر تلملانے اور بَل کھانے کے باوجود باہر سے اُنہوں نے چہرے پر مکمل بے بسی طاری کر لی تھی۔ وہ اِس گدھے کو کبھی باپ نہ بناتے مگر اُس نئے وکیل دِلاور نے عدالت میں پیش ہونے والے مضبوط گوائیوں کے تحت اُنکو مشورہ دیا تھا کہ وہ ایک بار سفیر شہزاد سے بات کر کے دیکھیں۔ اگر تو سفیر شہزاد مان جاتا ہے تو صلح کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جب وہ دونوں آمنے سامنے صوفے پر براجمان ہوئے اُسی وقت سفیر شہزاد کی سفید حویلی کی اونچی دیوار پھلانگ کر کوئی اندر کودا اور پھر بلی کی چال چلتا ہوا مُختلف کمروں سے ہوتے ہوئے اُس سٹڈی کی کھڑکی کے پاس پہنچا جِس میں بیٹھ کر سفیر شہزاد اپنے کاروباری شریک، حریف اور مُختلف دھندے کے لوگوں سے مِلتا تھا۔ کھڑکی کے قریب ہو کر اُس نے جالی ٹٹولی اور پھر ہلکا سا چاقو کی مدد سے کراس کی شکل میں سوراخ کر کے لمبی سی تار اُس سوراخ سے اندر سرکا دی۔ ایک تار کا کونا اُسکے ہاتھ میں تھا جبکہ دوسرا کونہ جسکے آخر میں مائیکرو کیمرہ اور مائیکرو فون لگا ہوا تھا اندر آہستگی سے سٹڈی میں رکھے تیسرے صوفے کی پُشت پر ٹِک گیا جہاں سے مُبین احمد اور سفیر شہزاد کا چہرہ واضح نظر آ رہا تھا۔ ماسک نیچے کر کے اُس نے لمحے بھر کو چہرے پر پہنی عینک دُرست کی۔ اُسکا چہرہ جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ ہم نے اِس شخص کو معارِج کے قریب دیکھا تھا۔ ہاں! یاد آ گیا۔ دِلاور۔۔۔ عاصِم کے لیئے کیا جانا والا نیا ڈیفینس لائیر!

"سب سیٹ ہے!" ہونٹوں کے پاس لگے مائیکرو فون میں اطلاع دے کر اُس نے وئیر ہاوس میں بیٹھے سیف اور ھُود کو چوکنا کر دیا۔ ھُود نے آگے ہو کر سٹینڈ پر رکھے ٹیب کی سکرین کو ہاتھ سے چھُوا اور پھر تاریک پڑی سکرین پر سفیر شہزاد کی سٹڈی کا منظر روشن ہو گیا۔ اُس پرفیکٹ اینگل پر سیف اور

ھُود نے مُسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ہاتھ سے ہاتھ ٹکرا کر تالی بجائی اور پھر وہ دونوں کانوں میں ایئر پوڈز لگا کر سکرین کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"میں نے سوچا تھا کہ تمہیں اِس بات کی بھَنک بھی نہ پڑنے دوں مگر تمہاری مدد کے بغیر میرا بیٹا مُجھے واپس نہیں مِل سکتا۔"مُبین صاحب کی آواز میں جو بےبسی تھی اُس پر سفیر شہزاد نے مُسکراہٹ دبائی۔

"کِس بات کی بھَنک؟" حالانکہ اندر سے وہ ٹھٹک گیا تھا۔

"تم میرے کام آ سکتے ہو؟ پہلے مُجھے اِس بات کا بتا کر تشفی کرواؤ۔"مُبین احمد کے سنجیدگی سے کہے جانے پر سفیر شہزاد نے بغور اُس شخص کو دیکھا جِسکی ساری اکڑ بیٹے کے حوالات جاتے ہی دَم دبا کر بھاگ گئی تھی۔

"مُجھے یہ یقین دہانی کرواؤ کے میرے مال پر ہاتھ تمہارے بیٹے نے صاف نہیں کیا۔"سفیر کی اگلی بات پر سیف اور ھُود نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھام یہ لوگ تو یہاں پیچ اَپ کر کے اُنکا سارا پلان فلاپ کرنے کے لیئے بیٹھے تھے۔

"تم عقلمند، کاروباری شخص کو۔اِس کاروبار میں ہونے والی اُونچ نیچ کو ہم سے بہتر تم جانتے ہو کیونکہ اِس دھندے سے ہمیں مُتعارف کروانے والے تم ہی تو خود سوچو میرا بیٹا تمہارا مال چُرا کر اپنے کمرے کے اِیسے لاکر میں کیوں رکھے گا جسے اُسکا بیٹا بھی ڈھونڈ کر کھول سکتا ہے؟" مُبین احمد کی سوالیہ بات میں وزن تھا۔سفیر شہزاد چند پل یونہی اُسکو تولتی نظروں سے دیکھتا رہا۔

"کیسی فیور چاہیئے تمہیں مُجھ سے؟" اُسکی اگلی بات پر مُبین احمد چونک گئے۔اُنہیں سفیر شہزاد سے اِتنی جلدی مان جانے کی اُمید نہیں تھی۔

"میرے بیٹے کی ضمانت کروا دو۔"اُنکی اگلی بات پر سفیر شہزاد کا قہقہ بُلند ہوا۔

"معارِج سے مدد نہیں لی جِس پر تم بہت اِتراتے ہو کہ وہ تمہارے قابو میں ہے۔"سفیر کا انداز بے حد محضوظ ہونے والا تھا۔مُبین احمد نے لَب بھینچ لیئے۔

"تم جانتے ہو اُسے ہمارے اِس دھندے کی کچھ خبر نہیں۔وہ غلط کاموں کا آلہ کار نہیں بَن سکتا۔اُسکو یہ لگتا ہے کہ عاصِم بے قصور ہے تبھی اُس نے اپنے وکیل کو بغیر کسی کنیکشن کے فیئر ٹرائلز کا کہا تھا۔"مُبین احمد کی تفصیلی وضاحت پر سفیر شہزاد نے اپنی ٹھوڑی کُھجائی۔

"تو یعنی تمہارا بیٹا بے قصور نہیں ہے؟" اُسکے مُسکراتے سوال پر مُبین احمد نے تپ کر اُسے دیکھا جبکہ ھُود اور سیف کے چہرے کی رنگت بحال ہونے لگی۔

"ہمارے دھندے میں کوئی بے قصور نہیں ہوتا اَسفر شہزاد۔تم اور میں بھی برابر کے خطا کار ہیں۔" اُسکے دو ٹوک انداز پر سفیر کو بڑے زور کی ہنسی آئی۔وہ اپنے بیٹے کے بارے میں ایک لفظ بھی منفی نہیں سُن سکتا تھا۔

"میں صِرف ڈرگز اور اِللیگل اسلحے کا دَھندہ کرتا ہوں مُبین احمد۔میرے ہاتھوں پر خُون نہیں ہے۔میں قاتل نہیں ہوں اِسی لیئے تم اور میں برابر خطا کار نہیں ہو سکتے۔"اُسکی مُسکراتی بات پر مُبین احمد کے

چہرے کا رنگ ماند ہوا جبکہ اَسفر شہزاد نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھا لی۔اُسے اپنا پلہ اِس معاملے میں بھاری رکھنا تھا۔

"تم نے شاید اپنے الفاظ سُنے نہیں ہیں۔"مُبین احمد کو طیش گھیرنے لگا۔وہ یہاں صلح کے لیئے آئے تھے اور یہ کمینہ اُنکے پُرانے اعمال نامے کھول کر بیٹھا تھا۔

"سُنے ہیں اچھی طرح۔میں عاصِم کی ضمانت کروا دوں گا۔وہ باعزت بری بھی ہو جائے گا مگر تم اور تمہارے بیٹے نے دوبارہ میرے دھندے کو نقصان پُہنچایا تو یاد رکھنا تمہارے ایک سب سے بڑے جُرم کا میں عینی شاہد ہوں۔"سفیر شہزاد کا انداز صاف دھمکانے والا تھا۔وہ جو مطمئن ہونے والے تھے، سفیر شہزاد کے انداز پر بغور اُسکو دیکھنے لگے۔

"تمہیں میرا خُدا نہیں بننا چاہیئے سفیر۔اپنے اعمال کا جواب تو میں خُدا کو نہیں دینے والا تو تم اپنی حیثیت کیسے بُھول گئے۔"ایک دَم جِس طرح اُس نے لہجہ بدل کر سَرد کیا۔سفیر شہزاد نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا جِسکی آنکھوں میں خون اُترنے لگا تھا۔

"عینی شاہد کو یہ تو یاد ہو گا کہ ایک بار قتل کرنے والا ضرورت پڑنے پر دوسرا قتل بھی کر سکتا ہے، نہیں؟" اپنی جگہ سے اُٹھ کر برف کرتے لہجے میں کہتے مُبین احمد نے سفیر شہزاد کا حلق خُشک کر دیا۔ مُبین احمد خاموش قدموں سے چلتا ہوا اُسکے صوفے کی ہُشت پر جا کھڑا ہوا۔سفیر شہزاد نے جیسے ہی پلٹنے کی کوشش کی مُبین احمد نے اُسکے شانے کو مضبوطی سے جھکڑ کر اُسکی کوشش ناکام بنا دی۔

"لیکن تمہیں بتاؤں میں نے ایک نہیں دو قتل کیئے ہیں اور تم نے اگر دوبارہ مُجھ پر حکم جاری کرنے کی کوشش کی تو تیسرا قتل تمہارا میرے ہی ہاتھوں ہو گا۔"اُس ٹھہراتے لہجے ہر سفیر شہزاد کو سانس لینے میں دُشواری پیش آنے لگی جبکہ ھُود اور سیف نے آنکھیں پھیلا کر ایک دوسرے کو ششدر ہو کر دیکھا۔

"سوچو تو ذرا سفیر شہزاد! جو اپنی فیملی، اپنے بھائی اور بھابھی کا قتل پلک جھپکے بغیر کر سکتا ہے، اپنے بھانجے کا حادثہ کروا کر اُسے نابینا کر کے اپنا محتاج کر سکتا ہے اُسکے لیئے تمہاری کیا حیثیت ہو سکتی ہے بَھلا۔۔۔"اِنتہائی آرام سے اپنے جُرم اور سیاہ اعمال کا اعتراف کرتے شخص کو معلوم نہیں تھا کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں مگر سفیر شہزاد جیسے پیسے والے، رئیس اور اثر اسوخ والے شخص کو اپنا مرعوب کر کے دبا کر رکھنے کے لیئے یہ سب بے حد ضروری لگ رہا تھا اُسے۔

"ہم بزنس پارٹنر ہیں مُبین۔ تمہیں اِتنا سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔" حلق میں اُگتے کانٹوں پر اُس نے کھنکھار کر مُسکرانے کی بُھونڈی کوشش میں کہا جبکہ مُبین احمد کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں سفیر۔جب مقصد ایک ہو تو مِل کر کام کرنا چاہیے۔" اُسکا شانہ تھپتھپا کر پیچھے ہوتے ہو کر اُس نے پچھلی کھڑکی کا پردہ سرکا کر باہر گہری ہو چکی رات کو دیکھ کر مُسکراہٹ دبائی۔وہ یہاں آنے سے قبل جِتنے پریشان اور متفکر تھے اَب اُتنے ہی مُطمئن اور پُرجوش معلوم ہو رہے تھے۔

"کل صبح مُجھے میرا بیٹا گھر پر چاہیئے، سفیر۔"نرم لہجے میں تنبیہہ کر کے وہ مضبوط قدموں سے سٹڈی کے دروازے کی جانب بڑھے اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔سفیر شہزاد نے اپنے تاثرات پر بامُشکل

قابو رکھا۔اُسکو سپید پڑتے دیکھ کر وہ مُسکرا کر باہر چلے گئے۔اُنکی چال پہلے جیسی نہیں رہی تھی جبکہ پیچھے رہ جاتے سفیر شہزاد نے گہرا سانس لے کر چیختے ہوئے سامنے پڑے کانچ کے ٹیبل کو لات مار کر اُلٹ دیا۔اِسی اثناء میں باہر کھڑے دِلاور نے اُس تار کو آہستگی سے دوبارہ اپنی جانب کھینچ کر نکالا اور پھر جِس خاموشی اور رازداری سے آیا تھا اُسی طرح اندھیرے میں مدغم ہونے سے قبل اُس سفید حویلی کی دیوار پھلانگ گیا جہاں آج اقبالِ جُرم ہوا تھا۔

دوسری جانب سیف نے وہ ویڈیو معارِج سکندر کو بھیج دی تھی جو اُس نے آیتِ تطہیر کے کمرے میں جانے سے پہلے مَن و عَن سُن اور دیکھ لی تھی تبھی تو وہ بھاری دِل لیئے گیا تھا۔تب ہی تو اُس نے دِل کے نہاں خانوں میں چُھپا کر رکھی اُس مُحبت کو تطہیر پر آشکار کر دیا تھا کیونکہ دِل کو سہنے کے لیئے اور بہت کچھ کافی تھا۔وہ اِس خوبصورت مُحبت نامی جذبے کو اپنے دِل اور روح کے لیئے بوجھ نہیں بنانا چاہتا تھا۔وہ جذبہ جس نے معارِج سکندر کا بدفطرت لوگوں میں رہنا سہل کیا تھا۔وہ جھونکا جِس نے حَبس کے مارے، تلخ، تاریک اور سَرد راتوں میں کسی کا قتل کر دینے کو بے تاب ہاتھوں میں اُمید کی شمع، جینے کا حوصلہ دیا تھا۔وہ مُحبت جیسا جذبہ ہی تھا جِس نے اُسکی تقسیم ہوئی، بٹی ہوئی شخصیت اور روح کو مزید تباہ ہونے سے بچا لیا تھا۔

✓بازیچہ اطفال ہے دُنیا میرے آگے

ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے

ایک کھیل ہے اورنگِ سُلیماں، میرے نزدیک

اِک بات ہے اعجازِ مسیحا میرے آگے

ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا میرے ہوتے

گِھستا ہے جَبیں خاک پہ دَریا میرے آگے

مَت پُوچھ کہ کیا حال ہے میرا، تیرے پیچھے

تُو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا میرے آگے

سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں، نہ کیوں ہوں

بیٹھا ہے بُت آئینہ سیما میرے آگے

نفرت کا گُماں گُزرے ہے، میں رَشک سے گُزرا

کیوں کر کہوں، 'لو نام نہ اُنکا میرے آگے'

ایمان مُجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مُجھے کُفر

کعبہ ہے میرے پیچھے، کلیسا میرے آگے

عاشق ہوں، یہ معشوق فریبی ہے میرا کام

مُجنوں کو بُرا کہتی ہے لیلیٰ میرے آگے

خوش ہوتے ہیں پر وَصل میں یوں مَر نہیں جاتے

آئی شب ہجراں کی تمنا میرے آگے

ہے موجزن اِک قلزم خُوں، کاش! یہی ہو

آتا ہے ابھی دیکھیئے کیا کیا میرے آگے

گو ہاتھ میں جُنبش نہیں، آنکھوں میں تو دَم ہے

رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

ہم پیشہ و ہم مَشرب و ہمراز ہے میرا

غالب کو بُرا کیوں کہو؟ اچھا میرے آگے۔۔۔

(اسد اللہ خان غالب)

وہ کتنی ہی دیر تک اُسکو یونہی حصار میں لیئے تھپکتا رہا اُسے کچھ خبر نہیں تھی۔وہ حصار میں کیا آتی تھی وقت کی رفتار کا ادراک ذہن سے محو ہو جاتا تھا۔

"میں واقعی نابینا ہو گیا تھا، تطہیر۔"معارِج کے آہستگی سے کہے جانے پر آیتِ تطہیر نے ایک جھٹکے سے چہرہ اُٹھایا مگر معارِج سکندر نے اُسکو اپنے حصار سے جانے نہیں دیا۔

"ک۔۔کیا۔۔۔کب؟" اُسے جیسے اپنی سماعتوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

"چار سال پہلے ایک حادثے میں۔"اُسکے سنجیدگی سے کہے جانے پر تطہیر کے دِل کو دھکا لگا۔

"کیسا حادثہ؟" اُسکے سسکتے سوال پر معارِج نے چہرہ جُھکا کر اُس کے بھیگے چہرے کو دیکھا اور پھر ایک ہاتھ اُسکے چہرے کی جانب بڑھایا۔اَب کی بار آیتِ تطہیر نے چہرہ پیچھے نہیں کیا۔اُسکے آنسو نرمی سے صاف کر کے معارِج نے مُحبت سے اُسکا چہرہ تھپتھپایا۔

"مُظفر آباد آتے ہوئے میری جیپ پہاڑ سے گِر گئی تھی۔"اُسکی اطلاع پر ششدر، پھٹی آنکھوں اور دِل کے ساتھ آیت نے کراہ کر دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیئے۔

"کیوں۔۔۔؟" اُسکے آنسو پھِر سے آنکھوں کے گوشوں میں جمع ہونے لگے۔وہ آج اِتنے دُشوار طلب سوال کر رہی تھی کہ حد نہیں۔

"ٹرالر نے ہِٹ کیا تھا۔"پھِر سے اُسکی پُشت نرمی سے تھپکی گئی اور آیتِ تطہیر کے ذہن میں کوئی جھماکہ ہوا۔کسی خیال سے لرز کر اُس نے معارِج سکندر کے صحت مند، خُوبرو چہرے کو دیکھا جو دَھڑکن چھین لینے والا تھا۔

"ک۔۔۔کس نے کروایا تھا۔۔۔؟" اُسکے لرزتے لہجے میں اِتنا پُریقین خدشہ تھا کہ معارِج نے چونک کر اُسکے زرد پڑتے چہرے کو دیکھا۔

"وہی جِس نے میرے ماں، باپ کا قتل کیا۔"جبڑے بھینچ کر کہتے ہوئے اُسکا لہجہ اور تاثرات اِس قدر پتھر کے ہو گئے تھے کہ تطہیر کتنی ہی دیر آنکھیں پھاڑے بے یقینی سے اُسکو دیکھتی رہی۔

"ک۔۔کون۔۔۔؟" دِل میں کسی گُمان نے سَر اُٹھایا۔

"مُبین اور متین احمد۔"اُن ناموں نے آیت کے سَر پر ساتوں آسمان لا گرائے۔یہ نام تو اُسے سُلطان نے بتائے تھے کیونکہ اُسکو یاد تھے تو کیا معارِج بھی اُن لوگوں کے اعمال سے واقف تھا؟ اُسے یاد آ گیا تھا یا وہ بُھولا ہی نہیں تھا؟ معارِج نے اُسکو سینے سے لگا کر اُسکے سَر پر چہرہ ٹِکا لیا۔اپنے زخم اُن آنسو بَھری آنکھوں میں دیکھ کر کُریدنا آسان نہیں تھا۔

"پہلے پہل مُجھے یاد نہیں تھا۔وہ سب کچھ میرے شعور سے تحت الشعور یا پھر لاشعور میں مدغم ہو گیا تھا مگر تب بھی میں اُن لوگوں سے گُھل مِل نہیں سکا۔متین اور مُبین احمد اور اُنکی بیگمات مُجھے ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے مگر میرے اندر سے کوئی آواز تھی یا کوئی جذبہ جِس نے مُجھے ہمیشہ اُن سب سے دُور رکھا اور پِھر مُجھے ایک دِن سب یاد آ گیا۔"وہ اِتنے مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا کہ آیت کو دِل کے کان لگا کر سُننا پڑ رہا تھا۔

"جِس دِن آپ کا حادثہ ہوا تھا؟" چہرہ اُٹھائے بغیر اُس نے سوال کیا اور تبھی اُسکے دِل کو دھکا لگا۔ معارِج سکندر کی آنکھ سے بہتے متواتر آنسو اُسکے بالوں میں جذب ہونے لگے۔

✓مُدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیئے ہوئے

جُوشِ قدح سے بزم چراغاں کیئے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر جِگر لَخت لَخت کو

عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیئے ہوئے

پھر وضعِ اِحتیاط سے رُکنے لگا ہے دَم

برسوں ہوئے ہیں چاکِ گریباں کیئے ہوئے

پھر پُرسشِ جراحتِ دِل کو چلا ہے عِشق

سامانِ صد ہزار نمکداں کیئے ہوئے

باہم دگر ہوئے ہیں دِل و دِیدہ پھر رقیب

نظارہ و خیال کا ساماں کیئے ہوئے

دِل پھر طوافِ کوئے مَلامت کو جائے ہے

پِندار کا صنم کدہ ویراں کیئے ہوئے

پھر عِشق کر رہا ہے خریدار کی طلب

عرضِ متاعِ عقل و دِل و جاں کیئے ہوئے

پھر چاہتا ہوں نامہِ دِل دار کھولنا

جاں نذرِ دِل فریبیِ عُنواں کیئے ہوئے

اِک نو بہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ

چہرہ فروغِ مہ سے گُلستاں کیئے ہوئے

پھر جی میں ہے کہ دَر پہ کسی کے پڑے رہیں

سَر زیرِ بارِ مِنّتِ درباں کیئے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دِن

بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیئے ہوئے

غالب ہمیں نہ چھیڑ کے پھر جوشِ آشک سے

بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفاں کیئے ہوئے۔۔۔

(اسد اللہ خان غالب)

"تو پھر میں کب جاؤں؟" وہ جو دالان میں پودوں کو پانی دینے میں محو تھی، اچانک سے پوچھے جانے والے سوال پر چونک کر پلٹی اور پھر پیچھے کھڑے مُسکراتے ھُود کو دیکھ کر اُس نے پائپ کا رُخ اُسکی جانب کیا جو بروقت اُسکے تاثرات بھانپ کر پیچھے ہوا تھا۔

"کہاں جانا ہے؟" حملہ ناکام ہوتے دیکھ کر پائپ گلابوں کی کیاری میں ڈال کر اُس نے سائیڈ پر نصب نلکے کو بند کر کے اُس سے سوال کیا۔

"تمہارے گھر۔"ھُود کے کہے جانے پر اُس نے ناسمجھی سے اُسکو دیکھا۔

"میرے گھر، کیوں؟" وہ جو آہستگی سے مُسکرا رہا تھا اُسکے بے تکے سوال پر اُسکی مُسکراہٹ سِمٹی۔

"تیل لینے۔"اُسکے یوں جَل کر کہے جانے پر صدف کی ہنسی بےساختہ تھی۔

"آپ جَلتے بھی ہیں۔"اُسکی ہنسی نے فلحال جَلتی پہ تیلی کا کام کیا تھا۔

"یار! میں سیریئس ہوں۔" اُسے واقعی بُرا لگا تھا تبھی صدف کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"اچھا پھر سے بتائیں کیا کہہ رہے تھے۔" مُسکراہٹ دبا کر پوری طرح سے سنجیدگی طاری کرتی صدف کو چند لمحے دیکھتے اُسکی نگاہ ٹھہری اور پھر تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ وہ تیزی سے پلٹا۔

"ارے رے رے!" اُسکو یوں بغیر کچھ کہے پلٹتے دیکھ کر اُسکو تنگ کرنے کو تیار صدف مُجیب کے ہاتھ کے طوطے کبوتر سب اُڑھ گئے۔ تیزی سے بوکھلا کر بھاگتے ہوئے وہ اُسکے آگے آئی جِس نے چونک کر بروقت قدم روک لیئے ورنہ ضرور اُن دونوں کا سَر خالی برتن کی طرح بجتا۔

"میں مزاق کر رہی تھی، ھُود۔" اُسکے سنجیدہ، خفا چہرے کو دیکھ کر اُسکی ساری شوخی ہوا ہوئی۔ پہلے جو موسم شاداب لگ رہا تھے، وہ اُس ایک شخص کی وجہ سے کملانے لگا۔

"مگر میں سنجیدہ ہوں۔" اُسکے آہستگی سے کہے جانے پر صدف نے نگاہ بھر کر اُسکے وجیہہ چہرے کو دیکھا۔ دِل گُداز ہونے لگا تو فوراً نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

"اچھا، معذرت! کب جا رہے ہیں پھر میرے گھر؟" اُس نے وہی سوال کیا جو ھُود ابراھیم اُس سے کرنے آیا تھا۔ ھُود کے سنجیدہ تاثرات میں دراڑ آئی۔ اُمڈنے کو بے قرار مُسکراہٹ کو بامُشکل قابو کیا۔

"کِس لیئے؟" اُسی کے انداز میں بے نیازی سے پوچھا جبکہ صدف ہنس دی۔

"میرا ہاتھ مانگنے کے لیئے۔" کیا ہی ناز سے جواب دیا گیا جبکہ ھُود کی آنکھیں چمکیں مگر چہرے پر سُرخی چھانے لگی۔ وہ صدف کی طرح کچھ بھی کہہ دینے والا نہیں بلکہ ایک سنجیدہ اور کم گو اِنسان تھا۔ صدف نے مُسکرا کر اُسکے جھینپتے چہرے کو دلچسپی سے دیکھا۔

"میرے ہاتھ سلامت ہیں۔" اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُسکے سامنے کرتے ہوئے اُسکے خوشی کے غبارے کو سُوئی سے پھاڑ دیا گیا۔

"بدتمیز اِنسان!" آگے ہو کر ھُود شانے پر پوری قوت سے تھپڑ مار کر اُس نے ھُود ابراھیم کو کراہنے پر مجبور کر دیا۔

"کیا کر رہی ہو؟ اِتنا زور کا لگا ہے۔" کندھا سہلا کر جِس طرح وہ نزاکت دِکھا رہا تھا صدف نے نفی میں سَر ہلایا۔

"اِسی لیئے مارا تھا۔اَب بتائیں کب جا رہے ہیں میرا رشتہ لینے؟ شرافت سے بتانا۔" اپنے جملے کے آخر میں دانت پیس کر جو تنبیہہ کی اُس پر ھُود کا قہقہ بڑا بے ساختہ تھا۔

"کب جاؤں؟" اُسکے ایک دَم مودبانہ ہو کر پوچھے جانے پر صدف کو بڑے زوروں کی ہنسی آئی مگر اُس نے فوراً ضبط کر لی۔

"جب آپ مصروف نہ ہوں۔ مُظفرآباد سے اِسلام آباد اچھا خاصہ دُور ہے جناب۔" کہہ کر اُس نے جیسے اُس پر اپنے اِسلام آباد کے دُور ہونے کا رعب ڈالنا چاہا جبکہ ھُود ابراھیم قطعی متاثر نہیں ہوا۔

"چاند پر ہی کیوں نہ ہو، جانا تو لازم ہے۔" اُسکے مدھم لہجے پر صدف کی پلکوں پر منوں بوجھ آ گِرا۔ اُسکو یوں گُلابی پڑتے دیکھ کر ھُود کی مُسکراہٹ بڑی بے ساختہ تھی۔

✓ عجیب خوابوں بھری وہ آنکھیں ہیں یار جِن پر

ہم اپنی نیندیں حرام کرنے کا سوچتے ہیں۔۔۔

"آپ عرصے بعد آئے ہیں یہاں؟" وہ جو پچھلے پندرہ منٹ سے خالی، زخمی آنکھیں لیئے اُن قبور کو دیکھ رہا تھا، آیت کے سوال پر چونک کر اُسکو دیکھا اور اُن سیاہ آنکھوں میں اِس قدر حزن تھا کہ آیتِ تطہیر کا دِل خُون ہونے لگا۔

"آتا رہا ہوں مگر قریب سے دیکھنے کی ہمت آج کی ہے۔" چہرہ پھیر کر اُس نے آہستگی سے کہا۔ آیت کو بے اِختیار سُلطان یاد آیا۔

"کیوں؟" وہ اِس طرح کے سوالات کر کے اُسکے اندر وید ہوئے غُبار کو باہر نکلنے کا راستہ دینا چاہتی تھی۔

"کیونکہ میرے لیئے یہ آج بھی زندہ ہیں۔ اِنکی قبور دیکھ کر دِل کو مَلال اور پچھتاؤں میں دھکیلنا ہوتا ہے۔ اِیسے لگتا ہے یہ زندہ ہیں اور میں مَر چُکا ہوں۔" اُسکی آخری بات اِس قدر مَلُول کر دینے والی تھی کہ آیتِ تطہیر نے دنگ ہو کر اُسکو دیکھا جو اُن قبروں کو مسمار ہو جاتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اُسکی ہستی کو مُنہدم ہوتے محسوس کر سکتی تھی۔ یہ جگہ اُس شخص کے اعصاب کا امتحان تھی۔ اپنی خواہشات، شناخت اور گھرانے کو منوں مٹی تلے دَفن دیکھنے سے زہادہ بھیانک اِحساس معارِج سکندر اور سُلطان خان کے لیئے کوئی نہیں تھا۔

"مُجھے بابا جان کے اُس یقین پر مَلال ہے جو اُنہوں نے اپنے سوتیلوں پر کر کے پُشت پر چوٹ کھائی ہے۔میں وہ لغزش، وہ خطا کبھی نہیں کروں گا۔"اُسکے انداز میں بچوں جیسی حسرت اور افسوس تھا۔ آیت کی انکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے جبکہ معارِج سکندر یونہی چہرہ جُھکا کر اُن قبروں کے کتبے دیکھتا رہا جِس پر اُسکے محبوب لوگوں کے نام کنندہ تھے۔

✓تمہاری قبر پر میں فاتحہ پڑھنے نہیں آیا

مُجھے معلوم تھا تم مَر نہیں سکتے

تمہاری موت کی سچی خبر جِس نے اُڑائی تھی

وہ جُھوٹا تھا

وہ تم کب تھے

کوئی سُوکھا ہوا پتہ ہوا سے مِل کے ٹُوٹا تھا

میری آنکھیں!

تمہارے مَنظروں میں قید ہیں اَب تک

میں جو بھی دیکھتا ہوں، سوچتا ہوں

وہ وہی ہے

جو تمہاری نیک نامی اور بدنامی کی دُنیا تھی

کہیں کچھ بھی نہیں بدلا

تمہارے ہاتھ میری اُنگلیوں میں سانس لیتے ہیں

میں لکھنے کے لیئے جب بھی

قلم، کاغذ اُٹھاتا ہوں

تمہیں بیٹھا ہوا اپنی ہی کرسی پہ پاتا ہوں

بدن میں میرے جِتنا بھی لہو ہے

وہ تمہاری لغزشوں، ناکامیوں کے ساتھ بہتا ہے

میری آواز میں چُھپ کر

تمہارا ذہن رہتا ہے

میری بیماریوں میں تم

میری لاچاریوں میں تم

تمہاری قبر پر جِس نے تمہارا نام لکھا ہے

وہ جُھوٹا ہے!

تمہاری قبر میں تو میں دفن ہوں

تم مُجھ میں زندہ ہو

کبھی فرصت مِلے تو فاتحہ پڑھنے چلے آنا۔۔۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

صبح اُٹھ کر نماز پڑھنے کے بعد وہ دالان میں چہل قدمی کر رہا تھا تبھی آہٹ پر چونک کر پلٹا۔

"اسلام و علیکم، سُلطان!" فریش جُوس کا گلاس اُٹھا کر قریب آتی آیتِ تطہیر کی نرم پُکار پر وہ بے ساختہ مُسکرا دیا۔یہ سوال کرنا بے معنی تھا کہ اُسکو دیکھے بغیر کیسے معلوم ہوا کہ وہ معارِج نہیں سُلطان ہے۔

"بہت دِنوں بعد آئے ہو۔میں بہت یاد کر رہی تھی تمہیں۔"اُس کی جانب گلاس بڑھاتے ہوئے مُسکرا کر کہا جبکہ سُلطان نے ہنسی دبائی۔

"معارِج کو معلوم ہوا نہ تو جَل کر خاک ہو جائے گا۔"سُلطان کی بات پر وہ جِس طرح گُلابی ہوئی، سُلطان نے ٹھٹک کر بغور اُسکا چہرہ دیکھا اور پِھر سَر جھٹکا۔

"تم تو دوست ہو نہ۔تمہیں سب کہہ سکتی ہوں۔"اُسکے سیاسی بیان پر سُلطان نے بامُشکل مُسکراہٹ دبائی۔

"بہت تیز ہوتی جا رہی ہو معارِج کے ساتھ رہ کر۔"سُلطان کا انداز شرارتی تھا تبھی وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی۔

"میں ناشتہ بناتی ہوں پِھر اندر آ جانا۔"نرمی سے کہہ کر وہ پلٹنے لگی۔

"تطہیر!" مگر سُلطان کی پُکار پر ٹھہر کر پلٹی۔

"کیا ہوا؟" اُسکو پلٹتے دیکھ کر بھی جب اُس نے کچھ نہیں کہا تو تطہیر نے کسی قدر حیرانگی سے اُسکی سنجیدگی کو دیکھا۔

"میں جا رہا ہوں۔" اُسکی بات پر آیت ٹھٹکی اور پھر تیز قدموں سے اُس تک آئی۔

"کہاں؟" اُس کا لہجہ بے حد مدھم تھا یوں جیسے اُسے سُلطان خان کی بات کا مفہوم سمجھ آ گیا ہو۔

"جہاں سے آیا تھا۔" کندھے اچکا کر اُسکو متفکر ہوتے دیکھ کر اُس نے لاپرواہی سے کہا۔ آیتِ تطہیر اُسکا مُسکراتا چہرہ یاسیت سے دیکھتی رہی۔

"میرے آنے کا مقصد اِس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا کہ معارِج کے غم کا بار اُٹھا سکوں تب تک کے لیئے جب تک وہ خود نہیں اُٹھا سکتا۔ اور اَب وہ اُٹھا سکتا ہے تو مُجھے اُسکی زندگی میں بار بار آتے جاتے ہوئے اُسکو تھکان میں مُبتلا نہیں کرنا۔" اُسکی بات میں اِس قدر خلوص اور اپنائیت تھا کہ آیت کی آنکھوں کی سطح بھیگنے لگی۔ وہ اُسکا پہلا دوست اور غم خوار تھا۔ جب اُس نے خود سے کسی پر بھروسہ نہ کرنے کا عہد لیا تھا اُس عہدِ نامہرباں میں اُس نے سب سے پہلے سُلطان خان کو بے ضرر جانا تھا۔

"اُسکے مضبوط ہونے کے لیئے میرا جانا بہت ضروری ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ دُشمن جو اُسکی تاک میں ہیں اُنکے ہاتھ اُسکا کوئی کمزور پہلو لگے۔" اُسکی اگلی بات پر آیت کی آنکھوں سے آنسو پھسل رُخساروں پر بہتے چلے گئے۔ جُھک کر آگے ہوتے ہوئے اُس نے سُلطان کا مضبوط ہاتھ اپنی نرم گرفت میں لے کر اُلفت سے تھپتھپایا۔

"معارِج کو مُجھ تک لانے کے لیئے بے حد شُکریہ، سُلطان۔ تم اگر مُجھ سے نکاح نہ کرتے تو میں مُحبت میں بھی ناکام ہو جاتی۔ میں تمہیں ہمیشہ، عمر کے آخری لمحے تک یاد رکھوں گی۔" اُسکے گلوگیر لہجے پر سُلطان بے ساختہ مُسکرا دیا۔

"تم مجھے یاد رکھو گی، یہ اطلاع سب سے خوبصورت ہے اور اِسی دِل موہ لیتی بات پر میں تمہیں کوئی تحفہ دینا چاہتا ہوں۔" اُسکے مسکرانے پر آیتِ تطہیر بھی مُسکرا دی۔ اُس شخص کو دیکھ کر وہ مُشکل سے مُشکل حالات میں بھی مُسکرا دیتی تھی۔

✓میں قیدِ جاں میں مُسلسل تڑپتا رہتا تھا

وہ مُجھ تک آیا ہے زِنداں میں ہوا کی طرح۔۔۔

(راکب مُختار)

"تم پہلے ہی مُجھے اِس دُنیا کا سب سے خوبصورت، سب سے مُنفرد اور سب سے انمول تحفہ دے چُکے ہو۔" اُسکی بات پر سُلطان کی سیاہ آنکھوں میں ناسمجھی اُتری۔

"معارِج!" اور پِھر وہ نام دونوں نے بیک وقت کہا اور پِھر ایک ساتھ ہنستے چلے گئے۔ وہ نام اُن دونوں کے لیئے پُل کی حیثیت رکھتا تھا۔

"کہیں گھومنے چلو گے میرے ساتھ؟" مُسکراہٹ ضبط کر کے اُس نے بڑے مان سے سوال کیا۔ سُلطان کتنے ہی پل اُسکے ناز سے اُٹھے چہرے کو دیکھے گیا۔

"تمہارے ساتھ تو چاند پر بھی جایا جا سکتا ہے۔" اُسکی مُبالغہ آرائی پر آیت نے اُسکو گھور کر دیکھا۔

"میری رسائی صِرف زمین تک ہے۔"اُسکے انداز پر سُلطان نے سَر کو خم دے کر جیسے اُسکی رسائی کی تصدیق اور تائید کی۔

"تو بس پھر وہیں چلتے ہیں جہاں تمہاری رسائی ہے۔"جوس کا گلاس ایک گھونٹ میں ختم کر کے کہتے ہوئے اُس نے آیت کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

وہ اُسے واقعی زندگی کے کسی لمحے میں، کبھی بھی نہیں بُھولنے والی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہوئے دالان سے ہو کر اندر تک آئے۔اندر صدف کچن میں کھڑی پانی پی رہی تھی۔اُن دونوں کو ہنستے، مُسکراتے اندر آتے دیکھ کر کتنی ہی دُعائیں تھیں جو اُس نے عرش کے حوالے کر دیں۔

"یار! یہ گلاس پکڑو۔"اُسکو دیکھ کر سُلطان نے تیزی سے اُسکو گلاس تھمایا جبکہ صدف کے دھیان میں دراڑ آئی۔

"سُلطان بھائی!" اُسکے آہستگی سے کہے جانے پر آیت نے اُسکو دیکھ کر نامحسوس انداز میں سَر اثبات میں ہلایا۔

"ہم باہر جا رہے ہیں۔شام تک واپسی ہو گی۔تم بور تو نہیں ہو گی نہ؟" آیت کے کہے جانے پر صدف کے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی۔

"بے فکر ہو کر جاؤ۔ خوب گُھوم پِھر کر، موج اُڑا کر آنا۔" صدف کے مُسکراتے انداز پر سُلطان نے آگے ہو کر اُسکا سَر تھپتھپایا اور پِھر اپنے کمرے سے جیپ کی چابی لینے چل دیا۔ پیچھے ساکن رہ جاتی صدف نے چہرہ پھیر کر آیت کو دیکھا جو کسی گہری سوچ میں مگن نظر آ رہی تھی۔

"سُلطان بھائی کہیں جا رہے ہیں؟" صدف کے سوال پر آیت نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"ہاں!" اُسکے مُختصر جواب میں بھی اِس قدر واضع اُداسی تھی کہ صدف اُسے دلگرفتگی سے دیکھتی رہی اور پِھر آگے بڑھ کر اُسکو گلے سے لگا کر اُسکی پُشت مُحبت سے تھپکی۔

"تو پِھر جاؤ اور اُنکو بہت مُحبت اور خلوص سے اِیسے رخصت کر کے آؤ کہ اُنکے دِل میں کوئی مَلال، کوئی دُکھ باقی نہ رہے۔" اُن حوصلہ افزا الفاظ پر آیت نے گہرا تھکا ماندہ سانس لے کر صدف کا کندھا تھپتھپایا اور پِھر صدف نے اُسکو اپنے سامنے کیا۔

"جذاک اللہ، صدف!" اُسکے ہاتھ نرمی سے تھپتھپا کر اُس نے صدف کو ہنسنے پر مجبور کر دیا اور تبھی سُلطان جیپ کی چابیاں لے کر آتا ہوا نظر آیا تو وہ دونوں دوستیں ایک دوسرے سے الگ ہوئیں۔

"خیریت سے جایئے گا سُلطان بھائی اور اپنا ڈھیروں خیال رکھنا۔" صدف کے کہے جانے پر وہ پہلے ٹھٹکا اور پِھر پورے دِل سے مُسکرا دیا۔

"جذاک اللہ!" کہہ کر سُلطان جیسے ہی دروازے کی جانب بڑھا، آیت اُسکے پیچھے تیزی سے بھاگی۔

اور پھر اُس پورا دِن اُنہوں نے جنگل، سڑکیں، پہاڑ، آبشار اور ندیوں کو کھوجتے گُزار دیا۔ گہری ہوتی شام میں نظر آتا چاند کا ادھورا عکس بہتی ندی میں واضح تھا۔ وہ دونوں بڑے سے پتھر پر بیٹھے نیچے بہتے پانی کو دیکھ رہے جِس میں چاند کا عکس نمایاں تھا۔

"تمہیں چاند اِتنا کیوں پسند ہے؟" سُلطان کے سوال پر آیت نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو ندی کے بجائے اُونچے، بلند و بالا پہاڑ کو دیکھ رہا تھا۔

"معلوم نہیں! بس اِیسے ہی مجُھے چاند کی تابناکی بہت پسند ہے یا پھِر چاند کی یہ بات کہ جب وہ ادھورا ہوتا ہے تب بھی وہ اکیلا نہیں ہوتا۔" اُسکی مُبہم سی بات پر سُلطان کی نظر پہاڑ اور بادلوں کی اُوٹ سے نمایاں ہوتے چاند تک گئی۔

"کیسے اکیلا نہیں ہوتا؟ ابھی بھی دیکھو آدھا ہے اور اُداس کر دینے والا۔" سُلطان کی بات پر اُس نے بھی چہرہ اُٹھا کر آسمان کو دیکھا۔

"نہیں! چاند کا دوسرا حصّہ اُسکے ساتھ ہی ہے۔ نظر نہ آنے کے باوجود موجود۔ بعض اوقات ہم اپنے پیاروں کو بھی تو یونہی نہیں دیکھ سکتے مگر اُنکا ہماری زندگی میں ہونا اَٹل ہے۔ وہ نظر نہ آنے کے باوجود ہماری زندگی کا اَن مِٹ حصّہ ہوتے ہیں، سُلطان۔" اُسکی وضاحت پر سُلطان کی نگاہ بےاِختیار ہو کر چاند سے اُس چہرے تک گئی جِسکی تابناکی ہر شے کو مات دینے کی قدرت رکھتی تھی۔ وہ بےساختہ مُسکرا دیا۔

"یعنی دوسرے لفظوں میں تم یہ کہہ رہی ہو کہ میں جا کر بھی نہیں جاؤں گا۔" مُسکراہٹ دبا کر اُس نے اُسکی بات کو اپنا مَن پسند لبادہ اوڑھا دیا جبکہ آیتِ تطہیر کی ہنسی بےساختہ تھی۔

"یعنی میں کہنا چاہ رہی ہوں کہ تمہیں جا کر بھی میں جانے نہیں دوں گی۔ تم میرے اور معارِج کی زندگی کا اَن مِٹ حصّہ ہو اور ہمیشہ رہو گے۔" اُسکے ہی انداز میں کہتی آیت، سُلطان خان کو بہت پیاری لگی۔

"اِیسے ہی تو معارِج تمہارا دیوانہ نہیں ہے۔" سُلطان کی مُسکراتی، الگ سی بات پر آیت چونکی اور پِھر جھینپ گئی۔

"کیا مطلب؟" وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

"مطلب اگر میرے ہونے کا مقصد صِرف معارِج سکندر کے غم کا بار اُٹھانا نہیں ہوتا تو میں ضرور تم سے مُحبت میں مُبتلا ہو جاتا۔" اُسکی اِتنے واضح انداز پر آیت کا چہرہ بےساختہ گُلابی ہوا۔ لرزتی پلکیں اُٹھا کر اُس نے سُلطان کو دیکھا جو نرمی اور اپنائیت سے مُسکراتے ہوئے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اور اُس سے کیا ہوتا؟" مُسکراہٹ کے ساتھ اُس نے بڑی دلچسپی سے سوال کیا۔

"اُس سے ہوتا یہ کہ میں معارِج سکندر کا حقیقی رقیب بَن جاتا۔" اُس نے بڑے مزے سے اپنا موقف بیان کیا جبکہ آیت کے چہرے سے مُسکراہٹ جُدا نہیں ہو سکی۔

"کِتنا شوق ہے نہ تمہیں معارِج کے رقیب بننے کا۔" اُسکے ہی انداز میں شرارت سے آیت نے اُسکو چھیڑا مگر وہ ہنستا چلا گیا۔

"تمہارے شوہر کو جَلا سَڑا کر کباب کرنے کا اپنا ہی الگ مزہ ہے۔" اُسکے کہے جانے پر آیت نے اُسکے شانے پر آہستگی سے تھپڑ مارا جبکہ سُلطان نے کراہ کر اُسکو دیکھا۔

"معارِج کی طرح ڈرامے نہ کرنا۔" اِس سے پہلے کہ وہ دہائی دیتا، آیت نے پہلے ہی اُنگلی اُٹھا کر خبردار کر دیا اور پھر سُلطان کے تاثرات پر وہ ہنسی اور پھر ہنستی چلی گئی جبکہ سُلطان دلچسپی سے اُسکو دیکھے گیا۔ دُور اُفق پر روشن چاند نے اُن دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ نوک جُھوک کرتے ہوئے اُداسی سے دیکھا اور پھر بادلوں میں مدغم ہونے لگا۔ کم ہوتی روشنی پر باتیں کرتی آیت نے چہرہ اُٹھا کر آسمان کو دیکھا اور پھر گُھٹتے دِل سے بادلوں کے جُھرمٹ میں معدوم ہو چُکے چاند کو اور اِس سے قبل چہرہ پھیر کر سُلطان کو دیکھتی، سُلطان کا سَر اُسکے شانے سے آ لگا۔ رُکتی دھڑکن سے چہرہ پھیر کر آیتِ تطہیر نے سُلطان خان کو دیکھا جو نہ جانے کب نیند کی وادیوں میں اُترتا چلا گیا تھا۔ اُن بند سیاہ گھنیری پلکوں کو دیکھتی تطہیر کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔ وہ جانتی تھی جب یہ آنکھیں کھلیں گی تو سُلطان خان نہیں ہو گا اور دوبارہ۔۔۔ وہ پلٹ کر کبھی نہیں آئے گا۔ اور اُس گہری نیند سوئے ہوئے شخص کے کہیں اندر، گہرے اندھیرے میں اَب جھانکا جائے تو وہاں کوئی زندان اور اُسکا قیدی نہیں تھا۔ روشن دِل یوں جگمگا رہا تھا جیسے یہاں کی گہری تاریکی میں کبھی کوئی قیدی زنجیروں کے ساتھ باندھ کر نہیں رکھا گیا۔ اَسیر قیدی اپنے قدموں کے اَن مِٹ نِشان چھوڑ کر اپنی منزل کی جانب واپس لوٹ گیا تھا، وہیں جہاں سے وہ آیا تھا۔

✓ گئے دِنوں کا سُراغ لے کر کِدھر سے آیا، کِدھر گیا وہ

عجیب مانوس اجنبی تھا، ہمیں تو حیران کر گیا وہ

بَس ایک موتی سی چَھب دِکھا کر، بس ایک میٹھی سی دُھن سُنا کر

ستارہ شام بَن کے آیا، برنگِ خوابِ سَحر گیا وہ

خُوشی کی رُت ہو کہ غم کا موسم، نظر اُسے ڈھونڈتی ہے ہر دَم

وہ بُوئے گُل تھا کہ نغمۂ جاں، میرے تو دِل میں اُتر گیا وہ

نہ اَب وہ یادوں کا چڑھتا دریا، نہ فُرصتوں کی اُداس بَرکھا

یوں ہی ذرا سی کھسک ہے دِل میں جو زخم گہرا تھا، بَھر گیا وہ

کچھ اَب سنبھلنے لگی ہے جاں بھی، بدل چلا رنگِ آسماں بھی

جو رات بھاری تھی ٹَل گئی ہے، جو دِن کَڑا تھا گُزر گیا وہ

شکستہ پا راہ میں کھڑا ہوں، گئے دِنوں کو بُلا رہا ہوں

جو قافلہ میرا ہمسفر تھا مثالِ گردِ سفر گیا وہ

میرا تو خُوں ہو گیا ہے پانی، سِتم گروں کی پلک نہ بھیگی

جو نالہ اُٹھا تھا رات دِل سے، نہ جانے کیوں بے اَثر گیا وہ

وہ مے کدے کو جگانے والا، وہ سب کی نیندیں اُڑانے والا

یہ آج کیا اُسکے دِل میں آئی کہ شام ہوتے ہی گھر گیا وہ

وہ ہجر کی رات کا ستارہ، وہ ہم سُخن، ہم نفس ہمارا

صدا رہے اُسکا نام پیارا، سُنا ہے کل رات مَر گیا وہ

وہ جِس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر، سفر کیا تُو نے منزلوں کا

تیری گلی سے نہ جانے کیوں آج، سَر جُھکائے گُزر گیا وہ

وہ رات کا بے نوا مُسافر، وہ تیرا شاعر، تیرا ناصِر

تیری گلی تک تو ہم نے دیکھا تھا پِھر نہ جانے کِدھر گیا وہ۔۔۔

(ناصِر کاظمی)

\-

صبح معارِج اُسکو تیار ہونے کا کہہ کر وہ خود تو آفس چلا گیا تھا جبکہ وہ تیار ہو کر بیٹھی بُور ہوتی رہی۔ صدف کو کل شام ہی خُود بس ٹرمنل تک چُھوڑ کر آیا تھا اِیسے میں وہ جو صدف کی موجودگی کی عادی ہوگئی تھی اوراب وہ خفا ہونے لگی۔ جیپ کی آواز پر اُس نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر وہاں دیکھا جہاں معارِج جیپ کھڑی کر کے تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھ کر اُوپر آیا۔ اُسکی عُجلت پر آیت حیران ہو کر ہال سے نکل کر کمرے میں آئی مگر اُسکے آنے سے قبل ہی معارِج ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا۔ اُسکی پُھرتی آیت کی تو سمجھ سے باہر تھی تبھی دیوان پر بیٹھ کے اُسکا اِنتظار کرنے لگی جو ٹھیک دَس مِنٹ نہایا، خوشبوؤں میں بسا ہوا سیاہ قمیض شلوار میں باہر نکلا۔ اُسکی نظر آیت تک نہیں گئی تھی جو چہرہ پھیر کر اُسکو ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بال سنوارتے بہت شوق سے دیکھ رہی تھی۔

"ہم جا کہاں رہے ہیں؟" عقب سی آتے سوال پر وہ چونکا اور پِھر بال سنوار کے قمیض کی آستینوں کو اوپر کرکے اُس تک آیا اور پِھر مُقابل ٹیبل پر بیٹھا مگر جیسے ہی چہرہ اُٹھا کر سجی سنوری، سادگی میں بھی

جگمگاتی تطہیر کو دیکھا، وہ اپنے اگلے الفاظ بُھول گیا۔ اُسکو یوں یک ٹک، ساکن سا بیٹھا دیکھ کر آیت نا سمجھی سے آگے ہوئی۔

"کیا ہوا ہے؟" اُسکے سوال پر معارِج سنبھل کر پیچھے ہوا۔ آیت نے آنکھیں سُکیڑ کر اُسکو دیکھا جو جواب دینے کے بجائے گردن کی پُشت پر ہاتھ پھیر کر نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔

"معارِج!" اَب کے آیت کو تشویش ہونے لگی۔

"ہمم!" دیکھے بغیر اُس نے آہستگی سے کہا۔

"کہاں جانا ہے ہم نے؟" معارِج کو یوں کھڑکی سے باہر دیکھتے پا کر اُسکو اپنی تیاری اکارت جاتی محسوس ہونے لگی۔

"بس جانا ہے کہیں۔" مُبہم سے جواب پر آیت چند پل اُسکو دیکھے گئی۔

"کیا میں اچھی نہیں لگ رہی؟" طویل ہوتے خاموشی کو اُس نے ہی بُجھتے دِل سے توڑا جبکہ معارِج نے اَب بھی چہرہ نہیں پھیرا۔

"نہیں!" اُسکے پھر سے مُختصر جواب پر آیت نے مایوس ہوتے دِل سے پاؤں نیچے کیئے۔

"میں کپڑے بدل کر۔۔۔" اُٹھ کے تیزی وہ اُسکے برابر سے گُزرنے لگی جبکہ معارِج نے چہرہ پھیرے بغیر اُسکو کلائی سے تھام کر روک لیا۔ جھٹکا کھا کر آیت پلٹی اور اُسکو دیکھا جو اُسکی جانب دیکھنے پر مائل نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کیا ہوا معارِج؟ آپ۔۔۔ مُجھے دیکھ کیوں نہیں رہے؟" جھجھک کر اُس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"تمہیں دیکھا تو سب اہم کام بُھول جاؤں گا اور آج کی شام بہت اہم ہے۔ میں بھٹکنا نہیں چاہتا۔" اُس مدہم پُرفسوں لہجے پر آیت کے دِل کی دھڑکن ٹھہر گئی۔ اُس نے نگاہ جُھکا کر ٹیبل پر چہرہ پھیر کر بیٹھے معارِج کو دیکھ کر اپنی کلائی کو دیکھا جِس پر اُسکی نرم گرفت مضبوط ہو رہی تھی۔

"تعریف کرتے ہوئے آپ کی زُبان گِھس جائے گی نہ۔" خفگی سے کہہ کر اُس نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چُھڑا کر معارِج کو جھٹکا کھانے پر مجبور کر دیا۔ حیرانگی سے چہرہ پھیر کر اُس نے آیتِ تطہیر کو دیکھا جو اُسکے عین سامنے دیوان پر دونوں پاؤں اوپر کر کے دَھپ سے بیٹھ گئی۔

"میں نے تعریف کر دی تو تم ہی کونے کُھدرے ڈھونڈنے لگو گی۔" اُسکی جانب مکمل فرصت سے بیٹھتے ہوئے اُس نے آیت کو خفت زدہ کر دیا۔ اُسکے گُلاب ہوتے چہرے کو معارِج سکندر مکمل یکسُوئی اور دِلچسپی سے دیکھنے لگا جبکہ اُن نظروں کے پُرشوق اِرتکاز پر آیتِ تطہیر کا دِل مَسرت کے احساس سے مغلوب ہو کر کانوں میں دَھڑک اُٹھا تھا۔

"اِیسے کیا دیکھ رہے ہیں؟" پندرہ منٹ تک جب وہ یونہی بغیر تھکے اُسے دیکھتا رہا تو آیت کو جُھنجھلا کر کہنا پڑا جب کے اُسکے انداز کر معارِج نے مُسکراہٹ دبائی۔

"دیکھ رہا ہوں کہ تم سادگی میں کیسے میری دَھڑکنیں چھیننے پر قادر ہو سکتی ہو۔" اُسکے محبوبانہ انداز پر آیت خفت سے سُرخ پڑی۔ دھڑکنوں نے اپنا لاگ بدل کے ٹھہر ٹھہر کر دھڑکنا شروع کر دیا۔

"سچ کہہ رہا ہوں۔" اُسکے تاثرات سے محظوظ ہوتے ہوئے اپنے الفاظ پر شدت سے زور دیا گیا۔

"تم بھی جواب میں کچھ کہہ سکتی ہو۔" اُسکی شرمگیں مُسکراہٹ اور گلابی ہوتے چہرے کو قربان جاتی نظروں سے دیکھتے اُسکو مُخلصانہ مشورے سے نوازا۔

"مثلاً!" آیت نے مُسکراہٹ ضبط کر کے توجہ سے اُسکا بے تاب چہرہ دیکھا۔صاف ظاہر تھا کہ وہ اُس سے کچھ سُننے کو سخت بے چین ہے۔

"مثلاً میری تعریف اور اگر تعریف نہیں تو کم اَز کم یہی کہہ دو کہ مُحبت کے اِس سفر کا میں اکیلا مسافر نہیں ہوں۔" بڑی ہمت کر کے اُس نے وہ بات کہہ دی جو دِل کو کچوکے لگا کر کھائے چلی جا رہی تھی۔اُسکے یوں برجستہ کہتے جانے پر آیتِ تطہیر کی دھڑکنیں بے ہنگم ہوئیں۔

"میں تم پر اپنی مُحبت مُسلط نہیں کر رہا، نہ کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے اندر تمہاری جانب سے چاہے جانے کی خواہش بہت شدید ہے، تطہیر اور اِس شدت پر میرا کوئی اِختیار نہیں۔" معارِج سکندر کو جذبے آشکار کرنے پر کمال حاصل ہو چُکا تھا اور اَب وہ اُسکے اِظہار سے لمحے بَھر بھی چُوک کر اپنا مزید قیمتی وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔آیتِ تطہیر کو لگا اُسکا دِل پسلیاں توڑ کر باہر نِکل آئے گا۔اُس شخص کی مُحبت اِتنی ہی زورآوار اور دِلکش تھی۔

"تم پر کوئی جبر نہیں۔تم مُجھ سے مُحبت نہ کرو، میں کرتا رہوں گا۔**مولانا روم فرماتے ہیں کہ مُحبت کے اِظہار میں عقل بے اِختیار ہے۔** میں بھی بے اِختیار ہو چُکا ہوں۔" وہ ساحر تھا۔خوبصورت لفظوں کے اِسم سے دِل کی دُنیا تہہ و بالا کر دینے والا ساحر، مُحبت میں مُبتلا کر دینے والا ساحر۔آیتِ تطہیر خاموشی سے اپنی سرپٹ دوڑتی دھڑکنوں کو سُن رہی تھی جو اُن لفظوں پر نثار جا رہی تھیں جبکہ اُس کی خاموشی پر سیاہ روشن آنکھوں کی جُوت بُجھی اور پھر وہ خاموشی سے چہرہ جُھکا گیا۔آیت نے اُسکو بے حد اُلفت

سے دیکھا جو اُسکے عین سامنے سیاہ قمیض شلوار میں ملبوس چہرہ جُھکائے مایوس بیٹھا تھا۔چند پل وہ اُسکے سیاہ گھنے ہلکے خم دار بالوں کو محویت سے دیکھتی رہی اور پھر۔۔۔

"مُحبت کے اِس سفر کے آپ کبھی بھی اکیلے مُسافر نہیں تھے، معارِج۔میں ہمیشہ سے آپ کے ہمقدم تھی۔"اُسکے گھنے سیال بالوں میں آہستگی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے مدھم لہجے میں معارِج سکندر کی سماعتوں میں کوئی اِسم، کوئی سحر پھُونک دیا گیا۔رُکتی، لرزتی دَھڑکن کے ساتھ معارِج نے چہرہ تیزی سے اوپر کیا مگر آیتِ تطہیر نے اپنا ہاتھ اُسکے سَر سے نہیں اُٹھایا۔وہ یونہی جُھک کر بے یقینی سے سیاہ آنکھیں پھیلائے اُسے دیکھنے لگا جِس نے ہمیشہ کی طرح اُس سے نگاہیں نہیں چُرائیں بلکہ سُنہری آنکھیں نہایت اُلفت اور نرمی سے تابناک ہو کر اُسے ہی دیکھنے میں مصروف تھیں۔

✓اُن آنکھوں کی ایک جھلک پر عُمر گزاری جا سکتی ہے

جنگیں جیتی جا سکتی ہیں

شاعری زِندہ رہ سکتی ہے

خواب میں اُسکی ایک جَھلک پر

مَن مرضی کے خوابوں کی تعبیر سمیٹی جا سکتی ہے

زخم بُھلائے جا سکتے ہیں

بِن دَستک دروازے کھولے جا سکتے ہیں

اُن آنکھوں کی ایک جَھلک پر عُمر گزرای جا سکتی ہے۔۔۔

"یعنی!" اُس بے یقینی پر ہنستی آیت کو قربان ہو جانے کو جی چاہا۔

"اللہ! اِس سے زیادہ واضح میں نہیں کہہ سکتی۔" جھینپ کر اپنا ہاتھ کھینچ کر پیچھے کرتے ہوئے اُس نے معارِج سکندر کے مایوس وجود میں نئی رُوح پھونک دی۔

"میں اپنی مرضی کا کچھ بھی فرض کر لوں گا پھر۔" چمکتی آنکھوں کے ساتھ تنبیہہ کی گئی جبکہ آیت نے مُحبت سے اُسکا جگمگا اُٹھتا چہرہ دیکھا۔

"کر لیں۔ آپ جو بھی فرض کریں گے وہی اٹل حقیقت ہو گی۔" مُسکراہٹ دبا کر کہتے ہوئے اُس نے معارِج کو تحیر زدہ کر دیا۔

"تو پھر میں فرض کر رہا ہوں کہ تمہیں بھی مُجھ سے مُحبت ہے۔" معارِج نے بے ربط ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ بے چینی سے کہا۔ کہیں اندر دھڑکا سا دِل کو ابھی بھی لگا ہوا تھا اور تبھی اُسکے دیکھتے ہی دیکھتے آیتِ تطہیر نے ہنس کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چُھپا کر اثبات میں سَر ہلاتے ہوئے معارِج سکندر کو سُن کر دیا۔ ساری دُنیا اُسکے ایک عمل نے ساکن کر دی تھی۔ حالانکہ اعتراف پہلے بھی ہو چُکا تھا مگر آیتِ تطہیر کے اُس ایک عمل نے جو غضب معارِج سکندر کے دِل پر ڈھایا اُسکا کسی اعتراف، کسی وضاحت سے کوئی مُقابلہ نہیں تھا۔

"شُکر ہے میرا بیٹا واپس آ گیا۔" عاصِم کو آئے ہوئے کئی گھنٹے ہو چُکے تھے مگر مُبین احمد اور رفعت بیگم کا دِل بھر نہیں رہا تھا۔ وہ اولاد جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، مُشکل سے گرفتار ہو کر والدین کے پاس

واپس آئے تو روئے زمین میں اُن سے زیادہ خوش کوئی بھی نہیں ہوتا۔ مُبین احمد کسی گہرے خیال میں غرق عاصم کا کمزور ہوا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ صِرف تین دِن کی قید نے اُنکے بیٹے کو کیسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ جتنا سوچتے جاتے اُتنا سفیر شہزاد پر طیش آتا تبھی گاڑی کے ہارن پر اُن سب نے چونک مر پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"معارِج ہو گا۔ کہہ رہا تھا کوئی بہت اہم بات کرنی ہے۔" مُبین احمد کے کہے جانے پر سب کو پہلی بار اُسکی آمد بُری نہیں لگی جبکہ اَسارہ کے چہرے کو مُسکراہٹ نے چُھو لیا۔ اُن سب کی سماعتیں جو ہمیشہ کی طرح معارِج کی مخصوص اِسٹک کی آواز کے مُنتظر تھے، قدموں کی مضبوط دھمک پر وہاں دیکھنے لگے جہاں سے معارِج سکندر اپنی مخصوص چھڑی اور بغیر کسی سہارے کے چلتا ہوا آ رہا تھا۔

"اسلام و علیکم!" اُسکے ساتھ موجود عورت کو دیکھ کر اَسارہ ششدر رہ گئی جبکہ باقی سب نا سمجھی سے اُن دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ آتے دیکھ رہے تھے، معارِج کے سلام پر چونک کر سنبھلے۔

"یہ لڑکی کون ہے؟" اپنی بیٹی کا پیلا اور ششدر پڑتا چہرہ دیکھ کر رفعت بیگم نخوت سے سلامتی نظرانداز کر کے پوچھتے ہوئے خون خوار نظروں سے اُس خوبصورت، نفاست سے تیار، پُروقار سی لڑکی کو دیکھنے لگیں۔

"یہ آیتِ تطہیر ہے۔ آپ سب جانتے ہیں۔" نرمی سے مُسکراتے ہوئے چہرہ پھیر کر اُس نے جِن تاثرات سے آیت کو دیکھا، اُن سب کا ماتھا ٹھنکا۔ کسی عورت کو دیکھ کر معارِج سکندر کے پتھر تاثرات میں اِیسے دراڑ کیسے پڑ سکتی تھی؟

"جانتے ہیں وہی جو۔۔۔" جمیلہ بیگم کے بات کاٹے جانے پر معارِج نے چہرہ پھیر کر اُنکو دیکھا۔

"مگر آپ یہ نہیں جانتی کہ آیتِ تطہیر میری بیوی ہے۔" اُسکی سنجیدہ اطلاع پر سب کے پیروں کے نیچے سے زمین نِکل گئی سوائے عُروج کے جو خُوشی اور شوق سے اُن دونوں کو دیکھ رہی تھی جو ایک ساتھ کھڑے شاندار، نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت اور مکمل لگ رہے تھے۔

"کیا بکواس ہے یہ؟" چند لمحے لگے تھے اَسمارہ کو سنبھلنے میں اور دوسرے ہی پل غُرا کر وہ آگے بڑھی۔

"اِس لڑکی کا تو میں چہرہ بگاڑ۔۔۔" اَسمارہ مُبین کو اِس لڑکی کا بازار والا انداز نہیں بھولا تھا اور کیا اُسکی یہی وجہ تھی تبھی وہ اُس پر جھپٹی اور قبل اِس کے آیت پر حملہ کرتی، معارِج نے بروقت آیت کو اپنے حصار میں لے کر اپنی جانب کر لیا۔

"تمیز سے اَسمارہ۔اپنی بیوی کے بارے میں دوبارہ اِیسے الفاظ اور انداز میں بالکل برداشت نہیں کروں گا۔" اُسکے انداز کی قطعیت اور سختی پر کاشف اور عاصم نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا اور یہ تہہ ہو گیا کہ یہ عورت واقعی معارِج سکندر کی بیوی ہے۔

"ہاہ! تمہاری اِتنی ہمت کہ تم میری بیٹی کو رَد کر کے اِس دو ٹکے کی لڑکی کو اہمیت دو۔" اَسمارہ کا سُرخ پڑتا چہرہ دیکھتی رفعت بیگم کے کلیجے پر ہاتھ پڑا تبھی وہ بلبلا کر بولیں جبکہ متین اور مُبین احمد ناسمجھی اور اِضطراب سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔

"میری ہمت تو ابھی آپ نے دیکھی کہاں ہے، رفعت آنٹی لیکن مُبین انکل آپ اپنی بیگم کو کہیں کہ زُبان سنبھال کر بات کریں۔" اُسکا تمیز والا لہجہ بھی اِس قدر کُھردرا اور کاٹ دار تھا کہ مُبین احمد نے ٹھٹک کر اُسکے پتھر تاثرات دیکھے۔

"یقیناً یہ تمہاری دولت کے پیچھے ہو گی ورنہ ایک نابینا شخص سے کون۔۔۔" اُنکی بات پر معارِج نے آہستگی اور نرمی سے آیت کو سائیڈ پر کھڑا کیا اور پھر خود قدم قدم اُنکی جانب بڑھ کر عین سامنے ٹھہر گیا۔کچھ کہے بغیر آنکھوں پر لگا رکھی سیاہ گلاسز اُتار کر اُس نے برف کر دیتی نظروں سے رفعت بیگم کو دیکھ کر اُنکا لہو جما دیا۔

"ت۔۔۔تم۔۔۔تم دیکھ سکتے۔۔۔ہو؟" رفعت بیگم کے ہکلاتے استفسار پر اُن سب نے دہل کر معارِج سکندر کو دیکھا جو چہرہ جُھکا کر مُسکرا رہا تھا۔

"میں آپ سب کو سرپرائیز دینا چاہتا تھا لیکن میں بُھول گیا تھا کہ یہاں میں سوتیلا ہوں۔میری خوشی، کامیابی، جیت سے آپ لوگوں کا کوئی واسطہ نہیں۔"اُسکے مدھم لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ مُبین احمد اندر تک ٹھٹک کر آگے بڑھے۔

"معارِج! میرے بیٹے۔۔۔تم ٹھیک ہو گئے؟" اُنکے ایک دم سے یوں گلوگیر انداز پر آیت تک نے ہق دق ہو کر اُنکی کامیاب اداکاری دیکھی جبکہ ایک اِستہزایہ مُسکراہٹ معارِج سکندر کے چہرے کو چُھو گئی۔چہرہ پھیر کر اُس نے اپنی جانب فرطِ جذبات سے بڑھتے مُبین احمد کے قدم زنجیر کر دیئے۔اُن سیاہ آنکھوں میں اِیسی کاٹ تھی کہ اُنکے اندر باہر خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"تم نے ہمیں خوش کر دیا ہے، میرے شیر۔۔۔تم نہیں جانتے کہ میں کِس قدر خوش ہوں۔"مُبین احمد سنبھل کر آگے بڑھے اور اُسکو دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔رفعت اور جمیلہ بیگم نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھِر ساری بات سمجھ میں آتے ہی اُن دونوں کے نفرت ذدہ، تحقیر آمیز تاثرات میں فوراً اِیسی تبدیلی آئی کہ گرگٹ تک دیکھ کے عش عش کر اُٹھتا۔

"تم ہمارے لیئے بڑی خوش قدم ثابت ہوئی ہو بیٹے۔"متین احمد نے بھی میدان میں بر وقت قدم رکھ کر آگے بڑھتے ہوئے آیتِ تطہیر کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا مگر آیت بروقت پیچھے ہوئی۔وہ اِن فریبی، ظالم، سیاہ کار لوگوں کو برداشت صِرف معارِج کی وجہ سے کر رہی تھی۔

"عاصم اور کاشی۔۔۔کل ایک شاندار ولیمے کی دعوت کا اِنتظام کرو۔ہمیں آج دو دو خوشیاں مِلی ہیں۔" مُبین احمد کے جُوش پر اَسارہ کا چہرہ نفرت اور ہتک سے سُرخ ہوا۔

"بابا!" اُسکے یک دَم چیخ اُٹھنے کا بھی مُبین احمد پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔رفعت بیگم تیزی سے اُسکی جانب بڑھیں اور پھِر اُسکی مزاحمت اور شور کو نظرانداز کیئے اُسکے کمرے کی جانب گھسیٹ کر لے جانے لگیں۔اپنی بیٹی کی بےوقوفی کی وجہ سے سالوں کا بنا بنایا کھیل بگاڑا نہیں جا سکتا تھا۔کاشف نے تپتی نظروں سے عاصم کو دیکھا جِس نے اثبات میں سَر ہلا کر اُسکو جیسے خاموش تسلی دے کر حوصلہ رکھنے کا کہا۔

"اللہ آیت! میں بتا نہیں سکتی کہ مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔"عُروج نے جُوش سے اُسکا ہاتھ پکڑ کر ہلایا تو آیت نے چونک کر اُسکے پُرخلوص، بےرِیا چہرے کو دیکھا۔اِس گھر میں واحد یہ چہرہ تھا جِسکا دِل اُسکے معارِج کے لیئے بالکل پاک اور بےضرر تھا۔آیت کے چہرے کو مُسکراہٹ نے چھُو لیا۔اُس نے

عُروج کا ہاتھ نرمی سے تھام کر تھپتھپایا جبکہ جمیلہ بیگم نے بے حد غور سے اُس لڑکی کے چہرے کو دیکھا جہاں پہلے والے سرد بیگانہ تاثرات کہیں بھی نہیں تھے۔

"تم ہمارا خاندان ہو معارِج۔ ہمارے گھر کا حصّہ۔ کبھی مت سمجھنا کہ تم سوتیلے ہو۔" مُبین احمد کے کہے جانے پر معارِج نے بغور اُس چہرے کو دیکھا جو جُھوٹ، فریب اور رِیاکاری کرتے ہوئے کیسے اداکاری کر رہا تھا۔ دِل میں کہیں اندر سے نفرت اور اِنتقام کا غُبار اُٹھنے لگا۔ بڑے ضبط سے مُٹھیاں بھینچ کر اُسکا مُسکرا دینا پڑا جبکہ آیت نے تاسف سے معارِج سکندر کی جبری مُسکراہٹ اور لہو رنگ، زخمی آنکھوں کو دیکھا اور عین اُسی لمحے نظروں کی گھائل کر دینے والی تپش پر معارج نے چیرہ پھیر کر اُسکو دیکھا اور یَکا یک وہ جبری مُسکراہٹ دِل پسند چہرے کو دیکھتے ہی آنکھوں کو روشن اور چہرے کو بہار کی طرح کِھلا گئی۔ اُن سیاہ آنکھوں تک جا کر روشن کرتی مُسکراہٹ پر آیتِ تطہیر بےساختہ ہنس دی اور معارِج سکندر کے دِل کی ساری کثافت، سارا تنفر بھک سے اُڑ کر کہیں اندر ہی مدغم ہو گیا۔ ایک چہرے نے سارے منظر، ہر موسم کو بدل کر رکھ دیا تھا۔

"اَسفر ہنس رہا تھا کہ دو دِن پہلے آئی ہوں اور پھِر سے مُظفر آباد کی رَٹ لگا دی ہے۔" اُسکو تیار کرتی صدف نے مُسکراتے ہوئے کہہ کر آیت کو بھی ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

"آنٹی اور اَسفر کیسے ہیں؟" اُسکے پوچھے جانے پر صدف نے اُسکا دوپٹہ سیٹ کر کے شیشے میں نظر آتے اُسکے عکس کو دیکھا۔

"بہت خوش تمہارے لیئے اور کہہ رہا تھا مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ آیت کی شادی معارِج سکندر سے ہو گی۔"صدف کی بات پر آیت نے حیرانگی سے چہرہ پھیرا۔

"اُسکو کیسے معلوم؟" وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

"بتا تو رہا تھا کہ کہیں بازار میں اُس نے معارِج بھائی کو جلتے بُھنتے دیکھا اور وہیں سمجھ گیا تھا۔"صدف کا انداز اِتنا مزاحیہ تھا کہ آیت کی ہنسی بےساختہ تھی۔

"معارِج تو اُس جیلسی کو اِیسے اُون کرتے ہیں جیسے کوئی تمغہ ہو۔"اُسکے مُسکراتے لہجے پر صدف نے آئینے میں نظر آتے اُسکے دلکش عکس کی کتنی ہی بلائیں لے ڈالیں۔پھر وہ اُسے تیار کر کے باہر لے کر جانے لگی کیونکہ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔معارِج نے اِتنے لوگوں کو دعوت دی تھی کہ حد نہیں۔کاروباری شراکت دار، اُسکی اکیڈمی کے دوست، کاؤنٹر ٹیررازم کے کولیگز اور سینئرز، اِردگرد رہنے والے لوگ، پولیس والے کتنے ہی دوست۔اُسکے اپنے دوست دِلاور، سیف اور ھُود اُسکے پاس وقت سے پہلے پُہنچ چُکے تھے۔

"کیا پلان ہے پھر؟" ھُود نے اُسکو مہمانوں کے جم غفیر میں اِردگرد نگاہیں دوڑاتے دیکھ کر آہستگی سے کہا۔

"وہی جو پہلے تھا۔جِن کے لیئے مصنوعی جاہ و جلال، پیسہ اور نام اہم ہو اُنکو مات بھی اِنہی چیزوں سے دی جاتی ہے۔"اُسکے لہجے کے عظم پر ھُود نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا تبھی دُلہن کی آمد کا شور اُٹھا تو معارِج نے چہرہ پھیر کر بڑی سے ایل-ای-ڈی کے عقب سے آیتِ تطہیر کو عُروج اور صدف کے

ساتھ آتے دیکھ کر اپنا سانس تک روک لیا، اِس حد تک ہی وہ حسین لگ رہی تھی جبکہ صدف کو یوں بنے سنورے دیکھ کر لمحے بھَر کے لیئے ھُود ابراھیم بھی قوتِ گویائی سلب کر بیٹھا۔سیف اور دِلاور نے مُسکراہٹ دبا کر اُن دونوں دیوانے ہو چُکے مردوں کو دیکھا اور پھِر نفی میں سَر ہلایا۔

"معارِج!" اُسکو یوں گُم صُم، سیاہ آنکھیں پھیلائے ساکت دیکھ کر قریب آ چُکی عُروج نے قدرے اونچا پُکارا۔

"ہمم۔۔۔ہاں۔۔۔!"معارِج جِسطرح چونک کر ہوش میں آیا عروج اور صدف نے معنی خیزی سے آیت کو دیکھا جسکی جھجھکتی نظر معارِج کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ایک بار پھِر سجدہ ریز ہوتی چلی گئی تھی۔فرنٹ رو میں صوفے پر بیٹھی جلتی بُھنتی اَسارہ مُبین کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ ہر شے کو آگ لگا کر تہس نہس کر دیتی۔ سٹیج کے پیچھے، قدرے اُونچائی پر نصب اسکرین پر دعوتِ ولیمہ کی مُبارک سلامت کے ساتھ روشن اُن دونوں کے نام مُنہ پر تمانچے کی صورت پڑتے محسوس ہو رہے تھے مگر اُسکو اپنے گھر والوں کے بڑے اور لالچی پلان کے لیئے ضبط کرنا ہی تھا۔معارِج کو آیت کا ہاتھ کسی قیمتی متاع کی طرح تھام کر ہونٹوں سے لگاتے دیکھ کر جہاں شور شرابہ اُٹھا وہیں اَسارہ کی آنکھیں جلنے لگیں۔عورتوں کو ایک نظر تک نہ دیکھنے والا کیسے سامنے کھڑی اپنی بیوی پر قربان جا رہا تھا۔اُن آنکھوں کی چمک اور تابناکی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تھی تبھی جلتی آنکھوں سے وہ نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔ ستم تو یہ تھا کہ اُنکی مُحبت کی اُس جاوداں کہانی میں اَسارہ مُبین کو وِلن تک نہیں بننے دیا گیا۔ گاہے بگاہے چہرہ پھیر کر آیتِ تطہیر اور معارِج سکندر کے ہنستے مُسکراتے، ایک دوسرے کی مُحبت

بھری سنگت پر شاد چہرے دیکھتی اور نئے سِرے سے دِل کے نہاں خانوں میں احساسِ زیاں انگڑائی لینے لگتا۔

✓لیئے جاتی ہے سارے خواب میرے

یہ رُت ہجرت کا عالم ہو گئی ہے

مُنیر! انجام رنجِ رائیگاں ہے

اَذیت ہجر کی کم ہو گئی ہے۔۔۔

(مُنیر نیازی)

بیٹی پر گُزرتے رائیگانی کے احساس کو جانتے ہوئے بھی کروفر سے بیٹھے مُبین احمد کی کڑی نظریں خوش باش، ہنستے مُسکراتے معارِج سکندر پر تھیں۔وہ دیکھ سکتا ہے، اُس نے علاج کب شروع کروایا، اُن سب کو کیوں بے خبر رکھا؟ یہ سوال اِیسے تھے کہ اِن کا جواب تلاشنا بہت ضروری تھا تبھی یک دم غضنفر حویلی میں جہاں فنکشن مُنعقد کیا گیا تھا اُس دالان کی تیز روشنیاں بند ہوئیں اور ساری مدہم روشنیوں کا فوکس سٹیج پر نصب ایل-ای-ڈی پر ہو گیا۔سب کے ساتھ معارِج اور آیت نے بھی چونک کر چہرہ پھیرا اور تبھی کوئی منظر سکرین پر روشن ہوا۔اُس منظر میں جو افراد تھے اُنکو دیکھ کر کتنی ہی گردنیں حیرانگی سے پلٹیں، اے-ایس-پی جواد تیزی سے سیدھا ہوا۔کاؤنٹر ٹیررازم، اِینٹی نارکوٹیکس اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے معارِج سکندر کے دوست اور کنیکشنز نے اپنی پوزیشنز سنبھال لی۔غضنفر حویلی کے سب افراد نے ششدر ہو کر مُبین احمد کو دیکھا جو پھیکے پڑتے، سفید چہرے کے ساتھ خود کو اُنہی

جرائم کا اعتراف کرتے سُن اور دیکھ رہے تھے جو صِرف اُنھوں نے سفیر شہزاد کے سامنے، اُسکو رعب میں رکھنے کے لیئے کیئے تھے۔ اپنے بھائی اور بیوی کے قتل اور بھانجے کو اپنا محتاج کرنے کا بتاتے ہوئے وہ جِس طرح تب مُسکرائے تھے وہاں موجود کتنے لوگوں نے گھن کھا کر، نفرت سے اُنکو دیکھا۔ خود پر پڑتی اُن سب لوگوں کی نظروں پر مُبین احمد کو یوں لگا جیسے اُنکے جسم سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔ رفعت بیگم، عاصِم اور اَسمارہ نے ششدر ہو کر اُنکو دیکھا اور تبھی اگلی ویڈیو چلنا شروع ہو گئی اور اُس ویڈیو کو دیکھ کر متین احمد اور مُبین احمد کے قدموں تلے سے اَب کے سہی معنوں میں زمین نکل گئی۔ بات اولاد پر جو آ گئی تھی۔ پھٹتی آنکھوں اور خوف سے رُکتے دِل کے ساتھ وہ دونوں اپنے بیٹوں کاشف اور عاصِم کو سفیر شہزاد اور اُسکے ساتھیوں کے ساتھ اِلّیگل مال لوڈ کرواتے دیکھ رہے تھے۔ پیٹیاں کھول کر اسلحے اور ڈرگز کو کو دیکھتا عاصِم مُبین دیکھنے والوں کو بے حد پُروفیشنل لگ رہا تھا۔

"کتنے دِن تک بارڈر سے نیا مال آئے گا؟" ڈرگز کی مدھوش کن خوشبو کو سونگھتے ہوئے اُس نے سفیر شہزاد سے سوال کیا اور تبھی کاشف نے آگے بڑھ کر ایک پیکٹ اُٹھا کر کھولا۔ وہاں کھڑے گارڈز سے بات کرتے متین احمد نے ایک نظر اُسکو دیکھ کر مُسکرا کر نظرانداز کر دیا۔ اِیسی چھوٹی موٹی شرارتیں تو چلتی رہتی ہیں۔

"تمھیں الگ سے ڈرگز مِلتی تو ہیں پھِر ہمیشہ مال سے کیوں نکالتے ہو؟" عاصِم کی اگلے مُسکراتے سوال پر سب آنکھیں پھاڑ کر اُس پاگل اور مُجرم خاندان کو دیکھنے لگے جبکہ رفعت اور جمیلہ بیگم کو لگا آسمان اُنکے سروں پر آ گرا ہو۔ ہونٹوں پر بے یقینی سے ہاتھ رکھ کر کھڑی آیت نے چہرہ پھیر کر معارِج کے پتھر سے زیادہ سخت ہوتے تاثرات کو دیکھا۔ اُسکی آنکھوں میں اِیسا تاثر تھا کہ وہ اندر تک لرز کر رہ گئی

مگر اُسکی نظروں پر معارِج نے چہرہ پھیر کر جِس طرح تاثرات نرم کیئے اُس پر آیتِ تطہیر کا دِل اُسکے غم اور اذیت میں پھٹ جانے لگا۔وارنٹ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ پولیس، اِینٹی نارکوٹیکس، کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ کے وہاں موجود معارِج سکندر کے سارے کنیکشنز، کولیگز اور دوست حرکت میں آ چکے تھے۔ گاڑیوں سے ہتھکڑیاں نکال کر مُبین احمد اور متین احمد کو پہنچائی گئی اور رفعت اور جمیلہ بیگم چیختے ہوئے اپنے دِل پر ہاتھ رکھ کر اپنے غرور اور نفرت سمیت مسمار ہو کر صوفے پر بیٹھتی چلی گئیں۔ مُبین احمد کے بے حس وجود میں حرکت تب ہوئی جب ہتھکڑی عاصِم کو پہنائی گئی۔خوف سے پھیلتے دِل سے اُنہوں نے پریشان، خوف ذدہ اور بوکھلائے اپنے بیٹے کی جانب بڑھنا چاہا مگر ایس-پی صادق نے اُنکی کوشش ناکام بنا دی۔

"ایک ہی جیل کی چکی پیسنی پڑے گی۔وہیں مِل لینا۔"ایس-پی کے کہنے نے اُنکو اندر باہر سے چیر کر رکھ دیا۔

"میرے بیٹے نے ک۔۔۔کچھ نہیں کیا۔۔ایس-پی۔۔۔میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔"اُنکی لرزتی، کانپتی آواز پر معارِج سکندر نے مُٹھیاں سختی سے بھینچ لیں۔

"م۔۔۔میں نے کیا۔۔۔ہے سب۔۔میرے بیٹا کا کوئی قصور۔۔۔نہیں۔۔۔"چند لمحے میں ساری نفری اِیسے غضنفر حویلی میں آ گئی تھی جیسے کسی کے ایک اِشارے کے مُنتظر ہوں تبھی عاصِم کو دھکا دے کر لے جاتے ہوئے اُنکے دِل کے ٹکڑے ہونے لگے۔اپنے باپ کو یوں پولیس والوں کے سامنے بے بس اور مجبور ہوتا دیکھ کر عاصِم کی آنکھیں سُرخ ہوئیں اور تبھی چہرہ پھیر کر اُس رش میں معارِج سکندر کو تلاشا جو اُسکو سٹیج پر دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا نظر آ گیا تھا۔اُن آنکھوں کی اِنتقامی، بھسم کر

دیتی کاٹ فاصلے سے بھی محسوس کر کے اُسکا دماغ بھک سے اُڑا اور اُسکے دیکھتے ہی معارِج سکندر سٹیج سے اُتر کر قدم قدم چلتا اُن تک آیا۔مُبین احمد کے دِل میں کوئی آس سَر اُٹھانے لگی۔پھر دو جمع دو کی تفریق کرتا عاصِم اُس پر جھپٹ پڑا۔ساری نفری بوکھلا کر آگے آئی مگر معارِج سکندر نے ہاتھ اُٹھا کر اُنکو روکتے ہوئے بروقت اپنے گریبان کو پُہنچتے عاصِم مُبین کے دونوں ہاتھ کلائیوں سے سختی سے پکڑ کر یوں جھٹک دیئے جیسے وہ کوئی اُچھوت ہو۔متین اور مُبین احمد نے ناسمجھی بھری بے یقینی سے معارِج سکندر کے پتھروں سے زیادہ سخت اور برف سے زیادہ سَرد تاثرات کو دیکھا۔

"تم۔۔۔تم نے کیا ہے نہ سب۔۔۔۔تم نے وار۔۔۔کیا ہے نہ پُشت سے۔۔۔۔"عاصم کے غُراتے لہجے پر جمیلہ، رفعت، متین، مُبین، اسمارہ اور کاشف نے بے یقینی سے معارِج کو دیکھا جبکہ عُروج خاموشی سے صوفے کے دستے کا سہارا لے کر بیٹھتی چلی گئی۔اُسکو معلوم تھا کہ ایک دِن بویا کاٹنے کا دِن ضرور آئے گا۔

"جب اپنے اعمال سیاہ ہوں، جب اپنے ہاتھ معصوموں کے خون سے رنگے ہوئے ہوں تب عاصِم مُبین! کسی دوسرے پر چڑھائی نہیں کرتے۔پُشت پر وار کرنا تمہارے پُرکھوں کی روایت ہے۔میں نے تو تمہارے باپ کی ساری تدبیریں تم لوگوں کو واپس لوٹائی ہیں بس۔"آگے بڑھ کر اُسکا کالر نفاست سے دُرست کرتے ہوئے اُس نے چہرہ پھیر کر مُبین احمد کے چہرے کو دیکھا جس پر زلزلے کے آثار تھے۔

"اولاد کے غم سے زیادہ ظالم اور بڑا غم اِس دُنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔سہی کہا نہ میں نے؟"مُبین احمد کے چہرے کو تنفر سے دیکھتے ہوئے اِنتہائی اطمینان سے تائید چاہی گئی جبکہ مُبین احمد کو جیسے سب

سمجھنے میں، اپنے اعصاب یکجا کرنے میں کئی لمحے لگے اور پھر سمجھ آتے ہی معارج پر حملہ کرنا چاہا مگر ناکام ہونے کی صورت میں جو بکواسیات اُس شخص کے مُنہ سے نکلنے لگیں اُس پر وہاں موجود تمام مہمان کانوں کو اُنگلیاں لگانے لگے۔ معارِج اُسی اطمینان سے پیچھے ہوا جیسے یہ ایک اِشارہ ہو اُن سب مُجرموں کو لے جانے کا اور پھر اُن کی مزاحمت، مغلظات، رونے، دھونے کو نظرانداز کر کے اُنکو اُس شام معارِج سکندر کے ولیمے سے لے جایا گیا اور وہ نظارا پورے مُظفرآباد نے دیکھا۔ جِس قتل اور ظُلم کا کوئی گواہ نہیں تھا اُسکا چرچہ اَب ہر ایک کی زُبان پر یوں تھا جیسے وہی عینی شاہد ہوں، جیسے وہ قتل، وہ ظُلم اُن سب کا آنکھوں دیکھا ہو۔ سب کو معارِج سکندر کے غم کی اب جا کر خبر ہوئی تھی جب زمانے گُزر چُکے تھے۔ لوگ ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے کہ کہیں پاس رہتے شخص کی آستین میں کوئی خنجر، کوئی سانپ نہ ہو جو اُنکا کام تمام یوں آ کر کرے کہ وہ اپنی آستین سے غافل ہوں جیسے معارِج سکندر کے والدین بے خبری کا شکار رہے تھے۔ مُظفرآباد کے اُس گاؤں میں آدمی آدمی سے محتاط ہونے لگا تھا کیوں نہ ہوتا آخر اپنی جان کِس کو پیاری نہیں ہوتی اور کوئی بھی پُشت سے وار نہیں سہنا چاہتا۔

✓زندگی سے ڈرتے ہو؟

زنگی تو تم بھی ہو، زندگی تو ہم بھی ہیں

زندگی سے ڈرتے ہو؟

آدمی سے ڈرتے ہو؟

آدمی تو تم بھی ہو، آدمی تو ہم بھی ہیں

آدمی زُباں بھی ہے، آدمی بیاں بھی ہے

اُس سے تم نہیں ڈرتے!

حرف اور معانی کے رشتے ہائے آہن سے آدمی ہے وابستہ

آدمی کے دامن سے زندگی ہے وابستہ

اُس سے تم نہیں ڈرتے

اَن کہی سے ڈرتے ہو!

جو ابھی نہیں آئی اُس گھڑی سے ڈرتے ہو

اُس گھڑی کی آمد کی آگہی سے ڈرتے ہو

پہلے بھی تو گُزرے ہیں

دور نارسائی کے، بے رِیا خُدائی کے

پھِر بھی یہ سمجھتے ہو ہیچ آرزو مندی

یہ شب زُباں بندی، ہے رہ خُداوندی

تم مگر یہ کیا جانو!

لَب اگر نہیں ہلتے، ہاتھ جاگ اُٹھتے ہیں

ہاتھ جاگ اُٹھتے ہیں راہ کا نِشاں بن کر

نور کا نِشان بن کر

ہاتھ بول اُٹھتے ہیں صُبح کی اذاں بن کر

روشنی سے ڈرتے ہو؟

روشنی تو تم بھی ہو، روشنی تو ہم بھی ہیں

روشنی سے ڈرتے ہو!

شہر کی فصیلوں پر

دیو کا جو سایہ تھا، پاک ہو گیا آخر

رات کا لبادہ بھی چاک ہو گیا آخر

اژدہامِ اِنساں سے فرد کی نَوا آئی، ذات کی صدا آئی

راہِ شوق میں جیسے راہرو کا خُوں لپکے

اِک نیا جُنوں لپکے

آدمی چھلک اُٹھے

آدمی ہنسے دیکھو

شہر پھر بسے دیکھو

تم ابھی سے ڈرتے ہو؟

ہاں! ابھی تو تم بھی ہو

ہاں! ابھی تو ہم بھی ہیں

تم ابھی سے ڈرتے ہو۔۔۔

(ن-م-راشد)

"میری سمجھ سے باہر ہے، شادی کی سالگرہ ھُود کی ہے، ہم کیوں جا رہے ہیں۔"ویسٹ کوٹ پہنتے معارِج نے جُھنجُھلا کر کہتے ہوئے آیت کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔سیاہ شیشوں والی چادر شانے پر پھیلا کر وہ اُسکے اور آئینے کے درمیان میں آ کھڑی ہوئی اور منظر ایک بار پِھر مکمل ہو گیا۔مُسکراتے، شاداب چہرے کے ساتھ اُس نے ویسٹ کے بٹن باندھ کر کے نفاست سے ہاتھ پھیر کر نادیدہ گرد صاف کر کے معارِج کو چہرہ اُٹھا کر دیکھا جو چمکتی سیاہ آنکھوں میں مُحبت کے جگنو لیئے اُسکو بڑی اُلفت سے دیکھ رہا تھا۔گُزرے سال اُن آنکھوں میں ٹھہری مُحبت کو چُھوئے بغیر گُزر کر آگے بڑھ گئے تھے، بڑھ رہے تھے۔

"بہت اچھے لگ رہے ہیں۔"ہاتھ اونچا کر کے ماتھے پر بکھر آتے اُسکے بال دُرست کرتے ہوئے، دِل میں **'ماشاءاللہ'** پڑھ کے اُس نے اِس قدر بے رِیائی سے کہا کہ معارِج سکندر کے دِل کی دھڑکنیں بے ھنگم ہو گئیں۔اُسکو اپنا آپ اُس تعریف کے بعد ہمیشہ اِس قدر اچھا لگتا کہ کوئی حد نہیں۔

"اور تم ہمیشہ کی طرح دھڑکن چھین لینے والی۔"اُس چہرے کو دیکھتے اُلفت کے ہاتھوں مغلوب ہو کر اُس نے جُھکتے ہوئے آیتِ تطہیر کی پیشانی کو ہونٹوں سے چُھو لیا۔آنکھیں مُوند کر وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی۔دِل کے نہاں خانوں تک وہ لمس خوشبو لُٹانے لگا۔

"ہمارا ولی عہد کہاں ہے؟" پیچھے ہو کر اُسکو اپنے حصار میں لیتے ہوئے اُس نے جیسے ہی کہا عین اُسی لمحے دروازہ تیزی سے کھول کر تین سال کا صحت مند، خوبصورت بچہ دوڑتا ہوا اندر آیا۔

"سُلطان! بیٹے، آرام سے۔"ہمیشہ کی طرح اُسکی دو سو کی سپیڈ کو دیکھ کر آگے بڑھتی آیت نے معارِج کے بازو نرمی سے پیچھے کر کے جُھکتے ہوئے اُس کھلاتے بچے کو اُٹھا کر اُسکے بھرے بھرے گُلابی سے گال چوم لیئے جبکہ معارِج نے ناک چڑھا کر اپنے بیٹے کو دیکھا جِس کے ہوتے معارِج سکندر کو کسی رقیب کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔

"بابا! ھُود چاچو گھر کب جائیں گے؟" اپنی خوبصورت سبز آنکھیں اُٹھا کر معصومیت سے پوچھتے ہوئے اُس نے معارِج کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔جُھک کر آیت سے اُسے لے کر ہوا میں اونچا اُچھالا اور سُلطان کا قہقہ گونج اُٹھا۔ہمیشہ کی طرح اُسکی سبز آنکھیں چومتے ہوئے اُس نے آیت کی سُنہری آنکھوں کو بھیگنے پر مجبور کر دیا۔سُلطان کی آنکھیں نہ ماں کی طرح سُنہری تھیں اور نہ باپ کی طرح سیاہ بلکہ اپنی دادو کی طرح اُسکی آنکھیں سبز نگینوں کی مانند تھیں اور معارِج سکندر اُن آنکھوں پر قربان ہوا جاتا تھا۔وہ آنکھیں ہو بہو اُسکی ماں جیسی زندگی اور بے ریائی سے بھرپور تھیں۔

"میرا شیر!" اُسکو سینے سے لگاتے ہوئے وہ آہستگی سے بڑبڑایا جبکہ آیت نمکین، مُسکراتی آنکھوں سے اُن دونوں باپ بیٹے کو دیکھنے لگی جو ایک دوسرے پر جان چھڑکتے بھی تھے اور تطہیر کی گود میں سر

رکھ کر سونے کے لیئے جھگڑتے بھی تھے۔ اُسے بے اِختیار سُلطان یاد آیا تھا، وہی سُلطان جسے وہ زندگی کے کسی ایک لمحے میں بھی بُھولی نہیں تھی۔ آیتِ تطہیر نے واقعی سُلطان کو جانے نہیں دیا تھا۔

"لگتا ہے میرے شیر کو رضا کے ساتھ ریس لگانی ہے پھر سے۔" اُسکی ننھی سی ناک پکڑ کر ہلاتے ہوئے اُس نے ہنس کر کہا جبکہ سُلطان جُوش سے کھکھلا کر ہنس دیا۔

"آپ اِیسی شرارتوں میں سپورٹ کر کے اِسکی عادتیں نہ خراب کریں۔" سر جھٹک کر آیت نے آگے بڑھ کر معارِج کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"ھُود بھائی کا بیٹا دیکھا ہے نہ، اِتنا سنجیدہ اور یہ ہمارا سُلطان۔۔۔ٹِک کر نہیں بیٹھتا۔" آیت کے شکایتی انداز پر سُلطان جھینپ کر اپنے باپ کے بازوؤں میں چُھپنے لگا۔

"دیکھیں ذرا! شرارت کر کے کیسے معصوم بن جاتا ہے۔" آیت نے اُسکے انداز پر ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں چیمپ! ماما جان کو تنگ کیوں کرتے ہو؟" اُسکو گُدگُداتے ہوئے شرارت سے بھرپور سوال کیا گیا۔

"بابا!" سُلطان خان کے قہقہے پورے کمرے میں گونجنے لگے جبکہ معارِج نے مُسکرا کر اُسکے گالوں کو فرتِ جذبات سے چوم کر آیت کو دیکھا جو آنکھوں میں ڈھیروں چمک لیئے اُن دونوں باپ، بیٹا کو ہی دیکھ رہی تھی۔ زندگی صِرف سہل ہی نہیں خوبصورت بھی ہو گئی تھی۔ معارِج سکندر نے غضنفر حویلی عُروج، ہاشم، اَسارہ، رفعت اور جمیلہ بیگم کے لیئے چھوڑ کر یہیں اِس گھر کو اپنا مُستقل مسکن بنا لیا تھا مگر وقتاً فوقتاً جا کر اُن سب کی خبر ضرور لیتا تھا حالانکہ کاشف متین کو رہا ہوئے ایک سال ہو گیا تھا

مگر وہ پھر بھی کسی فرض کی طرح اُن عورتوں کا خیال آج بھی رکھتا آ رہا تھا جبکہ مُبین احمد عمر قید کاٹتے ہوئے عاصِم کی زندگی کے پانچ سال رائیگاں جانے کے غم میں سِسک سِسک کر زندگی گُزار رہے تھے۔ یہاں ہر کسی کو مکمل جہاں نہیں مِلتا اِسی لیئے تو معارِج سکندر اور آیتِ تطہیر کے ساتھ اپنوں کے غم نے عُمر کے آخری وقت تک رہنا تھا۔ دِل کو لگنے والے بعض زخم کبھی مندمل نہیں ہوتے۔ اُنکی اذیت اول وقت کی طرح ہر وقت تازہ رہتی ہے کیونکہ یہ دُنیا جنت نہیں ہے تبھی تو یہاں کچھ بھی پرفیکٹ نہیں ہوتا۔ خلا کہیں نہ کہیں رہ جاتا ہے۔ افسوس، پچھتاوا، مَلال، رنجِ رائیگانی، اذیت اور غم ہی تو زندگی کی اساس ہیں اِیسی اَساس جو کہ خوشیوں اور مُحبت کی قدر اور اہمیت کو ایک طویل وقت، عرصہ دراز کے لیئے ہمارے دلوں میں واضح کر کے بڑھاتا رہتا ہے اور ہر جذبے کے مقابل پھر آخر جیت تو مُحبت کی ہی ہوتی ہے تبھی تو علامہ مُحمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مُحبت فاتح عالم۔۔۔

تمت بالخیر!